

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَصَائِرُ النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتُووحِ الرُّضْوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 7
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تقریباً الحنفیہ علی حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین

باب الجماعة

آٹام کے لئے وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت متوارفہ
تحراب حقیقی، تحراب عموری، مسجد شتوی، مسجد عیسیٰ
کامران۔

آپام کو دور میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاء البشر اٹا ترک حجت
کی اجازت ہے۔

مسجد کی تنگی کی وجہ سے صفِ اول کے مقتدی امام سے متصل جہوں تو کراہت ہے یا نہیں۔

صفت میں فرق منوع ہے اس کے متعلق احادیث
آئمہ زہر بس کا لڑکا مردوں کی صفت میں کھڑا ہو سکتا
ہے جبکہ ایکنے ہوا اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے
کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔

کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک ہو سکتا ہے مانہیں۔

مستبوق اپنی قوت شدہ نماز جہرے پڑھے یا آہستہ
قضاے عمری کے ادا کرنے کا ایک آخری طریقیہ کارہ

۳۷ | تشدد میں اسلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ مل جاتا ہے۔

۳۵ مقتدی نے اقیات پوری نہیں کی تھی کرام کھڑا
 ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی اقیات ضرور
 ۳۶ پوری کرے۔

۲۸ ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آتے
 تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں۔

۲۹ کوئی بد مذہب ایک مسیتے پر نماز پڑھ رہا ہو تو وہ کھڑا اسی مسیتے پر فوراً نماز شروع کر سکتا ہے۔

۴۰ جماعت ثانیہ جائز ہے۔

۴۱ ایسی جماعت جو کہ بہت تحریر پر مشتمل ہو اس میں
شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔

۵۱ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہوا اور دوسرا آئے
تو مقتدی کو پیچھے لائے خود نیت باندھنے کے بعد
پا بیٹے۔

٥٢ ○ رسالة القلاذلة المصنوعة في نجر

۵۲ الاجوبۃ الاسبعۃ (مولوی اشرف علی کے بیان)

۵۲ فتوح کا درد

- سوال اول و چہارم کا جواب
پاؤں سے مسند پر شخص کا حکم جو اذان سے قبل ایک شخص
کو ساتھ ملا کر اقامت کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔
عذر ساقط و جب جماعت سے نہ کہ ساقط جواز۔
کسی شی کے حقیقتاً ہونے اور نہ ہونے میں بہت
فرق ہے۔
حدیث متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب مثل ثلث قرآن
مجید کے برابر ہے۔
حدیث مبارکہ کہ نماز عشاء یا جماعت، نصف شب
اور نماز فجر یا جماعت کامل شب کے قیام کے مساوی
حدیث مبارکہ ما احدث لك من خصصة "کا معنی لو
مصنف کی تحقیق۔
پاؤں کا عذر عذر فی المحذور ہے نہ عذر محض
بعض لوگوں نے مسجد میں اقامت کہہ کر یا جماعت نماز
پڑھ لی پھر تو اذان امام اور دوسرے لوگوں نے جماعت
کرائی تو جماعت مستحبہ دوسری ہے پہلی جماعت مکروہہ؟
جواب سوال دوم
تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت
جائز نہیں۔
تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترک جماعت
پر ہولناک وحیدیں۔
آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے
فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔
پرہیز تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو
ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کے
- ۶۹ طرف سے صدقہ ہے۔
۶۹ قاروقی انکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے
جماعت صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے
زیادہ محبوب ہے۔
۶۹ جواب سوال سوم
۶۹ خوف فوت تہجد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا
بیہودگی ہے۔
۶۹ تہجد عادت صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب
کرنے والا، گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا
کفار ہے۔
۶۹ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں لہذا ان میں سے
کوئی بھی دوسرے کی نفی کا داعی نہیں۔
۶۹ اذان سن کر مسجد میں نہ آنا ظلم اور نفاق ہے۔
۶۹ قیل کہ لا وقت ضوۃ کبریٰ سے نصف النہار تک
طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ نلکے رکھنے
کھانے کے فوراً بعد نہ سوتے، سوتے وقت دل
کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا
کھائے۔
۶۹ اگر کوئی شخص نوبے عشاء پڑھ کر سو گیا دس بجے
اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہو گیا۔
۶۹ سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیق جماعت کی دعا
کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔
۶۹ کسی معتقد کو متعین کرے کہ وقت جماعت سے
پہلے اس کو جگا دے۔
۶۹ ابن ابیہر راوی میں کلام ہے۔ (حاشیہ)

- ۱۱۶ حنفی کے شافعی کی اقتدار میں نماز پڑھنے کی شرائط
۹۱ اگر مسجد محلہ میں اہل محلہ نے اذان و اقامت پڑھ
سنت، امام موافق المذہب، سالم العقیدہ،
۹۲ متقی، مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جماعت
اولیٰ خالیہ میں اگر اہل اذان کر لی پھر باقی ماندہ لوگ
۹۵ آئے انھیں تکرار جماعت باعادتہ اذان چارے
۹۹ نزدیک منوع وجہ مت ہے اور بلا اعادتہ اذان
۱۰۰ جائز ہے۔
۱۲۵ جواب میں جماعت ثانیہ مکروہ اور محراب سے بہت دور
۱۲۸ بلا کر اہت جائز ہے۔
۱۲۹ جماعت چوتھی ہے تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔
۱۳۱ امام کے انتظار میں مقدمہ یوں کی میٹھا ہر ضاوری نہیں
۱۳۱ جماعت کا تارک کون؟
۱۰۲ حلال خور جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور
جہاں جگہ ملے کھڑا ہو سکتا ہے اسے جماعت سے
۱۱۰ روکنا گناہ ہے۔
۱۳۲ جو بلا حد شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سخت
گنہگار ہے (یہ جواب فوراً دستیاب نہ ہوا)
۱۳۴ امام کے ساتھ ایک مقدمہ ہی ہوا اور دوسرا آئے
تو بہتر ہے کہ مقدمہ ہی چمکے ہے۔
۱۳۸ امام کا معنی صفت سے طار ہے یا الگ اور الگ
ہے تو کتنا۔
۱۴۰ جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا
کیا حکم ہے۔
۱۴۱ جماعت یعنی کثیر ہو جواب زیادہ ہوگا۔
۱۴۲
- جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل معنی ہے کیونکہ
مستحب و واجب کے برابر نہیں ہو سکتا۔
ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن روایت تہجد سے اہم
اور آگاہ ہیں۔
تہجد اور سنن روایت کی افضلیت سے متعلق وارد
احادیث میں تطبیق (حاشیہ)
جماعت، سنن روایت اور تہجد میں درجات کی ترتیب
ترک اولویت میں حکم کراہت نہیں۔
محقق علیہ الرحمہ کے مسئلہ حسن البراءۃ فی تنقید حکم
الجماعۃ کا خلاصہ۔
حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ
چند اقوال ہیں، فرض میں، فرض کفایہ، واجب میں
واجب کفایہ، سنت ترکہ، مستحب۔
حضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تارکین جماعت پر انکار
غیظ و غضب۔
سلیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں
فرق۔
مسجد طریقی جس کا امام و مؤذن معین نہیں اس میں
ہر جماعت جماعت اولیٰ ہوتی ہے لہذا جو گروہ
آئے اپنی اذان و اقامت سے جماعت کرائے۔
○ رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن
الجماعۃ الثانیۃ (جماعت ثانیہ کے ثبوت میں)
تحریر جماعت کے جواز و افضلیت کی بارہ صورتیں۔
جماعت ثانیہ کے جواز سے متعلق ضابطہ

- جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۴۴
 بوقت ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ ۱۵۰
 غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطع صف ہوگا۔ ۱۵۰
 امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی ۱۵۱
 اقتدار میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۵۲
 جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۵۲
 وسط مسجد میں امام کا کھڑا ہونا مسنون متواتر ہے ۱۵۲
 محراب بنانے کی حکمت ۱۵۳
 حدیث اذا اجنت الصلوة فوجدت الناس ۱۵۳
 فصل معهم کے متعلق ایک علی سوال ۱۵۴
 محل اختلاف علماء میں غلات کی مراعات بالا جماع ۱۵۶
 مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔ ۱۸۶
 حدیث وان كنت قد صليت اذ اتيك كبر من ۱۸۶
 تقطوع خيرا فهو خير له کی بحث۔ ۱۸۹
 فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت ۱۹۱
 پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔ ۱۹۱
 جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو مستحب ۱۹۱
 وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔ ۱۹۲
 جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔ ۱۹۲
 غسل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ۱۹۲
 ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر لے نماز پڑھ لے پھر ۱۹۲
 اعادہ کرے۔ ۱۹۲
 تنجید کر رکوع میں شامل ہو جانے سے جماعت میں ۱۹۲
 شرکت ہوگی یا نہیں۔ ۱۹۲
 لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں تو ۱۹۲
 وہ نماز کی جماعت کہلاتی ہے یا نہیں۔ ۱۹۳
 نماز میں منہ سے صف اول ہی میں کیوں نہ ہوں نہیں ۱۹۳
 پٹانا منع ہے۔ ۱۹۳
 پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے ۱۹۳
 وظیفہ یا ملازمت وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا ۱۹۳
 جائز نہیں۔ ۱۹۳
 جماعت ثانیہ کے لئے اذان کا اعادہ ناجائز ہے ۱۹۳
 تکبیر میں عرج نہیں۔ ۱۹۳
 بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شدید ۱۹۳
 ظلم ہے۔ ۱۹۵
 مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد ۱۹۵
 انتظار رکھنا ضروری ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ نہ ہو کر ۱۹۵
 آجائیں۔ ۱۹۵
 مکان چھوڑ کر آنے سے غلط ہے جو ترک جماعت کیلئے ۱۹۵
 یہ ضرور ہو سکتا ہے۔ ۱۹۶
 جذامی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو ۱۹۶
 اسے تحریری نماز پڑھنا چاہئے۔ ۱۹۶
 جو دبابہ کے عقائد سے واقف ہو کر انہیں مسلمان بنائے ۱۹۶
 اس کی وجہ سے صف میں قلیل ہوگا۔ ۱۹۶
 امام یا مقتدی کا دھرم جاتا ہے تو باہر کس طرح آئے ۱۹۶
 وہ دبابہ کی جماعت ہو رہی ہو یا کسی وقت کشتی اپنی ۱۹۶
 جماعت کر سکتے ہیں جبکہ قہر نہ ہو۔ ۱۹۸
 ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک منہ میں کی ۱۹۸
 دو جماعتیں منع ہیں۔ ۱۹۸
 جماعت ثانیہ سے متعلق سوال ۱۹۸

- ایک مصنف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
- ۱۹۹ جماعت کے لئے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جاسکتا
- ۲۰۰ کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔
- ۲۰۰ سنت مڑکھ کی تعریف
- کسی مالدار کی محض مالدار کی سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔
- ۲۰۰ مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دہی طرف کھڑا ہو اور پادشاه کا گنا امام کے گئے سے آگے نہ رکھے۔
- ۲۰۱ مسجدیں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص، جماعت کے لحاظ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔
- چند آدمی ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک ہی فرض فرداً فرداً پڑھیں تو کیا حکم ہے۔
- ۲۰۲ امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں
- ۲۰۵ ترک جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے گناہ ناستی ہے۔
- ۲۰۶ جماعت کو واجب یا سنت مڑکھ نہ جاننا فعلی ہے
- ۲۰۷ جماعت ثانیہ کے متعلق سوال
- ایک مصنف پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔
- ۲۰۷ حورتوں کا امام مرد ہو سکتا ہے یا نہیں اور حورتیں لغو دے سکتی ہیں یا نہیں۔
- ۲۱۰ متون شروع فتاویٰ سے حوالے دئے جاسکتے ہیں
- ۲۱۳ جماعت ثانیہ کے متعلق سوال
- امام کے لئے مصلیٰ ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز ہے تو بڑا سہوار
- ۲۱۸ اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔
- ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا وارو مدار ہو۔
- ۲۱۸ صفت کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے۔
- ۲۱۹ مڑکھ کے چار مسئلوں کو ناجائز بنانے والے کا حکم
- ۲۲۵ امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔
- ۲۲۹ کھانا تیار ہو اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے۔
- ۲۲۹ جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کہ لوگوں نے دُخرا نہیں کیا ہے تو ان کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۲۳۰ امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے کھینچنا پاب ہے یا نہیں۔
- ۲۳۱ مسجد کا پھلا قصہ مردوں کے لئے اور چھت حورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۳۱
- فصل المسبوق**
- ۲۳۳ جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ سبب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے
- یہی صحیح ہے۔
- ۲۳۳ جو رکعت میں شامل ہو وہ نیستہ کے بعد بغیر ہاتھ باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔
- ۲۳۵ مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے۔

- ۲۵۲ خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔
- ۲۵۳ **باب مفسدات الصلوٰۃ**
- ۲۳۶ متبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدہ سہو میں ہوا قعدہ درست ہوگی۔
- ۲۳۷ امام التحیات میں ہوا اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔
- ۲۳۸ امام کے قعدہ اخیرہ میں مسبوق تشہد کی تکرار کرے اور اگر السلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی مانع نہیں
- ۲۳۹ مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی۔
- ۲۴۰ امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایکٹ دونوں رکعت نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔
- ۲۴۱ مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر مسافر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا۔
- ۲۴۲ مسبوق جس کی تین رکعتیں چھٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملے ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔
- ۲۴۳ اقتدائے مقیم بالمسافر پر ایک شبہ کا ازالہ
- ۲۴۴ **فصل الاستخلاف**
- ۲۴۵ امام کا وضو جاتا ہے تو کیا کرے۔
- ۲۴۶ امام نے ایک نامی کو خلیفہ بنایا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔
- ۲۴۷ امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔
- ۲۴۸ امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے
- ۲۵۰ نماز کو کوئی چمکھاسے ہوا اگر سے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۱ نماز کی آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا
- ۲۵۲ گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔
- ۲۵۳ نماز کے آگے سے کھینے فاصلہ تک گزرتا منع ہے
- ۲۵۴ قعدہ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگاھے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۵ تنہا فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقائے بلند آواز سے اس لئے کہتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ تکبیر بالجہر کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لئے جہر سے تکبیر کی تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۶ امام کے رکعت یا سجدے سے غارت ہونے کے بعد مقتدی رکعت یا سجدہ کرے اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔
- ۲۵۷ آیت یا ایہا الذین آمنوا اصلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے منہ سے عادتاً صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔
- ۲۵۸ ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہو اس پر تو دینا فرض کفایہ
- ۲۵۹ نقد دینے کے کچھ اصولی
- ۲۶۰ نقد دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔

باب مکروہات الصلوٰۃ

- ۲۹۱ نماز پڑھنے میں عرج نہیں۔ ۳۰۲
- ۲۹۱ تہن کے درمیان امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۳۰۵
- ۲۹۱ امام کی جگہ مقتدیوں سے تین گزہ اونچی ہو تو کیا حکم ہے۔ ۳۰۵
- ۲۹۱ سجدہ کجائے ہوئے پانچوں کو گھٹنے سے اوپر چڑھالینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۳۰۶
- ۲۹۱ نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھالینا افضل ہے۔ ۳۰۷
- ۲۹۱ کسی کے واسطے امام نے قرأت یا رکوع دراز کیا تو کیا حکم ہے۔ ۳۰۸
- ۲۹۱ دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انھیں پہن کر نماز جائز نہیں۔ ۳۰۹
- ۲۹۱ تجڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ ۳۱۰
- ۲۹۱ چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھکے کندھے پر آجائے تو اشارے سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔ ۳۱۱
- ۲۹۱ سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۳۱۲
- ۲۹۱ جبکہ زہد و نول ہونے سے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۳۱۳
- ۲۹۱ پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی، ٹیوی یا گلوبند رومال، پگڑی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۱۴
- ۲۹۱ درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۳۱۵
- ۲۹۱ جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۱۶
- ۲۹۱ مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں عرج نہیں۔ ۳۱۷
- ۲۹۱ فرض، واجب، سنت، مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ ۳۱۸
- ۲۹۱ پائس میں تمباکو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ ۳۱۹
- ۲۹۱ چادر وغیرہ کی گھوکی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۲۰
- ۲۹۱ ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ، اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔ ۳۲۱
- ۲۹۱ انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔ ۳۲۲
- ۲۹۱ گھنٹی کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۳۲۳
- ۲۹۱ ستاری یا دھوتی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۲۴
- ۲۹۱ جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ ۳۲۵
- ۲۹۱ گتے سے نیچے تہ بند مکروہ ہے۔ ۳۲۶
- ۲۹۱ جینز کو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ۳۲۷
- ۲۹۱ جو تیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے، جو تے کہاں رکھے جائیں۔ ۳۲۸
- ۲۹۱ وردی میں نماز مکروہ ہے ٹوٹھی دھوتی میں۔ ۳۲۹
- ۲۹۱ چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۳۳۰
- ۲۹۱ در کے متعلق مفصل بیان۔ ۳۳۱
- ۳۰۱ ○ دسالہ تیجان الصواب فی قیام الاماہ فی المحراب (محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق) ۳۰۱

- تہذیب کے نیچے فلوٹ ہو یا داری میں ڈاٹ ہو یا
 ۲۸۴ جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔
 ۲۸۵ کمر میں پٹکا ہو تو نماز صحیح ہے۔
 ۲۸۶ شیر وانی، انگر کے وغیرہ کے ٹخن گھنٹی نہ لگے ہوں تو
 نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان
 ۲۸۷ جہاں تصویریں ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم
 ۲۸۸ کس تصویر سے کڑا ہوتا ہے۔
 ۲۸۸ بچے سے بچے ازار ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔
 ۲۸۹ بچے سر نماز پڑھنے کا حکم
 ۲۹۰ آید کریم محمد رسول اللہ والذین معہ کو سن کر
 مقتدی نے قصداً یا سہواً اہل اللہ تعالیٰ خلیہ وسلم
 کیا تو نماز کا کیا حکم ہے۔
 ۲۹۱ جوتے میں کڑا ہونے میں جانا غلاباداد ہے، ادب
 کی بنا عرف پر ہے۔
 ۲۹۲ کسی نے پہلی رکعت میں لیکن اللہین کفسروا
 اور دوسری میں سورہ دہر پڑھی تو اس سے دو
 کڑا ہونے پیدا ہوں گی۔
 ۲۹۳ مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔
 ۲۹۴ جو بلا مذہب شرعی مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو وہ غاسق
 اور مردود الشہادۃ ہے۔
 ۲۹۵ مسودہ کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی۔
 ۲۹۶ امام کا مہ باندھ سے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو
 نماز میں کوئی غرابی نہیں۔
 ۲۹۷ نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کا
 کڑا وغیرہ بنانے میں کوئی عرج نہیں، اس میں نماز مکروہ۔
 ۲۹۸ تکرار یا اس کبھی دفع تو ہم یا اس کیلئے آئے اگرچہ وہ کلام
 سنت بلکہ واجب ہو۔
 ۲۹۹ متانی وجوب، ترک سے نفی عرج ہے نہ کفر فعل سے۔
 ۳۰۰ عقوڑ شامی کے کلام میں متانی کا دفع۔
 ۳۰۱ محراب کے معنی اور اس میں قیام کے بارے میں
 مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق
 موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ویدیں وبلکہ
 کے بعد خلافت میں حضرت عرب بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے فرمایا۔
 ۳۰۲ ردائے مشعل میں نماز صحیح ہے۔
 ۳۰۳ قرآن مجید قصداً غلاف ترتیب پڑھنا سنت گنا ہے
 لیکن غلاف ترتیب سے نہ سجدہ سہو واجب ہوگا
 نہ نماز کا اعادہ۔
 ۳۰۴ دلائی، چادر وغیرہ غلاف معتاد اور نہ یا پس کر نماز
 پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔
 ۳۰۵ بقیہ ٹوپی کے گلابد سر پر باندھ کر نماز پڑھنا
 غلاف سنت ہے۔
 ۳۰۶ مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت
 کرنی جائز ہے۔
 ۳۰۷ جوتے میں کر نماز پڑھنے کی تحقیق دیر جواب پورا
 دستیاب نہ ہو سکا۔
 ۳۰۸ حلقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ
 ہوگی، ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔
 ۳۰۹ نماز میں کھلی معلوم ہو تو ضبط کوسے ورنہ ایک یا دو
 بار کھلائے اس سے زیادہ نہیں۔
 ۳۱۰

باب الوتر والنوافل

جو فرض پڑھ چکا ہے اور اسی فرض کی جماعت قائم ہوئی تو وہ بڑھتے نفل شریک ہو جائے۔

نئے کپڑے یا نئے جوتے میں نفل جائز ہے جبکہ انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگنے میں جوتے مانع نہ ہوں۔

رمضان شریف میں وتر باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں تنہا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

مشاء جماعت سے پڑھی ہو تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نازوں افضل۔ تراویح و تہجد مسجد کے علاوہ تمام نوافل خواہ رات بھر یا بغیر رات بھر میں پڑھنا افضل ہے۔

نفل کی جماعت تداومی کے ساتھ مکروہ ہے، کسوف وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

رمضان شریف کے اخیر بعد میں قضاے عمری کے ہر طریقہ اختراع کیا گیا ہے وہ غلط اور بدعت شنیعہ ہے۔

ایام عاشورہ میں نماز پڑھنا بہترین عبادت ہے۔ وتر کی نیت کس طرح کی جائے۔

طویل قیام کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاسے مبارک میں دوم ہونا حدیثوں سے ثابت ہے۔

عشاء کی آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

تہجد پڑھنے والا تراویح کے بعد وتر پڑھ سکتا ہے۔ تراویح کی کچھ رکعتیں جماعت سے چھوٹ گئی ہوں تو

ان کو وتر سے پہلے یا بعد پڑھ لے۔

تہجد سے پہلے کی سنتیں چھوٹ جائیں تو جمعہ کے بعد وقت کے اندر پڑھ لے اور اس میں شہاز ہوں گی قضا میں نہیں۔

کچھ کے فرض پڑھ لے اور سنتیں رہ جائیں تو سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے اس سے پہلے نہیں۔

کچھ کی جماعت ہو رہی ہے اور سنت پڑھنے کا موقع نہ ہو تو جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے۔

نفل اور سنتیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے رمضان شریف کے علاوہ وتر کی جماعت ایسا نا ہو جائے تو حرج نہیں۔

تراویح، کسوف اور استسقاء کے علاوہ تمام نوافل جماعت سے جائز ہیں جبکہ تداومی کے ساتھ نہ ہو ورنہ مکروہ۔

تداومی کے معنی

مسئوۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب اور وقت۔ تراویح یا نوافل ایک نیت سے چار رکعت،

قدمہ اولیٰ میں دو رکعتیں، دوما وغیرہ اور تیسری میں شاد پڑھنا جائز ہے۔

بالح کی نماز نا بالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔

نماز غنمی اور نماز چاشت ایک ہی ہے۔ شرعی معنوں میں بدت اچھی نہیں۔

تہجد کم از کم دو رکعت ہے۔ کچھ سونے کے بعد تہجد پڑھنا چاہئے۔

۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷

- ۴۶۳ جگہ بھی جس رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں
- ۴۶۴ شکیہ کا حکم
- ۴۶۵ خشکی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
- ۴۶۶ ایک مسجد میں دو مافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھیں اور پہلے نے چار سے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۶۷ خشکی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
- ۴۶۸ غزیم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں اتم نامعلوم اور چند دوسری آیتیں مثلاً عا کاں محمد وغیرہ
- ۴۶۹ تراویح میں ایک سہار پورا قرآن مجید پڑھنا سنت درود
- ۴۷۰ تراویح کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنت ہوگا؟ صرف سورہ فاتحہ و اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ عام طور پر رایج ہے۔
- ۴۷۱ تراویح میں غزیم قرآن میں ایک بار بھر سے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔
- ۴۷۲ اتم زکیف سے تراویح جائز ہے، ہر تراویح کے بعد دُعا مانگنا بھی جائز۔
- ۴۷۳ ایک مافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۷۴ بلاعد شرعی تراویح کی جماعت چھوڑا منع ہے
- ۴۷۵ ایک شخص ایک جگہ میں رکعت پڑھائے اور دوسری
- ۴۷۶ جگہ بھی جس رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں
- ۴۷۷ شکیہ کا حکم
- ۴۷۸ خشکی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
- ۴۷۹ ایک مسجد میں دو مافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھیں اور پہلے نے چار سے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۸۰ خشکی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا۔
- ۴۸۱ غزیم قرآن کے دن بیسویں رکعت میں اتم نامعلوم اور چند دوسری آیتیں مثلاً عا کاں محمد وغیرہ
- ۴۸۲ تراویح میں ایک سہار پورا قرآن مجید پڑھنا سنت درود
- ۴۸۳ تراویح کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنت ہوگا؟ صرف سورہ فاتحہ و اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورہ فیل سے پڑھنا بہتر ہے جیسا کہ عام طور پر رایج ہے۔
- ۴۸۴ تراویح میں غزیم قرآن میں ایک بار بھر سے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔
- ۴۸۵ اتم زکیف سے تراویح جائز ہے، ہر تراویح کے بعد دُعا مانگنا بھی جائز۔
- ۴۸۶ ایک مافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔
- ۴۸۷ بلاعد شرعی تراویح کی جماعت چھوڑا منع ہے
- ۴۸۸ ایک شخص ایک جگہ میں رکعت پڑھائے اور دوسری

- انکھار لم پڑنا بے اصل ہے بلکہ محدثات عوام سے ہے۔
- ۲۸۱ مذہبہد سے خاص۔ ۲۹۶
- بڑھتے ہوئے یہ کہہ کر تادیب میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکر و تلاوت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم؟
- ۲۸۲ وتر کی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔ ۲۹۷
- وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت طائی جاسکتی ہے سورۃ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔
- ۲۸۳ دُعا کے قنوت میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کسب ہوتا ہے۔
- ۲۸۴ وتر کا مسبووق اپنی فوت شدہ نماز میں وتر پڑھے یا نہیں۔
- ۲۸۵ دُعا کے قنوت یاد نہ ہو اور سورۃ اہل بیت میں پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔
- ۲۸۶ ○ رسالہ اجتباب العباد عن فتاویٰ الاحفال (قنوت نازلہ کے بیان میں)
- نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز نہیں لیکن حسب کوئی فقہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز فجر میں قنوت پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔
- ۲۸۷ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔
- ۲۸۸ نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔
- ۲۸۹ نگرہ تیز شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔
- ۲۹۰ طاعون و وبا اور ان کی مثل ہر بلایۂ عامہ کے لئے قنوت صبح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے۔
- ۲۹۱ اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے
- ۲۹۲ کتبہد ہستان کی نسبت ائمہ کرام اور علماء و اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین مشن ہے جس پر توبہ لازم ہے۔
- ۲۹۳ ایک جابل ویدی مفتی مصنف ضروری سوال کی تیس جہالتوں کا بیان۔
- ۲۹۴ قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے۔ بار محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔
- ۲۹۵ آیت کریمہ لیس لك من الامم شیء او یتوب علیہم او یضربہم فانہم ظالمون کا مشن نزول اور اس کا معنی۔
- ۲۹۶ ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ مذمت اور فی النہائیں وہ سب حق و ہدایت اور سبیل جنت ہے۔
- ۵۰۳ قواعد عرب میں لفظ زعم یعنی مطلق قول اور معنی کلام نامحقق آیا ہے۔
- ۵۰۴ حدیث اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوت فجر کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں۔
- ۵۰۵ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔
- ۵۰۶ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل و احق

- برامامت سمجھتے تھے مگر غالبیہ قصاص عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۵۰۷
- صاحبِ اشباہ و تنہات اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۰ھ کو ہوا۔ ۵۰۸
- مقصد "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تعصباتِ اعلاط۔ ۵۱۱
- مقصد "ضروری سوال" کی اخلاطِ ترجمہ۔ ۵۱۳
- مقصد "ضروری سوال" کی اخلاطِ روایت۔ ۵۱۵
- ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کہیں۔ ۵۱۶
- شہداء پر معونہ کو قراءت کھنکھانے کی وجہ کیا ہے۔ ۵۱۷
- ان شہداء کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا۔ ۵۱۸
- عمر بن طفیل کفر پر ہوا۔ ۵۱۹
- حضرت حرام بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال اسلام لے آیا تھا۔ ۵۲۰
- مقصد "ضروری سوال" کی حرام کو فریب دی۔ ۵۲۱
- مقصد "ذکر کی" اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت۔ ۵۲۲
- مقصد "ذکر کی" تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وجہ سے اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وجہ سے قائم ہے۔ ۵۲۳
- قد صد کلام و تقریب مرام۔ ۵۲۴
- جابل کو معنی بننا حلال نہیں، اس کے فتویٰ پر اعتماد جائز۔ ۵۲۵
- تحریر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں یا تھانھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۲۶
- تازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ۔ ۵۲۷
- تازلہ مثلاً طاعونی و باوقیر میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔ ۵۲۸
- زمانہ تازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں۔ ۵۲۹
- قنوت تازلہ کے متعلق چند سوال۔ ۵۳۰
- مقبوق و ترکس طرح پوری کرے۔ ۵۳۱
- تراویح پوری ہے اور کچھ لوگ آئے جنہوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کر سکتے ہیں، اس حکم پر ایک مشیر اور اس کا ازالہ۔ ۵۳۲
- جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو اگر تراویح پڑھنے والے نام نہ لے دیتے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۳۳
- ترکی جماعت، جماعت فرض کی تابع ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔ ۵۳۴
- تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا مجہول کیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سہو کیا نماز پوری یا نہیں۔ ۵۳۵
- ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا اس کا اعادہ ہے یا نہیں۔ ۵۳۶
- تراویح کی جماعت پوری ہے وہاں عشا کی جماعت کی جاسکتی ہے۔ ۵۳۷
- سالہ انعقاد کا نوار منیم صلوٰۃ الاسرار (نمازِ خوشید کے ثبوت میں)۔ ۵۳۸
- صلوٰۃ الاسرار یعنی نمازِ خوشید مبارک، مشائخ عظام

- کا معمول اور قضائے حاجات و معمولی معاملات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔ ۵۷۱
- تماز خوشیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس کو اکابر علما نے اپنی تصانیف میں روایت فرمایا ۵۷۱
- تماز خوشیہ کی ادائیگی کا طریقہ ۵۷۱
- تماز خوشیہ کی اجازت دینے اور اجازت لینے کا بیان شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تصاویر اور مناقب۔ ۵۷۲
- تماز خوشیہ کی ملامت اولیاء طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔ ۵۷۳
- مقصد بہجۃ الاسرار امام ابو الحسن نور الدین علی شطنوفی کے فضائل۔ ۵۷۳
- کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و مشہور ہے ۵۷۵
- اکابر کی روایات کو بے وجہ وجہ رد کرنا جہالت یا خبث و ضلالت ہے۔ ۵۷۶
- کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ۵۷۶
- شیخ ابن عربی کی تصنیف فتوحات مکیہ کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔ ۵۷۷
- تماز خوشیہ کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء ہے۔ ۵۸۱
- جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ہو سکے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔ ۵۸۲
- قاعدہ نفیسہ کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح ہے۔ ۵۸۳
- فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۵۸۳
- تجربہ بان خدا سے تو تسل قطعاً محمود اور ہرگز مفلح و توکل کے خلاف نہیں۔ ۵۸۴
- استشفاع و توسل پر متعدد احادیث و آثار عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب سترہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عہدی عصری فقہ ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہ تمام صحاح کے رہا نہ ہیں۔ ۵۸۸
- عقبہ بن غزوہ ان رقاشی طبقہ ثانی سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عقبہ بن غزوہ بن جابر مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۵۹۰
- تماز خوشیہ کے افعال پر کلام ۵۹۳
- تجربہ بان خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔ ۵۹۴
- تجربہ بان خدا کے لئے جو توضیح کی جاتی ہے وہ حقیقتِ خدا ہی کے لئے توضیح ہے۔ ۵۹۵
- تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کا فریاد دنیا و آخرت کیلئے اس کے سبب تواضع ہو۔ ۵۹۷

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں
صحبہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و
علماء کا خشوع و خضوع۔

حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا ذکر کرتے تو رنگ بدن جاتا اور جھک جاتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر
حاضری کے آداب۔

بوقت توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے
اگرچہ قبلہ کو پیچھو جائے۔

حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل عبادت
حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے
نکات نامہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل و استغاثہ
طریقہ کیا ہے۔

روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف
ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور

کے سوا پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔
سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تعظیم

مناسب ہے۔
حدیث برگزینہ سے اور بے سبب مغفرت

فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندہ
تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہمیشہ بخشش کریں

فما رمتقربین و متاخرین نے آیہ کریمہ دلوانفہم
ادعوا انفسہم جاءوك کونائے حیات و

وفات سبب عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام

اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس
کی مثل سمجھا۔

تعبوبانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبر
کی طرف چلنا یکساں ہے۔

توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر غائب
باطن لذائذ چلنا مقرر ہوا۔

قضائے حاجت کیلئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس
کے بعد دعا کرنے کا طریقہ۔

نماز استسقاء میں قلب بردار کی حکمت
ظاہر مصلحت و طربو تاسہ لہذا جس امر میں جمیع

حزویت و صدق ارادت کا اہتمام درکار ہو اس
کے مناسب افعال و احوال دیکھے جائیں۔

تلبیسِ شریکے دستِ بدین اور شمشیر میں
انگشت شہادت سے اشارے کی حکمت۔

یہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح
وہاں سے بہت کرکے۔

حضور اور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابِ دعا میں
تغافل پر بہت نظر رکھتے تھے۔

نماز کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو دیر قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔

نماز کے افعال و اسکا کام میں اسرار اور حکمتیں
نہاری نمازوں میں اختفاء قرائت اور یسلی نمازوں

میں چہر کی حکمت۔
تجدد و عیدین میں نہایت کے باوجود حکمِ جسر
کیوں ہے؟

- ۶۲۲ دعاء صریح البحر کے فوائد۔
- ۶۲۶ تصور شیخ کی ترکیب
- مسائل انوار صریح
- ۶۱۵ صلوٰۃ الاسرار (نماز غوثیہ کے نکاحات اور طریقہ)
- ۶۲۲ تصنیف علیہ الرحمہ نے مولانا امین محمد ابراہیم قادری مدداری کی اسناد پر انھیں نماز غوثیہ کی اجازت فرمائی۔
- ۶۲۴ نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے مجرب ہے۔
- ۶۲۳ تصنیف علیہ الرحمہ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک متعلق ہے۔
- ۶۳۵ نماز غوثیہ کی ترکیب و تسبیح کے بارے میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد۔
- ۶۳۷ نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں، طریقہ صغریٰ اور طریقہ کبریٰ۔
- ۶۳۸ طریقہ صغریٰ کی تفصیل اور ارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح۔
- ۶۳۸ نماز غوثیہ سے قبل تازہ وضو کرنا اور حدیث گونا گویا مستحسن ہے۔
- ۶۳۸ نماز غوثیہ کے بعد کن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہئے۔
- ۶۲۹ نماز غوثیہ کے بعد دو دو سلام کن الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔
- ۶۲۱ حمد باری تعالیٰ اور دو دو سلام کے بعد معتدل حال
- ۶۱۵ نماز کسوف میں جماعت کثیرہ کے باوجود حکم جہر کیوں ہے۔
- ۶۱۵ رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے نائے کی ممانعت کیوں ہے؟
- ۶۱۵ ہر دو رکعت پر جیسے کیوں واجب ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟
- ۶۱۵ فرض نماز میں کھلی رکعتوں میں قرأت کیوں منع۔
- ۶۱۵ متفرق پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت۔
- ۶۱۵ رکوع، سجود اور قنود میں قرأت کیوں ممنوع ہے
- ۶۱۵ رکوع کے بعد قنود اور دو سجدوں کے درمیان جہر کی حکمت۔
- ۶۱۶ توبہ کے لئے بلند جگر پر جانا چاہئے اور اس میں رکعت برکت حاجت عراق کی طرف پہنچنے کے لئے گیارہ قنود کی تخصیص کی وجہ۔
- ۶۱۷ باجماع نماز غوثیہ میں اصناف کوئی محذور شرعی نہیں ہے
- ۶۱۹ قضا و دیوبند پر اطلاع پانے والوں کے رد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔
- ۶۲۰ اعلان مشائخ میں تجدید و اصلاح کی ہمیشہ اجازت ہے
- ۶۲۰ اصول تہا لب و دیوبند پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سختی موصوفی
- ۶۲۲ تادیبی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ۔
- ۶۲۲ علماء دیوبند سے جملہ مقررہ کے طور پر ایک چھبھڑا سوال۔
- ۶۲۲ ختم خواجگان، ختم مجدد العارف ثانی اور

- ۶۴۲ سے بغداد کی طرف گیا وہ قدم چلے۔
 مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے
 جنت بغداد اور جنت مدینہ منورہ کا استخراج۔ ۶۴۲
 دعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر۔ ۶۴۸
 جس دعا کے اول و آخر درود شریف ہو وہ رو نہیں جاتی ۶۴۹
 ابو جعفر منصور کا حضرت امام مالک سے سوال کہ
 میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔ ۶۴۹
 تعلیفہ نفیضہ کہ نماز خوشیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے
 کے حکم میں سرکارِ نبوت اعظم نے گیارہ عدد قدم
 اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔ ۶۵۲
 O رسالہ وصافہ لرحبیبہ فی لیسۃ
 القراویۃ ختم تراویح میں بسم - ایک بار پھر
 سے پڑھنا چاہئے۔ ۶۵۹
 بسم اللہ شریف قرآن مجید کی ایک آیت ہے تو
 ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔ ۶۶۱
 بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار پھر سے پڑھی جائے
 ورنہ سنت ختم ادا نہ ہوگی۔ ۶۶۱
 بسم اللہ شریف سامع قرآن مجید میں صرف ایک گیت
 ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ
 کی جز نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک چودہ
 سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے ۶۶۲
 مسئلہ مذکور کی تحقیق میں چند افادات ۶۶۲
 بسم اللہ شریف جمہور ائمہ صحابہ و تابعین کے نزدیک
 کسی سورت کی جز نہیں۔ ۶۶۲
- ۶۴۲ کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند
 آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔ ۶۴۲
 قسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ و
 السلام سے متواتر ہونا تو درکنار ثابت بھی نہیں ۶۴۳
 قول جزئیت پر ادعا ہے جماع محض افتراء ہے بلکہ
 صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قدم جزئیت
 پر اجماع تھا۔ ۶۴۵
 تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس
 نہ کسی سورت کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے حرفات
 ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔ ۶۴۷
 جزئیت بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قارئین
 جزئیت منکر قطعیت ہیں ۶۴۸
 نہ قرآن مجید نہ بسم اللہ شریف
 پڑھے پر قراء کا اجماع ہے۔ ۶۵۲
 سورتہ براءۃ کے سر کسی سورت کے شروع سے ابتداء
 تلاوت ہو تو اتنا ہی بسم اللہ صحیح علیحدہ پھر ہر سورت
 کے درمیان اثبات و حذف میں قراء مختلف ہیں۔ ۶۵۲
 غیر مسلمین کی قراءت میں ترک بسم تو قطعاً ناجائز
 جزئیت ہے اور مسلمین کی قراءت میں اثبات
 بسم ہرگز مثبت جزئیت نہیں۔ ۶۵۶
 اگر مذہب عاصم جزئیت ہو بھی تو ہم پر ان کی
 اتباع لازم نہیں کیونکہ مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں۔
 ایک ہی بار بسم اللہ شریف پڑھنے کی صورت میں
 نظم قرآن برگر ناقص ہیں۔ ۶۷۷
 اگر بغرض غلط روایت عاصم جزئیت ہر سورت

۶۸۹	۶۸۷	ہو بھی تو پھر بھی ختم تر اویک میں ہر بسملہ میں جہر کی اسق حاجت نہیں۔	۶۸۸	۶۸۶	دور صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریس قرآن کا طریقہ۔
۶۹۰	۶۸۹	قرآنہ واحد کی اتباع و عدم اتباع کی تحقیق اگر بغرض غلط جہر بھی متواتر ہو جب بھی مصابح شرعیہ یہاں، غناء کا حکم فرماتی ہیں۔	۶۹۱	۶۸۸	صحابہ کرام و کس و کس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے تھے۔
۶۹۱	۶۹۰	تالیف قلوب کے لئے ترک افضل جاتر ہے۔	۶۹۲	۶۸۹	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سورۃ بقرہ پڑھی۔
۶۹۲	۶۹۱	پراقتراصر یہ کہ ہے بلکہ کسی نماز میں بھی جہر بسملہ متواتر نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں سخت نزل ہے	۶۹۳	۶۹۰	صحبت روایت پر مدار قرأت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔
۶۹۳	۶۹۲	ائمہ دین جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں۔	۶۹۴	۶۹۱	خلاصہ کلام و تقریب مرام قاری عبد الرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب
۶۹۴	۶۹۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے	۶۹۵	۶۹۲	یکے باقی تمام کاررو۔
۶۹۵	۶۹۴	بسم اللہ شریف نماز میں باوازا پڑھنا گناہوں کی قراءت ہے۔	۶۹۶	۶۹۳	گنگوہی صاحب سے پانچ سوال
۶۹۶	۶۹۵	ہمارے ملائے صاف فرمادیا کہ بسم اللہ شریف کے جہوا غناء میں امام قراءت کا اتباع بیرون نماز ہے نماز میں آہستہ ہی پڑھے۔	۶۹۷	۶۹۴	قاری عبد الرحمان پانی پتی پر جسٹس وجہ سے رد۔
۶۹۷	۶۹۶	جہوا غناء کے بارے میں روایات قراء سب بیرون نماز کی ہیں۔	۶۹۸	۶۹۵	قرآن حکیم میں روا فیض کے ادعائے ترفیع بعض ائمہ مجتہدین اور مستدرا کے سنن وصال۔
	۶۹۷		۶۹۹	۶۹۸	

فہرست ضمنی مسائل

۶۷۸	تجوید و تلاوت	۶۷۸	قرآنہ واحدہ کی اتباع و عدم اتباع کی تحقیق تجوید و اختلاف کے بارے میں روایات قرآن و سب بیرہ نماز کی ہیں۔
۶۷۹	لاکھ	۶۷۹	ترادیک میں ہر سورہ پر پھر سے بسم اللہ شریف پڑھنے اور ترکیبیں رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورۃ اخلاص ہی ملانا ضروری نہیں۔
۶۸۰	۴۷۴	۶۸۰	بسم اللہ شریف ترادیک میں ایک بار پھر سے پڑھی جائے وہ سخت ختم ادا نہ ہوگی۔
۶۸۱	۴۷۵	۶۸۱	تمام قرآن کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرۃ سے نام نک کسی سورۃ کی ججز نہیں تاہم بسم اللہ کے ججز فاتحہ ہونے میں قرآن کا اختلاف ہے۔
۶۸۲	۴۷۶	۶۸۲	عقلم قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قرآن کا اجماع ہے۔
۶۸۳	۴۷۷	۶۸۳	سورۃ براءۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداء تلاوت ہو تو اتنا ہی بسم اللہ صحیح علیہ ہے پھر بہر دو سورتوں کے درمیان اثبات و حذف میں قرآن مختلف ہیں۔
۶۸۴	۴۷۸	۶۸۴	حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط امام آئین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔
۶۸۵	۴۷۹	۶۸۵	امام کے لئے صلی ہو نا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز ہے تو بڑا بے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔
۶۸۶	۴۸۰	۶۸۶	امام پر مقتدی حکم نہیں کر سکتا۔
۶۸۷	۴۸۱	۶۸۷	امام کا وضو بتا رہے ہو تو کیا کرے۔
۶۸۸	۴۸۲	۶۸۸	امام نے ایک اُتھی کر خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو نماز درست ہوگی یا نہیں۔
۶۸۹	۴۸۳	۶۸۹	احکام مسجد مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت خوردوں

- ۱۹۲ مسجد کے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۳۱
 ۱۹۳ مسجد کے اندر اور اس کے صحن و دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔ ۲۶۲
 ۱۹۴ حق، بیٹری وغیرہ کی بدبوئیں میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔ ۳۸۴
 ۱۹۵ جو تہنہ میں مسجد میں جانا خلاف ادب ہے۔ لوب کی بناء عرف پر ہے۔ ۲۹۲
 ۱۹۶ مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۹۳
 ۱۹۷ مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔ ۴۵۰
 ۱۹۸ چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صحت کدھ سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی نماز میں سر سے ڈھلک کر کن سے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ دیا جائے ۲۹۹
 ۱۹۹ سر پر دو مال یا جو ٹوپی کے دو مال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۳۸۳
 ۲۰۰ جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۵۶۷
 ۲۰۱ حجاب یا عوزہ میں نماز جائز ہے۔ ۴۷۲
 ۲۰۲ چشمہ لگا کر نماز پڑھنا تو کیا حکم ہے۔ ۴۷۲
 ۲۰۳ زرد سے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔ ۳۵۵
 ۲۰۴ بغیر ٹوپی کے ٹکڑے سر پر باندھ کر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے۔ ۳۶۰
 ۲۰۵ جو تہنہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق نماز میں کھلی معلوم ہو تو ضبط کر کے ورنہ ایک یا دو بار کھلائے اس سے زیادہ نہیں۔ ۳۸۴
 ۲۰۶ تہ بند کے نیچے لنگوٹ ہر یا دارمی میں ڈاٹ ہو

سجود السہو

دعا کے وقت میں سوہونے سے سجدہ سوگب ہوتا ہے۔ ۳۸۳

تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدہ سوگیا نماز ہوئی یا نہیں۔ ۵۶۷

اجارہ

ختم قرآن پر اجرت کی ایک صورت۔ امانت کی غواہ یعنی جائز ہے مگر پینا ہستہ۔

حظ و اباحت

نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔ آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے ہو، اس کو بٹاکر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔

۵۱ تہ بند کے نیچے لنگوٹ ہر یا دارمی میں ڈاٹ ہو

- ۲۸۴ یا حبیب میں رو پر چسپہ ہونا صحیح ہوگی یا نہیں۔
 ۲۸۵ اگر میں پشکا ہو تو نماز صحیح ہے۔
 ۲۸۵ شروانی، اگر کھدو وغیرہ کے من گھڑی نہ لگے ہوں
 تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا منسل بیان۔
 ۲۸۵ امام کا مہ پاندے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو
 نماز میں کوئی غری نہیں۔
 ۲۹۲ نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائز نماز ملتی ہے اس
 کو کرنا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں
 نماز مکررہ۔
 ۲۹۵ بانی کی نماز ناپا بلغ کے پیچے جائز نہیں خواہ فضل ہی ہو۔
 ۲۹۲ تشبہ کا حکم۔
 ۲۹۲ تشبہ مکررہ ہے۔

رسم المقتی

- ۲۱۰ مرقی شروع فتاویٰ سے والے دستے جاسکتے ہیں۔
 ۵۲۵ بابل کو مفتی بنانا مکمل نہیں، اس کے فتویٰ پر
 ۲۸۱ سورۃ توبہ پر اھوذ باللہ ص النار ومن شر النصار
 پڑھنا اصل ہے۔

فتاویٰ و کلام

- ۲۹۷ کذب و بہتان کی نسبت ائمہ کرام اور علمائے عظام
 کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر
 ۲۹۷ توبہ لازم ہے۔
 ۵۰۳ ائمہ کرام و اہلسنت کا کوئی مسئلہ خطوات اور فی النار
 نہیں وہ سب حق و ہدایت اور کسبیل جنت ہے۔
 ۵۷۶ آکا بر کی روایات کو بے وجہ وجہ رد کرنا جہالت
 یا تجبٹ و خطوات ہے۔
 ۵۸۱ نماز خوشیہ کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض
 بہتان و افتراء ہے۔
 ۵۸۲ حق باطل کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ لکے وہ بزرگ
 ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔

فوائد فقہیہ

- ۷۶ پاؤں کا عذر عذر فی المنصور ہے نہ عذر للمحاضر
 تمہد وقت ہو جانے کے خوف سے ترک جماعت
 جائز نہیں۔
 ۸۱ تمہد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ
 ترک جماعت پر ہر لاک و میدیں۔
 ۸۵ خوف و قہر تمہد کو ترک جماعت کے لئے عذر بنانا
 بیہودگی ہے۔
 ۸۷ قیل و قال وقت ضحوة کبریٰ سے نصف النهار تک ہے
 اگر کوئی شخص نویکے غار عشاء پڑھ کر سوگ دس

- قاعدہ تفسیر کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھل یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف و جائز و مبارک ہے۔
 محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاصاً توسل کے خلاف نہیں۔
- استشفاع و توسل پر متعدد احادیث و آثارِ نادرہ و شریفہ کے افعال پر کلام
 محبوبانِ خدا کی تعلیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔
- عجب بانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔
- تواضع غیرتہ جو کہ منہوتا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کا حریہ و نیادار خنی کے لئے اس کے سب تواضع ہو۔
- حضور پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صیبر و کم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء کا حضور و حضور کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر ماضی کے آداب۔
- برقتِ توسلِ محبوبانہ، خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قلم کو پٹھہ ہو جائے۔
- حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ
- تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے نکات غامضہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیسے ہے۔
- روضہ اقدس پر ماضی کے وقت مرقبہ کی طرف جو یا سوا جہر شریف کی طرف، خلیفہ ابو جعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمۃ کا جواب۔
- سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تعظیم مناسب ہے۔
- خدا اگر جگہ سننا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر رشادیوں ہوتا ہے کہ گنہ گار بننے سے قری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعا و بخشش کریں۔
- محبوبان سے ایک طرف ہونا درجہ وصال ان کی قبر کی طرف چلنا یکساں ہے۔
- منظرہ ورد پند یہاں**
- ایک جاہل دیوانہ منہی مصنف ضروری سوال کی تیش جہالتوں کا بیان۔
- مصنف ضروری سوال کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیف و غلطی۔
- مصنف ضروری سوال کی غلط ترجمہ۔
- مصنف ضروری سوال کی غلط روایت، ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔
- مصنف ضروری سوال کی غلام کو فریب دہی۔
- مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ

سے مخالفت۔

مفسر مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

اول نمبر کی وجہ سے اور غیر مقلدی ہے۔ اور یہ

کہ وہ اپنی قدیم وجہیت پر قائم ہے۔

عقائد و بائیں پر طلائع پانے اور ان کے رد کے لئے

کئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

اصول مذاہب و بائیں پر مشتمل دینی ائمہ محدث و ملوی

مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سستی موجد ہیں۔

علامہ و بائیں سے جملہ مفسرین کے طور پر ایک چھٹا ہوا

سوال۔

قاری عبد الرحمن پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے

باقی کلام کا رد۔

گنگوہی صاحب سے پانچ سوال۔

قاری عبد الرحمن پانی پتی پر بیس و ہجہ سے رد۔

قرآن عظیم میں روافض کے اذعانے تحریف۔

تفسیر و علوم قرآن

آیہ کریمہ یس لك من الامر شئ و یوب علیہم

و یعد بہم فانہم ظالمون کا شئ و زول

اور اس کا معنی

علیہ متعین و متاخرین نے آیہ کریمہ و لیسو

انہما ظالمون انفسہم چاروں کو زمانہ

حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں عام اور ماضی مزلزلہ کہ کو حاضر ہی مجلس

اللہ اس کی شکل سمجھا۔

بسم اللہ شریف سارا سے قرآن مجید میں صرف ایک

آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے آتی گئی

نہ وہ فاتحہ کی جُز نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام

ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ

بسم اللہ شریف ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں چندہ افادات

بسم اللہ شریف ہر سورتہ، صحابہ اور تابعین کے

نزدیک کسی سورت کی جُز نہیں۔

کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا

چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔

دور صحابہ سے اب تک تعلیم و تدیس قرآن

کا طریقہ۔

قواعد حدیث

حدیث مبارک "ما احدثت من خاصۃ" کا معنی

اور مصنف کی تحقیق۔

تجدد و سنن روایت کی افضلیت سے متعلق وارد

احادیث میں تطبیق۔

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوت فجر

کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید

ضعیف ہیں۔

اسماء الرجال

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود

مسلمان نہیں تھا۔

۴۶۲

۶۶۲

۶۶۲

۶۶۲

۶۸۹

۷۱

۹۵

۵۰۲

۵۰۲

۵۶۲

۶۲۰

۶۲۲

۶۲۳

۶۹۹

۷۰۰

۷۰۲

۴۹۹

۶۰۹

فضائل و مناقب

تہجد سنت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل۔ ۲۰۰

حدیث متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب مثل قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۲۰۱

حدیث مبارکہ کہ نماز عشاء باجماعت نصف شب اور نماز فجر باجماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔ ۲۰۲

بریت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پاسکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔ ۲۰۳

وقت ۶۶ منی اللہ تعالیٰ عز کا ارشاد کہ مجھ کو جماعت میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ ۲۰۴

تہجد عادت صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا اور برائیوں کا کفار ہے۔ ۲۰۵

شیخ وجیہ الدین طوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔ ۲۰۶

مفسر بیوت الاسرار امام ابو الحسن نور الدین علی ششپوٹی کے فضائل۔ ۲۰۷

کتاب بیوت الاسرار کتاب عظیم و مشہور ہے۔ ۲۰۸

نماز غوثیہ قضا باجماعت اور دفع الشرا کے لئے مجرب ہے۔ ۲۰۹

عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ مہرک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب مستندہ میں کیسی روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عیدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری و مسلم و غیرہ تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔

عقید بن غزوہ رفاشی طبعہ ثانیہ سے ہیں جن کو قریب میں جہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عقبہ بن غزوہ ان بن جبرمزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور ہمدانی ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۲۱۰

تاریخ و تذکرہ

توجد و صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں حضرت ابن جبرمزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ۲۱۱

صاحب اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شہرہ جیب ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔ ۲۱۲

شہداء بزم معونہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا یامر بن طفیل کفر پر ہوا۔ ۲۱۳

عمر حرام بن عثمان بن عبد اللہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا شیخ ابن عربی کی تصنیف فتوحات مکیہ کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ عبد الرحمن کے اپنے دستخط سے تریں۔ ۲۱۴

مفسر علیہ الرحمۃ کا سلسلہ اجازت نماز غوثیہ سکالر عارف اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تھلا پہنچا۔ ۲۱۵

قبض اللہ مجتہدین اور قراء کے سنین وصال ۱۰۵

مرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد

3

فوائد اصولیہ

۶۳۷ قسم اللہ کا ہر سورت کی جُز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر ہونا تو درکنار، ثابِت بھی نہیں۔

۶۶۴

۶۹ قولِ عزّیت پر اہلِ عام کے اجماعِ محض اقرار ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قرآنِ مجید عزّیت پر اجماع تھا۔

۶۶۵

۶۹ عزّیت لیسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قاضی جزیّیٰ نے منکر قطعیت میں۔

۶۶۸

۸۰ غیر مسلمین کی قراءت میں ترکِ بسم اللہ ترقیاً تا فی جزیّیٰ ہے اور مسلمین کی قراءت میں اثباتِ بسم اللہ ہرگز ثابتِ عزّیت نہیں۔

۶۷۱

۹۱ تألیفِ قلم کے لئے ترکِ افضل جائز ہے۔ حسب روایت پر مددِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔

۶۹۴

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۳۰ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابِ دُعا میں

۶۰۹

۲۹۲ تعادل پر بہت نظر رکھتے تھے

۶۰۹

۶۹۱ غارِ کسوف میں جنتِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے پر نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔

۶۱۳

تصوّف و اخلاق

۲۹۹ قول اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تمکیر نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوئے وقتِ دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور

۵۸۳

قدوس قیّد و جب جماعت سے نہ کہ ساقطِ جواز۔ کسی شے کے حقیقت ہونے اور نہ ہونے میں بہت فرق ہے۔

آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے فی حال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔

تہجد و جماعت میں تعارض نہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تہویت کا دالّی نہیں۔ جماعتِ اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہو سکتا۔

ترکِ اوریت میں حکمِ کراہت نہیں۔ سلیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں

مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔

مٹانی و وجوب ترک سے نفی حرج ہے نہ کہ فعل سے۔ نگرہ حیر شرد میں واقع سو تمام ہوتا ہے

اخلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔

قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ غسوغ ہے، یاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ سے یا نسخ عموم۔

فصلِ جواز کی دلیل ہے اور عدمِ فعلِ جماعت کی دلیل نہیں۔

- کھانا تھوڑا کھائے۔
- ۶۲۶ تسبیح کی ترکیب
- ۶۲۷ نماز غوثیہ قضاء حاجات اور دفع اشرار کے لئے
- ۶۲۸ مجرب ہے۔
- ۶۲۹ نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے
- ۶۳۰ ہیں، طریقہ صفحہ اور طریقہ گبری۔
- ۵۷۱ لغت
- ۵۷۲ قنورہ عرب میں لفظ زعم معنی مطلق قول اور
- ۵۷۳ معنی کلام نامعقوب آیا ہے۔
- ۵۰۳ ریاضی
- ۶۰۴ حدیث حدیث اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر
- ۶۰۵ سے جنت بغداد اور جنت مدینہ منورہ کا استخراج
- ۶۰۶ متفرقات
- ۶۰۷ شہداء بر مومن کو قراءت کے لئے کہا ہے
- ۵۱۷ کسی خاص حاجت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں
- ۵۱۸ نماز استسقاء میں قلب برداری کی حکمت
- ۶۰۹ تکبیر تحریر کے وقت رفع یرین اور نشید میں انگشت
- ۶۱۰ شہادت سے اشارے کی حکمت
- ۶۰۸ نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں
- ۶۱۵ ساری نمازوں میں انشاء قرائت اور ایلی نمازوں
- ۶۱۵ میں جہر کی حکمت۔
- ۶۱۵ غنیمت و عیدین میں نہایت کے باوجود حکم جہر
- ۶۱۵ کیوں ہے۔
- ۶۰۷ کھانا تھوڑا کھائے۔
- ۶۰۸ تسبیح کی ترکیب
- ۶۰۹ نماز غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے
- ۶۱۰ ہیں، طریقہ صفحہ اور طریقہ گبری۔
- ۶۱۱ لغت
- ۶۱۲ قنورہ عرب میں لفظ زعم معنی مطلق قول اور
- ۶۱۳ معنی کلام نامعقوب آیا ہے۔
- ۶۱۴ ریاضی
- ۶۱۵ حدیث حدیث اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر
- ۶۱۶ سے جنت بغداد اور جنت مدینہ منورہ کا استخراج
- ۶۱۷ متفرقات
- ۶۱۸ شہداء بر مومن کو قراءت کے لئے کہا ہے
- ۶۱۹ کسی خاص حاجت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں
- ۶۲۰ نماز استسقاء میں قلب برداری کی حکمت
- ۶۲۱ تکبیر تحریر کے وقت رفع یرین اور نشید میں انگشت
- ۶۲۲ شہادت سے اشارے کی حکمت
- ۶۲۳ نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں
- ۶۲۴ ساری نمازوں میں انشاء قرائت اور ایلی نمازوں
- ۶۲۵ میں جہر کی حکمت۔
- ۶۲۶ غنیمت و عیدین میں نہایت کے باوجود حکم جہر
- ۶۲۷ کیوں ہے۔

باب الجماعة (جماعت کا بیان)

مسئلہ از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مسئلہ مولوی ابو العارف محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی
۲ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا بھی محراب کے بر دو جانب میں مساوی نہیں ہے مگر درست راست کی جانب ۹ فٹ بڑا ہو اب گرمی برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے اُنیں جانب ۱۶ فٹ تجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مسئلہ خدمت سب اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہو جائے تو امام کو رعایت وسط صفت کی لازم ہے یا محاذات محراب ضروری ہے بیوا تو جروا۔

الجواب

امام کے لئے سنت متواترہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معذور ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صفت پوری ہو تو امام وسط صفت میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی و متواترہ ہے، محراب صوری کہ طاق نما ایک صلا وسط و بیوا قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اعتبار نہ ہو گا مگر مراعات تو وسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت و انتفاع کراہت و احتمال ارشاد حدیث تو وسط و الامام درمیان میں کھڑا ہو۔ (ت) ہو، جس مسجد میں مسافت حصہ نہ ہو وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد متقل ہے فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب ان کے وسط متطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لئے اس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راستہ زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راستہ ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو

کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو۔ در مختار میں ہے،
یصفی اکامہ و یقف وسطاً (امام صفت بترائے اور درمیان میں کھڑا ہو۔ ت۔
درایہ شرح ہدایہ میں ہے،

السنة ان يقوم الامام اثنا عشر اوسط الصفت
لا تری من المحراب یب ما نصبت الاوسط
المسجد و هی قد عینت لمقام الامام
مبسوط۔
سنت یہ ہے کہ امام صفت کے محاذی درمیان میں کھڑا
ہو کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا تمام محراب میں مساجد کے
وسط میں بنائی گئی ہیں اور وہ مستقیم امام کا تعین
کر رہی ہیں، مبسوط۔ (ت۔)

امام کو خواہر زادہ میں ہے،
لوقام فی احد جانبی الصفت یکر و لو کان
المسجد العسفی یجنب لشرقی و امتلاً
المسجد یقوم الامام فی جانب الخائط
لیستوی القوم من جنبة الاثرین ش۔
والله تعالی اعلم۔
اگر امام صفت کی وہ دونوں جانبوں میں کسی ایک طرف کھڑا ہو
تو یہ مکروہ ہے، اگر مسجد عسفی شترقی کے پہلو میں
ہو اور مسجد بھری ہو تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو
تاکہ امام کی دونوں طرف لوگ برابر ہوں، ان دونوں
بابوں کو شامی نے من کیا ہے واللہ تعالی اعلم (ت۔)

مشتملہ ازارہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنبرہ ضلع آگرہ مستولہ مسئلہ محمد صادق علی خاں صاحب

رمضان شریف ۱۳۴۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر درمیں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں
”تہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسی ہے اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے
بیٹواتوجروا۔“

الجواب

امام کو درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی رد المحتار عن معراج الدراية عن رد المحتار میں معراج الدراية کے حوالے سے ہے کہ

۸۳/۱	مطبوعہ مطبعہ مجتہباتی دہلی	باب الامامہ	سُئلہ در مختار
۲۲۰/۱	مطبوعہ مطبعہ البانی مصر	بحوالہ معراج الدراية	سُئلہ رد المحتار
”	”	”	سُئلہ ”

سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 عہدہ انی اکبرہ للامام انت یقومہ مبین
 سیدنا امام عظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
 میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ امام دو ستونوں
 کے درمیان کھڑا ہو۔ (ت)

پھر امام و معتقدین کا درجہ بدلا ہوا کہ امام درجہ مستغنی میں ہے اور سب مقتدی صحن میں یہ دوسری کراہت
 ہے حکما فی جامع الرموز (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) پھر اگر در کی کسی صحن سے بقدر
 اقل یا زائد ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے حکما فی الدر المختار و التفصیل فی فتاویٰ (جیسا کہ
 در مختار میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ از دعا کر بنگارہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا دلتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب علم پر جو طلب علم دین کرنا ہے جماعت نماز پختگانہ واجب
 ہے یا نہیں؟ بیتہ و اتوا حردا

الجواب

علمائے طالب و مشغول علم کو احیاناً ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بحدہ شرائط اس کا اشتغال خاص
 علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ کو۔ ہن و لذت و معانی و بیاب و ہریت و غیرہ اگرچہ بوجہ اولیت داخل علم دین ہیں
 اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا بہانہ کر کے جماعت تو
 ترک کرے اور اپنا وقت بطالت و فضولیات میں گزارے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا اندازہ ہے یا حالت ایسی ہو
 کہ کسی وقت بہتمام جماعت کے سبب اس کے کام میں عرج واقع ہو جس کا بندہ نیست نہ کر سکے نہ دوسرا وقت اس کا
 بدل سکے یا مثلاً ایک جگہ طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو ماسے یہ جماعت نہ پاسے پھر
 بائیں ہو کہ کل نفس کے لئے اس مسئلہ کو میل بنا کر ترک جماعت پر مدامت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور
 نہ ہوگا بلکہ مستحق تعزیر و شہرہ کا، در مختار میں دوبارہ اعذار ترک جماعت لکھی

کذا اشتغاله بالحق لا یغیرہ کذا اجزم
 اسی طرح جو علم فقہ میں مشغول ہو نہ کسی دوسرے میں
 بد الباقی فی جماعت البہنسی ای الادا و اطیب
 اس پر بہنسی کی اتباع میں باقی نے جزم کیا مگر

۱/۴۸	مطبوعہ مصطفیٰ الباقی مصر	باب ما یفسد الصلوۃ، لم	رد المحتار
۱/۹۴	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ساریان	فصل	جامع الرموز
۱/۹۲	مطبع مجتہدانی دہلی	باب	در مختار

تکاسلا فلا یعدرو و یعدرو

اس صورت میں جُنتِ مُستی کی وجہ سے دوامِ اختیار
کے تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر تعزیر ہوگی۔ (ت)

نور الایضاح و مرآۃ الفلاح میں ہے،

(و تکرار فقہ) لا نحو و لفظة (بجماعة نفوتہ)
ولہرید او مرعی ترکہ۔

(اور تکرار فقہ) نہ کہ نحو و لفظة کا (جماعت کے ساتھ جو
فوت ہو جائے) اور نہ جماعت کے ترک پر دوامِ اختیار
کرنے والا ہو۔ (ت)

فقہ کے لفظ یہ ہیں،

من لا یحضرہ لا یتغراق اوقاتہ فی تکریر
الفقہ ۲۰

جو جمیع اوقات میں تکرار فقہ کی وجہ سے حاضر جماعت نہیں
ہو سکتا (ت)

علامہ شامی نے فرمایا،

ثم شغل لا یغیر لفقہ فی بعض من
الادقات عدل معتکد و اللہ تعالیٰ اعلم
بعض اوقات میں استعمالِ جوفتہ کے علاوہ میں ہر
معتدِ عذر نہیں ہے۔ (ت)

۸۴۹ھ ازہرۃ عظیم آباد مراد آباد میں قریب ۲۶ دن الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صف اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ
ان کے پیچھے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس فرض سے کہ دوسری صف
بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صف اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں
کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی؟ بینوا متوجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے ترکبِ آثم و گنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا
سنت و ائمہ ہے جس پر حضورِ ستیہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ موانعت فرمائی اور موانعت وائیدیل و جوب ہے
اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ۔ امام محمد علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،

۸۲/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی	باب الامارۃ	سنة و مختار
ص ۶۳	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الامارۃ	سنة مرآۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی
۲۱/۱	مطبوعہ ابیانی مصر	"	سنة رد المحتار بحوالہ القنیہ
۴۱۲/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الامارۃ	سنة رد المحتار

ترك التقدم لاهام الرجال محرم وكن اصور
 الشارح وسماه في الكافي مكر وها وهو الحق
 اي كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة
 على التقدم معناه عليه الصلاة والسلام
 ملا ترك الوجوب فلهذا كراهة التحريم.

مردوں کے امام کے لئے تقدم کا ترک حرام ہے۔ شارح
 نے بھی اسی کی تفسیر کی ہے، کافي میں اسے مکروہ کا
 نام دیا اور یہی حق ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی
 ہے نیز مکروہ ضروریہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ آگے
 کھڑا ہونا اور اسے کبھی ترک نہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا
 ہے اور وجوب کا ترک کراہت تحریمی ہوتا ہے (ت)

اسی میں ہے،

مقتضى فعله صلى الله تعالى عليه وسلم
 التقدم على المكتبر من غير ترك الوجوب.

مقتدی کثیر ہونے کی صورت میں حضور علیہ السلام کا
 ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور کبھی ترک نہ فرمانا وجوب کا
 تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بحر الرائي میں ہے،

التقدم واجب على الامة للمواظبة من
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وترك
 الواجب موجب لكراهة التحريم المقصية
 بدشتم.

امام کا تقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اس پر نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور
 واجب کا ترک کراہت تحریمی کا موجب ہے چونکہ
 مقتضی ہے (ت)

اقول وبالله التوفيق ظاهر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یونہی تھا کہ
 صفت کے لئے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص و قاصر تقدم جو سوال میں مذکور ہوا۔ دلیل واضح اس پر یہ ہے
 کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکمیل صفت کا نہایت اتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرج چھوڑنے کو
 سخت ناپسند فرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا،

اقیموا صفو فکونوا تراصوا فی انما مکم حسن
 وراہ طہریۃ اخرجه البخاری والنسائی

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب
 مل کر کھڑے ہو کہ مشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے

سہ فی القدر باب الامامة
 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۹/۱

سہ بحر الرائي
 مطبوعہ مکتبہ سیدہ کی کراچی ۳۰۹/۱

سہ صحیح البخاری باب الرائق المنکب بالمنکب الو
 ایچ ایم سعید کی کراچی ۳۵۱/۱

سہ صحیح البخاری باب الرائق المنکب بالمنکب الو
 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۰/۱

سنن النسائي احکاماً علی رص الصفوف والمقدرة جہنا مطبوعہ مکتبہ سلیمانہ ہجور ۹۳/۱

عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه و
مسند بلفظ اتصوا بالصوفت فاني امر اباكم
خلعت ظهوري

دوسری حدیث میں ہے،

سدوا لخلل فان الشيطان يدخل فيكما
بليسكم بسنة الخذف يـ سوا لا امام احمد
عن امامه اب هلى رضي الله تعالى عنه -

دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور
مسلم شریعت میں ان الفاظ سے ہے، اپنی صفیں نکال
کر دیکھو کہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں،

یعنی صفت چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے پچھے
کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا ہے۔
اسے امام احمد نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ مضمون حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسند صحیح ان سے راوی سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

مر اصبوا الصوفت فان الشياطين تقوم في
الحلل يـ

یعنی صفیں خوب گھنی رکھو جیسے رنگ سے درزی
بہرہ دیتے ہیں کہ فرج رہا ہے تو اس میں شیطان کھڑا
ہوتا ہے۔

نسائی کی روایات صحیحہ میں ہے،

مر اصبوا صوفتكم وقاربوا بينها وحادوا بالاعتق
فوالذي نفس محمد بيده كافي لامرئ
الشياطين تدخل من خلل الصفت كانهما
الحذف يـ

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گروں میں
ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں
محمد کی ہاں ہے بیشک میں شیاطین کو رخڑ صفت
میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں گویا وہ بھیڑ کے
پچھے ہیں۔

۱۸۲/۱	باب تسوية الصوفت الخ	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱۸۲/۱
۲۶۲/۵	حدیث ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ	دار الفکر بیروت	۲۶۲/۵
۱۵۴/۳	از مسند انس رضی اللہ عنہ	" "	۱۵۴/۳
۹۳/۱	حدث الامام علي رضي الصوفت الخ	مکتبہ سلفیہ لاہور	۹۳/۱

ابوداؤد الطیالسی کی روایت میں یوں ہے ،

اقیموا صفوفکم وتراصوا فوالذی نفسی
سیدہ فی لاری الشیاطین بین صفوفکم
کا ہوا غم عقرہ

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب
مل کر کھڑے ہو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے بیشک میں شیاطین کو تمہاری صفوں میں
دیکھتا ہوں گویا وہ بکریاں ہیں جھکے رنگ کی۔

فائدہ : بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے
بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہاں اس فرج میں داخل ہو کر اوپر سے اُدھر نکلے ہیں یوں ہی شیطان جب صف میں جگہ خالی
پاتا ہے وہیں میں دوسرے ڈالنے کو آگھستائے اور جھکے رنگ کی شخصیں شاید اس سے کہتے ہیں کہ تجار کی بکریاں اکثر اسی
رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر مشتمل ہوتے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید تہدید سے ارشاد فرمایا ،

اقیموا صفوفکم تصفون لصفوف
الملئکة وحذوا بین المناکب وسدوا الخلل
ولینوا فی ایدی انھما کھولاتہ رواہ
للشیطین ومن وصل صف وصل اللہ ومن
قطع صفا قطعہما اللہ۔ رواہ الامام احمد و
ابوداؤد والطرانی فی تفسیر والحاکم و
ابن خزیمہ وصحیحہ عی بن عمر رضی اللہ
تعالی عنہما وحسن النسانی والحاکم عنہ لسنن
صحیحہ تفصیل الاخیر المعنی من قولہ
من وصل الحدیث۔

یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملا کہ کسی صف بندی
چاہئے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو
اصناف کے رشتے نہ کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں
برم جو عاؤد اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں
نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل
کرے اور جو صف قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔
اسے امام احمد ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں حاکم
اور ابن خزیمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کیا اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا۔ نسائی
اور حاکم نے اسی سے سند صحیح کے ساتھ آخری جملہ
من وصل صفا کر فصل کر کے روایت کیا ہے حدیث

سنن ابوداؤد الطیالسی حدیث ۲۱۰۷	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	ص ۲۸۲
سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف	آفتاب عالم پریس لاہور	۹۷/۱
مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عمر	دار الفکر بیروت	۹۸/۲
سنن المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوۃ من وصل صفا	" " "	۲۱۳/۱
سنن النسائی کتاب الامارۃ	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۹۴/۱

ملائکہ کی صفت بندی کا دوسری حدیث میں عرو بیان آیا،

خروج علیہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسمہما قال الا تصفون کما تصفتم الملائکة
عند ربھا فقلن یا رسول اللہ کیف تصف للملائکة عند
ربھا قال یتحیون الصف الاول ویتراحمون
فی الصف بے اخرجه احمد ومسلم والبرادود
والنسائی وابن ماجه عن جابر بن سمرة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باہر تشریف لا کر
ارشاد فرمایا، ایسے صفت کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ
اپنے رب کے سامنے صفت بستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے
عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ملائکہ
اپنے رب کے حضور کسی صفت باندھتے ہیں، فرمایا
اگلی صفت کو پورا کرتے ہیں اور صفت میں خوب مل کر
کھڑے ہوتے ہیں۔ اسے امام احمد، مسلم، البرادود،
نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانا یہ کہ اگر اگلی صفت میں کچھ فرقہ رہ گیا اور غیبتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا
وہ اس فرقہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے حقہ یوں یہ بات ترک کر دیا کہ اسے تو انھیں ملے کہ وہ جائیں اور ملے دے ہیں
”ناکہ صفت بھر جائے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و مراقی العلاج و در مختار و غیرہ میں ہے۔“

واللفظ للتشریہ لانی قال بعد ایراد الحدیث
الرابع ومبہد ايعلمو جھل من یستمسک
عند دخول احد یجنبہ فی الصف یظن
انہ یبوء بیل هو اعانة علی ما امر بہ
النسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علامہ تشرنوبالی نے چوتھی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ
کہے کہ اس حدیث سے اس شخص کی جہالت واضح ہوتی
ہے جو یا کاری کا تصور کرتے ہوئے صفت میں اپنی کسی
جانب نمازی کو شامل ہونے سے روکتا ہو بلکہ یہ
حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری
پر وہ سرے کی مدد کرتا ہے (انت)۔

۱۸۱/۱

صحیح مسلم کتاب الصلوة حدیث ۱۱۹ باب الامر بالسکون فی الصلوة ۱/ مطبوعہ نور محمد صیغ المطابع کراچی

۱/۵

مطبوعہ دار الفکر بیروت

مسند احمد بن حنبل حدیث جابر بن سمرة

۹۴/۱

آفتاب عالم پریس لاہور

سنن البرادود باب تسویۃ الصفوف

۹۳/۱

مکتبہ سلیمان لاہور

سنن النسائی حث الامام علی بن الصوف الخ

۱۶۸/۱ مراقی العلاج مع حاشیۃ المطاوی فصل فی بیان احوال الامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صفت والوں نے فرجہ چھوڑا اور صفت دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صفت گھنی کر لی اور نیتیں بند نہ کیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صفت اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کر کے دوسری صفت باندھتے ماب ایک شخص آیا اور اس نے صفت اول کا رخنہ دیکھتے سے اعانت سے کہ اس دوسری صفت کو چکر کرے اور فرجہ بھرتے کہ صفت دوم ہے خیالی کہ اسے آپ فقیر وار ہے اور اس کا چیرنا روا۔ قنیدہ و بحر ارفق و شرح نور الایضاح و در مختار وغیرہ میں ہے۔

والعظ لشرح الترمذی و وجد مرجة فی الاول لا انشائی له خرق الشافی لتقصیرہ۔ شرح تنویر کے افغانیہ ہیں اگر کسی نے صفت اول میں رخنہ پایا حالانکہ دوسری میں نہ تھا تو اس کے لئے دوسری صفت والوں کی کوتاہی کی وجہ سے دوسری صفت کو چکرنا جائز ہو جاتا۔

بحر میں ہے، لاحرمۃ له لتقصیرہ (دوسری صفت والوں کی کوتاہی کی وجہ سے جو میں کیونکہ دوسری صفت کو چکرنا جائز ہو جاتا۔) یونہی اس رخنہ بندی کے لئے پچھلی صفت کے گناہوں کے آگے گزرنا جائز ہے کہ انہوں نے خود اس امر عظیم میں بے پرانی کر کے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کر دی۔ قنیدہ میں ہے۔

قام فی اخر الصفت فی المسجد و من الصوف حرمہ حالۃ غلظہ ان یمس یمس یمس۔ ایک آدمی آنوی صفت میں کھڑا ہو گیا حالانکہ اس کے اور دوسری صفتوں کے درمیان خالی جگہیں تھیں تو آنوی کے لمازی کو اجازت ہے کہ وہ اس کے آگے سے گزر کر صفت مکمل کرے کیونکہ آخر میں کھڑے ہونے والے نے اپنا احترام خود ختم کیا ہے لہذا اس کے سامنے سے گزرنے والا اگر گار نہیں ہو گا۔ (ت) حدیث میں ہے۔

من نظر الی فرجة فی صفت فلیسدھ بنفسہ فان لم یفعل فمرہ فلیتخط علی مراقبتہ فاد لا حرمۃ له ینک اخرجہ الدیلی یعنی جسے صفت میں فرجہ نظر آئے وہ خود وہاں کھڑے ہو کر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لئے

سلہ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبعہ مجتہدی دہلی
سلہ بحران
سلہ قنیدہ ابوالسترہ
۱۲۳/۱
۳۵۴/۱
ص ۳۹۸

کے المعجم النکیر مروی از ابن عباس حدیث ۱۸۳۳ و ۱۸۳۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلہ بیروت ۱۳۳۰/۱
عن مسند الفردوس مجھے دستیاب نہیں اور ماثور الخطاب سے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ نیز احمد سعیدی

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ کوئی عزت نہ رہی۔ اسے وحی نے حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے

یہ نہی اگر صفت دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اسے صفت اول کا رختہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ وہیں نماز کی حالت میں چلے اور جا کر فرض بند کر دے کہ یہ پیشی قلیل حکم شرع کے احتمال کو واقع ہوئی۔ ہاں دو صفت کے فاصلہ سے نہ جائے کہ پیشی کثیر ہو جائے گی۔ علامہ ابن امیر الحاج علیہ میں ذخیرہ سے مائل،

ان كان في الصف الثاني فرج في فرجة في الاول المشي
اليه لم تفسد صلاته لانه ما صور للمراعاة
قائمه عليه الصلاة والسلام تراصوا في الصفين
ولو كان في الصف الثالث تفسد

صور میں ٹرپ مل کر کھڑا ہوا کرو۔ اور اگر نمازی تیسری صف میں تھا تو اب نماز فاسد ہو جائے گی (ت)
علامہ ابن عابدین رد المحتار میں فرماتے ہیں،

ظاهر التعليل بما مر انه يطيب منه المشي
اليه تامل يه

شہر اقول وبالله التوفيق یہ احکام فقہ وحدیث باطل نہ اٹھادی کہ وصل صفوف اور ان کی رختہ بند کی
اسم ضروریات سے ہے اور ترک فرج ممنوع و ناجائز، یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جائے
کی اجازت نہ ہوئی جس کی بابت حدیثی میں سخت نہ ہو۔ دیکھی یہ سلام علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لو بعد المار بين يدي المصلي ما د عليه
مكان ان يثقف اربعين حيرة له من ان
يمر بين يديه ثم اخبره الامامة احمد و
الستة عن ابى حنيفة رضي الله تعالى عنه
قال احب قطب بلوغ المرام ووقع

اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر گناہ
گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے
سے اس کے حق میں ہنتر تھا۔ اسے امام احمد اور ائمہ
ستہ نے سخت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔ حافظ نے بلوغ المرام میں کہا کہ مسند بزار

سلف رد المحتار بحوالہ الخليل باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۲۱/۱
سلف صحیح البخاری کتاب الصلوة باب اثم المار بين يدي المصلي مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۳/۱

فی البزار من وجہ انحرار بعین خریفاً قلت
والاحادیث یفسر بعضها بعضاً۔

میں ایک اور سند سے مروی الفاظ یہ ہیں، چالیس
سال۔ میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے
کی تفسیر کرتی ہیں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

لو یعلم احدکم ماله فی ان یمس بہ یدی
اخیہ معترضاً فی الصلوة کانت لان
یقیم مائتہ عام خیر لہ من الخطوة التي
خطها۔ مروا لا احمد و ابن ماجہ
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ نمازی کے سامنے سے
گزرنے پر کیا گناہ ہوتا ہے تو وہ اس ایک قدم چلنے
سے سو سال تک کھڑے رہنے کو بہتر
کہے گا۔ اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے سنن ابی ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں "تو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں، پہلے چالیس ارشاد مجھے تھے پھر زیادہ تعلیم کے لئے سو (سال) فرمائے گئے۔
تیسری حدیث میں ہے،

لو یعلم العاصر بین یدی المصنوع لاجب
ان یسرع وحذراً و یدیر یدین۔
رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن
عبد الحمید بن عبد الرحمن مقطاعاً۔

اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا ہو تو چاہتا
ہو اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے
نہ گزرے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں
شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمن سے منقطع طور پر روایت
کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اذا صلی احدکم الوائی شیئاً یستورہ من الناس
عاصداً احد ان یجتاش یمین یدیہ فلیدفعہ
فان ابی ملیقاتلہ فانما هو شیطان تخرجه
سک بلوغ المرام مع مسکن الحمار باب سترۃ المصل
سک سنن ابن ماجہ باب المرد بین یدی المصل
سک مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یر الرجل
سک صحیح البخاری باب لیرۃ المصل من قرین یدیہ

جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو
اور کوئی سامنے سے گزرتا چاہے تو اسے دفع کر دے
اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے۔

مطبوعہ مطبع نظامی کانپور (انڈیا) ۱۷۵/

۶۸ ص آفتاب عالم پریس لاہور

۲۸۲/۱ ادارۃ القدآن کراچی

۷۳/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی

احمد و القباخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی
عن ابی سعید الخدری راضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

نظارہ ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تمہیدیں ہیں اُسی وقت روا رکھا گیا ہے جب دوسرا
اس سے زیادہ اشد اور افسہ تھا کمالاً یحقی (جیسا کہ معنی نہیں۔ ت)

ایک دلیل اس وجہ اور فرج رکھنے کی کراہت تحریری پر یہ ہے۔

دلیل دوم امارت کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سبغت و ما ترکت لیس باقل معاشرت
(جیسا کہ نوٹس میں لیا اور جن روایات کو میں نے ترک کر دیا ہے وہ بیان کردہ سے کم نہیں ہیں۔ ت) اس لئے
دخیرہ و علیہ میں فرمایا،

انہ مامور بالمراۃ (کیونکہ کمال کرکٹ کے ہونے کا حکم ہے۔ ت)

فتح القدیر و بحر الرائق وغیرہا میں فرمایا،

سد الفرجات المأمور بها فی نصف (صفت کے درمیان رخ کو پڑ کرنے کا حکم ہے۔ ت)

اور اصول میں مبرہن ہو چکا ہے اور منہ و لب سے لاف و جھوٹ صاف (مگر اس صورت میں
جب اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو۔ ت)

دلیل سوم علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صفت میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے،

فی المغانیۃ والدرالمختار و غیرہما واللہ
للعلاء فی توصلی علی مرفوع المسجداً
وجہ فی صحیحہ مکنا کرہ کقیامہ فی صفت
خلف صفت فیہ فرجۃ۔

جس میں رخ نہ تھا (ت)

اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے،

الاذا دل دلیل علی خلافہ کما فی علیہ
مترجم کے خلاف دلیل موجود ہو جیسا کہ فتح بحر و اشعور

فی الفتح والبحر وحواشی الدر وغیرہم۔ اور دیگر تصانیف علماء عظام میں قصصہ
من تصانیف الکراہ الغر۔ ہے۔ (ت)

دلیل چہارم احادیث سابقہ میں حدیث راہ کے وحید شریف من قطع صنف قطعہ اللہ
(جس نے صنف قطع ک اللہ اسے قطع کرے گا) علامہ طحاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ درجستہ
فرماتے ہیں :

قوله کیف من صف اهل الکراہۃ
فیہ تنزیہیۃ او تحریبیۃ ویرشد الی الثانی
قوله علیہ الصلوۃ والسلام من قطع صنف قطعہ
اللہ انتہی فافہم۔
قوله جیسا کہ کھڑا ہونا اس صنف میں الخ اس میں
کراہت تنزیہی ہے یا تحریکی، حضور علیہ الصلوۃ و
السلام کا ارشاد من قطعہ اللہ کراہت تحریکی
کی طرف راہنمائی کرتا ہے انتہی فافہم (ت)

مسبب یہ امر واضح ہو گیا تو اب صورت مذکورہ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی یا نہیں ہے
کہ جب امام و صنف اول میں صرف اس قدر قاضی قلیلہ چھوڑا تو بالیقین صنف اول ناقص رہے گا اور امام کے پیچھے
ایک آدمی کی جگہ چھوٹے کی وہ بھی ایسی جسے وجہ تنگی مقام کوئی بھی نہ سکے گا تو فعل ایک مکروہ تحریکی کو مستلزم اور
جو مکروہ تحریکی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریکی بن جائے گا، لہذا یہ حدیث بدعت بدعت منقولہ صدر جواب کے
فرماتے ہیں :

واستلزم ما ذکر ان جماعۃ النساء تکو
کراہۃ تحریبیۃ لان ملزوم متعلق بالحکم
اعنی العبد المعین ملزوم لذلك الحکم انتہی
مذکورہ بات اس کو مستلزم ہے کہ خواتین کی جماعت
مکروہ تحریکی ہے کیونکہ ملزوم متعلق تکمیل فعل معین کا
اس حکم کو ملزوم ہوتا ہے انتہی۔ (ت)
بکہ اللہ اس تحقیق انبی سے چند مسائل نفیہ ثابت ہوئے :

اولاً امام کا صنف پر تقدم جو شخص پر ایہ کافی وغیرہا واجب ہے وہ صرف تہوڑا آگے بڑھ جانے سے اور
نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے۔

ثانیاً ہر صنف میں اول سے آخر تک دوسری صف کے لئے صنف کامل کی جگہ بننا واجب ہے۔
ثالثاً کسی صنف میں فرقہ رکھنا مکروہ تحریکی ہے جب تک اگلے صنف پوری نہ کر لیں صنف دیگر ہرگز نہ بدعتیں

راجحاً صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترک قدم دوسری بقائے فرجہ۔

خاصاً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو گیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لکن السنۃ پھر اور لوگ بھی آتے اور روئے برابر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی کہ ہے کہ اگرچہ ایک مقتدی کے حق میں سنت پر ہے کہ امام کے دایہی جانب بائیں اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صد ہا سال سے متروک ہے ایک یا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں،

الواحد یقوم عن یمنہ ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمن الامام لا مند علیہ الصلوۃ والسلام صلی بن عباس عاقبہ عن یمنہ ولایت خزع الاکام مرقی طہر الروایۃ وعن محمد بن یحییٰ اصحابہ عند عقب الاکام موطو الادی وقع عند الامام نحو قت وحوامہ ما ساعد تعد وحی حرجو عن روایۃ محمد بن یحییٰ کما هو متحدث۔
 اور اس کے دو کراہت تحریمی میں حتی کہ وہ امام محمد سے مروی روایت سے بھی نکل گئے ہیں جیسا کہ مشاہدہ میں ہے (د) پھر بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدم سے قدم رسبہ گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا،

لو توسط اثنين کوة تحریرها وتحریرها لکثرین
 اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے بیان کھڑا ہوا تو مکروہ تحریمی ہے (ت) اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریمی ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھن اور صنف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے، یہ مسائل واجب المخطئین اکثر اہل زمانہ سے غافل و بعد لاخذ هذا التحقیق الحطیر بفہدۃ یصاح و تقریر فی غیر هذا التحسیر (شاید ایسی جگہ مثال

کافی شرح وافی

مکہ درجہ

باب الامارۃ

مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی

۸۳/۱

تحقیق اپنی وضاحت و تفصیل کے ساتھ اس تحریر کے علاوہ کہیں نہ ملے۔ (ت) والحمد للہ علی ما علّمہ اللہ
سبحانہ و تقدّی اعلیٰ۔

ہفتہ نمبر یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تہن
ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صفت سے دُور کھڑا ہو یا صفت میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے، بینوا تو جو دوا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اسے صفت سے دُور بھی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے
فان صلاة الصبي المميز الذي يعقل
لصلاة صحیحۃ قطعاً وقد امر النبي صلى
الله تعالیٰ علیہ وسلم لبس العرج والتواضع
فی الصفوف ونهی عن خلافہ بنہن شدید۔
کیونکہ وہ بچہ جو صاحبِ عقل ہو اور نماز کو سمجھتا ہو اس کی نماز یا یقیناً
صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفت کے
خلاف کو پُر کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم
دیا ہے اور اس کے خلاف سے سخت منع فرمایا ہے۔ (ت)
اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صفت کے ایسی ہی بات کر کہو! امر عام ہے اسے صفت میں آنے اور مردوں
کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دینے میں ہے، اور ہمارے میں ہے، لو واحدًا دخل فی الصف (ت)
بچہ اکیلہ ہو تو صفت میں داخل ہو جائے۔ (ت) مراقی الفلاح میں ہے،

ان لہ یکن جمیعہ من الصبیان یقوم الصبی
بین الرجال بٹ
اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا
ہو جائے۔ (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہلکا کر
کنارے کر دیتے اور خرید بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو
مرد کی نماز نہ ہوگی غلط و غلط ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔
فتح القدر میں ہے،

اما محاذاة لاصد فمسرور انکل بعدم
افساد لا من شذ ولا متمسک لہ فی
لروایۃ کما صرحوا بہ
بے ریش بچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے
تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شذ و طور پر کوئی
فساد نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ دے

لہ درختار باب الامامة مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی ۸۳/۱
لہ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فی بیان احوال الامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجار کتب کراچی ص ۱۶۸

الروایۃ کما صرحوا بہ ولا فی الدرایۃ
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اقدس احکم۔

مسئلہ ۵۵۱ از سہرام محلہ دائرہ ضلع آگرہ مسئلہ حافظہ جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں،

(۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوک میں شریک نہیں تھا وہ جماعت ثانیہ میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اسکا ہر فرض چھوٹ گیا ہے یا واز بلند پڑھے یا آہستہ؟

(۳) قصاصی کو امام و داعی جمعہ کو غصے میں شاکہ بکھر پڑا دے تو سب کی عمر بھر کی قصا کیا ادا ہو جائے گی؟

(۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نا شخص شریک ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۲) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سبوق پہنچنے پر نئی رعایت میں مسرد ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ منقذ کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ وقت ہے کہ منقذ کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت غیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسبوق کا جہر کہ نا واقعہ کو شرکت کی طرف داعی ہو ا نماز جائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا لہذا یہ ہی اصول معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔

(۳) یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے۔

(۴) سلام سے پہلے جو شریک ہو گیا استحبہ مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۵۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التبیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہو گیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التبیات پوری کرے یا اتنی ہی پڑھ کر چورٹ دے؟ بینوا توجروا

الجواب

برصورت میں پوری کرے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان التشہد واجب والنواحب

لا یتروک السنۃ والسنۃ منصوبہ علیہا فی الغایۃ وغیرہ فی کتب العلماء (تنبیہ واجب ہے اور واجب کو کسی سنت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا اس مسئلہ پر غایہ اور دیگر علماء کی کتب میں نص موجود ہے۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ علو

مسئلہ از فیض آباد مرسلہ فشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر ریلوے

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید مسجد یا خلاف آن نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہوئے یا مہربانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صفت پر علیحدہ عرض پڑھے اور زید کے مقدمہ ہی نہ بنے کیا حکم ہے ان کی نماز کا؟ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے یا دوازہ بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا آیا وہ نماز درست ہوئی؟ اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کر کے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے۔

(۲) اگر بھرپور یا عورت یا،،،،، یا شیعہ کی امامت مالاتفاق یا مائتہ سے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی صیغے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ کیا اس شخص کی نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے یا بیعت و توجع و

الجواب

(۱) اگر زید قابل امامت تھا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انہوں نے اقتداء نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولیٰ ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولیٰ ہوئی تو گنہگار تھے اور اگر زید قابل امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابل امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابل امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز عینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت تو ردینا صرف جماعت قائم کی تکمیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت تو ردے، باقی جماعت معذور و عذر کی تکمیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔

(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشعلہ از میرزا محمود دروازہ کارخانہ داروغہ یاد الہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب
۱۲ رمضان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علامتہ دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہاں بعض لوگوں کو
اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعت اولیٰ کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جتے ہو جاتے ہیں مگر جماعت نہیں
کرتے برابر کھڑے ہو کر عیدہ علیہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیا ہے؟ بیٹھنا تو جبراً

الجواب

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں جب تو بالا جماع اس میں تکرار جماعت
بازان جدیدہ و تکبیر جدیدہ جائز بلکہ بھی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت
سے جماعت کرتے جائیں۔

(۲) اور اگر مسجد محکمہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہ جائز۔

(۳) یا اول اہل محلہ ہی نے جماعت کی مگر پہلے اذان پڑھ گئے۔

(۴) یا اذان آہستہ ہی قرآن کے بعد آنے والے یا اذان جدیدہ بروہر سنت اعادہ جماعت کریں۔

(۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت و عیدہ یا فتنہ یا مخالفت مذہب کے باعث یا عیب اولیٰ فاسد یا مطلقاً
مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اہل واقع ہوئی جب بھی انہیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں۔
یہ سب صورتیں قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجد محکمہ ہے اور اُس کے اہل بروہر مسنون

اذان دہے مگر امام غلطی موانع المذہب کے پیچھے جماعت کر چکے اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے
تھے آئے انہیں بھی اُس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر و باہر سے
حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اہل مولیٰ خسروے درر و غرر اور مدنی اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی نے
خرائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اُس صورت میں ہے جب لوگ باذان جدیدہ جماعت ثانیہ کریں
ورنہ بالا جماع مکروہ نہیں اور اسی طرف در مختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی جتے وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق
منع یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدیدہ کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی ورنہ اگر جواب نہ بدیں تو مکروہ تنزیہی
ورنہ اصدا کسی طرح کی کراہت نہیں یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للعصریٰ و در مختار میں ہے۔

یہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامت فی
مسجد محکمہ لاق مسجد طریق او مسجد
لا امام لہ ولا مؤذن لہ
محلہ کی مسجد میں اذان و تکبیر کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ
ہے البتہ راستہ کی مسجد اور ایسی مسجد میں مکروہ نہیں
جہاں امام اور مؤذن نہ ہوں۔

رد المحتار میں ہے :

عبارة قوله في الخزانة احمد معا هشا و
 نصبها يكره تكرر الجماعة في مسجد محلة
 باذان واقامة لا اذ اصلي بهما فيه او دعي
 اهله او اهله نكح من خاتمة الاذان
 ولو كسر اهله بدونهما او كان مسجد طريق
 جازر اجتمعوا كما في مسجد ليس له امام
 ولا مؤذن ويصلي الناس فيه جوج فوجا
 فان لا فصل ان يصلي كل فريق باذان
 واقامة عليه حدة كما في امالي قاصحان الله
 ونحوه في الدرر والامراد ومسجد المحلة
 حاله امام وجماعة معلومون كما في
 الدرر وغيرهما قال في المنع والتقييد
 بالمسجد المختص بالمحلة احقر من
 الشريع وبالاذان الثاني احقر من
 عماد اصلي في مسجد المحلة
 جماعة بغیر اذان حيث يباح اجتماعهم
 ثم قال اعني الشامي بعد ما نقل الدليل
 على كراهة مقتضى هذا لاستدلال
 كراهة استكرام في مسجد المحلة ولو
 بدون اذان ويؤيده صافي الظهيرية
 لو دخل جماعة المسجد بعد

اس کی عبارت خزان میں یہاں سے زیادہ جامع ہے
 اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجد محلہ میں جدید اذان اقامت
 کے ساتھ تکرار جماعت مکروہ ہے مگر اس ستر میں جب یہاں
 کسی غیر اہل محلہ نے اذان اقامت کے ساتھ نماز پڑھائی ہو یا
 اہل محلہ نے نماز پڑھائی مگر اذان آجستہ دی ہو تو اس صورت
 میں اگر اہل محلہ اذان واقامت کے بغیر تکرار جماعت کریں
 یا مسجد راستہ کی ہو تو بالاتفاق جماعت جائز ہوگی
 جبکہ اس مسجد حکم کے جس کا امام اور مؤذن مقرر نہیں اور
 لوگ گروہ درگروہ اس میں نماز ادا کرتے ہوں تو یہاں
 فصل یہی ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان و قیامت کے ساتھ
 نماز ادا کرے جیسا کہ امالی قاضی میں ہے اور
 اس کی نقل میں ہے محلہ کی مسجد سے مراد وہ
 مسجد ہے جس کا امام اور جماعت معلوم ہو جیسا کہ درر
 وغیرہ میں ہے ، کلیج میں ہے مسجد کو محلہ کے ساتھ
 مقید کرنا شارع عام کی مسجد سے احتراز ہے اور
 اذان تانی کے ساتھ مقید کرنا اس صورت احتراز ہے
 جب مسجد محلہ میں بغیر اذان کے جماعت ہو گئی ہو کیونکہ
 اب بالاتفاق تکرار جماعت جائز ہے نہ پھر کہ بت پرست نقل
 کرنے کے بعد شامی نے فرمایا اس استدلال کا تعارض یہ
 ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت مکروہ ہے اگرچہ تکرار
 بغیر اذان کے ہو اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت

ماصلی فیہ اہلہ یصلون وحدانا وھو ظھیر
اسروایۃ اھ وھذا محالفت لحکایۃ الاجماع
للمسئلۃ الموقال قصل ھذا فی باب الادان
بعد نقل عبارة الظہیریۃ و فی آخر
شرح المدیۃ وعن ابی حنیفۃ لوصف نت
الجماعۃ اکثر من ثلثۃ یکرہ التکرار والافلا
وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیئۃ الاولی
لا تکرر ولا تکرر وهو الصبیحہ وبالعدول
عن المحراب تختلف الھیئۃ کذا فی الغزالیۃ
اھ و فی التترغنیۃ عن الاولوالجلیۃ
وبہ ماخذ

اسی میں ہے۔

بھی کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں اس وقت کے جب
اہل محلہ اس میں جماعت کروا چکے تھے تو وہ اکیلے اکیلے
نماز ادا کریں اور یہی ظاہر روایت ہے اور یہ گزشتہ
منقول اجماع کے مخالف ہے لہذا اس کے پہلے باب الاذان
میں جماعت تکبیر کے نقل کرنے کے بعد شامی نے کہا اور شرح
میر کے آخر میں ہے اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر
افراد جماعت میں سے زیادہ ہوں تو تکرار مکروہ ہوگا ورنہ
نہیں اور امام ابو یوسف سے مروی ہے جب ہیئت اولی
پرنہ ہو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ اور یہی صحیح ہے اور محراب
سے اعتراض کر لینے سے ہیئت مختلف ہو جاتی ہے ،
بزاز میں یونہی ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیر کے
حوالے سے ہے کہ ہم اس پر عامل ہیں (ت)

قد علمت ان الصبیحۃ انہ لا یکرر
الجماعۃ اذا لم تکن علی الھیئۃ الاولی
آپ بیان ہے زمین میں ہے کہ تکرار جماعت مکروہ
نہیں جبکہ وہ ہیئت اولی پرنہ ہو۔ (ت)

بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامر بلاد میں رائج و معمول درویش و غزائی شروع معتمدہ کے طور پر تو
بالاجماع اور عند التفتی قول صحیح و مفتی پر بلا کراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور
محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ اگر فتویٰ جس امر کی ترجیح و تصحیح فرمائے اس کا اتباع کریں۔
در مختار میں ہے۔

اما نحن فعلمنا ان الصبیحۃ انہ لا یکرر
ھکما لو افترنا فی حیاتھم
یجیسے اس صورت میں ہم پر ای کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے۔ (ت)

۴۰۹/۱	مطبوعہ مطبعۃ ابیانی مصر	باب الامامۃ	سہ رد المحتار
۲۹۱/۱	" " "	باب الاذان	سہ "
۲۹۲/۱	" " "	" "	سہ "
۱۵/۱	" مطبعہ مجتبائی دہلی	مقدمہ کتاب	نیکہ در مختار

پھر خلافت صحیح مذہب اختیار کر کے اسے ناجائز و ممنوع بنانا اور اس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار شہرناقص بنانا بیجا ہے۔

ثم اقول مال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب، علماء فرماتے ہیں، من بعد یعرف اھل نہادہ فہو جاھل۔ جو شخص اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے (ت)۔

اب دیکھئے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش و کاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولیٰ کا التزام نام کر لیتے اور ہاوی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے، ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناتی، و افضل سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درناور خود جماعت کی برکات عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے دور سے عوام خواہی خواہی جماعت اولیٰ کی کوشش کوئے، اسلئے خوف بالاسے طاق اور اہتمام التزام معلوم جماعت کی جو قصہ وقت نگاہوں میں ہے کہ اگر روئے اندھنا پر ہی ایک طرف کی غفلت و ندامت ہوتی ہے جب بغتہ مفتیان ہی اٹھ اڑ رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھانے تو ایک تو مرگ انہو جھٹنے دار و دوسرے شدہ شدہ عادت پڑ جاتی ہے۔ روز میں یہ رہی سہی وقت ہی نہ رہے اور اس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی، اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ گئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدمہ اٹھائیں، جب یہ ہو گا کہ جماعت تو آخر ہو چکی اول ہو چکی اب جماعت تو ٹٹنے سے رہی اپنی اکیلے نمانہ جب جی میں آیا پڑ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی، ہذا اند فتویٰ رحمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ سوچ کر ترجیح و تفسیح فرمایا کرتے ہیں من وقت سے ان کے علوم وسیع و مقول رفیع لاکھوں دسے بلند و بالا ہیں، روایت و روایت و مصالح شریعت و زمانہ و مالیت کو جیسا وہ جانتے ہیں وہ سرا کیا جانے گا پھر ان کے حضور دخل و معقولات کیسے افانہ اللہ العالی و ولی الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عید ذیل پر فیض مرنی عزیز و جلیل، اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہر کتابے لیکن

درغہ اگر کس است یحرف بس است

(اگر عائد عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے،

تنبیہ: مگر یہ ان کے لئے ہے جو ایمان کسی عذر کے باعث عامری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلا عذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلا مشہور ناجائز ہے کما حقنا کافی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸: مسئلہ فریب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چرمی فرایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت
در یک مسجد در یک وقت بلا علی پس نماز مصلین
جماعت ثانیہ جائز است یا نہ؟ بینوا تو جو روا
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بغیر علم
ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعت ہونا کیسا
سہ ۶ پچھ دوسری جماعت کے نمازیوں کی نماز جائز ہے
یا نہیں؟ بیان کرو احرار پاؤ۔ (دست)

الجواب

در جواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ با وصف علم
باشد آری بحال علم جواز بمعنی حل نیست مگر آنکہ
امام اولیٰ ناشایان امامت باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم
جواز بمعنی صحت میں کوئی شک نہیں (یعنی درست ہے،
اگرچہ جماعت ثانیہ کا با وصف علم جو البتہ با وصف علم
جواز بمعنی حل لینا درست نہیں مگر اس صورت میں
کہ امام اول امامت کے لائق نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم دست)

مسئلہ ۵۹: مسئلہ حرمت تہنیر۔ مسئلہ جناب مرزا غلام احمد صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مسجد میں تہنیر یا مسجود پر تہنیر پرستی سے جیسے پانچ چھ مقدس
امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی استغنین کہنوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اس میں
شریک ہونا چاہئے یا نہیں، بینوا تو جو روا

الجواب

غلط خوانی امام اگر تاحید فساد ہے جب قرآن ہرگز اس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت
نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مشافہ حرف صحیح تو خوب ادا کر لیتا ہے مگر پڑھے اوصاف زائدہ مثل تعظیم و ترقی
لام و را وغیرہا نہیں اما ہوسے یا اظہار و اختیاء و قصر و تحقیق و تسبیل وغیرہا ان قواعد تجوید کی رعایت نہیں
کرنا جن کی مراعات اگرچہ تجوید واجب ہے فقہا صحت نماز کے لئے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک
یا اس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں، یونہی اگر جماعت کو اسبت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت نہ کرے
فان سلب المفاسد اہم من جلب المصالح (کیونکہ مفاسدات کو ختم کرنا منسلکات کے حصول سے
زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ت) اور اگر صرف کراہت تنزیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری
جماعت پاکیزہ ملے اس میں بھی شرکت نہ چاہئے ورنہ شریک ہو جائے کہ ترک جماعت کو اسبت تنزیہ سے اشد
ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اس کا مرتبہ قولی سفیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر اور مسلک معتد یعنی وجوب جماعت

پر ہمسرو برابر ہے،

فی حاشیة الحلبي ثم الشامي على الدر المنجاة
واجبة فتقدم على ترك كراهة التزنية اه
وفيه في المعراج قال اصحابنا لا ينبغي
ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لانه
في غيرها يجد اماما غيره اه قال في
الفتح وعليه فيكره في الجمعة اذ تعددت
اقامته في المصروع على قول محمد الموفق به
لانه لسبيل الى التحول اه وفي الدر عن
النهر عن المحيط صلي خلف فاسق او
مبتدع نال فضل الجماعة اه في رد المحتار
اذا كان الصلاة خلفهما اولى من الافراد اه
وفيه بواضح امام مذهب بعيد عن
الصفوف لو يكن امر اعضاء الجماعة
للعلم بانه يريد جماعة اكمل من
هذه الجماعة . والله تعالى اعلم

حاشیہ علی پھر شامی علی الدر میں ہے کہ جماعت
واجب ہے پس برکراہت تنزیہی کے ترک پر مقدم
ہوگی اہ اور اسی میں معراج کے حوالے سے ہے کہ
ہمارے اصحاب احناف نے فرمایا ہے کہ نماز جمعہ
کے علاوہ کسی نماز میں فاسق کی اقامت انہیں کرنی چاہیے
کیونکہ غیر نماز جمعہ میں دوسرے امام کو پایا جاسکتا
ہے اہ فرمایا فتح میں ہے کہ اس دلیل کی بناء پر
امام محمد کے مفتی پر قول کے مطابق محمد میں بھی فاسق کی
اقامت اگر وہ ہوگی جبکہ شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ قائم ہوتا ہو
کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ نماز جمعہ کا میسر آنا
ممکن ہے اہ اور درمیں تشر اور اس میں محیط کے
حوالے سے ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا
کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اہ رد المحتار
میں سے اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ان
کے پیچھے نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے اہ
اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص صفوں سے دور کھڑے ہو کر اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے
اعراض شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ تو اس جماعت سے اعلیٰ جماعت کے ارادے میں ہے . واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۴۱۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الامامة مطلب في الاقضية الشافعية	رد المحتار
۴۱۴/۱	" " "	" في تكرار الجماعة في المسجد	"
۸۳/۱	" مطبع مجتبائی دہلی	باب الامامة	"
۴۱۵/۱	" مصطفیٰ البابی مصر	مطلب البدعة خمسة اقسام	"
۴۱۶/۱	" " "	مطلب اذا صلى الشافعي قبل الحنفی الا	"

مسئلہ از کلثوم دھرم تلہ نمبر ۱۰ مسئلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیانہ وہ مقتدی اول پیچھے شانہ امام آگے بڑھا تو یہ اس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے، جیسوا تو جودا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولیٰ ہے اور غلام میں تصریح فرمائی کہ پیچھے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے، بہر حال دونوں طریقے روا ہیں، فتح کی عبارت یہ ہے،
لواقندی واحد یا آخر فجاء ثالث یجذب
المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر
لا یصحۃ۔
اگر ایک آدمی نے دوسرے کی اقدہ اکی کو تیسرا لگیا تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد کھینچے، اگر اس نے تکبیر سے پہلے ہی کھینچ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں (ت)

غلام کا نفس یہ ہے،

یسبق ان یمجذب حد اص اص الصف فی المسجد
او فی الصحراء او لا ثم یکبیر۔
مناسب یہی ہے کہ وہ کسی ایک نائی کو صف سے پہلے کھینچ لے خواہ مسجد ہو یا صحرا پھر تکبیر کرے (ت)

مگر یہاں واجب التکبیر بات نہ کھینچنا کی کو پستہ بردی علم ویسی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقعی اپنی نماز فاسد کرے، تحقیق منقطع اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے پر نہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا بھل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اس کا حکم مان کر پیچھے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ لیا جائے مسئلہ شرعاً کے خلاف سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت باندھی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہنے ہی پر حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرا تامل کرے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جمل غالب تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غافل ہو کر بلا وجہ اپنی نماز خراب کر دیں، لہذا علماء نے فرمایا غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو، در مختار میں ہے،

لو امثال امور غیرہ فقیل له تقدم فتقدم
فسدت بل يملك ساعة ثم يتقدم برأيه
فهمتي في معزى يا نزاہدی صلحہا۔

رد المحتار میں ہے :

في المنع بعد ان ذكر لوجز به اخرفا اخر
الاصح لا تغسد صلاته وفي النقية قيل
ليصل منفرد تقدم فتقدم بما مره فسدت
وعليه في شرح النقد وري بآيه امثال لعين
امر الله تعالى، وكلام المصنف وذكر الشربلاني
ان امثاله انما هو لا مرسى رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم ولا مرسى قال ط
لوقيل بالتفصيل بعين كونه اصل امر
الشارع فلا تغسد وبين كونه امثال امر
الداحد مرسى لى طر من غير نظر
لاصوات مرجع فتقدم لكان حسنا ثم صافى
رد المحتار ملقط اقول وهدا
التفصيل كما ترى من الحسن بمكان بل
هو المحل لكلمات العلماء وبه يحصل
التوفيق وبالله التوفيق .

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اسن جگہ حسن ہی نہیں بلکہ کلمات علماء کا عمل بھی ہے اور اس کے ساتھ ان کے کلام
میں تطبیق بھی پائیہا ہر جاتی ہے وباللہ التوفیق (ت)

اگر نمازی کسی غیر کا حکم بجالایا مثلاً اسے کہا گیا
آگے ہو جاوہ آگے ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وہ
ایک گھڑی ٹھہرے اور پھر اپنی راستے سے آگے بڑھے
قہستانی یوالہ زابدی ملخصاً (ت)

متبع میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس کو کسی دوسرے نے
کھینچا اور وہ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس
کی نماز فاسد نہ ہوگی، اور فقیر میں ہے منفرد (تنہا)،
نمازی کو کہا گیا آگے ہو اور وہ اس کے حکم کی بنا پر
آگے ہوا تو نماز فاسد ہوگی۔ شرح قدوری میں اس
کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ غیر اللہ کا حکم بجالانا ہے
اور کلام مصنف شتوہ، شرح ربطانی نے فرمایا یہ بجا آوری
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھی
لہذا نقصان وہ نہیں اور خطاوی نے فرمایا کہ اگر تفصیل
بیان کی جائے درمیان اس کے کہ اگر شارح کا امر سمجھتے ہوئے
بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور درمیان اس کے کہ اگر
داخل ہونے والے کے امر کی وجہ سے اس کے ارادے
کی رعایت کرتے ہوئے بجالایا امر شارح کی طرف نظر
کئے بغیر تو نماز فاسد ہوگی تو یہ (تفصیل بیان کرنا)
بتر ہو تا اور یہ رد المحتار کی گفتگو کا خلاصہ تھا .

مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی

در مختار میں ہے :

يجذب احد الكتي قانونا في زماننا تركه
اولى ملخصا۔

خزانہ الاسرار میں ہے :

ينبغي التفويض الى رأى المبتلى فان رأى
عالم المجتہد۔

رد المحتار میں ہے :

هو توقيع حسين اختصاره ابن وهبان في
شرح منطوقه۔

کسی کو کھینچنے لے مگر ہمارے زمانے کے علماء نے فرمایا
نہ کھینچنا ہی بہتر ہے (خصوصاً ت)

اس معاملہ کو جتلا ہونے والے شخص پر چھڑا دیا جائے
اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ آدمی مسئلہ جانتا ہے تو اسے
کھینچنے لے (ت)

یہ سب اچھی قطعی ہے اسے ابن وہبان نے اپنی شرح
منطوقہ میں اختیار کیا ہے (ت)

روایہ کہ جب نہ مقتدی بیٹے نہ امام بڑے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو وہاں
ان باتوں کا عمل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس نے والے کو کیا بنا چاہتا اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو
اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا منافہ خلاف اولیٰ ہے۔

قال المشايخ الظاهر ان هذا اذا لم يكن
في القعد الا حقيقه والا اقتدى الثالث عن
يسار الامام ولا تقدم ولا تاخر
امام شامی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے
جب وہ قعدہ اخیرہ میں نہ ہو ورنہ (یعنی اگر قعدہ
اخیرہ میں ہو) تو تیسرا شخص امام کے بائیں جانب اتنا
کھینچے کہ نہ تیسرا ہوا ورنہ پیچھے۔ (ت)

اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ چھپے شامل ہو جائے کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے

في الدرر توسط اثنين كره تنزيها وتحريم
لو اكثر شيء
در میں ہے اگر دو کے درمیان امام کھڑا ہو تو یہ مکروہ تنزیہی
ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے

۹۲/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	باب ما يفرض الصلوة	سکھ در مختار
۲۷۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	سکھ رد المحتار بحوالہ خزانہ الاسرار
"	"	"	سکھ رد المحتار
۲۲۰/۱	"	باب الامامة	سکھ رد المحتار
۸۳/۱	مطبع مجتبائی دہلی	"	سکھ در مختار

مراقی الفلاح میں ہے :

جذب عالم بالاحکام لا یتادی بہ والاقدام وحده
قلت فإرشاد إلى القیام وحده صحت
لمصلحة عبادة عن العهد المحتمل فكيف اذا
كان فيه صحت عبادة نفسه وعبدية جميعا عن
الاحتمال المتيقن الموجب للاعادة - والله
تعالى اعلم.

ہم مسئلہ سے آگاہ نمازی کرکھینچنے کے تاکہ اسے پریشانی
نہ ہو اور اگر صاحب علم نہیں تو تنہا ہی کھڑا ہو جائے
قلت (میں کہتا ہوں) جب اس کا تنہا کھڑا ہونا اس
لئے بہتر ہے تاکہ فساد قتل سے دوسرے کی نماز بچائی
جاسکے تو اس وقت تنہا کھڑا ہونا کیوں نہ بہتر ہوگا جب
اپنی اور دوسرے دونوں کی نماز ایسے ظل یقینی سے
بچائی جا رہی ہو جو اعادہ کا موجب ہو واللہ تعالیٰ اعلم است.

الْقَلَادَةُ الْمَرْصَعَةُ فِي نَحْرِ الْأَجُوبَةِ الْأَرْبَعَةِ

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہوا ہمار)

(مولوی اشرف علی تھانوی کے چار فتوؤں کا ردِ بلیغ)

میں نے پہلے اس کا نام پور بازار میدہ وکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیق الدین صاحب بنگینی
تخلیف مولوی احمد حسن صاحب کانپوری

بخدمت مجمع کمالات عقیدہ و تعلیم جناب احمد رضا احسان صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک
استفتا خدمت شریف میں ارسال سے پہلے جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا وہ سرا جواب مولوی غلام علی
مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں مخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو
اُس کو ضرور دستخط سے مزین فرمائیں، اگر دونوں جواب غلط تحقیق میں تو جناب علیہ جواب مع حوالہ کتب تحسیر
فرمائیں مبرا بکم ایہا العلماء من حکمک اللہ تعالیٰ (اسے ملاد حکم اللہ تعالیٰ) تمہارا اجر بہ اس سلسلہ
میں کیا ہے، ات، ان مسئلوں میں کہ

- (۱) ایک شخص اپنے ایک پیسے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ
فصل مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نماز حشا بمرہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص
مذکور کو جماعت کا ثواب ہو گا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کہ ہوگی اُس میں کچھ کر اہمیت ہوگی یا نہ؟
- (۲) بمرہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے یا نہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیل و لہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی نظر کی جماعت اولیٰ ترک ہو جاتی ہے اور غنہ اُس کا خون
فوت تہجد ہے یا نہ؟

۴۱۔ چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان و جماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ؟ میتوا تو حردوا

جواب کان پور

جواب سوال اول: نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولیٰ کی فصیلت سے محروم رہے گا۔
جماعت اولیٰ وہی ہرگ جواذان و اقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔
جواب سوال دوم: خوف قریب تہجد ترک جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔
جواب سوال سوم: یہ عذر ترک جماعت نظر میں ہو سکتا۔
جواب سوال چہارم: ضرورت شدیہ میں ترک جماعت اولیٰ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اشرف علی
انگروہ اولیا

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

جواب مراد آباد

جواب سوال اول کا یہ ہے کہ شخص مندوب سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لئے کہ اولاً تو معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلا جماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے
کما فی الہندیۃ و تسقط الجماعۃ بالاعذار
حتی لا تجب علی المریض والمقعود و
النس و مقطوع الید والرجل من حلافت
والمفجور الذی لا یتطیع المشی و
الشیخ الکبیر العجز او کان قیال المریض
او یخاف ضیاع ماله انتہی ملخصاً۔ اپنے مال کے ضیاع کا خطرہ ہو نہ کہ سبب فراد پر جماعت جتنیں آتھیں فساد
و معہذ (اور اس کے باوجود) اس شخص کا بغیر اذان و اقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص
ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریر کا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں

لکھا ہے،

ویکرۃ اداء المكتوبة بالجماعة في المسجد
نفي اذان واقامة۔
مسجد میں فرض نماز بغیر اذان واقامت باجماعت ادا
کرنا مکروہ ہے۔ (تہ)

ونیز درالست (نیز اسی میں ہے۔ تہ)،
الاذان سنة كاداء المكتوبة بالجماعة وقيل
انه واجب الصريح انه سنة مؤكدة۔
باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنت ہے
اور بعض نے اسے واجب کہا ہے لیکن یہ ہے کہ
یہ سنت مؤکدہ ہے (تہ)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ ہر ترک سنت مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔
كف قال العلامة الشامي صرح العلامة
ابن نجيم في مسنده المولعة في بيان
المعاصي بان كل مكروه تحريما صنف
الصفا توضح صرح ايضا بانهم شرطوا لاستط
العدالة بالصغيرة الادب عتيق۔
جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے
اس رسالہ میں جو انہوں نے بیان معاصی میں تحریر
کیا ہے فرمایا، ہر مکروہ تحریمی صنف میں ہے، اور
یہ بھی تصریح کی ہے کہ اہل علم نے صغیرہ کے سبب
استحادات کے لئے، جس پر ہمیشگی کو شرط
قرار دیا ہے۔ (تہ)

اور جو جماعت بعد کہ مع اذان ہوگی وہ بلا کر استہوکی کما صرح (جیسا کہ گرا۔ تہ) فقط
جواب سوال دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مرہم ہو گیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے پس
دوسرے شخص کا اس معذور کے ساتھ قبل اذان کے خوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور
ترک جماعت کہ سنت مؤکدہ قریب واجب کے ہے واستطاد اسے صلوة تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس
واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، اور مختار میں لکھا ہے،

ومن المندوبات تركت السفر والقعود ومنه
سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو رکعت اور

۵۲/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	الفضل الاول في صفة واحوال الموزن	سلف فتویٰ ہندیہ
۵۳/۱	" " " "	" " " "	" " " "
۳۳۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر	مطلب المکروہ تجزی من الصغائر الخ	سلف رد المحتار
"	" " " "	" " " "	" " " "

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں،

قال فی البحر الدی یظهر من کلام اهل المذہب
الاثر منوط بقولک الواجب او المستحب
المؤكد علی الصحیح لتصریحهم بان
من ترک صلات الخمس قبل لایثم
و تصحیحہ انما یثم وتصریحہم بان من ترک
الجمعة مع اهل سنة مؤكدا علی الصحیح۔ فتد

بحر میں کہ اہل مذہب کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ
تب ہوگا جب ترک واجب یا ترک سنت مؤکدہ ہو
کیونکہ علماء کی تصریح سے جو شخص صلوٰۃ خمس کی سنت
ترک کرے ایک قول کے مطابق گناہ ہوگا اور صحیح قول کے گناہ ہوگا
اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کا ترک گناہ
ہے کیونکہ وہ صحیح قول کے مطابق سنت مؤکدہ ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم بہتر یہ ہے کہ خوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو جب ترک فضیلت جماعت
اولیٰ کا ہو دے و لہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہو جائے کہ جماعت ثانیہ ہو دے اس لئے کہ
ہمارے اساتذہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلا کراہت درست ہے اور مساوی
ہے ثواب میں نفس ثانیہ اولیٰ کے اور جماعت اولیٰ اولیٰ ہے چنانچہ میرے استاد و کامل و محدث و الدامہ قدس سرہ
کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ منسوخ ہے من شاء فليطلبہ علیہ (جو شخص تفصیل چاہے
اس کا مطالعہ کرے۔ ت) بناء علیہ واسطے افاضے نماز تہجد کے کراہی (درج کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے
جماعت اولیٰ ترک ہو جائے نہ مطلق جماعت بلا مشہد جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے
نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فليطالع الاحادیث الصریحۃ فی هذا الباب من الصحاح والحسان
(جو شخص تفصیل چاہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کا مطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی
ہیں۔ ت) فقط۔

جواب سوال چہارم بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سرائی کا
درست نہیں مگر وہ سب البتہ بعد اذان کے درست ہے

كما فی الہندیۃ ویکرہ اداء النکوبۃ بالمجاعة
فی المسجد بغیر اذان واقامۃ۔
جیسا کہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر
فرض نماز کی جماعت مکروہ ہے۔ (ت)

۹۶/۱ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی باب الوتر والنوافل
۷۷/۱ مطبوعہ الباب فی مصر مطلب فی السنۃ وتقریرہا
۵۴/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور الفصل الاول فی صفۃ واحوال المردن سنۃ فتاویٰ ہندیہ

یہی حکم سورہ ستورہ کا کہ تحریر کروا و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط حررہ العبد
المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی علی عنہ

الجواب صحیح والمجیب نجیب

قاسم علی خلیف
مولانا محمد عالم علی

بینظیر سنہ ۱۳۲۰
شکستہ محمد گل

الجواب

اللہم ھد ایۃ الحق والصواب

(سنة اتمہ باحق اور صواب کی تہ اسطافرا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الہدی
یدہ علی الجماعة والصلوة والسلام علی
صاحب الشفاعة وآلہ وصحبہ اولی البراعة
وسائر اھل السنة والجماعة.

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان
ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس کا مبارک
ہاتھ جماعت پر ہے اور صلوة وسلام اس ذات قدس
ہو جو صاحب شفاعت ہے آپ کی آل اور اصحاب
جو صاحب فضیلت ہیں اور تمام اہل سنت جماعت پر رحمت،

جواب سوال اول وجہ ۱ : ہاں فعل نہ کر دینا غریب ہے، اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط
یا اسے بے جماعت ثواب ثابت نہ کرے،

اولاً ساقط وجوب ہے ذہباً بلکہ جماعت افضل و عزیزیت.

وفی رد المحتار قولہ من غیر خروج قید
لکونہا سنیۃ مؤکدۃ او واجبۃ فیہ خروج
یرتفع الاثم ویرخص فی ترکہا وکنہ یفوتہ
الافعیل

ثانیاً نہ بے جماعت ثواب جماعت مانع جماعت فشتان مابین المحکم والحقیقۃ (حکم اور
حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت) سورہ نظام ثلاث قرآن عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا تمام قرآن
محرر ہوگا نماز مع جماعت قیام نصف شب اور مع جماعت فجر قیام تمام میل کے مساوی ہے کیا ہر نمازی جماعت
سے پڑھنے والا ایسا میل سے باز رکھا جائے گا بشرط میں اس کی نظر نہ ہزار در ہزار ہیں۔

فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل هو اللہ احد تعدل ثلاث النقرات أخرجه مالك واحمد والبخاری وابوداؤد والشافعی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادة بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ومالك واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه و لھا کوعن ابی هريرة واحمد والترمذی وحسنه والنسائی عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والظہیر فی المختصرة عن ابی بن کعب والترمذی وحسنه عن انس بن مالك واحمد وابن ماجه عن ابی مسعود لبید بن زوفی سب عن عبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عمر ومعاذ بن جبل وجابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عباس ومثلہ صحت عقبہ وغیرہ

نبی اگر وصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر روایت میں ہے سورہ اخلاص قل هو اللہ احد کی تلاوت قرآن کی تسائی کے برابر ہے اسے امام مالک، احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، بخاری نے قتادہ بن نضر رضی اللہ عنہ سے، احمد و مسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے، مالک، احمد و مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مالک نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، احمد و ترمذی اور انہوں نے اس کی روایت کو حسن قرار دیا اور نسائی نے حضرت ابوالیوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے، احمد، نسائی اور مسیحا، مقدسی نے قتادہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، ترمذی نے سند میں قرآن آیت ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابومسعود خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر و

سے روایت حدیث الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو اس سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

سے روایت الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیہقی فی الخیۃ ۲ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور مالک نے ابوالنعیم نے حدیث میں روایت کیا ہے۔ ت)

سے الطبرانی فی الکبیر ۱۷ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

سے ابوداؤد ۲ منہ (اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ت) سے ابوعبید ۱۷ منہ (اس کو ابوعبید نے روایت کیا ہے۔ ت) سے امام احمد ۱۲ منہ (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ت)

سے روایت البیہقی فی السنن عن مر جاد القنوی (اس کو سہیتی نے سنن کبریٰ میں رجاء غوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ پندرہ کے پندرہ سی بی ہیں) لہذا حدیث متواتر ہوئی ۱۷ منہ

مرضى الله تعالى عنهم هاتك واحمد و
مسلم عن ابي المؤمنين عثمان الغنى
مرضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم من صلى العشاء في
جماعة فكأنما قام نصف الليل ومن صلى
الصبح في جماعة فكأنما صلى الليل
كله

معاذ بن جبل، جابر بن عبد الله، عبد الله بن عباس،
ام كلثوم بنت عقبة اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
انجیس سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور
مسلم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے
حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز عشا جماعت کے ساتھ
ادا کی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح
کے نماز یا جماعت پڑھی گویا اس نے تمام رات قیام کیا،

ثالثاً نہ ایسی حالت میں بے اداسے جماعت ثواب جماعت میں ثابت۔

قال المحقق على الاطلاق في فتح القدير و
العلامة ابراهيم الحدي في الفنية في
مسألة الاعس وقول السی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم لا، جدید مرحمة
معنا لا جدید مرحمة تحصل لك
فضيلة الجماعة من غير حضورها
لا يرجي بعلی الاعس لانه علیه الصلوة
والسودم مخصص لعقبات بن مالك رضي الله
تعالی عنه علی ما فی الصحيحین

محقق علی الاطلاق فی فتح القدير میں اور علامہ ابراہیم
حلی نے غنیہ میں مسئلہ اعمی کے تحت یہ لکھا ہے کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نابینا کو فرمانا کہ میں تمہارے
سے رخصت نہیں ہوتا، اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے
لئے جماعت کی فضیلت و ثواب بغیر حاضری جماعت کے
نہیں پاتا، اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے حاضری جماعت
کا حیا پڑم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اپنے دوسرے صحابی عقیب بن مالک رضی اللہ عنہ
کو اسی حدیث بنا پر جماعت سے رخصت عنایت سے
فرمائی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں موجود ہے (ت)

تنبیہ اقول (میں کہتا ہوں) ہمارا استنباط
و دلیل ان دونوں بزرگوں کے افسانہ سے ہے کہ
فضیلت جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہوگی

تنبیہ اقول استنباطنا انہما
یہما افادتا عدم حصول الفضيلة
ولولمعدنا ورمبذ وقت الحضور و فیه

ایضاً تفصیل یصلح بالرجوع الی المراقی
و غیرها اما کون معنی الحدیث
هذا فعندی محل نظر یعنی کہ
من جمع طرق الحدیث فقہ
صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ
قال انا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم رجل اعنى فقال يا رسول الله
انه يسر لي قائد يقودني الى المسجد
فقال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انت يرخص له فيصلي في
بيته فرخص فليد ولي دعاء فقال هل
تسمع النداء بالصلاة فقال نعم
قال فاجب واخرجه لسراج
في مسندہ صینا فقال انا
ابن امر مکتوم الاعشى الحدیث
وعند الحاکم عن ابن
امر مکتوم قلت يا رسول الله
ان المدينة كثيفة الهواء
والسباع قال اسمع حق
على الصلوة حق على
الفلاح قال نعم قال فحق
هتلا وعند احمد وابن خزيمة

خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بھی تفصیل
سچے جس کے پاسنے کے لئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع
ضروری ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک
محل نظر ہے جس کی معرفت حدیث کے
طریق کو جمع کرنے سے ہوگی۔
— تو صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا
یا رسول اللہ! مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں،
انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ آپ اسے
اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ گھر میں نماز پڑھا
کر لے۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ
لے لے کر آپ نے دوبارہ بلایا اور پوچھا، کیا تم نماز
کی اذان سنتے ہو، عرض کیا ہاں، فرمایا اس کا
جواب دو (یعنی باجماعت نماز پڑھو) اسے سراج نے
مسند میں تقصیف بیان کرتے ہوئے اس صحابی کا
نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابن امر مکتوم نابینا
صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے ہیں
کہ حضرت ابن امر مکتوم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں بہت
کاٹنے والے کیرے اور درندہ سے ہیں، فرمایا تم
حق علی الصلوة حق علی الفلاح سنتے ہو، عرض کیا ہاں۔

والحاکم عنہ بسند جيد السعی
ان احمد فی بیاتی قال اسمع الاذنة
قال نعم قال فأتیہ فی اخری
قال فاحضرہا ولم یرخص لہ و
للبیہقی عنہ سألہ ان یرخص
لہ فی صلاة لعشاء والفجر قال
هل تسمع الاذات قال نعم
مرة او مرتین فلو یرخص
لہ فی ذلک ولہ عن کعب بن عجرة
جاء مر جمل ضریر الی النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ ایبلغت
النداء قال نعم قال فدا سمعت
فاجب ولاحمد والجب یعلی
والطبرانی فی الاوسط و
ابن حبان عن جابر
واللفظ لہ قال اسمع الاذان
قال نعم قال فأتیہا ولو حبوا
فکانت ذلک فیما روى و اللہ
تعالیٰ اعلم وانہ مرضی

فرمایا اس کی طرف آؤ۔ مسند احمد ابن خزیمہ اور حاکم
نے انہی سے سند جید کے ساتھ نقل کیا کہ میں نے
عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں
نماز ادا کروں، فرمایا کیا اقامت سنتے ہو؟ عرض
کیا ہاں۔ فرمایا اس کی طرف آؤ۔ دوسری روایت
میں ہے، اس میں عاصمی دو تہ پہلی علیہ وسلم نے اسے رخصت
نہ دی۔ بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ
اگر حشا اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت
دے دیں۔ فرمایا کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا
ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس
بار سے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب
بن جرحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص
رسالت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا کیا تجھے اذان
کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا جب تو
سنا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں عاصمی
دے) مسند احمد ابویعلیٰ، طبرانی کی اوسط میں اور

۳۲۳/۳	دار الفکر بیروت	سہ مسند احمد بن حنبل حدیث ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ
۲۴۷/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت	کتاب الصلوة
۳۳/۲	دار الکتاب بیروت	کتاب جمع الزوائد باب فی ترک الجاعة
۳۲/۲	دار الفکر بیروت	کتاب جمع الزوائد باب فی ترک الجاعة

ف، یہ دونوں حوالے مجھ سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے ہو سکتا ہے یہ لفظ
للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجھ نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ تذاہر احمد سعیدی
شہ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجاعة والاعذار مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت ۲۵۲/۴

الله تعالى عنه لم يكن
 يشق عليه المشى وكانت
 يهتدى الى الطريق من دون
 حرج كما يشاهد آلات في
 كثير من العميات ثم راجعت
 الزرقاني على المؤلف في
 نص على ذلك نقلا فقال و
 حملة العلماء على انه كانت
 لا يشق عليه المشى وحده لكثير
 من العميات اه وچ يترجم
 بحث العلامة الشامي حيث بحث
 ايجاب الجمعة على ائتمال
 هو لا فقال بل يظهر وجوبها
 على بعض العميات الذي
 يمشى في الاسواق ويعرف
 الصرق بقائه ولا كلفة ويعرف
 مع مسجد اراية بلا سؤال احد
 لانه حينئذ كالمرئيين القادر على
 الخروج بنفسه بل ربما تلحقه
 مشقة اكثر من هذا تامل اه
 ثم ريت الامام سودي نقل في
 شرح مسلم ما ذكر المحققان من
 معنى الرخصة عن الجمهور فقال
 اجاب الجمهور عنه بانه سأل

له شرح الزرقاني على الزوا
 فصل صلوۃ الجماعة
 باب الجمعة
 من رد المحتار

ابن حبان میں حضرت جابر بن عبد الله
 کے ہیں کیا تم اذان سننے ہو، عرض کیا ہاں
 فرمایا، اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آؤ پڑنے
 اس مسئلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال
 سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے
 راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا
 لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں سے زرقانی
 علی لم یطال کا حال لکھا کہ اس میں بعضہ یہی بات
 منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ اگر
 تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت سے
 نابینا لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اب علامہ شامی کی وہ
 بحث جی زریح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر
 جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ
 بات واضح ہوئی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب
 ہوگا جو بغیر کسی فائدہ اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر
 چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر کوچے پہنچ سکتے
 ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس
 وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر
 قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ
 مشقت اٹھانا ہوتی ہے تاہل اہم پھر میں نے امام
 نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انہوں نے دونوں
 محققین کا جہود سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کر کے
 فرمایا جہود اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

۲۶۴/۱
 ۶۰۲/۱
 مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر
 مطبوعہ مصلیٰ البانی مصر

ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب فنی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر جماعت کے سقوط پر تمام اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عقیل بن ماکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس میں مروی ہے (۱) (ت) اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن ام مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عقیل بن ماکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد و احباب کے ورود سے یہ بات بھی تو جواب احتمال دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی سال میں ہی نازل ہو سکے ساتھ یا اور بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رخصت مجسنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد واجب افضل کی طرف متوجہ کر دیا ہو۔

هل له من خصبة امت يعمل في ميتة و
تحصيل له فصيلة الجماعة بسبب
عذره فاقيل لا قال ويؤيد هذا
ان حضور الجماعة يسقط بالعذر
۴ جماع المسلمين و دليله من
السنة حديث عتيق بن مكي
مالك الز.

اقول وقد علمت ما في هذا
التائيد فالت الشان في ثبوت
الحرج له رضي الله تعالى عنه
لعل عتيق كان ممن يتحيز بالمشور
و حدة دون ابن ام مکتوم رضي الله
تعالى عنهما ثم امت الامام النووي
استشعر ورود قوله صلى الله عليه وسلم
فاجب فاجاب باحتمال انه بوجه
نزل في الحال و باحتمال تغيير
اجتهاده صلى الله تعالى عليه وسلم
و بات الترجيح كانت بمعنى عدم
الوجوب وقوله فاجب مندب الى
الافضل -

اقول اما الاولان فتسلم للقول واما
حمل فاجب على السند بخلاف الظاهر
لا سيما مع بناءه على سماع
الاذان فان السند حاصل مطلقا
فافهم والله تعالى اعلم

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں سوال
قول کی وجہ سے تسلیم ہو گا جب کہ مذہب پر محمول کرنا
خلاف ظاہر ہے خصوصا جب اس کی بنا اذان کے
سماع پر ہو کیونکہ مذہب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافهم
والله تعالى اعلم (د)

رابعاً سب سے قطع نظر کیجئے تریاؤں کا غرض غرض فی الحضور ہے نہ غرض الحاضر کا لمطروا لطین و اشالہما
بلکہ جب اولاً وہی آیتان جماعت ہے اذان کہ در باب استئذان مکرر اذان اگرچہ مواہب الرحمن و مرقی الفلاح
و رد المحتار کے اطلاق تہمت و سیح میں

ويعارضها كثير من روايات المبسوط
والحيط والخانية والخلاصة والبيزانية
والهمدية وغيرها من المعتبرات حتى
نفس رد المحتار ومتروحه الدر المختار
كما بينا وفيما عرفت على هذا مشي

مبسوط، محيط، خانية، خلاصة، بزانة، ہندیہ اور
دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں
حتیٰ کہ خود رد المحتار اور اس کا متن در مختار میں بھی
معارض ہیں صیحا کہ ہم نے اس کے ماسشیہ میں
بیان کیا ہے (د)

مگر اس قدر بلا مشہد ثابت کہ نماز پنجگانہ سے جو نماز وقتی مجال احوار غیر غزاة مسجد میں باجماعت ادا کریں اس
کے لئے سراسر بعض ضرورت مستثناة کے وقت میں اذان کا پھیلے ہو لینا سنت مکررہ قریب بواجب ہے اور بے اس کے

عليه دخلت الجمعة وخرجت صلوة العیدین
والكسوف والجماعة والاستسقاء وغيرها
والنوايت وجماعة النساء والعبيات و
العبيد والعراة وجماعة البيوت والصحراء
و مستند كل ذلك مذكور فيما عرفت على
مد المحتار ۱۲ منه غفر له (م)

اس میں جمعہ داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور
استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعت نواتین، یحونا
غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت
اس کے خارج ہے اور ہر ایک پر دلیل ہم نے اپنے
ماسشیہ رد المحتار میں تحریر کی ہے ۱۲ منہ
غفر له (د)

عکسہ مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں انہیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ
انہیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں مگر حج میں عصر عرفة و عشاء مزدلفہ کے لئے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

جماعت کر لینا مکروہ وگناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان و اقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی علیٰ غلہ فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرنی کہ آذان و اذان و دروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار و احتساب نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے ، و نیز امام کردری میں ہے :

ويكروه للرجل اداء الصلوة بجماعة في مسجد بلا علامين لا في المفازة والكرام والبيوت الخ
مردوں کے لئے مسجد میں فرائض کی جماعت اذان و اقامت کے بغیر مکروہ ہے ، جنگل ، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں (ذات)

اقول قوله بلا اعلامين اي بدون الجمع بينهما فتا في الكساحة هو الايتان بهما لا باحد هما دليل قوله لا في المفازة الخ فانت ترك اعلام الشروع مكروه مطلقا ولو في المفازة وقد نص عن الاساءة في تركهما .
اقول (میں کہتا ہوں) اس کا قول "بلا اعلامين" یعنی اذان و اقامت کو جمع کئے بغیر لہذا منیٰ کی کراچیہ دونوں کے ساتھ نماز باجماعت "کراچیہ" نہ ایک کے ساتھ اس کا قول لا في المفازة الخ اس پر دلیل ہے کہ یہ جماعت کراچیہ کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ذات)

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گزشتہ)

كما في الهندية عن المغنية ولا حجة ههنا الى استثناء فوائت تودی في المسجد كما فعل الشامي ولا ما وراء اول فوائت ولو ادیت في غير المسجد كما زدنا عليه لان الكلام ههنا في الايام ۱۲۰۱ منہ عصر له ام
بندیہ میں حاشیہ کے حوالے سے یوں ہی ہے اور ان فوائت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور اور نہ ہی ماورائے اول کے فوائت شدہ کا استثناء ضروری ہے اگرچہ وہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ جمعہ نے اس کے خلاف کیا ہے کیونکہ یہاں گفتگو ادا میں ہو رہی ہے۔

درود غرور علامہ مولیٰ خسرو میں ہے :

يَأْتِي بِهِمْ اِي كَلاَ اَذَانَ وَالْاَقَامَةَ (المسافر
والمصلي في المسجد جماعة وفي بيته
معه من وكرة للاول) اِي المسافر (تركهما)
اِي (اقامة) (وللثاني) اِي المصلي في المسجد
(تركه) اِي الاذان (ايضا) اِي كالا قامة.

(ان دونوں کو بجا لائے) یعنی اذان و اقامت کے
ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے
اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا) اور پہلے کے لئے
مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا)
یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز
ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا
(بھی) یعنی اقامت کی طرز مکروہ ہے (ت)

عکسیر میں ہے :

روى بعض اهل المسجد باقامة وجماعة
ثم دخل المؤذن والامام موقية الجماعة
فالجماعة المستحبة لهم كراهة
للاولى كذا في المصنوعات.

اگر کچھ اہل مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز
ادا کر لی پھر مؤذن امام اور باقی لوگ آئے تو ان کی جماعت
مستحب ہے۔ پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مصنوعات میں
اسی طرح ہے (ت)

پیر نامی عزیزیہ مسئلہ مسئلہ بے خلاصہ و خانیہ و ہندیہ و غیرہ میں ہے :

وانظروا للاصهار البحري جماعة من اهل
المسجد ذنوا في المسجد على وجه
المنفعة بحيث لم يسمع غيرهم ثم حصر
من اهل المسجد قوم وعلموا فلهم ان
يصلوا بالجماعة على وجهها ولا عبادة
للجماعة الاولى

الفاظ امام بخاری کے میں کہ بتائیں اہل مسجد میں ایک
گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر
نے نہ سنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو
ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنت طریقہ پر
جماعت کر وائیں پس پسل جماعت کا کوئی اعتبار
نہیں (ت)

پس اس مدور اور اس کے شریک اور ان ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت مسنونہ معتبرہ شرعیہ نہیں بلکہ

مطبوعہ مطبع احمد کامل الکاتبہ فی دار السعادہ مصر ۱۲۸۱ھ

۵۲/۱

خزانی کتب خانہ پشاور

۴۸/۱

مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

سہ الدرہ نظام فی شرح غرور الاحکام باب الاذان

سہ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول من باب الاذان

سہ حلالتہ الفتاویٰ الفصل الاول فی الاذان

مکروہ منوع ہے اور ہر جماعت باذان و اقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مستثنیٰ و جماعت اولیٰ ہے۔

ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو وقتی نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہود جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی کردہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد ہے

بن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ
تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
اس ماجہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اس کی سند ضعیف ہے ہم نے تجز و غیرہ کی اتباع میں
اسی پر اقتصار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ثابت
ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
تخصیص ہے، کہا رسالتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے فرمایا، میری، میں عد میں کوئی شخص اذان نہیں
سننا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے
اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے
اسے طہرائی نے اعم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابو ہریرہ
نے تراویل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا، اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ
کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے جب کوئی عادت و
ضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا
ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عنه سندہ ضعیف واقصونا علیہ تبعاً
لبہرہ وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح
من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نہ قال قال رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع الشرا
فی مسجدی ہد ثم یخرج منہ الا
لحاجة ثم لا یرجع الیہ الا من حق مرادہ
انظرانی فی الاوسط والاف داؤد فی
تراویل عن سعید بن المسیب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ ن سبوی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد
احد بعد المدا الا من حق الا احد
اخرجتہ حاجة وهو یرید المرجع
۲ منہ غفرلہ (م)

۱۲ منہ غفرلہ (ت) ۲ منہ غفرلہ (م)
۱۲ منہ غفرلہ (ت) ۲ منہ غفرلہ (م)
۱۲ منہ غفرلہ (ت) ۲ منہ غفرلہ (م)
۱۲ منہ غفرلہ (ت) ۲ منہ غفرلہ (م)

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے اذان کو مسجد میں پایا
پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت
بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔

عنه وسلم من اذركه الاذان في المسجد
ثم خرج لم يخرج له حاجة وهو لا يريد
الرجعة فهو منافق
در مختار میں ہے،

مکروہ تحریمی ہے سبب حماقت کے نکلنا اس شخص کا
جس کا نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو گئی
ہو۔ شارح نے کہا، کن اکثر پچاس ہے (یعنی اکثر یہی
ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہو جاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آ جانا ہے خواہ مسجد

مکروہ تحریمہ للہی خروج من المسجد
من مسجد اذن فيه جری علی الغالب
والمراد دخول الوقت اذن فيه او لا۔

میں اذان ہوئی ہو یا نہ۔ (مت)

بجرائی میں ہے،

نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہر مراد یہ ہے کہ جماعت کھاتے
نماز ادا نہ کی ہو (الذات)

انظر من الخروج من غير صلاة عدم
المصلاة مع الجماعة

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہر مراد
وہ جماعت ہے جو سنوہ مشروع ہو نہ کہ وہ جو مکروہ
ممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر حماقت وہ طلب جماعت کے
واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہو گا جو
شرعاً مطلوب ہے، یہ کیسے ہو حالانکہ پہلے گزر چکا ہے
کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی
ہی نہیں، پس اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے گا اور
تعالیٰ تمام تعارض و مہرب اور کمزوریوں سے پاک
ہے، وہ سب سے ہنر جانتا ہے۔ اس جمل مجدد

اقول وظاهر ان سرد جماعت

هي الجماعة المبنونة المشروعة
دون المکروهة المبنونة فانت الہی
عن الخروج انما هو لطلب الجماعة
فلا یتدل الا بالجماعة المطلوبة شرعا
کیف وقد تقدم انت الجماعة بلا
اذن کلا جماعة فلا یعتد بها اصلا
والله سببحنه وتعالیٰ اعلم
وعلمه جبل محبدة التبر

مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی

ص ۵۴

۹۹/۱

۹۲/۲

۱۔ مطبع مجتہبی دہلی

۲۔ ایچ ایم سعید پبلی کراچی

۱۔ سنن ابن ماجہ باب الاذان وانت فی المسجد فلا تخرج

۲۔ باب اوراک المفترض

۳۔ " " "

۴۔ در مختار

۵۔ بجرائی

واحکم کا علم کامل اور مکمل ہے (ت)

جواب سوال دوم: خوف فوت تہجد نہ ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بلکہ شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا طبع نہ جماعت مکروہہ عنودہ کا داعی نہ خود اس عزہ کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذانی موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسوع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی سہی کہ ال الیہ کلام المحقق فی الفتح وصال الیہ تلمیذہ المحقق محمد الحلبي فی الحلبيۃ قد نلانا انہ الاشبه (جیسا کہ اس کلام فتح تقدیر میں کلام محقق لوثا ہے اور ان کے شاگرد محمد علی نے علیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ ت) کہ اولاً وہ بر تقدیر سنیت بھی معارضہ جماعت کا صالح نہیں دربارہ تہجد صرف ترضیات ہیں اور ترک جماعت پر سخت ہونا کہ وعیدیں کہ حکم کفر تک وارد،

علی تاویلاتہ المعروفة فی امثال المقام
وحدیثہ عند احمد و الطبرانی فی الکبیر
عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یسند حسن وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ
عنه فی المتخلفین عن الجماعات لو ترکتم
مسئۃ بیکم لکفرتم
اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور
اس پر سند احمد اور طبرانی نے معجم الکبیر میں حضرت
معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے تہجد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ
ذکر کی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا
اگر تم نے اپنے ہی سنت ترک کر دی تو تم نے کفر کیا ہے
اور جماعت عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینا کا قہر فرمانا ثابت کما فی الصحیحین من

علیہ سیاق نصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منہ (م)
علیہ حدیث روایت ابی - اؤد الحدیث ملاحظ
لفظہ عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ (م)
علیہ بعض اسنادیث میں عشا بعض میں فجر، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کہ
فی عمدۃ القاری للاحمام العینی (جیسا کہ امام بدر الدین عینی کی عمدۃ القاری میں ہے۔ متنبیہاں ذکر عشا ہی تھا
لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

سہ سنن ابی داؤد باب التشہیر فی ترک الجماعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۸۱/۱
سہ صحیح البخاری باب فضل صلوة العشا فی الجماعۃ قیدی کتب خانہ کراچی ۹۰/۱

حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الباب غیرۃ (جیسا کہ بخاری و مسلم میں اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ ت)

ثانیاً فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کر لے۔

ثالثاً کیا جہانگیر میں قصداً مکروہات و منہیات شرعیہ کا ارتکاب ہو گا اور تمہید نہ بھی ملے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم میں تقریباً نہ رکھی۔

احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن حبان احمد، مسلم، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت

علیہ فائدہ حدیث مشہور و روایت عن حدیث عمرو بن احمد مکتوہ عند احمد و عن اسامة بن زید عند ابن ماجہ و عن انس بسند جید و عن ابن مسعود کلہما عند الطبرانی فی الاوسط و عن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الآثار و قد ذکرنا احادیثہم فی رسالتنا حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة اما حدیث ابی ہریرۃ فروا کہ من لا یخصی من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

عکسہ عز : فی الجماعۃ الصغیرۃ لا احمد وابن حبان قالی شراحہ المناوی و سواہ عنہ ابوداؤد و غیرہ اھ و لا شلک انہ موجود فی صحیحہ مسلم ۱۲ منہ ۴۰

کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو ابن امکتوم سے، ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس سے مسند جید کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے ہم نے ان تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" میں ذکر کیا ہے۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قرآن سے لاقعد اصحاب صحاح و سنن اور اصحاب مسانید معاجیم نے روایت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے فرمایا اس کو ان سے ابوداؤد و غیرہ نے روایت کیا ہے اور بلا شک بر حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۱۲ منہ ۴۰

۱۲ منہ ۴۰ مکتبہ الامام الشافعی الریاض ۳۲۶/۲ التیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث مذکور

عن ابی قتادة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليس في النوم تفریط اعدا التفریط في اليقظة^۱ بلکہ برنیت تہجد کرنے والے کو اگرچہ تہجد پڑھے تو اب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بنایا۔

مالك في الوطأ وابوداؤد والنسائي عن اہل المؤمنین رضي الله تعالى عنہما ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال ما من امرئ تكون له صلاة بلیل يغيبه عليها لوم الا كتب الله له اجر صلاته وكات نومہ عليه صدقة وهو عند ابي ابی الدنيا في كتاب التہجد بسند جيد . حافی دار مدجۃ وغریبۃ والبخاری بسند صحیح عن ابی الدرداء رضي الله تعالى عنه عن النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من اتى فراشه وهو ينوي ان يقوم بعد من السيل فغلبته عيناه حتى يصبح كتب له ما نوى وكات نومہ صدقة عليه من ربه عرو حنك وهو بمعناه عند ابن حبان في صحيحه عن ابی ذر او

امام مالک نے موطا میں، ابوداؤد اور نسائی نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ شخص برات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نماز کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی، یہ حدیث ابن ابی الدنیاء نے کتاب التہجد میں سند جيد کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر اور بخاری نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بستر پر اس نیت سے بیٹھا کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ عز وجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث معاذ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ذر یا حضرت

سنة سنن ابوداؤد باب في من نام من صلاة الو طأ امام مالک ماجا في صلاة الليل سنة سنن ابن ماجه باب ماجا فيمن نام عن جزير من الليل . ايح ايم سعيد كميني كراچي

۶۴/۱

ص ۹۹

ص ۹۶

ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہکذا
بالشک۔
ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح شک
کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو حشر اور ان کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کو جماعت صبح میں نہ دیکھا ان کی زوجہ اور ان کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا، کہا نماز شب
کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر سو رہے، فرمایا، مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے
محبوب تر ہے۔

ماک، ابن شہاب سے وہ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حشر
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن ابی حشر کو نماز صبح میں نہ پایا
پچ صبح کو جب بازار کی طرف گئے اور سلیمان کا گھر
بازار اور مسجد نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمان کی
والدہ شفا کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے
سلیمان کو آج نماز صبح میں نہیں پایا تو انہوں نے عرض
کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند
غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
مجھے نماز فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب
ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبد الرزاق
نے اپنی تصنیف میں مسمر سے انہوں نے زہری سے
انہوں نے سلیمان بن ابی حشر سے انہوں نے اپنی والدہ
شفا۔ بنت عبد اللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی
ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو
آدمی سوئے ہوئے تھے اس سے وہ اپنا منہ اونڈ
ابو حشر اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

ماک عن ابن شہاب عن ابی بکر بن سلیمان
بن ابی حشمة ان عمر بن الخطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فقد سلیمان بن ابی حشمة فی
مسلة، لم یصح وانت عمر بن الخطاب
غدا الی السوق و مسکن سلیمان بین
السوق والمسجد النبوی فصر علی
الشفا، امر سلیمان فقل لیہا، رسی فی صورة
الصبح فقات انہ بات یصلی فقلبتہ
عینہ فقال عمر کانت اشهد مسلة
انصب فی الجملة احب الی من انت
اقوم لیلک۔ عبد الرزاق فی مصنفہ عن
مسمر عن الزہری عن سلیمان ابن
ابی حشمة عن أمہ الشفا، بنت عبد اللہ قالت
دخل علی عمر وعندی رجلان نائمان
تغف نما وجہا ابا حشمة و
ابنہا سلیمان فقال اما
صلیا العصبہ قلت لم یزالا

یصلیان حتی اصبحا فصلی الصبح وناما فقال لان اشهد الصبح فی جماعة احب الی من قیام لیلة - والله تعالی اعلم

فرمایا، انہوں نے نماز صبح کیوں پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتی کہ صبح ہو گئی پھر انہوں نے نماز صبح ادا کی اور سو گئے۔ تو آپ نے جواب سوال سوم: اقول وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں جواب حتی وحق جواب یہ ہے کہ غنہ ذکر فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے و درہم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاکس اُسے تفریت جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد ہر وجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اُس کی محافظت کرنا نہ کر لیا فوت کا سبب ہوتا،

قال عز وجل ان الصلوة تنہی عن الفحشاء والمنکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک نماز بھلائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عليكم بقيام الليل فإنه داب الصالحين قبلكم وقربة إلى الله تعالى ومهارة عن الاثم وتكفير للسيئات ومطرودة للداء عن الجسد - رواه الترمذی فی

تہجد کی تلاوت کرو کہ وہ رات کا قیام، اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عز و جل سے نزدیک کرنا والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع سے

عن المصنف عبد الرزاق باب فضل الصلوة فی جماعة مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۵۲۶/۱

سنة القرآن ۲۹/۴

سنة جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۴/۲

صحیح ابن خزيمة باب التحریص علی قیام اللیل المطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۴/۲

وف، حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکور پر مصنف میں یوں ہیں: عن معمر بن الزھری عن سلیمان بن ابی حنيفة عن النضر بن عبد الله قال دخل علی یحییٰ بن عمر بن الخطاب فوجد عندي رجلا من ثمانین فقال وما شان هذا من ما شهد؟ قلت يا امير المؤمنين صلي الله عليه وسلم و كان ذنك في رمضان ملويزا لا يصليان حتى يصبحا وصلي الصبح وناما فقال عمر لان اصلي الصبح في جماعة احب الي من ان اصلي ليلة حتى اصبح - رواه احمد

جامعہ واجت ابی الدنیا فی التہجد و
ابن حزمیۃ فی صحیحہ و المحاکم فی المستدرک
و صحیحہ و البیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ
الباہلی و احمد و الترمذی و حسنہ و
المحاکم و البیہقی عن بلال و الطبرانی فی
الکبیر عن سلمان الفارسی و ابن المستی
عن جابر بن عبد اللہ و ابی عساکر
عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین ۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد ، ابن خزیمہ نے پی
صحیح اور محاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا
اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو امامہ باہلی سے ،
اور احمد و ترمذی نے صحیح قرطبی سے روایت کیا ، محاکم
اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے اور طبرانی نے معجم الکبیر میں حضرت سلمان
فارسی سے ، اور ابن مستی نے حضرت جابر بن عبد اللہ
سے اور ابن عساکر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے ۔

قرنوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہرہ کے اپنے احوال و افعال
تو لے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بجلایہ تہجد و قیلو وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انہیں
تغویت شعار عظیم اسلام کے لئے کیں غدر بنا تا ہے اور اگر وہ میں تو حضرت زید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً
و خطاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ صدر اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلو کی طرف بلایا جن سے
جماعت فریضہ فوت ہو ، کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تہجد کی تخریب دیتے ہیں ؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام میل
کئے ہیں ! عا شاد کلا سے

ترسم نہ رسی بکعبہ اسے اعرابی

کیں رہ کہ تو میری بزرگستان است

(۱) اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے

وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یا ذہانت اور کیا چاہتا ہے تو بوجہ سنت و ادھر ، یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے ، ذرا بگوش بوش سن
اگرچہ حق تلخ گزرے ، و سو سڈلے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے معنیان زمانہ پر پیش کرے
جس کا خیال ترقیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تغویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت
پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی بیلین اختار اھو فہم (دو بلاؤں میں مہستلا
شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے ۔ ت) بہر حال مغیروں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز
نقد ہے مگر عا شاد خدام فقہ و حدیث نہ تجھے تغویت واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت

کر کے ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

یا عبد اللہ لا تکن مثل فلاں کان یقوم
النیل فترک قیام اللیل یہ مرواۃ الشیخان
عن عبد اللہ بن عمر بن العاص
مرضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسے عبد اللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو راست کا
قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا۔ اسے
بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)
کا خلاف کریں گے۔ یہ اس لئے کہ وہ توفیق معز و جل حقیقت امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقل سلیم و نظر قویم
دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تمہاری غرض نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تفویض کا داعی
نہیں بلکہ یہ جو اسے نفس شریر و سوسے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ہذا اُز نو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور مطلب
آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحتہً آثم و تارک واجب ادا اس مذہب باطل میں مبتل و کاذب ہے۔ سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجفاء کل الحفاء، و انکفر و النفاق من
سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوٰۃ
فلا یرجیہ۔ حدیث حسن و دکرہا
تخریجہ و لفظ الطبرانی ینادی
بالصلوٰۃ و یدعو الی الفلاح
ظلم ورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے
منادی کو نماز کی طرف بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔
یہ حدیث سن ہے اس کی تخریج کا ذکر ہم نے پہلے
کر دیا ہے۔ طبرانی کے المعانی میں نماز کی
طرف بلانے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے
کو کہتے ہیں۔

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کر یہ فتنہ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کریں
کیا تو قیلور ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا یوں
ہے تو اول وقت خواب کر۔ اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسراہم نے قیلور کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس
میں نماز و تلاوت نہیں یعنی منجہ کبریٰ سے نصفت التہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر
خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

۱۔ صحیح البخاری باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل الخ
۲۔ مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ
۳۔ انجم الکبیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۲
۴۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۲/۱
۵۔ دار الفکر بیروت ۳۳۹/۳
۶۔ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸۳/۲۰

وضو وغیر سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدا سے ٹھہرے ذکر تلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ انشیورخ شہاب الحق والدین شہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریفیت میں فرماتے ہیں،

المرء بعد الصلوة من صلاة الضحى و
بعد الصلوة من اعداد اخر من الركعات
حسن قال سفین کان یحبہم اذ اخرعوا
ان ینامو طلب للسلامة و هذا النوم فیه
فوائد منها انه یعین علی قیام اللیل (الی
قوله قدس سرہ) ویمنی ان یکون
انتباهه من نوم النهار قبل السزوال
بساعة حتی یتمکن من الوضوء والطهارة
قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء
مستقبل قبلۃ واکرا الوضوء والتایا
وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو ابتدا سے ٹھہرے) قبل رخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت
میں مصروف ہو جائے (الحق دت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو یا اس سے فوت جماعت کے کوئی متنی ہی نہیں کیا اس وقت
سوئے میں تھے کچھ غدر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ
قیلولہ بس ہے، اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر ہونا بھی مسنون
ہے، شوخ وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان
علی الطہار کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہو لیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں، شب سے بہتر
علاج قلیل غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما ضل آدمی و عاء شراً من بطنہ
بحسب ابن آدم اکلات یقمن صلیہ فان
کان لامحالة فثلث لطعامہ و ثلث
آدمی نے کوئی بری پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کہ بہت
ہیں چند تھے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر
یوں نہ گزرے تو تھائی پیٹ کھانے کے لئے تھائی

لشرا به وثالث لنفسه مرواه الترمذی
وحسنه وابن ماجه وابن حبان عن
المقدام بن معد يكرب رضى الله تعالى
عنه۔
پانی تہائی سانس کو رکھے۔ اسے ترمذی نے روایت
کر کے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت
مقدام بن معد یکر ب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا یا نچہ سے بچ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پے گا، جو بہت
پے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔
استغفر الله من قول بلا عمل

لقد نبت به نسلا لئذ عقم
(میں اللہ تعالیٰ سے بلا عمل قول سے توبہ کرتا ہوں، تحقیق یا نچہ عورت کو بچے کے ساتھ نسل کے
اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے)

ولهذا حديث من آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
ان كثرة الاكل شؤم۔ مرواه البيهقي
فی شعب الايمان عن امر المؤمنين رضى الله
تعالى عنها۔
مشک بہت کھانا منجوس ہے۔ اس کو بہیقی نے
شعب الايمان میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

یوں بھی نہ گزرتے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تمام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد
شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدمی رات سے پہلے اداسہ تہجد کو بس ہیں، مثلاً نوب کے عشاء پڑھ کر سو رہا
کس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہو گیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
یحبب احدکم اذا قام من اللیل یصلی
حتى یصبح انه قد تہجد انما التہجد المر
یصلی الصلوة بعد مرقدة۔ صحراوا الطبرانی
عن الحجاج بن عمرو رضى الله تعالى
یوں بھی نہ گزرتے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف و تمام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد
شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدمی رات سے پہلے اداسہ تہجد کو بس ہیں، مثلاً نوب کے عشاء پڑھ کر سو رہا
کس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہو گیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
یحبب احدکم اذا قام من اللیل یصلی
حتى یصبح انه قد تہجد انما التہجد المر
یصلی الصلوة بعد مرقدة۔ صحراوا الطبرانی
عن الحجاج بن عمرو رضى الله تعالى

۱۔ جامع الترمذی باب ما جاز فی کراہیۃ کثرة الاکل مطبوعہ امین گیتی کتب خانہ دمشقیہ دہلی ۶۰/۲
۲۔ شعب الايمان الفصل الثاني فی کثرة الاکل حدیث ۵۶۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲/۵
۳۔ المعجم الكبير مروی از حجاج بن عمرو حدیث ۳۶۱۶ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲۵/۳

عنه بسند حسن ان شاء الله تعالى۔ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

سنوئے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولیٰ تبارک و تعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ من يتوكل على الله فهو حسبه (جو اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ ت) عارف شریف میں ہے:

لتغيير العادة في الوسادة والظاء والوطاء
تأثير في ذلك ومن ترك شيئا من ذلك و
الله ما له نيته وعزمته يثيبه على
ذلك بتيسير عارضا۔

کیونکہ تکیہ، بکھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کر دینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت و ارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرماتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میرا جاتے ہیں (ت)

اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کر کہ وقت جماعت سے پہلے بنگا دے

كما وكل رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم بلالا مرفعي الله تعالى عنه بيعة
التعريض۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
بیعت، تحریک میں عرب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سے ان شاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ زخمی نکلے اور بنگا نہ لگے والا بھی ٹھہر گیا یا سویرا کما وقع لسيدنا بلال مرفعي الله تعالى

عن علق بالمشية لان فيه ابن لهيعة والكلام
فيد معروف والا صوب فيه عندي
ان حديث حسن ان شاء الله
تعالى ۲ منه (م)

مشیت باری تعالیٰ کے ساتھ معلق کرنے کی حکمت
پر ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہیں اور
ان میں کلام معروف سے اور اس کے بارے میں میری
راے میں یوں کہنا چاہئے اس کی حدیث ان شاء اللہ
تعالیٰ حسن ہے ۲۲ منہ (ت)

۲/۶۵

لے عارف المعارف علی احیاء العلوم الباب السادس والاربعون علیہ مطبعة المشهدی قاهرہ مصر ۱۸۴۷

اور جماعت میں ادنیٰ الاحوال کی جانب تنزل کر کے دونوں کو سنت ہی مانے تاہم مسجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیر سنیت بھی تمام سنن حتیٰ کہ سنت فجر سے بھی اہم و اکبر و اعظم ہے ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور کچھ کہ سننیں پڑھے گا تو تشهد بھی نہ پڑھے گا تو بالا جماع سننیں ترک کر کے جماعت میں مل جائے و المسئلة منصوبہ علیہا فی کتب المذہب كافة (اس مسئلہ پر تمام کتب مذہب میں نص موجود ہے۔ ت) طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیر قول مصنف الجماعة سنة فی الاصل (اصح قول کے مطابق جماعت سنت ہے۔ ت) فرمایا،

بدائع میں ہے کہ عامر مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہ میں جزم ہے اور جامع الفقہ میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول واجب کا ہے (آگے چل کر کہا، جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنت فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔ ت)

وفی البدائع عامة المشائخ على الوجوب و يجهز في التحفة وغيرها وفي جامعة الفقه اعدل الاقوال واقواها الوجوب (الی ان قال) وعن القول بانها سنة هي اكد من سنة الفجر۔

رد المحتار باب التواقل میں ہے،

عالم دین نے جماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شعار اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سننوں سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سنن فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

لیس له ترك صلاة الجماعة لانها من الشعائر فہي اكد من سنة الفجر ولذا يتركها لوجا من فوت الجماعة۔

اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل، ولہذا بصورت فوت مع الفریضہ بعد ولت قبل زوال ان کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں۔ ولہذا بلا عذر هیچ سنت فجر کو بیخبر کر پڑھنا واجب نہ بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا۔ ولہذا صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قائل سلیتہ وتر ہوئے سنت فجر کو اس سے اگدا سننے کی طرف گئے، درمختار میں ہے،

وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنن ہیں، بعض نے انہیں واجب

السنن اكد هاسنة الفجر اتصافا و قیل بوجوبها فلا تجوز صلاتها

قاعدہ اہل اعداء عن روی الاصح ولا يجوز تركها
لعلهم صار مرجعاً في الصلوات بخلاف
باقی السنن و تقضی اذا فانت معه بخلاف
الباقی لم ملخصها
باقی سنن کے یعنی باقی سنن کو لوگوں کی عادت فتویٰ پر پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن درالض کے ساتھ اگر
وقت ہرگز نہ آئی تھیں جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں ہے (مخصوصاً ت)
بکرا لکی میں ہے ،

سنة الفجر أقوى السنن باتفاق الروايات
لما في الصحيحين عن عائشة رضي الله
تعالى عنها قالت لم يكن النسبي صلى الله
تعالى عليه وسلم على شيء من النوافل أشد
تعهداً منه على ركعتي الفجر
اُسی میں غلام سے ہے ،

اجمعوا على ان ركعتي الفجر قاعد آمن
غير هذا لا يجوز كذا روی الحسن عن
ابی حنيفة
اُسی میں قنیہ سے ہے ،

اذا لم يسمع وقت الفجر الا الترتوا الفجر
او السنة والفجر فانه يوتر ويترك السنة
عند ابی حنيفة وعند من السنة اولی من
الترتو

سہ درختار	بایں الزوال	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	۹۵/۱
سہ بحر رائق	"	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	۴۴/۲
سہ "	"	"	"
سہ "	"	"	۴۸/۲

جب وقت فجر میں وتر و فجر یا سنن و فجر کی ادائیگی
کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک
وتر ادا کر لئے جائیں اور سنن ترک کر دی جائیں اور
صاحبین کے ہاں سننوں کی ادائیگی ترک کی ادائیگی سے افضل ہے

پھر مذہب اصح پر سنت قبلہ ظہر قبلیہ سنن سے آگے ہیں
 صحیحہ المحسن واستحسنہ المحقق فی
 الفتح فذل وقد احسن لان نقد المواظبة
 الصریحة علیہا قوی من نقل مواظبتہ علیہ
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی غیرہ من غیر
 رکعتی الفجر تراہ وکذا صحیحہ فی الدراية
 والعن یة والهدیة وکذا ذکر تصحیحہ
 العلامة مودعہ فی الطحطاوی علی مسراق
 الفلاح وکذا صحیحہ فی البحر عن القنیة
 وعلیہ بورود الوعید وتبعہ فی الدر۔

عحسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن
 قرار دیا اور کہا انھوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں
 کے علاوہ سنن ظہر پر ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی جو مواظبت صریحہ مستقر ہے وہ دیگر تراخی کی
 مواظبت منقولہ سے زیادہ اقوی ہے اور
 اسی طرح اسے درایہ، غنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور
 اسی طرح علامہ فوج نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ
 طحاوی علی مرقی الطحطاوی میں مذکور ہے۔ بحر میں قبلیہ
 کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ
 ان کے ترک پر وجہ دار ہے اور اس کی اتباع درمختار
 نے کی ہے (ت)

اور امام شمس الامراء مرقی کے روایات سے فجر کے بعد فصل و آگے رکنیں مغرب میں پھر رکعتیں ظہر پھر
 رکعتیں عشا پھر قبلہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت وعلیہ مشی فی الہدیة
 عن تبیین الحقائق لامام الزیلعی فقال
 اتروی السنن رکعتا الفجر ثم سنة المغرب
 ثم التي بعد الظهر ثم التي بعد العشاء
 ثم التي قبل الظهر (ملخصاً)

قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں امام زیلعی
 کی تبیین الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان
 کرتے ہوئے کہا سب سے قوی اور نزدیک فجر کی سنتیں
 پھر سنت مغرب پھر بدیہ ظہر پھر بدیہ عشا پھر قبلہ
 ظہر (ملخصاً) (ت)

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم و آگے ہیں۔
 اقول وکیف لا وقد ثبت استقنائہا
 ان سنن اتیکہ منک کہ ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے

جمہور العلماء بعد وفہ من المندوبات
 حقیقہ، المحقق ابن الہمام فی بحث
 بحثا ولم یقطع قولا فتروا فی ندبہ و
 استناہ مع التخصیص بان الادلة القولية
 انما تعید النذوب، ثم بحث تطمیذ
 المحقق ابن امیر الحاج الشیخ سنیہ
 علی ما فیہ من نزاع طویل ولولا غرابۃ
 المقام و مغایرة الطویل لایتناہما فیہ
 من قال وقیل۔

ولہذا ہمارے علما نیز روایت کی نسبت فرماتے ہیں،
 انہا لتکذبا الشیخات الفریضۃ کسب
 الدر۔

اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے
 وانما نفہم الامام ابو اسحاق السمروری
 من لشافیۃ فقال بتفضیل التہجد
 مطلقا و تبعد الامام الاجل ابو نکریریا
 النووی الشافعی فی المنہاج مستد لا یما
 لاحجۃ لہ فیہ عند التدقیق کما بیانا فی

عنہ اخرجہ الاثمۃ احمد و مسلم و
 للاربعۃ عن ابی ہریرۃ و محمد بن
 ہارون السرویانی فی مسندہ و الطبرانی
 سنن مختار باب لزادہ من النزل مطبع نجف دارجل

بخلاف تہجد کے کیونکہ جمہور علما اسے (یعنی تہجد کو)
 مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتیٰ کہ محقق ابن ہمام جب
 اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے غروب بحث کی لیکن وہ
 بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کر سکے اور اس کے
 مندوب و مستنون ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تخصیص
 کے کہ اولاً قولہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر
 کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے
 اس کے سخت ہونے کو اشبہ و مختار کیا۔ علاوہ
 ازیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر عزابت
 مقام اور طرالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو
 یہاں ذکر کر دیتے۔ (ت)

یہ سن روایت کی کہ بنا پر فرائض کے مشابہ ہیں
 جیسا کہ در میں ہے (ت)

اگرچہ امام ابو اسحاق شافعی مروزی نے ہمارے اس کی نفی
 کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن روایت ہے
 افضل ہے، امام اجل ابو نکریریا نووی شافعی نے
 منہاج میں الیسی دلیل دیتے ہوئے ان کی آیتان کی کہ
 جو حقہ تہجد قیام کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیسا کہ ہم نے

اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین
 ائمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 اور شیخ محمد بن ہارون روایتی نے اپنی مسند اور
 (باقی پر صفحہ آئندہ)

بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذهب اصحابنا اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جاتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی التکبیر عن جندب مرثی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الصلوة بعد المكتوبات صلاة فی جوف الیسین فحملہ ابو اسحق مروزی و من واقعہ علی ظاہرہ فقالوا انت مسلمة للیل افضل من السنن الراتبہ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانہا تشبہ الفرائض قال الاول اقوی و اذہق الحدیث ثم تبعہ العلامة میرک فقال فیہ حجة لابن اسحق مروزی من شافعیة علی انہ صلاة للیل افضل من الرواتب وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل و الاول اقوی لمن هذا الحدیث قال وقد یجاب بان معناه من افضل الصلوة وهو خلاف سبب الحدیث ثم اصحابنا نقوا الجمهور فاولوہ بان المراد الفرائض و توابعها ای کان الرواتب لشدة التقاطعها بالمکتوبات و شہہا بدحت فی قولہ صلی اللہ

طہراتی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابواسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کہتے ہوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مستحب ہیں، اور فرمایا پہلا قول اقویٰ اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اور علامہ میرک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابواسحاق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن ترکہ افضل ہیں۔ مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نماز میں سے ہے، دریں سیاق حدیث کے خلاف ہے اور بہر حال جو جمهور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد فرائض اور ان کے توابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱/۳۲۸ شرح صحیح مسلم مروزی ۱/۳۶۹ ۵۲ مقتات الفایح بخوار میرک ۳/۳

واجماعہم علی ان الاقوی ہیں کہ ہمارے صاحب کا مذہب اجماع اس بات پر ہے کہ

7

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

کے ارشاد گرامی فرائض کے بعد کے تحت سنن رتبہ بھی داخل ہیں کیونکہ سنن مرکبہ کا فرائض کے ساتھ شدید اتصال اور مشابہت ہے۔ ملاحظہ علی فتاری مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاة بعد الصلاة یعنی بعد سنن مرکبہ کے احادیث و تفسیر میں لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے راجح (سنن مرکبہ) اور وہ فرائض جن کی جماعت سنت ہے تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق وہ مطلق نفل افضل ہیں اور یہی بات عزیزی کی سراج منیر میں ہے محمد بن ابی حنیفہ علی جامع الصغیر میں لکھتے ہیں رات کے فرائض مطلقاً دن کے فرائض سے افضل ہیں ورنہ سنن راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے افضل ہیں اور ملاحظہ علی قادری نے جواب اور دئے اور کہا کہ کسی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر یا مشقت اور ریاء سے دوری کی وجہ سے افضل ہے اور سنن جو فرائض کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت میں زیادہ ہو کہ ہیں وہ اس اعتبار سے افضل ہیں لہذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اور یعنی اگر تہجد کو سنن مرکبہ پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان کی فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے فرمایا یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز (تہجد) افضل اس (باقی اگلے صفحہ پر)

تعلی علیہ وسلم بعد المكتوبة قال المؤلف علی القاری فی المرقاة افضل الصلاة بعد المفروضة ای توابعها من السنن المؤکدة وقال المتوی فی تیسیرای ولو احققها من الرواتب ونحوها من عمل نفل یمن جماعة اذ هو افضل من مطلق النفل علی الاصح ثم و مثلها فی السراج المنیر للعزیزی وقال محمد الحنفی فی تہذیب تہذیب الجامع الصغیر ای انفضل المطلق فی اللیل افضل منه فی النهار والا فالتراتبۃ فی النهار افضل من التہجد ثم و ابدی القاری جوابین احمرین فقال وقد یقال التہجد افضل من حیث زیادة مشقته علی النفس و بعدہ عن الرياء و الرواتب افضل من حیث اذکدیه فی المتابعة للمفروضۃ فلا منافاة ای ان التہجد لہ هذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلا ینافی فیصلہا الکلی قال و یقال صلاة اللیل افضل لاشتمالها

الأحد مطلق سنة الفجر

(بقية حاشية صفحہ ۹۷)

على الوتر الذي هو من الواجبات أم
اقول هذا لا يصلح بياناً لمعنى كلام
السامع صلى الله تعالى عليه وسلم
اولاً واجب عندنا انما قسمه طلب جائز ثم
فاقتراض او غير جائز وقد بكتا حقيقة
المحقق حيث اطلق في الفتحة فانه كان
الوتر عندنا واجباً على كل في ثنية
المكتوبة ولو ترك قوله الذي هو من الواجبات
وهي الكلام على احكام الوتر كما هو
مذهب الصاحبين لويثجه ايضا لام
سنة الفجر افضل من الوتر على
قولهما كما سمعت اقول وظهر
لعمد الضعيف جواب حسن احسن
من كل ما سبق وهو ان النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
لويقل امت التهجيد افضل الصلوة
بعد المكتوبات حتى يكون دليل
لهم شذائنا قال صلوة الليل فان
ثبت امت صلوة الليل تشتغل على
ناقلة غير التهجيد هي افضل
اسماء مطلق حتى رواه بسقوط
لعمد الفتوح حديث ۱۲۳۶ مكتبة صيدية كرت

اقول ومنك هر حال میں فجر کی سنتیں

لئے ہے کہ وہ وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے
ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان کلام شیعہ
کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس
کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جائز ہی
تو اقراض ہے اگر جائز نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ فتح
میں محقق نے کفایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے اگر شارح
کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا
اور اگر باطل تباری کے قول الذي هو من الواجبات
کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استثناء
پر رکھ دیا جائے جیسا کہ سابقین کا مذہب ہے تو بھی
درست نہیں کیونکہ آپ شیخ کے کہ ان کے قول
کے مطابق فجر کی سنتیں وتر سے افضل ہیں اقول
(میں کہتا ہوں) اس عہد ضعیف کے لئے ایک ایسا
جواب ظاہر ہوا ہے جو کہ تمام جوابات سے
احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرض الفجر کے بعد افضل
صلوٰۃ ہے۔ حتیٰ کہ یہ مخالفین جمہور کی دلیل ہے بلکہ
آپ نے صلوٰۃ الیل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب
اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ
دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتیٰ کہ
سنت مؤکدہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے
(باقی پر صفحہ آئندہ)

فلا عليك من جنوح الفاضل ميرك
وبالله التوفيق تعالى وتبارك -
میں اور فاضل میرک کی بحث و گفتگو قابل توجہ نہیں
و بالله التوفیق تعالیٰ وتبارک - (مت)

تہجد جماعت کے کتر از کتر سے کتر یا نچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آگے جماعت پھر سنت فجر
پھر قبلہ نظر پھر باقی رواتب پھر تہجد وغیرہ سننے و نوافل اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں و ہجرت میں
جا کر پڑے گا کہ سب سے اقویٰ جماعت پھر سنت فجر پھر سنت مغرب پھر بعد یہ نظر پھر بعد یہ غشا پھر قبلہ نظر
پھر تہجد وغیرہ۔ پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا براہین کی بھی اصلا کوئی راہ نہیں، نہ کہ

(تقریر ماثیہ صفحہ گزشتہ)

الاحتجاج به وهو ثابت بحمد الله تعالى
بعد يث الصحيحين عن ام المؤمنين
الصديقة راضى الله تعالى عنها قالت
كانت النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم يهمل من الليل تحت عشرة
مراكبة منها التور وركعتا الفجر فهذه ام المؤمنين
و امام الفقهاء والمحدثين وخزيرة العرب
العراق الاصحاحين رضى الله تعالى عنهم
قد عدت سنة الفجر من صلاة الليل
فهذه هي السنة التي تعقب في الصلوات
كلها بعد المكتوبة بالاشتغال عليها فضلت
صلوة الليل عن صلاة النهار بالاطلاق
فهذه الاجواب نقاطع بحمد الله تعالى ثم
لا عرو ومن انما هذا الحسن النووي اعما الجيب
من لعلامة ميرك كيف تبعه وخالف اجماع
ائمة مذهبه على ان سنة الفجر اكد المواقف
مطابقا والله التوفيق ۱۲ منہ (م)

استدلال ساقط ہو جائیگا اور یہ بات بحمد اللہ تعالیٰ
بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جو
ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت
پڑھتے تھے، ان میں دو رات فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔
یاد ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین، امام الفقہاء
والمحدثین اور ربانج فصحاء وبلغاء ہیں انھوں نے
سنن فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے پس یہ
نوافل فرائض کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرتے
چونکہ یہ نوافل صلوۃ الیل پر بھی متصل ہیں اس لئے رات
کی نماز دن کی ہر نماز سے افضل قرار پاتی۔ بحمد اللہ تعالیٰ
یہ قاطع جواب ہے۔ پھر امام نووی پر تو کوئی افسوس
نہیں قیوب تو علامہ میرک پر ہے کہ انھوں نے امام نووی
کی اتباع کرتے ہوئے اپنے امام مذہب کے خلاف
بات کیوں کہی حالانکہ امام مذہب کا اتفاق ہے کہ سنن فجر
مطلقاً نوافل سے ترکہ ہیں خواہ رات کے ہوں یا دن
کے، و بالله التوفیق ۱۲ منہ (مت)

هذا ما لا يثبت فيه من دخل بساتات
الفقه فشم عرفا لا نوارا الفاتحة
اوقتح اجفان الفكر فتاها بوقا من
انوار اللانحة وعت لتسترسل في
سرو العراهي على مثل هذا الواضح
المبين ولكن لا بأس ان نذكر شيئا
من التنبيه ليستظهر الفقيه ويتذكر
التنبيه -

اس بارے میں اس شخص کو ہرگز شک نہیں ہو سکتا
جس نے گلستان فقہ کے میکتے ہوئے پتھروں سے
کچھ خوشبو پائی جو یا اسکے بدن اور سے مشام جان
کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کر سکتے
باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج
نہیں کہ ہم تحفہ ذکر کریں تاکہ صاحب فقہ پر استحضار
ہو جائے اور صاحب فہم محفوظ کرے۔

(ت)

فما قول و بد نستعين (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) **اولا فغير غفر الله لنا**
لہ کا ایک مبرز و جامع رسالہ مستحق نام تاریخی حسن البواعہ فی تنقید حکم الجماعۃ ہے جس میں
بفصل سبب و تعالیٰ حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی اعلیٰ درجہ کمال و جمال پر مرقع ہوئی ہمارے علماء سے
در باب جماعت شاذ و مشہور و مقبول و مہجور چھ قول ماثور،

- | | |
|----------------|----------------|
| (۱) فرض میں | (۲) فرض کفایہ |
| (۳) واجب میں | (۴) واجب کفایہ |
| (۵) سکتت مکررہ | (۶) مستحب |

اس نفیس مبارک رسالہ نے بجز اللہ تعالیٰ ثابت کر دکھایا کہ ان اقوال میں اصلا تلافی و ممانع نہیں سبب حق و
صحیح اور اپنے اپنے معنی پر راجع و نخیج ہیں، یہ جلیل تحقیق جلیل توفیق و اللہ الحمد والمہ مجب ناورد و عنقائے مغرب
ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیرانہ کہے ہذا لایکون و کیفیت یکون (یہ نہیں ہو سکتا اور کیسے ہو سکتا ہے۔ ت)
اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ لشد هذا فیدل علی ملون
(کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہیے۔ ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبد اللہ بن عباس و ابو ہریرہ و بریدہ و کعب بن عجرہ و انس بن مالک
و عثمان غنی و عمر بن ام مکتوم و ابو امامہ و جابر بن عبد اللہ و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیا کہ
حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان سن کر حاضری واجب فرمائی، ادا شناس شخص انہی احادیث
سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر
میں یہاں اصرار و اوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اوپر گزری جس میں ندا

نماز و فلاح میں حاضر ہو جاسے نہ آؤ اپنی انگ کر لینا شاید قدق صمت الصلوٰۃ کا یہی مطلب ہو گا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں اگر کیا کرو گے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا عا شائے کلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسی کی عدم ماضی پر دو حکم و ظلم و کفر و نفاق و شقاق و خبیثیت ہے تو قطعاً حکم و جواب و تاکد کی مصداق یہی ثابت و معلوم و جماعت ہے۔

ثانیاً یہ توسیع تو ہاں ہے مگر پرستی اگر تصریح فقہ و مجتہد و تقریر بحر و نظر کیجئے تو امرانظر کہاں وہ تفسیق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شیعہ کمرے سے جماعت اولیٰ میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

ثالثاً روشن تر نص قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانہ اطہر سے مسجد انور میں قریش امامت جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نماز عشاء کو تشریف لائے جماعت میں قلت و کمی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت

یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراقۃ فی تنقید حکم اچانہ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت) امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت) یہ حدیث امام احمد و فیو محدثین کے ہاں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں سند سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت ہے۔ یہ روایت سراج میں ہے، کہا، پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ ٹھوٹے تھے آپ سخت غضب میں ہو گئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک کسی نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا، میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو مکہ میں جو جماعت کروائے پھر میں ان گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں تھے اور ان کو آگ سے جلاؤں۔

علیٰ ہذا ثابت فی غیر ہذا الحدیث من عدة احادیث صحیحہ اور دناہا فی حسن البراقۃ ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت) علیٰ ہذا منصوص علیہ فی ہذا الحدیث عند مسلم فی صحیحہ و عند غیرہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت) علیٰ ہذا عند احمد و غیرہ من حدیث کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عند سراج فی مستندہ فی ہذا الحدیث (م) علیٰ ہذا فی روایۃ السراج قال ثم خرج الی المسجد فذہا الناس عزون و اذا هم قلیلون فغضب غضباً شديداً الا اعلوا نہ رأیتہ غضب غضباً اشد منه ثم قال فقد هممت ان امرم جلا یصلی یا الناس ثم اتیتہم ہذا الدور التي تخلت اهلها عن هذه الصلوة فاضرمہا علیہم بالنیرات (م)

شدید غضب و بھائی محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقداس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا، خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امانت کے لئے فرماؤں پھر پھر کئی ہوئی مشعلیں بے جادوں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر بیٹوں کو دوں تجھیں یہ اداں سننے پر وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نکل کر

عنه فان قلت اليس في نفس الحديث ما يدل ان الاول لا تجب علينا والا فلهما هم هو صلى الله تعالى عليه وسلم ان يقيم الصلاة ثم ينصرف اليهما لاجراق سيوتهم۔

اگر آپ کہیں کہ کیا نفس حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کر رہی ہو کہ پہلی (جماعت) واجب یعنی نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر اس جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں کے گھروں کو جہانے کا ارادہ نہ کرتے۔

قلت (میں کہتا ہوں) پہلی سوال اس حدیث سے وجوب جماعت پر استدلال کر کے ہر وارد مراد و خلاص کے جواب کے درپے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب پر اعتراض کے جواباً میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزیہ نے بعض عمرین کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفس حدیث سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اگر جماعت فرض میں ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔

یعنی کہتے ہیں پھر ابن بزیہ نے اس کو یہ کہتے ہوئے محل نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جاسکتا ہے (باقی صفحہ آئندہ)

قلت هذا السؤال قد اورد قبل على الاحتجاج بالحديث لوجوب الجماعة وقد قصدى عند بقرائه قل العلامة البدر محمود العسيمي في عمدة القاري شرح صحيح البخاري اسانث (اي من وجوه الجواب عن حديث الباب) ما قاله ابن بريزة عن بعضهم انه استنبط من نفس الحديث عدم الوجوب لكونه صلى الله تعالى عليه وسلم هم بالتوجه الى المتطهرين فلو كانت الجماعة فرض عين ما هم بتركها اذا توجه قال العيني ثم نظرو فيه ۲ بنت بريزة ما بالواجب يجوز تركه لما هو (وجب منه) اهل كلام العمدة۔

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

اقول فلقد صرح مثل ذلك عنه
صلى الله تعالى عليه وسلم في الجمعة
الخروج مسلو في صحيحه عن عبد الله
يعني ابن مسعود رضى الله تعالى عنه
ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
قال لقوم يتخلفون عن الجمعة لقد
هممت ان امرس جلاد يصلي بالناس ثم
احرق علي رجال يتخلفون عن الجمعة
بيوتهم۔

اقول علاہ عبد اللہ بن مسعود
روى الحدیث فی مسندہ فقال حدیثا
ابن ابی ذئب حدیثا جملان عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فذكر الحدیث
وفیه ینتہی ین حال من حول المسجد
لا یشہد ون الہش اول احرقن بیوتہم
وقد قال فی حدیث سقناہ عن الجاحض
اصحیحہ ثم اخذ شعلہ من نار ولا فسلو
ان بیت ان ینذہب بعد الاقامة
بشعلہ قد اقدت الی بیوت حول
المسجد فیضرہا علیہم و بیت
الرجوع الحب المسجد ما یوجب

اقول (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت
کے ساتھ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز
جموعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح
میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر
سے غیر حاضر لوگوں کے ہار سر میں فرمایا، میرا جی چاہتا
ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو ہار
پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلادوں جو ہر جمعہ
غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ
عبد اللہ بن مسعود سے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ حسین
ابن ابی ذئب نے انھیں جملان نے انھیں سیدنا
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی پھر حدیث
ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں، مسجد کے پڑوسی ضرور
باز آجائیں جو نماز عشا میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ
میں ان کے گھر جلادوں کا۔ اور اس حدیث میں جسے
ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے کھایا بھی ہے، فرمایا
پھر میں آگ کی مشعل لوں، اور ہم نہیں مانتے کہ دیرپا
اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا مسجد کے ارد گرد لوگوں کے گھر کو جلاتے کی مشعل لے کر
جانا اور دریاں اس کے کہ مسجد کی طرف رٹ آنا کوئی
(باقی صفحہ آئندہ)

البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس صلاۃ الثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لا توہمہما ولو خبوا لقد ہممت ان امر المؤذن فیقول ثم امو من جلا یؤمر الناس ثم اخذ شعلۃ من نار فاحرق علی من لا ینخرج الی الصلاۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعویت الجماعۃ حتی یلزم السکون نعم یفوت الادراک من ان الصلاۃ وهو لیس الا فضیلتہ ما یستترک لا قدم ہذا علی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ و الوقوف فیما ادرکتہ فعبسوا وما فاتکم فاتموا مروۃ الشیخات وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فحفظ الاشکالی ما اساء ولله الحمد و اللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل مجدۃ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - (م)

البخاری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر و عشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بخاری نہیں۔ اگر انھیں ان کے درجہ و فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں

زیادہ وقت جماعت کرنا ہے حتیٰ کہ ترک جماعت لازم آئے۔ یاں، اول نماز کا طوت ہونا لازم آتا ہے اور وہ فضیلت کے سوا کچھ بھی نہیں بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شی کی بنا پر اعلیٰ کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو دریاں حال تم پر سکون و وقار لازم ہے جو حصہ نماز مالو اسے ادا کرو اور جرہ جائے اسے پورا کرلو۔ اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہو گیا و لله الحمد واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل مجدۃ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

فلیتوجه اللہ علیہ وسلم الخ
وقت ہے جب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور
الزام تکلف ثابت ہو چکا جس کی وجہ سے وہ علامت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)
اقول یہاں سے واضح ہو گیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنینہ و عجبی کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ساقط ہے
معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت
وقت جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر
یا تو امام معین کو میسر جس کے بنے آنے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاحق کہ تکبیر کی آواز
اُس پر غنی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کو ملے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر ان پر
موقوف نہ اُنھیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر و واجب
تک تفریق کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنینہ و عجبی ہی اسی معنی پر حمل کریں فیہ حاصل
التوفیق وباللہ التوفیق۔

مرا بعاً اگر بعض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولی و ثانیہ دونوں جس کے فرد کو جب
تھا کہ بعد وقت اولی و ثانیہ بالتبعین و احبہ منکر موتی کہ اب رات ذمہ اسی فرد میں منحصر ہو گئی حالانکہ ہر
انکہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بعد وقت اولی و ثانیہ رات اسی بار ثانیہ میں نہ عظیم ہے ظاہر الروایہ
منع و کراہت اگرچہ مانع و مختار جواز ہے جبکہ ہے اعادہ اذان ہیۃ اولی بدل کر ہو کما بیننا فی
فتاویٰ و نابسا یقبل المنصف دان کا ہو المتصف (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان
کر دی ہے جسے منصف قبول اور متصف مخالفت کر گات، امام اجل علیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
فتاویٰ میں فرماتے ہیں و

لو دخل جماعة المسجد بعد ما یصلون
فیہ اہلہ یصلون وحدانا و هو ظاہر
الروایۃ
اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے
لوگ باجماعت نماز ادا کر چکے تھے قراۃت نہایتنا پڑھیں
اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

عہد یہاں کلام علی ما ہوا المشہور یہیں کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ پر کہ اس کی تحقیق تکمیل توفیق و
جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے (دیدنی ۱۶ منہ رحمہ اللہ) (م)

منہ شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوة الجماعۃ زیدیت نہ کور مطبوعہ نور محمدیہ، المطابع کراچی ۲۲۲/۱
منہ رد مختار بحوالہ فتاویٰ علیر مطبوعہ فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۰۹/۱

وبعبارة اخیری جس جماعت کو علماء واجب یا سنت ہو کر کہتے ہیں اس کا تا کہ شفی علیہ
 ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولیٰ بھی نفس جواز مختلف غیر تو ثانیہ کسی وقت اس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب
 تا کہ ہے لیکن ثانیہ دائماً مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولیٰ کے
 ہیں وہو لمطلوب (اور مطلوب ہی تھا۔ ت۔) رد المحتار میں ہے :

قد علمت ان تکرارها مکروه فی طاهر الروایة الا فی روایة عن الامام وروایة
 عن ابی یوسف کما قد من و قریب و سیاق
 ان المراجع عند اهل المذهب وجوب
 الجماعة وانه یأثم بتفویتها اتفاقاً
 آپ نے یہاں کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ
 ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام
 ابو یوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ
 ہم نے ابھی پہلے بیان کیا اور عنقریب آ رہا ہے کہ
 اہل مذہب کے ہاں راجح وجوب جماعت ہے اور
 جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گناہ ہے (ت۔)

بملا وہ کیا چیز ہے جس کی تغیرت بالاتفاق گناہ ثانیہ کو تو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ
 بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولیٰ ہی ہے تو ثانیہ کے اعتناء پر اسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت
 دینی اس سے بھی بدتر۔

وبعبارة ثالثة یہی علماء جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب و تا کہ جماعت کی تعریف
 فرماتے ہیں کما لا یخفى علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق (جیسا کہ ہر اس شخص پر
 واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور قرآن میں اختلاف و اتفاق کو جانتا ہے۔ ت۔) اور وجوب و
 تا کہ لاکراہیت سے اجتماع بمعنی نہیں من الفعل یا نذب ترک بعد حصول المتاکد لیسنا محال اگرچہ بمعنی المطلوب
 المطلوب اند فی قبل الحصول و مطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہو گا تو بمعنی اول
 فاعرف والمهم ان کنت تفهم بالیقین (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر ترفیق کو پاسنے والا ہے۔ ت۔)
 وہ حکم اجمالی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مجہور بلکہ قول بالجمال اور معاذ اللہ

عنه قلت وروایة عن محمد کما فی البحر
 والمجتبیٰ والمحلیة وغیرها ۱۲ من (م)
 میں کہتا ہوں امام محمد سے بھی ایک روایت ہے جیسا کہ
 بحر، مجتبیٰ، محلیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲ من (م)

سہ رد المحتار مطلب فی کراہیت تکرار الجماعة فی السجدة مطبوعہ مصلیٰ ابیانی مصر ۱/ ۲۹۱

قانون عقل و تمیز سے دور ہو گا وای شناعة اشنع من ذلك (یعنی اس سے بڑھ کر بد بختی کیا ہوگی۔ ت)
 خواہمسا ایک بد بختی بات، منیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے موافقت حضور سید المرسلین
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع الترتیب ایماناً اور وجوب کو کیا جلتے انکار اعلیٰ الترتیب بھی یا صرفت
 موافقت دائرہ، اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جماعت پر موافقت فرمائی اور کس
 سے ترک بریکر آئی، ظاہر ہے کہ وہ جماعت اولیٰ ہی تھی تو وجوب یا استثنائی ہو کہ اسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔
 تبلیغ احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے مشہر نہیں مگر وہ مطلق مطلق مطلق ہے جس کے تحقق کو
 تحقق فرد واحد اس پر صدق حکم کو صدق علی فرد و علی خلافت سائر افراد کافی و لہذا تضاد احکام افراد
 مورد احکام تضاد ہوتا ہے یا مطلق جماعت بدیکہ فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ
 ہے کہ جماعت جمعہ و جماعت پنجگانہ و جماعت کسوف و جماعت وتر رمضان و جماعت داخل بلا تداخی و بتداخی
 و جماعت ظہر فی الصریح المجموعہ وغیرہ سب کو شامل اس میں ہر یک فرد کی مطلق سے نفی و ہا قول بالثبوت قضیہ ہے
 لثبوتہ و نفیہ حکمیت و المطلق کلیہما (ثبوت و نفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق میں ت)
 کلام اس میں نہیں مطلق، اصول یعنی ذات فی یاما بیت متفرقہ فی ذی فرایہ ایہ کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ
 فردوں فرد ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو کلمہ اس کے لئے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع (جب
 تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ ت) یہ نکتہ ضروری المخط ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شطط ہوتی ہے
 وقد حققہ تاج المحققین خاتمة المدققین تاج المحققین خاتمة المدققین ہمارے سرور و سرور و سرور
 سیدنا النوال قدس سرہ المباحث فی قدس سرہ نے اس کی تحقیق اپنی کتاب اصول الرشاد
 کتابہ المسببہ اصول الرشاد لقیم مہانی لقیم مہانی میں کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی
 انفساد، لشد الہادی الی سبیل السداد۔ سید سے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

عہ لانہ ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق
 بحکم السرایۃ نکتہ اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق
 وقد نفی عہ لکنہ لم یثبت
 لمطلق فلم یثبت للفرد وقد
 اثبت لہ ۲، منہ (م)
 اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت
 کی وجہ سے مطلق کے لئے بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن
 جب اس نے فرد کے لئے ثابت کیا تو گویا مطلق تکمیل
 بھی ثابت کر دیا حالانکہ اس نے اس سے نفی کر دی۔ لیکن
 جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثابت
 نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے (ت)

باجملہ نہ جماعت اولیٰ پر ترجیح تہجد و ہر صحت رکھتی ہے نہ حکم و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتبار ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہو سکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتبار ثانیہ تضرعت اولیٰ گناہ قطعی اجتماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجد شارع ہو یعنی اُس کے لئے کوئی جماعت معلوم محیی نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے مختص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے،

کیونکہ پہلی جماعت دوسری سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہل محلہ نے بلند اذان و اقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتیٰ کہ اگر غیر محلہ کے لوگ کسی محلہ کی مسجد میں آئے اور انہوں نے اذان دی اقامت کی اور جماعت کر لی تو اب اہل محلہ محراب تبدیل کئے بغیر جماعت کر لئے کاتے رکھتے ہیں کیونکہ یہ امت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہو سکتا بیہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، اور راستے کی مسجد میں کوئی عمل باتہ متعین نہیں ہوتا لہذا باعتبار معنی نہ گور کے ایسی مسجد کی کوئی ایک جماعت دے دی نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اولیٰ ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض اولیٰ نہیں ہوتے۔ (ت)

ولہذا ہر گروہ کو آتا جائے اپنی اپنی جماعت اذان و اقامت سے جماعت کرے

جیسا کہ وہ اختیار میں خزان الاسرار سے مال تافہین لکھے اور انہی کے فتاویٰ حایہ کے واسطے سے ہے ہر وہ مسجد جہاں کوئی کوذن و امام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ و گروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت کے ساتھ

فان الاولیٰ التہیة عن التاہیة مطلقا او بشروطہ ہی، فاعلم اهل المسجد باذان جہرا و اقامة حتی لو ان مسجدا من مساجد الحی اذاء فوجہ من غیر اہلہ فادنوا و اقاموا و صدرا جماعة کان لاہلہ انت یصلوا جماعة من دون حجة الی، بعدول عن المحراب لان الحق لہم و لا یبطل بفعل غیرہم کما نصوا علیہ و ما حد الشارح لاهل لہا صیفا فلا یتحقق فیہا الاولیٰ بالحق فی المذکور بل اسکل اولیٰ ذیہ بعض من بعض ما ولی۔

کہ فی رد المحتار عن حرانی الاسرار عن اصالی الامام صفا ضحیٰ و فی حایہ مسجد یس لہ مؤذن و امام معلوم یصلی الناس فیہ فوجہ فوجاں ارد فضل انت یصلی کل فرقت باذان و اقامة

على حدة الله وفي المشامية عن المنيع
اما مسجد الشام فالناس فيه سواء
لا اختصاص له بفرقة دون فرقة
انگ انگ نماز پڑھے اور فتاویٰ شامی میں بیع
سے ہے رہا معاملہ مسجد شارع کا تو اس میں تمام
لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فریق کو تخصیص
حاصل نہیں ہے (ت)

الحمد لله كلام ابنه ذروة أقصى كوهنا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا کذا ینبغی المتحقق والله
ولی التوفیق (تحقیق کا تقاضا یہی تھا اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) روشن رہے کہ فقیر غفرلہ تعالیٰ
لہ کہ کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق و ادائے واجب الکرہ و احیاء
اہانت مراب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
عہد واثق لیا۔

اللهم اجعل من المفلحين وبعهد بیث
من الموفین علیہ وعلى آله العقبوة و
التسلیم مرہبنا تقبل منا انک انت
السمیع العیم۔
اے اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کرے
اور اپنے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ
عہد النفاذ کرنے والا سنا دے۔ اسے ہمارے رہبر
و ماری عزت سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے والا اور
جانتے والا ہے (ت)

الحمد لله کہ یہ ضروری و موجز جواب کا شرف صاحب فرست اختلافی کے چند متفرق مجلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۲ ہجریہ
روز جان افروز و شنبہ کو وقت اشراق مہر شرقی سامنے خام و لحاظ تارک بد و ختم نقلاۃ المرصعة فی
ہ حوالا جوبۃ الاربعۃ اس کا پورا نام ہوا و اخرد عو سنا ان الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ و
السلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین امین واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اعلم و علمہ جل مجدہ احکم۔

سہ روزہ مختار	باب الامارۃ	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	۱/ ۴۰۸
فتاویٰ قاضی خاں	فصل فی المسجد	مطبوعہ فولکشور کشتہ	۱۶/ ۳۲
سہ روزہ مختار	باب الامارۃ	مصطفیٰ البابی مصر	۱/ ۴۰۹

۱۳ الْقَطُوفُ الدَّانِيَّةُ لِمَنْ أَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَةَ ۱۳

(جماعتِ ثانیہ کو مستحق قرار دینے والے کے لئے ٹھکے ہوئے خوشے)

(جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ از مراد آباد مدرسہ ہادیہ مسند مولوی سید محمد حبیب الرحمن صاحب سلمیٰ

۱۱ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیین شرع میں اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ بغیر اذن و اقامت و بصورت بدل دینے ہیأتِ جماعتِ اولیٰ کی از روئے شریعت شریعتِ بلا کر اہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و جردا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جماعتِ ثانیہ پر کراہت مطلقہ مطلقاً بزود مباح عند اہل تحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بزرع مع رد و امع اذ ہم ناہی بعض اہل علم نے زمانِ بعونہ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں یہاں نفس مسئلہ کے اجمال احکام اور ان کے متعلق فتویٰ و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شانِ فتویٰ اسی کے شایاں۔

فأقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت)

أولاً نکلا رجاعت کے جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں،
(۱) جو مسجد شارع عام یا بار بار یا اسٹیشن یا سرائی کے لئے اہل معین نہیں، وقت پر چڑھ لوگ گزرے یا اترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

وہی ہے اوروں کا آنا، اتفاق و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع مکرار جماعت باذان جدید و تکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کر سکتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں وہی یکس جماعتیں ہو جائیں۔

(۲) مسجد محلہ کو ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اس میں اقامت جماعت انھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو مکرار جماعت بلاشبہہ جائز ہے جیسے کہ نماز جنازہ حالانکہ اس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر خیر ولی بے اذان ولی پڑھا جائے اب ولی اسے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید و بر سنت اعادہ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ ہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کر لی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اسی نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلوٰۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست فادہ سے وضو یا جسم یا پیر سے قدر، ہم سے زیادہ مٹی یا صاحبِ ترتیب کا باد صفت یا وہ وسعت وقت ہے اور اسے حائضہ وقت پر حائضہ یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہہ اپنی جماعت جدا گانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعت اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تر حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور غرضی میں ترک لی و مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامہ غیر متعلقین کو خرابی کو ابی اہل حق سے مخالفت اور مذہب اربعہ خصوصاً مذہب مذہب حنفیہ کی مضادیت پر مرعیں ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ و منوع ہے اپنی جماعت جدا کریں۔

(۷) اس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الیٰ شافعی مالک حنبلی اس صمدت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراست نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل ہمیں۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح اگر امام موافقیٰ المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام وغیرہ بلاد دار الاسلام میں تہجد و مسطین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ و مذہب بدعتی صاحب شیعہ یا حنبلی یا معاذ اللہ امکان کذب الہی تعالیٰ شانہ ماننے والا یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو برا جاننے والا کہ حسنہ التثقیق

ایسوں کی اقتدار بکراہت شدید سخت محکومہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زنا کار یا دارمی منہ اسود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں کے ایسوں وغیرہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی ان کی اقتدار شرعاً بہت ناپسند۔
(۱۱) امام اولیٰ نواب علم جاہل نمائندہ طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً ا، ع، یات، ط، یات، س، ص، یا ح، ۵۰ یا ذ، س، و، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آقا کل اس دار الفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بل میں مبتلا ہیں وحسب اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے نیائی بے احتیاطی یا سیکنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتد پر صحیح خواں کی نادر اس کے بچے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صوریہ مذہب متاخرین خود اس کی اپنی نماز کے حق بہت وسعتیں دے مگر تحقیق بھی بشرط معلوم مضبوط کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیں تاکہ قادر قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاہرم صحیح خواں کی جماعت ثانیہ ہی کا حکم ہے یہ صورت صورت اولیٰ کی مانند ہے اولیٰ اور نسبت دارد غرض ایسی صورتیں جماعت ثانیہ کی خاص تاکید یا فصل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علیٰ ان صحیح اصطلاح کلام کی گنجائش نہیں، خدا بطریقہ ہے کہ جب جماعت اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو ہمیں جماعت ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ در صورت کراہت قصداً تغزیت اولیٰ کی رغبت جبکہ ثانیہ تظہیر مل سکتی ہو اور در صورت فساد قرآن میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو، اب ان تمام مطالب پر نص میں علماء، مفتیین فقیر نے اسی سبب مسائل میں توفیقہ تعالیٰ قول مستقیم اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عبارات کتب یا مجاز و اختصار فعل کروں کہ ذکر اذیل و تطبیق و ترمیم و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تکرار لعلہ تعالیٰ، ان مباحث میں یہ سبب مدارج فتاویٰ و رسائل و تعالیم فقیر میں ملے ہو چکے ہیں وہاں اللہ التوفیق۔ متن غرض میں ہے لا نکرو فی مسجد محللہ یا دار و اقامتہ مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت

یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی بل معین مذہب یا جس نے نماز پڑھائی وہ مسجد کے بل میں سے نہ ہو (یعنی بل محلہ ہو) ۱۲ منہ یعنی اللہ تعالیٰ عزہ

عہ صادق مان لا اھل لہ او محمل من لیس من اھل ۱۲ منہ مر می اللہ تعالیٰ عہ (م)

الاذا اصلى بها فيه اولا غير اهله او صلى
اهله بمخافة الاذان ^{عليه}

جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلہ والوں نے
وہاں اذان و اقامت کے ساتھ اولاً جماعت کرائی
ہو یا اہل محلہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرائی ہو

ترجمہ: اگر اگر شرع تنزیہاً لا بصاری میں ہے:

لو كان مسجد طريقي جائز اجتماعا كما في
مسجد ليس له امام ولا مؤذن
ويصلي الناس فيه فوجا فوجا فوات
الا فضل ان يصلي كل فريق باذنه و
اقامة على حدة كما في امسالي
قاضى خان ^{عليه}

اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق ٹکڑا جماعت جائز
جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام و مؤذن مقرر
نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ درگروہ نماز ادا کرتے ہوں
تو ہاں افضل یہ ہے کہ ہر فرق اپنی اپنی اذان و
اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ
امالی قاضی خان میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تكره خلف من خلفك في لحن في وقت
البحرمان تيقن المراساة لم يكره
او بعد من لم يصح وان
شك كره ^{عليه}

مخالفت کے صحیح نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک
کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر
اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ
نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح
نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز
مکروہ ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

حاصل ان صاحب الہدایۃ جواز
الاقتداء بالشافعی بشرط
ان لا یعلم المقتدی عنہ

حاصل یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے شافعی کی اقتداء
کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مستندی
اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

کتاب در الاحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامة مطبوعہ مطبع احمد کمال الکائنہ فی اورسناد مصر ۱۲۵۸ھ

۸/۱-۴

مطبوعہ مکتبۃ البابا بی مصر

باب الامامة

کتاب در مختار

۸/۱-۴

مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

۸۳/۱

ما يمنع صحة صلاته في رأي
المفتدي كالفساد ونحوه وعند
مواضع عدم صحة الاقتداء به
في العناية وغاية البيان بقوله كما
اذا لم يتوضأ من الفحص والحاسر
من غير السيلين كما كان شاكاً في ايمانه
بقوله انا مومن ان شاء الله او متوجهاً
من القلتين او يرفع يديه عند
الركوع وعند رفع الراح من
الركوع او لم يغسل ثوبه من الصفي
ولو يفرقه او انحراف عن القبلة الى
اليسار او صلى الموتر بقسليمتين
او اقصر على ركعة او لم يوتر
اصلاً او فقهه في الصلاة و لم
يتوضأ او صلى فرض الوقت مرة
ثم اء الغنوم فيه مراد في النهاية
وان لا يرأى الترتيب في
الفوائت وان لا يصح رابع راسه
و مراد قاضي خاں وان يكون متعصباً
والكل ظاهر ما عدا خمسة اشياء
الاول مسألة التوضؤ من
القلتین فانه صحيح عندنا اذ لم
يقع في الداء نجاسة ولو يخطط بمستعمل

رائے کے مطابق صحت نماز کے منافی ہے، مثلاً
رگ کٹوانا وغیرہ، عدم صحت اقتداء کے چند مواضع
غبار اور غایت البسیان سے، ان الفاظ
سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوائے
یا غیر سبیلین سے کسی شے کے خارج ہونے پر
وہموز کیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے،
مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا
وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رکوع جتنے وقت
اور اٹھتے وقت رفع یرین کرتا ہے یا وہ منی لگ
جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی اسے
کھرچتا ہے (گاڑھی ہونے کی صورت میں) یا وہ
قبلے سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دو سلاموں سے
وتر اڑھتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل
پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں فتنہ سے بھٹتا ہے اور
وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھا چکا ہے پھر
اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایت میں
اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت
نہ رکھتا ہوں تاکہ وہ صلیب ترتیب کے چوتھائی ٹکڑے بن کر
قاضی خاں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو
ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔

اول قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک
بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور
اس کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

مسئلہ اولاد اکثر فلاحیہ ان یقید قولہم
بالقلبتین المتنجس ما وھما و المسهل
بالشوط المذکور لا مطلقاً۔

الثانی مسئلہ سماع الیدین
من وجہین الاول ان الفہم وایتہ
شاذة لیست بصحیحة روایة ولا درایة
الثانی ان الفساد عند الركوع لا یقتضی
عدم صحۃ الاقتداء من الابتداء مع
ان عمر ورض البطلان غیر مقطوع بہ حتی
یحصل کالمتحقق عند الشروع لان الرفع
جائز الترك عندہم لسنیۃ۔

الثالث مسئلہ الانحراف عن
القبلة الی الیسار لان المانع عند ان
یجوز المشارق الی المغرب والفقہ
لا ینحر فون هذا الانحراف۔

الرابع مسئلہ التعصب لام
التعصب علی تقدیر وجودہ عنہم
انما یوجب الفسق والفسق لا یمنع صحۃ
الاقتداء۔

الخامس مسئلہ الاستثناء
فی الایمان فان التکفیر غلط و
الاستثناء قول اکثر السلف اھم منقطعاً
یرکلام بحر فی البحر تھا۔

لہذا اقلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے
مگر قلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی
برابر یا زائد ملا ہو در نہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔
دوم رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک فساد
والی روایت شاذہ ہے نہ روایت صحیح ہے نہ درایت۔
دوسری یہ کہ رکوع کے موقع پر فساد کا عارض ہونا
ابتداء اقتداء کے منافی نہیں یا وجود اس کے بطلان
کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتی کہ اسے برکت شروع
ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا
پھر ٹنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت
ہی ہے (تو ممکن ہے وہ اس کو ترک کرے)۔

سوم قدامت سے مائیں طرف انحراف کا معاملہ
تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف
ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف تجاوز ہو اور
شوافع ایسے انحراف کے قائل ہیں۔

چہارم ربا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے
تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق
صحۃ اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔

پنجم باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ
معلق کرنے والا مسئلہ، تو اس میں فتویٰ کفر
غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت مشکل کا قول ہے تلخیصاً

اقول وقد كانت تظهر لي بحمد الله الخمسة المذكورة اول ما نظرت اسكلامه مع زيادة فنذكر ما بقى من الابحاث تنبيها للافادة الاول قولهم لو يوتر اصولا لا يظهر له وجه فانه بتركه لا يفسق فضلا عما يوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وانما وجب عندنا فهو مجتهد فيه ولا تهيب بالاجتهاد وانما حبل على ابله ان لم يصله لم يصب الاقتداء به في الفجر بشرطه لغوات الترتيب ما في قوله نداء في النهاية وان لا يراعى الترتيب ثم ما ايتى العلامة الشافعي عطلة في منحة الخصال بهذا ثم اعلمه بالتكرار قال فليت مثل ما لم اذ **اقول** بل هو اشد من التكرار فان قوله نداء لا يحتمله كما علمت **الثاني اقول** وينبغي اسقاط عطلة الوتر بتسليمتين فان طريقت المبطل غير البطلان من رأس كما ان نداء المبطل هو صواب ما ذهب اليه الامام ابو بكر الرازي

اقول (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور پیش بھی ہیں جن ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کر دیتے ہیں، اول، اصول وہ وتر نہ پڑھتا ہوا یا کہ قول نہ نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چاہے اس کی اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے پاس اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاسکتا اور اگر اس جہالت کو اس پر محمول کیا جائے کہ اگر وتر نہ ادا نہیں کرتا تو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہو گئی ہے، تو اب اس کے قول کو نہایہ میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تو اقتداء جائز نہیں ایسا ہی قرار پائے گا، پھر میں نے مدد رشتہ کی دیکھ کر انہوں نے منہ الخالق میں یہ ہی علت بیان کی اور اس پر تکرار کا اعتراف کیا، اور کہا اس سے مراد یہ غور کرنا چاہئے اقول (میں کہتا ہوں)، بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس لفظ نداء اس کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ جان لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اقول (میں کہتا ہوں)، وتر کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے کا احتمال کو ساتھ کر لینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل لا حق ہونا دُ اس بطلان کا غیر ہوتا ہے جو ابتداء ہو جیسا کہ بکر میں ہے۔ پھر امام ابو بکر رازی

لا یفسد بالمأل ایضاً لا من اماسه
 لم یخرج عند نفسه بالسلام فانه
 یحسب ما بعده من الوتر وهو یجتهد
 فیہ نعم الاصل الفساد کما جزم
 به فی متن التنویر وهو المؤید بقول
 الجمهور الصحيح المشهور من ان
 العبدة لرأی المقتدی الثالث مثله
 الکلام فی اقتصاره علی رکعة الترابع
 اید الشاعی قال احادیثنا حفظه الله
 قدلی انت المراد انصرفوا
 اجتهدوا فی القبلة مع وجود المحاریم
 القدیمة فانه یحوز عند هم
 لا عندنا فلما انحرف عن المحارب
 القدیم (ای انحراف جاوز المشارق
 الی المغارب) لا یصح الاقتداء به
 اقول وهو وجه سقط لوجه اسقاط
 عند الانحراف نعم لا ید من التقیید
 وهو غیر یقید فانت عدم رعاية الترتیب
 وعدم غسل المني او غیره کل مقید کما
 تبہما علیہ ولم یوجب اسقاطهما فکذا
 هذا و به ظهر الخامس وهو عدم
 اسقاط التوضؤ من الغلتین وان
 كانت الوجه هو التقیید الا ان

جس طرف گئے ہیں وہیہ ہے کہ یا تو بھی نہ فاسد
 نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ امام نماز
 سے خارج نہیں ہو رہا بلکہ وہ مابعد کو ترجیح دیتا ہے
 لہذا وہ معاملہ اجتہادی ٹھہرا ہاں اصح فساد ہے
 جیسا کہ اس پر متن تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس
 کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے
 کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ
 ترک ایک رکعت پر حنا اس پر بھی سابقہ گفتگو
 ہی ہے۔ چوتھا امام شافعی نے فرمایا ہمارے شیخ
 حفظہ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قدیم
 محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے
 انحراف کریں تو یہ ان کے ہاں جائز ہے جہاں سے ہاں
 ہاں نہیں تو اگر امام محراب قدیم سے منحرف ہو گیا
 (یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف
 تجاوز ہو) تو اس کی اقتدار صحیح نہ ہوگی اور اقول
 (میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو
 انحراف کے وقت استسقاء کی گئی ہے،
 ہاں اسے مقید کرنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں
 کیونکہ عدم رعایت ترتیب یا عدم غسل مني یا اس کا
 کھرچنا تمام مقید ہیں جیسا کہ ہم نے اس پر تنبیہ کر دی ہے
 تو یہ بات ان کے استسقاء کا سبب نہیں ہو سکتی تو
 یہاں (انحراف) میں بھی یہی معاملہ درستی پانچوں بحث
 ظاہر ہے اور وہ قلیبی پانی سے وضو کا حکم استسقاء ہے اگرچہ

مناسب اس کا مقید کرنا ہے مگر غالب و نادر اور
خفی و قلیل میں فرق کیا جاتا ہے اب ہم سابقہ گفتگو
کی طرف لوٹتے ہیں یہ تو مناسب مقام کی وجہ سے قلم
سے مجبوراً تحریر صادر ہو گئی (ت)

حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتدار تین طرح کی ہے
اول یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط و رعایت
کرنا معلوم ہو تو اب اس کی اقتدار میں کراہت
نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم
ہو تو اب اقتدار صحیح ہوگی لیکن اختلاف اس بارے
میں ہے کہ کیا بالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتدار
مطلوب ہے عدم احتیاط کا علم ضروری ہے

۔ یا فی الجملہ عدم احتیاط کا علم
ضروری ہے۔ نہایت میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے
لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاویٰ زہری
میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اقتدار صحیح ہے اور اس
کے ساتھ حسن ظن رکھنا اولیٰ ہے۔ ثالث یہ کہ اسکے
بارے میں علم نہیں کہ وہ رعایت کرتا ہے یا نہیں
(یعنی مشکوک صورت ہے، تو اب اقتدار مکرر وہ
ہوگی۔ (ت)

یفرق بالعلی و النادر والخفی والمتبادر
ولنرجع الی ما کنا فیہ من الکلام فما
کانت الا صحت تجاذب القلم عنان
المرام لمناسبة المقام۔
نیز تحریر میں ہے:

فعبارة ما حصل ان الاقتدار بالشافعی
على ثلاثة أقسام الاول ان يعلم منه
الاحتیاط فی مذہب الحنفی فلا کراهة
فی الاقتدار به التالی ان یعلم منه
عدمه فلا صحیح لکن اختلفوا هل یتقرب
ان یعلم منه عدمه فی خصوص
ما یقتدر به او فی الجملة صحیح فی
النهاية الاول وغیرہ احتیاط التالی
وفی فتاوی الزاهد عن الاصح
انه یصح وحسن الظن به اولی
التالی ان لا یعلم شیئاً
فانکراهة (ملاحظہ)۔

رد المحتار میں ہے،

شیخ خیر الدین نے علی الشافعی سے نقل کیا ہے کہ
وہ مخالف کی اقتدار کو اس وقت مکروہ جانتے جب

نقل التیغ خیر الدین عن الشافعی
ان فی انہ عشی علی کراهة الاقتدار

بالمخالفة حيث أمكنه غيره ومع ذلك
 هي أفضل من الأفراد ويحصل له
 فضل الجماعة وبه اتفق الرضائي والكبير
 واعتمد السبكي والاسنوي وغيرهم قال
 وابن حاصِل انت عند هم في ذلك
 احتلافا وقد سمعت ما اعتمد الرضائي
 وافق به والفقير قول من قوله في يتعلق
 باقتداء الحنفى بالشافعى والعقبيه
 المنصوب يسلم ذلك ما وانما رضى فقه
 الحنفى ولا يراعى اتفاق العالمين
 او ملخصا يعنى به نفسه ورضى الشافعية
 راجعهما الله تعالى فتحصل ان الاقتداء
 بالمخالفة السراج في الفرائض
 افضل من الأفراد اذا لم يجد
 غيره والا فلا اقتداء بالموافق
 افضل به

اُسى مي مرتنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے ،
 لو كان لكل هذا صاحب كما في زماننا
 فلا فضل الاقتداء بالموافق سواء
 تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة
 المسلمين وعلى به جمهور المؤمنين من اهل
 الحرمين والقدس ومصر و

غیر کی اقتدار ممکن ہو۔ اور اس کے باوجود اقتدار
 تنہا نمازی سے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت
 کا قراب مل جائے گا۔ اسی پر رٹل کبیر نے فتویٰ دیا
 سبکی اور اسنوی وغیرہا نے بھی اسی پر اعتماد
 کیا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں
 اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا
 ہے جس پر رٹل نے اعتماد کرتے ہوئے فتویٰ دیا اور
 فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتدار میں جو
 حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیہ اسے
 تسلیم کرے گا۔ میں رٹل ہوں فقہ حنفی
 رکھتا ہوں دو عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی
 شک نہیں ہے۔ تخصیص یہاں انہوں نے انا سے
 پی نہ دیت۔ اور رٹل سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ
 یہ ہوا کہ اس مخالفت کی اقتدار جو رعایت کرتا ہو
 فرائض میں، تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس
 کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق طے کی صورت
 میں اس کی اقتدار افضل ہوگی۔ (ت)

اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے
 تو موافق کی امتداد افضل ہوگی خواہ وہ پہلے
 امامت کرے یا بعد میں اسے ہی مائتہ المسلمین نے
 مستحسن بنانا ہے اور اہل حرمین، بیت المقدس،
 مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان

اشقام ولا عبوة يمن شن منهم

سے جو کوئی اٹکا تو اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں
اس کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

پھر خود فرمایا:

والذی یعیل الیہ القلب عدم کراہة
الاقتداء بالمخالفة ما لم یکن غیر صراح
فی الفرائض وانه لو انتظر احد من مذہبہ
بعیدا عن الصفوف لم یکن اعتراض
عن الجماعة لتصلو بآسہ یرید جماعة
اکمل من هذه الجماعة

جس بات کی طرف دل مائل ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ
جو مخالفت فرائض میں رعایت کرنے والا ہر اس
مخالفت کی اقتداء نہ کرے نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص
جماعت کی صفوں سے دور اپنے مذہب کے امام
کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعتراض نہ ہوگا
کیونکہ وہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت
کے انتظار میں ہے (ت)

اسی میں زیر مسئلہ امامت عہد و اعزابی وغیرہا تبعا للبعد (بحر کی اتباع میں) ہے۔

یکرة الاقتداء بهم تنزیہا فان امکن
العملا خلف غیرهم فهو افضل والا
فالاقتراد اولی من الانفراد

ان کی اقتداء نہ کرے نہ ہوگی، اگر ان کے علاوہ
کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا
اداکر نے سے ان کی اقتداء بہتر ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی المہراج قال اھن بنا لا ینبغی ان
یقتدی بالفاست الا فی الجمعة لانه فی
غیرھا یجد اھاما غیرا

معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ
جمہور کے علاوہ میں فاست کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ
جمہور کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتداء
ممکن ہوتی ہے (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

لہ روا المختار	باب الامامة	مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر	۴۱۴/۱
کے	"	"	"
کے	"	"	۴۱۳/۱
کے	"	"	۴۱۲/۱

بقی لوکان مقتدی یا بمن یکره الاقتداء
به ثم شیخ من لا کراهة فیہ هل
یقطع ویقتدی به استظهر ط ان الاول
لوف سقا لا یقطع ولو مخالفها و شک فی
مراعاة یقطع اقول والاظهر العکس
لان الشکی کراهته تنزیهیه کالاعطی و
الاغرابی بخلاف القاسق فانه استظهر
فی شرح المنیة انها تحریمیه لقولهم
ان فی تعدد بینه للامامة تعظیبه وقد وجب
بعیننا اهانته

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتداء میں ہے
جس کی اقتداء مکروہ تھی، تب بعد ہی ایسا امام جماعت
کر دے تو اسے جس میں کراہت نہیں تو کیا اب وہ نماز
توڑ کر اس کی اقتداء کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے
کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز نہ توڑے اور اگر وہ
مخالفت ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز
توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر و مختار ہے
کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور
ناہن میں ہے بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے
میں شرع فیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ قہری ہو نا ظاہر ہے کیونکہ

فقہا کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی امانت لازم ہے (د ت)۔

غیۃ المستملی شرح غیۃ المصلی ص ۱۰۲ ار ایہ الحلی میں ہے،

یکره تقدیم المبتدع الصلاہ فاسق
من حیث الاعتقاد و هو اشد من الفسق
من حیث المصل لان الفاسق یعترف
بالبطلان من حیث الاعتقاد و یستعصر بخلاف
المبتدع

بدنی کی اقتداء بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاداً فاسق
ہے اور حقیقتاً فاسق عملاً فاسق سے ہر ہے،
کیونکہ فاسق عملاً اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے اور
ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدنی
کے کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ (د ت)۔

تخیر الابصار و در مختار میں ہے،

لا یصح اقتداء غیر الاثنی عشر علی الاصل
کما فی البحر و حور الحلی و ابن الشحنة
انه بعد بذل جهده دامنا حتی کالامی
ولا یوم الاحتلہ ولا تصح مصلاته

صح قول کے مطابق غیر قریب قریب کی اقتداء کرنا
صحیح نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، حلی اور ابن شحنة
نے کہا جب تو ملا داعی کو شش کرتا ہے تو وہ اقلی
کی طرح ہے اور قریب قریب کی اقتداء کر سکتا ہے اور جب

اذا هكته الاقتداء بمن يحسد او ترك جهدا او وجدا
قدرا الغرض مما لا لشغ فيه هذا هو
الصحيح المختار في حكم الالتم وكذا ان لا يقدر على
لتلفظ بحروف من الحروف
اسے کسی پڑھنے والے کی اقتدار ممکن ہو تو اب تنہا نماز
نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک
کر دی یا وہ مقدار فرض کی قرأت پر قادر ہو گیا جس میں
تو تو اپنی پیہ انہیں پڑھنے کے حکم میں بھی صحیح و مختار ہے اسی طرح
اس شخص کا حکم ہے جو حروف میں سے کسی حرف کے
صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

وذلك كالرهنم الرحيم والشيئات الرحيم
والألمين وإياك نابذ وإياك نستدين السرا
أنا مت فمن ذلك حكمه ما مر
فتاویٰ خیرہ میں ہے : ۱۰

امامة الاشارة للفصل

۱۰ سیدہ فی مرجع صحیح

(راجع اور صحیح قول کے مطابق نصیح کے لئے توتلے کی اقتدار خاصہ نماز ہے۔ ت)

اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان و قامت ہر وجہ سنت امام مرا فقی
المذہب سالم العقیدہ مشتقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کر لی پھر
باقی ماند ہوگئے آئے انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور ہے ترکراہت
یا ہے کراہت؟ اس بارے میں میں تحقیق و تحقیق و حاصل اینتی نظر دقیق و اثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار
جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
مہذب و طاهر الروایہ ہے، متنی متین عجیب البحرین و بحر الرائی علامہ زین میں ہے :
ولا تکررہ فی مسجد محلیۃ باذان ثانی مسجد محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت
جائز نہیں۔ (ت)

۸۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب الامارۃ	سے در مختار
۲۲۱/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابا بی مصر	"	سے رد المحتار
۱۰/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الصفوۃ	سے فتاویٰ خیرہ
۳۲۶/۱	ایک ایام سیدہ کنہی کراچی	باب الامارۃ	سے بحر الرائی

در مختار و غرر احسن الامرار میں ہے :

والنظم للتكرار الجماعة باقامة
اقامة في مسجد محلة لافي مسجد طريق
او مسجد امام له ولا مؤذن۔
الغادر کے ہیں محلہ کی مسجد میں اذان و اقامت کے
ساتھ تکرار جماعت مکرر ہے ، راستہ کی مسجد یا ایسی
مسجد جس کا کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرار
جماعت مکرر نہیں۔ (ت)

غرر الاحکام اور اس کی شرح در الاحکام میں ہے :

لا تكرر الجماعة في مسجد محلة باقامة
واقامة يعني اداكات لمسجد امامه و
جماعة معلومة فصل بعضهم
باذى واقامة لاي صاحب يقيم تكرر الجماعة۔
اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلہ کی مسجد
میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور
جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان و اقامت کے
ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان
اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے۔ (ت)

شرح الحج للمصنف الزمام العاشر اس السامی و قادی ہندیہ میں ہے :

السجد اذ كان له امام معلوم وجماعة
معلومة في محلة فصل اهلها في الجماعة
لا يباح تكرارها في اذان ثان۔
وجز كروى وغيره علامہ علی میں ہے :

لو كان له امام ومؤذن معلوم فيكره تكرار
لجماعة في اذان و اقامة عندنا۔
اگر مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں تکرار
نزدیک اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت
مکرر ہوگا۔ (ت)

ذخيرة العقبی شرح صدر الشریعة العظمی میں ہے :

سنة در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی ۸۲/۱
سنة در الاحکام شرح غرر الاحکام فصل في الامامة مطبوعہ امکا علی النکاتہ دار سعادت مصر ۸۵/۱
سنة قادی ہندیہ الفصل الاول في الجماعة نورانی کتب خانہ پشاور ۸۳/۱
سنة نذیر السنی شرح نذیر المصلی فصل في احکام المسجد مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۴

ان کا فی للمسجد امام معلوم و جماعۃ
معلومة فصلوا فیہ بجماعۃ بادان
واقامة لا یباح تکرارہا بہما
اگر مسجد کا امام اور جماعت معین ہے اور اس میں
لوگوں نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی
تو اب اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت
مباح نہیں۔ (ت)

جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدیدہ کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف و لہذا اسی مذہب کو امام
محقق محمد محمد ابن امیر الحاج علی نے علیہ میں اس عبارت سے اشارہ فرمایا،

المسجد اذا كان له اهل معلوم فصلوا
فیہ او بعضهم باذان واقامة مکروه لغير
اہلہ ولباقین من اہلہ اعادة الاذان
واقامة
اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام
یا بعض اہل اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کر لیں تو
غیر اہل محلہ اور باقی ماندہ اہل محلہ کے لئے اذان و
اقامت کا اعادہ مکروہ۔ (ت)

اور اگر غیر اسی کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائزہ روا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے،
فرائن میں ہے،

لو کور اہلہ بدوہما جہا جہا
اگر اہل محلہ بے بغیر اذان و اقامت کے تکرار جماعت
کیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے (ت)

در میں ہے،

لو کان مسجد الطريق یباح تکرارہا بہما
ولو کور اہلہ مد و فہما جہا جہا
اگر راستہ کی مسجد ہو تو اذان و اقامت دونوں کے
ساتھ تکرار جماعت مباح ہے اور اگر اہل محلہ ان
دونوں کے بغیر تکرار کریں تو جماعت جائز ہے (ت)

شرح المجمع للمصنف و مشکیر میں ہے،

اما اذا جعلوا بغير اذان یباح اجماعا
اگر بغیر اذان کے پڑھی تو بالاجماع مباح ہے اسی طرح

لہ ذخیرۃ المتقی کتاب الصلوۃ
مطبوعہ غشی نو کشور کانپور انڈیا ۷۷/۱

لہ حیلۃ المحلل شرح فیتہ المصل
باب الامامة
مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۰۸/۱

لہ رد المحتار بحوالہ فرائن الاسرار
فصل فی الامامة
مطبوعہ مطبعہ احمدیہ کاملہ لکھنؤ فی دار سعادۃ مصر ۲۵/۱

لہ درر الحکام شرح فرائن الاحکام

و کذا فی مسند قاسم عیسیٰ الطریق . حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔ (ت)

ذخیرۃ النعمۃ و شرح الجمع للعلامہ ہے
یوسف دہلوی بلا دان بیاح اتفاق۔

اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو بالاتفاق تکرار جماعت

مباح ہے۔ (ت)

عجاب و ملقط و شرح در البحار و رسالہ علامہ محمد امجد السند فی تلخیص الحق ابن الہمام و حاشیہ البحر
للعلماء حیرامی ارطلی استاذہ حسب الدر المختار میں ہے :

يجوز تکرار جماعۃ بلا اذان و بعد اقامۃ
ثانیۃ اتفاقاً قسوی بعضہم اجماعاً
تکرار جماعت اذان و اقامت کے بغیر بالاتفاق
پائزہ ہے کہ بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل

ہوا ہے۔ (ت)

پھر یہ جواز مطلقاً محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی جامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں
جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح و مآذون فیہ ہے۔ بڑا زیہ
و شرع غیہ و رد المختار میں ہے :

عن ابی یوسف انه اذا لم تکن الجماعۃ علیٰ
الاولی لا قنۃ ولا قنۃ و هو المصحح
و بعدول عن المحراب تختلف
الھیأۃ۔ (ت)

ولہ الجملہ و تانا در حانیہ و تسمیہ میں ہے : بہ ناخذ (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ ت) اسی میں ہے :
قد قلت ان المصحح تکرار الجماعۃ
اذا المثلث علیٰ الھیأۃ الاولی
جب وہ جماعت پہلی حیثیت پر نہ ہو (ت)

۸۳/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۸۳/۱	۸۳/۱
۴۴/۱	منشی نو کشور لاہور انڈیا	۴۴/۱	۴۴/۱
۲۴۶/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۴۶/۱	۲۴۶/۱
۴۰۹/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	۴۰۹/۱	۴۰۹/۱
"	"	"	"
"	"	"	"

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

والتفصیل مآخذ آخر الحمد لله العلی الاکبر
والصلوة والسلام علی الحبيب الانم هو
والله والصلی بالاطالب الغرور۔
والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته انما واحکم۔

مشتملہ زیر نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہو کر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرأت بکھر
پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتدار نہ کی اور اُس آنے والے میں علیہ اپنی قرأت بکھر شروع کر دی اور دوسری
جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا
حکم ہے اور وہ شخص ایک آن میں قرأت بکھر کر سکتے ہیں یا نہیں، بینا تو جردا۔

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے حتیٰ کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں
یعنی جب عساکر مسلمین و لشکر کفار میں صف آرائی ہو اور جو مذہبی کرپے ہوں اور وقت نماز آجائے اُس وقت
بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہ ہوتی پائے اور ایک ہی امام کے
پچھلے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف برسر معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت میں پھر یہ نصف متعابد پر چلے
جائیں اور وہ اگر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی فضا نہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لئے عین نماز
میں مثنیٰ کثیر جو مفسدہ صلوٰۃ ہے روا رکھی گئی۔ علاوہ بریں مآذ آیات و احادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں
اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایلاف مسلمین ہے کہ نہایت محبوب الہی ہے یہ فعل بالکل اس کے
مناقض ہے کہا بلا یخفی (جیسا کہ غنی نہیں۔ ت) جس زمانے میں نظم خلافت حقہ شیخہ اور بنائے امامت
راشدہ ازہم ریختہ ہو گئی تھی اور سلطنت فساق و فجار بلکہ بد مذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت
کو تے اور صحابہ و تابعین و کافر مسلمین مجبور ہی ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر دین نے تفسیری
جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شناخت میں کوئی شبہ نہیں اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب
طعن و طام ہو اخصر صا جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے تھا مرکب ہوا
یا درجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عباد امام اول کو بد مذہب و جہد ع ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکافان
کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اُس پر اشد و اکہ ہے مگر کہ در حقیقت امام اول سے بدعت بحد کفر و ارتداد مرتقی ہو گئی ہو
شلا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیادۃ بائدہ تو بین کرتا ہو۔ حضور کے ختم نبوت میں کلام رطہ ہو

حضور والا کے بعد کسی کے حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الہی کے تمام محفلین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپت بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو و علیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائفہ مکفرہ رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زیر کا نہایت محروم ہو گا اور وہ اس پر اجر جزئی پاسے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عند اللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز راستا باطل ہے۔

فی التثویر ویکبرہ امامۃ المہتدی لا یکفر
بہا و امن کفر بہا فلا یصح الاقتداء
بہ اصلاً اہ ملخصاً۔
تثویر میں سب اس بدعتی کی امامت مکروہ ہے جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچے اور اگر حد کفر تک پہنچ جائے تو اس کی اقتداء بالکل درست نہ ہوگی اہ غنیۃ (ت)

اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز جمع میں ظاہر کرنا یا اس کے رجوع تو یزید یا حاضرین کی عکاد سے اس کے گریہ کرنے کا ہو تو اب یہ فعل اور بھی محروم و ضروری ہو جائیگا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب یہ اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت شانہ و قلم حائز ہوگی لہذا ذکر ان الحدیث الاولیٰ لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطول الصلاۃ بالاعتداء بالامام الاول (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جماعت درحقیقت جماعت ہی نہیں کیونکہ امام اول کی اقتداء میں نماز ہی باطل ہے۔ ت)

لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کر کے اپنی جماعت کمرے و ہذا مسئلہ ظاہر جہد الاخفاء فیہ عند عقل سلیم و ساداتہ و اللہ تعالیٰ اعوذ علیہ جل مجدہ اتقو حکمہ عز شانہ احکم (یہ تمام کا تمام خوب واضح ہے ہر صاحب عقل سلیم اور سمجدار پر کچھ مخفی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم و ملکہ علی مجددہ ام و مسکد عز شانہ احکم۔ ت)

مشکل کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز مشایا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا، بعدہ سب مصل اپنے وقت معینہ پر جمع ہو گئے اور اس کے بعد انھوں نے پاؤ گھنٹا وقت معمول سے دیر کی واسطے تکمیل حکم امام صاحب

کے، پھر انہوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی، آیا ان سب کی نماز درست ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب پھر آکر لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز میں جوئی تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور امام صاحب کوئی فتویٰ اپنی رائے سے واسطے خواہشی نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ بینوا اتوجروا

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک نہ آئے جماعت نہ کرنا ہرگز ضرور نہیں! بعض اوقات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے میں اور وہیں تشریف لانے میں دیر ہوتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کر لی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا۔ ایک بار عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ہو مہرود بہ فی الاحدیث (جیسا کہ اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے۔) امام کا کہنا کہ تمہاری نماز ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنا لینے سے تمہاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور شریعت مطہرہ پر صریح افتراء ہے اپنی خواہش نفسانی کے لئے اپنی رائے سے فتویٰ دینے والا لائق امت نہیں، ہاں جس شخص کو اس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاد اللہ اس کے مذہب میں ایسا فساد کما جس سے اس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست ہے کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس مقتدی پر مقتدیوں نے سخت خطا کی انہیں تو پرچا ہے اور اس نمار کی تضا پڑھیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جامع مسجد ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب

تارک جماعت وہ کہ کسی عند شریقی قبل قبول کے قصد جماعت میں حاضر نہ ہو نہ جب صحیح معتبر پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا کہ گارہ تارک واجب ہو استحقاقاً بواب ہوا والیعا ذی اللہ تعالیٰ اور اگر عادی ہو کہ بار بار حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بار بار حاضر بھی ہوتا ہو تو بلا شبہ فاسق خارج مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرہ بعد الاصل فی نصیر کبیرۃ (یعنی اسرار کی بنا پر کبیرہ ہو جاتا ہے۔) نہ درمختار میں ہے،

(الجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال (جماعت مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے) زہدی
انما اهدى ارادوا بالثاکید الوجوب (ذیل نے کہا یہاں تاکید سے مراد وجوب ہے) (بعض نے
واجبة و علیہ العامة) ای عامۃ کہا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اکثر علماء کا

مشاۓخاوبہ جزم فی التَّحْفَةِ وَغیرھا قال فی
الْبَہْرِ وَهُوَ الرَّاجِحُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَذْهَبِ
(فتن او تجب) ثمرتہ تظہر فی الاثر
بترکھا مَعَ اَھْلِ مَخْتَصَرَا۔

رد المحتار میں ہے :

قوله . قال فی البہر و قال فی النہر ہو
اعدل الاقوال واقواہ ولذا قال فی
الاجن س لا تقبل شہادتہ اذا ترکھا
استخفا فاذا عجزتہ اما مہوا او بشا وید
لکنون الا صام من اہل الاہواء اولایہ علی
مذہب المقتدی فتقبل اھ ط

واللہ سبحانہ و تعالی اعلم

رستے یہی ہے) یعنی ہمارے اکثر مشائخ کی رستے یہی
ہے اسی پر تحفہ وغیرہ میں حرم کیا ہے، بھر میں ہے کہ
اہل مذہب کے ہاں یہی رائج ہے (پس سنت ہو
یا واجب، اس کا قرعہ اختلاف ایک بار ترک کرنے پر
گناہ کی صورت میں سامنے آئے گا اور مختصر آیت)

اس کا قول، کہا بھر میں ہے اور کہا نہر میں ہے کہ
یہی معتدل اور قوی قول ہے اور اسی لئے اجناس
میں ہے جب کسی نے سستی اور ہلکا سمجھتے ہوئے
جماعت کو ترک کیا تو اس کی شہادت قبول نہ ہوگی،
ہاں اگر وہ ترک ہو یا تاویل جیسے امام کا اہل ہوا میں
سے ہو یا مذہب مقتدی کی عایت نہ کوئے والا ہو
تو پھر شہادت قبول ہو جائے گی (احط است)

مسئلہ از بلدانہ ملک برادر مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال نور ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خور جو پنج وقتہ نماز پڑھتا ہو
اس طرح پر کہ اپنے پیشے سے فارغ ہو کہ فصل کر کے ظہر کھڑے ہیں کہ مسجد میں جائے قعود شریک جماعت ہو سکتا
ہے یا نہیں، اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صفت میں کھڑا ہو یا حلال اس کو جگہ ملے یعنی اعلیٰ صفت میں بھی
کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح و بعد نماز عصر نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں
سے مصافحہ اور مسجد کے گوشوں سے، ضرور کر سکتا ہے اور جو حلال خور اپنا پیشہ ذکر کرتا ہو صرف جازوب کشی بازار وغیرہ
کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے، ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع
بخشنے۔ ینو اتوجروا

الجواب

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سبب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بے شک صفت اول یا ثانی میں

سنہ درمختار	باب الامارۃ	مطبوعہ مطبعہ محبتی دہلی	۸۲/۱
سنہ ذوالحجۃ	-	مصلیٰ البانی مصر	۴۱۰/۱

جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا، کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المسجد لله بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

جب بندے سب اللہ کے مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الہی کیونکر روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

من اظلم من منبر مسجد الله ان يذكو اي میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزوجل کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، منٹ صاحب یا تاجدار مہاراجا کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں، علماء جو ترتیب صفوں لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں:

يعصف الرجال ثم العصب ثم الخشب یعنی صف بامذہب مرد پھر لڑکے پھر خلیج پھر شمع النساء عورتیں۔

بیشک زبالت یعنی پائمانہ کمانے والا یا کاناس یعنی باروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اعلیٰ صف میں کھڑا ہوتا ہے گا اور خاں صاحب اور شیخ صاحب منٹ صاحب کے لڑکے پھر صف میں جو اس کا خلاف کرے گا حکم سشرون کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اُس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کیونچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس و عید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قطع صف قطعه الله يقطع جس کو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے گا۔

سۃ القرآن ۱۸/۷۲

سۃ مسند احمد بن حنبل از مسند الزبير بن عوام رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۶۶/۱

سۃ القرآن ۱۴۲/۲

سۃ در مختار باب الامامة مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۴/۱

سۃ سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

اور جو تراضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے
شانہ نشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدہ میل کا سچا ہوگا کہ حضور انور
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وصل صفاً وصلہ اللہ فی جو کسی صفت کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔

دوسری جگہ چار سے نبی کریم علیہ وسلم اور افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں۔

اناس بنو آدم و آدم مرتب تراب۔ مرداد
ابود و ذوالقرمذی و حسنہ و البیہقی
بسنہ حسن عت ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم تپتی سے اے
ابود و ذوالقرمذی نے روایت کو حسن کہا اور بیہقی
نے سنہ حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

یا ایہا الناس ان ربکم واحد و انت
ایاکم واحد اذ لا فضل لعرب علی عجمی
ولا لعجمی علی عربی و لا کاحمر علی اسود
ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی انت
اکرمکم عند اللہ التمسکوت مرداد البیہقی
مرت جابر بن عبد اللہ مرتب اللہ
تعالیٰ عنہم۔

اے لوگو! بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک
تم سب کا باپ یک شمس لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو
عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے
کو گورے پر مگر پر سیزگاری سے، بیشک تم میں
بڑے نسبتہ والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پر سیزگاری
اسے بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبانی ثرنا مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو مثلاً جہاں
نہ کافر جنگی پائے جاتے ہوں جہاں اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبات
جذب کرے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع ازیوت و تنظیف بیروت و حفظ صحت کی نیت

۱/۹۴ سنن ابوداؤد باب تسوۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۲/۱۵۹ جامع الترمذی سورہ الحجرات ایمین کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۳/۲۸۹ سنن شعبان فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالاباء حدیث ۵۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لفظی النجاسات من دون ضرورة (کیونکہ نون غیر ضرورت کے نجاسات کو لینا لازم آتی ہے) وہ بھی ہرگز حد فستی تک فستی ہیں فتح القدیر و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

اما شهادة احد الصناعات الدينية كالسجدة
و نزال والحدك والحدجام والاصح
انها تقبل لانها قد تولد قوم صالحون
قد لم يعلو القدر لادبني عي ظاهرا
العتاة
رہا معاملہ دنیوی پیشہ والوں کی شہادت کا، جن کو
معاشرہ بیچ تصور کرتا ہے مثلاً کوڑا کرکٹ اٹھانے
والا، ٹی وغیرہ اٹھانے والا، جولا، حجام، تو
اصح یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ متعدد
صالح لوگوں نے انہیں اپنا آپا، جب تک ضعیف تہ
منزہ نہ ہو تو بظاہر کسی پیشہ کی وجہ سے ایسا
نہیں کیا جاسکتا (ت)

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے
حضرات خود صمدی امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق
تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں نہ رہی شہادت یا قمار بازی یا سود خوار شیخ صاحب تجارت یا رشوت سستاں
مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ
جسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج اہم صاحب اگر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے
کو تو فرما جائیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بہتر ہیں واللہ یقول
الحق وهو یهدی السبیل (اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے) (ت)
در مختار وغیرہ میں ذیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا

واما اتباع الطمعة فاحسن من الکمل
نظام حکماء کے صدام تو سب پیشہ درویش خیس تر ہیں (ت)
تو ثابت ہو اگر ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رکی بکھر کی شان ہے، بکھر ہر نجاست
پر نجاست ہے اور دل ہر حضرت سے شریف تر حضور افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان

ملہ تادی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لا تقبل شہادۃ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۹/۴

ملہ القرآن ۴/۴۳

ملہ در مختار باب الکفارة مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۵/۱

نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن و محوئے پاک کپڑے پہنے ہے، غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہونک و عیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المجفء کل الجفء، والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی ویدعوا الی الفلاح فلا یجیبہ، سدا الا مام احمد والطبرانی فی الکبیر رحمۃ معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

نظر پر داخل اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی موازن کوٹنے کے نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو، اسے امام احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور جو بندہ اللہ جل و جل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا یہ وہ نفس و تواضع کا اسے ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بچا رہے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل و اعلیٰ مسجد مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج دس سو یا اسے حج سے روکیں گے اور نہ حج فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنادیں گے کہ اُس کا طواف کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین۔ اس تقریب سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقت ہیں اُن سے وضو کو بھی اسے کئی منع نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں۔ رہا مصافحہ خود ابتداء کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے۔

فان المصافحة بعد الصلوات علی الاصلح۔ اصح قول کے مطابق نمازوں کے بعد مصافحہ مباح ہے من البیحات والمباح لا یلاہ علی فعلہ و اور مباح کے کرنے یا نہ کرنے پر ملامت نہیں لا ترقہ۔

مگر سب وہ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اس کی دل شکنی اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من ادعی مسلماً فقد اذانی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے

ومن أذاني فقد أذى الله - رواه الطبرانی
فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ
عنه بسند حسن -
واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

مسئلہ از شہر کمنہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز
پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت حاضر بھی رہتا ہے جماعت ترک کر کے اول جماعت سے یا بعد جماعت کے
نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو مثلاً قرآنِ عظیم
غلط پڑھنا جس سے نماز میں فساد آسے یا وہ باطنی یا فنی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیل یا فاسق ہو نا، تو
زید پر الزام نہیں اور اگر بلا و شرعی جماعت ترک کرے اسے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اس پر توبہ واجب
ہے واللہ تعالیٰ ومن یشاقق امر سوں من
بعد ما تبین لہ الہدی و یقیم غییر
سبیل المؤمنین بولہ ما قولی و نصیہ
جہنم و سادات مصیبتہا۔
امد تعالیٰ نے فرمایا جو شخص ہدایت کے واضح ہونے
کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ
کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے، اسے ہم اسی
طرف پھیر دیتے ہیں جہنم وہ پھر ادرہم اسے جہنم
میں ڈال دیتے ہیں جو نہایت برا ٹھکانا ہے (ت)
بحکم قرآن ایسا معین شخص کہ بلا و شرعی جماعت ترک کرے مستحق جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی
رہے اور یہ بیچارہ ہے۔

مسئلہ از شہر کمنہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی، بعد ایک

مع مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی اوسط باب فیمن غلب رقبہ الناس یوم الحجۃ مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱۷۹/۱
الترغیب والترہیب الترہیب من غلب الرقبہ یوم الحجۃ - مصطفیٰ البابی مصر ۵۰۴/۱
مع القرآن ۱۱۵/۱

رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا، اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے، اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریرہ کے اشارہ کرے گا یا بعد، اگر قبل تکبیر تحریرہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریرہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور وہ سر آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے بٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے بٹے کہ جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دوسرے کے بٹنے سے آسان ہے مگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو تو جب فی وہ سر اٹھ پاتا ہے تو خود ہی پیچھے جٹنا چاہئے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آئے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انہیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ احتمال امر غیر کا شبہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع و ادائے سنت کے لئے نہ اس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آئے والا مقتدی بیت پانہ کر اشارہ کرے خواہ طاعت کے سہ حال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی طاعت، اور چہاں اہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے تو اسے وہ بیکر تحریرہ کے بعد اشارہ کرنا کیا خفیہ ہے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے، لغت قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی حکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام سے تو اس کے ساتھ سب کی جائے گی۔

در نماز میں ہے اگر نمازی نے کسی غیر نمازی کا حکم مان لیا
مثلاً کہا گیا آگے ہو، وہ آگے ہو گیا یا کوئی صف کے
اندر داخل ہوا اور نمازی نے اس کے لئے جگہ
کشاہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ وہ ایک ساتھ
ٹھہرا ہے پھر اپنی رائے سے آگے ہو جائے، ہمتانی
نے زاہدی کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے ارد المحتار
میں فتح کے حوالے سے ہے اگر نمازی کو دوسرے نے

فی الدار المختار لو امتثل امر غیرہ فقیل
لہ تقدم فقط اودخل حرجة الصف
احد فوسم لہ فسد من
یسکت ساعة ثم یقدم برأیه قہست فی
معنی السراحدی فی رد المحتار
عن المنع لوخذ بہ اخصر
فت خیر الاصح لا یفسد صلاتہ

وعن الشرنبلالی فی تیسر المقاصد
 امت امثالہ انما ہوا مرسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فلا یضارہ وعن الطحطاوی لو
 قید بالتفصیل میں کوند امثال امر
 التمرع فلا تفسد وین کوبہ امثال
 امر الداخل مراعاة الخ طرہ من
 غیر نظر لامر الشارح فتفسد لکات
 حسنہ و مرأیتی کتبت علیہ ما نصہ
 اقول و هو من الحسن بکات بل
 هو المحمل لکلمات العلماء و
 ہد یحصل التوفیق و باللہ التوفیق
 و فی الہندیۃ مرجع صیب فی
 الصحراء و انتم احدا ہما
 بالآخر و قام عن یمین الامام
 فجاء ثالث و جذب الموتم الی
 نفسه قبل ان یکبر بلاقۃ حکی
 عن الشیخ الامام اقب بصر
 طرخاں انہ لا تفسد صلاۃ
 الموتم جذبہ الثالث الی
 نفسه قبل التکبیر و بعد کذا فی المحيط
 و فی الصاوی العتابیۃ هو الصحیح کذا فی
 التارخانیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کھینچا اور دیکھ پیچھے ہو گیا تو اصح مذہب پر اس کی
 نماز فاسد نہ ہوگی اور شرنبلالی سے ہے تیسر المقاصد
 حرا ہے کہ اس کا امثال (حکم بیلانا) حقیر صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہے لہذا فساد کا
 سبب نہیں اور طحطاوی سے ہے کہ تفصیل کرتے
 ہوئے کہا جائے کہ شارع کے حکم پر عمل کرتے ہوئے
 کسی کا حکم بیلانا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ
 بغیر رعایت امر شارع کے فقط آنے والے نمازی
 کو شوش کرنے کے لئے کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائیگی
 تو یہ تفصیل کرنا سہایت ہی اچھا تھا اہ مجھے یاد آ رہا
 ہے کہ میں نے یہاں یہ لکھا ہے اقول (میں کتا
 ہوں یہ قسطنطین ہی نہیں بلکہ کلمات علما کا محل بھی ہے
 اور اسی سے سانچاں میں موافقت بھی پیدا ہو جائیگی
 اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ فتاویٰ
 ہندیہ میں ہے دو آدمیوں نے صحرا میں نماز ادا کی
 ایک نے دوسرے کی ائمہ کی اور امام کے دینے والے
 کھڑا ہو گیا اب تیسرا آیا تو اس نے مقتدی کو تکبیر
 افتتاح سے پہلے اپنی طرف کھینچ لیا، تو امام ابو بکر
 طر حال سے منقول ہے کہ اس صورت میں مقتدی
 کی نماز فاسد نہ ہوگی حواہ اسے تیسرا شخص تکبیر سے
 پہلے کھینچے یا بعد میں، اسی طرح محیط میں ہے۔
 فتاویٰ قضاویہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور تارخانیہ
 میں بھی اسی طرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۸۴۲ھ بمطابق از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب فرسند نقشہ نویسی اسسٹنٹ انجینئر ریٹے
۲ جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبعین ان مسائل میں کہ :

(۱) مسجد یا خلافت مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے طار ہے یا علیحدہ ، اگر علیحدہ ہو تو کس قدر
فاصلہ پر ، امام مصلی کے کنارے پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے ۔ فرمائیے
اللہ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے ۔

(۲) زید مسجد یا خلافت آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت ، اور اگر تنہا
یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہو جانے کے تنہا بکریا دونوں شخصوں نے اُسی مقام
پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے ، کیا حکم ہے ان کی نماز کا ۔ یا پچھے اُن کو
اطلاع نہ تھی نیت پانہٹنے کے بعد رابع نے باوازی بلند کہہ دیا ، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا ؟ کیا وہ
درست ہوئی ، اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری
کر کے وہ نماز اعادہ کرے ؟ مفصل فرمائیے ۔ بیٹو اتوجروا

(۳) اگر بچہ یا عورت یا نابالغ یا شیعہ ہیں کی امامت یا ارتقا ناقابلِ رتب نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا
بازر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے ، آیا اس مصلیٰ پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ ، کیا اُس شخص کے
نماز حتم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے ؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

(۱) فصل بقدر کفایت و حاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سمجھ کر لیں اور اس سے زائد فصل کثیر مکروہ و
خلاف سنت ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتداء کی بلکہ
جدیداً فرض پڑھے تو اگر جماعت اولی ہو چکی ہے جب تو فصل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت
اولی ہوئی تو گنہگار ہوئے ، اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا
تو اب بھی وہی احکام ہیں ، اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں
صورہوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً
ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم
ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت

نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ششم از شہر فیروز پور محلہ پیراں والا مسئلہ ہشتی عنایت اللہ شاہ کی قادری

چرمی فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنا دیتے ہیں اور نماز جماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آٹھ والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا ان میں سے کسی اور کو امام بنا دیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا محفل یا ادب بچپا یا اور اس پر نماز پڑھی یا یونہی بیٹھ گئے، کیا ان کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بیواہ لدلیل و توجہوا بالاجرا الحریل (دلیل کے ساتھ بیان کرو واللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ت)

الجواب

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محمد ہیں واقعی کوئی معذور شرعی ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرأت میں ایسی غلطی کہ مورث فساد نماز ہو یا معاذ اللہ بد مذہبی مثل و یا بیت وغیرہ مقلدی وغیرہ یا فتنہ بالاعلان مثلاً دارمی حدیث سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ ایسی جماعت محلہ پر الزام ہوگا جو ایسا امام ناقابل اقامت یا ممنوع التقیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یونہی اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع و سرا و اسٹیشن، جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہ ان امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ہر جماعت آئے جدا اذان کھا اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح اقامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں سے کسی دوسرے پر ترجیح نہیں، اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی معذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شریعہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں انہیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا ہے گلا ایسی صورت میں بھی ان کو اجازت ہوگی کہ باجم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع نہ ان کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے کو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولیٰ

کا امام معین ہے، اہل محلہ کے لئے جماعت اولیٰ دبی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے، ان چند آدمیوں کا بغور و تامل پہلے جماعت کر جانا ان کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں، پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے جہت کی جماعت کریں تاکہ صورت معاوضہ سے بچیں اور باعث تغیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر ان کی کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ ترک تفریق جماعت جوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہو و لعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریق جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی لہو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دو چند ہے اور اگر اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل فلا حرج عندہ۔ لہٰذا ادنیٰ مسکۃ فی العلم (یہ تمام اس شخص پر ظاہر ہے جسے اس علم سے ادنیٰ تمسک ہے۔ ت) یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا، یہی صورت تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلہ نہیں تو ہم اوپر کہ چکے کریں یا نہ تقدیم ہے یا تاخیر ہے نہ معینی امام کے کوئی معنی، سب جماعت اولیٰ ہیں اور سب یکساں، اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور امام معین میں کوئی معذور شرعی تھا جس کے سبب انہوں نے قصد تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت سے اثرات خیر ہے اور سب میں تقدیم و تاخیر یکساں ہے، یہی کوئی معذور شرعی بھی نہیں معجزات اولیٰ بے اذان یا اذان غلطی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت ملے حکم سے کہ پہلے جماعت جماعت مستوز نہ ہوئی جماعت مکرر نہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مکرر، یہ معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا منافع ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ میں اپنی جماعت نہ دیکر پابستہ ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام مرافق المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے، اگر مخالفت المذہب حتیٰ الامکان مراعات مذہب اربع رکعت ہواں سب صحت میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذان امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب و مصلے کی ضرورت، اور اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظر باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدم میں تھیں، اگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استسجہ کی ضرورت ہونا وغیرہ فلک جو اعذار فقہانے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکرر، اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذان امام کی حاجت نہیں، نہ اس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اس کے لئے تغیر و وحشت، اور اگر جو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولیٰ میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں بے میرے ادنیٰ کے کیسے جماعت ثانیہ کر لی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعیہ کسی امر مباح کے سبب

تاخیر کی تو تفریق جماعت و ترک جماعت اولی کا ان پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال و دھندہ اور اپنی بد مذہبی کے باعث امام شتی صانع الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کسکا تقدیم (جیسا کہ پہلے گزرا)۔ ت) اور مصلحت سے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اس کی ملک ہو کہ اس نے اپنے لئے مسجد میں بچا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اس کے اتنی کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہو گا۔ دوسرے یہ کہ مصلحتی وقف ہو۔ اس میں پھر تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقعہ نے صرف امام کے لئے وقف کیا تو اسے کوئی مازی منفرد یا مقدس بھی نہیں لے سکتا چہ جائیکہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولی کے لئے وقف کیا ہو تو امام جماعت ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقعہ نے نماز کے لئے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو، سوائے نماز اور مجلس کے لئے نہیں لے سکے جبکہ واقعہ نے اسے جائز نہ رکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ مسجد کے لئے وقف کیا اور مزارعہ یا ولایت حاضران مسجد کے لئے اس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اسے نماز کے لئے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے مجلس کے لئے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو، پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صغیر جماعت کے لئے ہوتی ہیں مصلحت میں حق امام زیادہ ملحوظ رہتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اس سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لئے امام پر پھر بچا دینا بھی ہونی میں نہیں رکھنا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کمریا پور ٹکلاں ضلع پٹی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندان
۱۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بج کر پچیس منٹ پڑھیں شخص جماعت کر لیں وہ بہتر ہے یا دو بج کر پچیس منٹ پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے، فقط۔

الجواب

جماعت متنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہو گا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرت جماعت ہی کے لئے شرع مطہر نے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعث فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کوٹنے والے پر، اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت ہو جو سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اس سے پہلے دو چار بلا وجہ نہ

اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثری کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مفت مکمل بتوسط جناب مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتی، صفر ۱۴۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں
پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے، اپنے میں سے ایک کو
امام بنایا اور نماز باجماعت ادا کی اور پل و سنے امام سے یہی امامت کا اذن نہیں دیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی
اور رکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی
اسی طرح پراور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلیٰ جو اس کے نام سے
نازد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اس پر نماز ادا کی یا بیٹھ
گئے امام سے پوچھا بھی نہیں، لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہئے
صاحبوا الخیرات (خیرات میں سبقت حاصل کرنا) حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت
مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں برنسیت جماعت کے ثواب کم ہے اس
واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی بھی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی جہارت،

ووصلی بعض اہل المسجد، فاعلم وحیۃ
ثم دخل المؤذن والامام وبقیۃ الجماعت
فاجتمعوا المستحیۃ لہم والکواہۃ
للاولیٰ (عسکیرنیۃ)
اگر قناتہ جماعت کے ساتھ بعض اہل محلانے نماز
اداکر پھر مؤذن، امام اور بقیہ لوگ آئے تو ان
کے لئے جماعت مستحب اور پسلی مکروہ
ہوگی (ت)

کو ضرورت آقا ست جماعت لااعراض من المقرۃ یا احداث فتنہ پر معمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے
ہیں کہ مسجد کی وضع جماعت کے لئے ہے صفیں جیسے مقعدیوں کی نماز کے لئے ہیں ایسے مصلیٰ امام کے لئے، امام صف
پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلیٰ پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں۔ بعض کا توں ہے مصلیٰ امام کی
ملک نہیں، فقہ کی متداول کتابوں پر نظر ڈالتے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر
اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہو
مثلاً بل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر پہلے جائیں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا ادنیٰ دینا
اس قلیل سے ہو گا جو اس حدیث میں ہے۔

ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں جو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت کے کر
امامت کو اتنی کرامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالاصل موجود ہونا شرط نہیں اور علوم حدیث کی
دلائل بھی اسی پر ہے موصوفی الاھدیٰ فصلی الشرطی لہر یجوز الا باذنتہ (امیر بیار ہر گیا کسی لشکر کی
نے نماز پڑھائی تو اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی۔ ت) علیہ یہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے
کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام الملک ہے نہ بوقت عدم حضور
کیونکہ مراد رجل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام محل یا صاحب البیت ہے اور کہا رجل اول رجل ثانی
کی امامت نہ کرے، اگر رجل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور حکم سے متعلق ہوا کرتی ہے،
جماعت ثانیہ اگر تحت عدم حدیث کے ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر عارض ہے تو بھی فقہانے اسے
مکروہ تحریر لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر حیثیت اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام بنی برکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اس سے
کہ امامت تحریر کی نفی ہے نہ مطلق بہر حال کرامت سے خالی نہیں، مصلیٰ پر ایم کے نماز پڑھنا یا بیٹنا بل اس کے
اذن کے اس کی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آفری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی منکر متہ الا باذنتہ سے
پائی جاتی ہے

قولہ علی منکر متہ ہو موضع خاص
لجلوسہ علی فرش او سریر مما یعد لاکرمہ
نہی بفتح تاء و کسر ہا ط کفر اثن
وسجادة و نحوہما مجمع یحار الانوار
قولہ منکر متہ سے مراد وہ جگہ ہے جو بیٹنے کے لئے
ہر یا وہ چار پائی جو اکرام کے لئے رکھی گئی ہوتی ہے
اس کی تاء پر فتوح اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں ط مثلاً
فرش اور سجادہ وغیرہ، مجمع بکار الانوار۔ (ت)
چونکہ ہر سرسوات کی نسبت اقوال علماء و عبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد و تباہ ہے اور
تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی راجح معلوم ہوتی ہے اور اقوال علمائے مختلف، اس لئے
ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اور مدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمائیں تاکہ
شق راجح پر علمہ آہ ہو۔ جینو تو جردا

الجواب

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں

لے قادیانیہ	باب السب و سبب عشر فی صلوة الجمعة	فرمانی کتب چار پشاور	۱۴۵/۲
لے صحیح مسلم	باب من احق بالامامة	مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع کراچی	۲۳۶/۱
لے مجمع بکار الانوار	زیر لفظ کرم	المطبع العاد نو کشر و کھنو	۲۹/۲

جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سبب جماعتیں جماعت اولیٰ میں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کرے، اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ بجاۃ اذان و اقامت کرے کما نص علیہ فی فتاویٰ قاضی خاں وغیرہما (جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت۔ بان مسجد محلہ جس کے لئے جماعت معین نام معین ہے اس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرأت، عقیدہ، عمل میں خلل نہ ہو کہ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرہما من الاسفار (جیسا کہ در مختار اور رد المحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت۔) اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شتاعت، خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کرے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنیٰ ہیں اور ان کی جماعت اگرچہ پہلے ہو مثلاً جماعت معینہ کا ابھی وقت نہ آیا اور اشتغال میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر پٹے گئے) ا۔ اہل محلہ کے حق میں جماعت اولیٰ نہ ہوگی تو اس حق امامت میں امت ہوگی (لا یزول من الرجل رجل فی سلفہ) آدمی کو دوسرے کی حکومت میں جماعت نہیں کروانی چاہیے۔ ت۔) کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصل کہیں ان پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں یوں ہی برحقاً بدعتیہ ہر گز سے وہ شرعاً انفرادی پر مجبور نہیں نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولیٰ و ابانت فرق و امتراز صورت مزاحمت کے لئے محراب سے الگ ہونا چاہیے۔

وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئۃ
هو الصحیح وبہ ناخذ حکماً اثرہ فی
مراد المختار۔
محراب سے ہٹ کر نماز ادا کرنے سے ہیئت مختلف ہو جاتی ہے یہی صحیح ہے اور ہم اس پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ رد المحتار میں منقول ہے (ت۔)

جماعت مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یعنی حکم اشتغال محل عدم ضرورت میں ہے
ما حصل علیہ فی الدین صحت حضور نبی
تم پر دین میں اس سے تنگی نہیں کی (ت۔)
بصورت ضرورت بوجہ نہ کہ جماعت میں نہ امام معینہ کی تمیز نہ کوئی وجہ تا غرض نہ تحریر عبارت علیگیری
و عبارت کبیری دونوں دربارہ مجہول ہیں اور جماعت کا اس پر قیاس باطل کہ جبہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو

یا اُس کا مardon، اسی کی تفریع میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات میں کبیری میں فرمایا،

الشرط الثاني كون الامام فيها سلطانا او من
اذن له السلطان (الى ان قال) المتطلب
الذي لا منشور له اذ اكان سيوفه في الرعية
سيوف الامراء يجوز له اقامتها لان بذلك
تثبت السلطنة فيتحقق الشرط وليس
للقاضي ان يعصلي بهم الام
عليه السلام

دوسری شرط یہ ہے کہ امام سلطان ہو یا جسے سلطان
نے حکم دیا ہو (آگے کہا) اقتد پر غلبہ پانے والا وہ
شخص جس کو اجازت نامہ حاصل ہیں، اگر رعیت میں
امیر جیسی مشور و مقبولیت حاصل کرے تو جمعہ کا قیام جائز ہے کیونکہ
اس مشور میں اقتدار قائم ہونے سے جمعہ کی شرط پائی گئی ہے
(سلطان یا نائب) کی موجودگی میں کسی کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں ہے

منها السلطان حتى لا يجوز اقامتها بغير
امر السلطان او امر نائبه، عرض الامير

ان میں سے سلطان ہے حتیٰ کہ اقامت جماعت
ام سلطان یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر
جائز نہیں امیر بیچارہ ہو گیا (ت)

حدیث کی عبارت النص لکیر صورت امامت للامام میں ہے مگر علامہ شریعی اس کی امامت فوت کر کے خود
امام بن جانے کو بھی دلالت شامل

لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم بشروا
ولا تنفروا

حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقامہ میں ہے
لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ (ت)

اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ ان میں عبارت منصوص نہ دلالت داخل، جماعت ثانیہ کی تفصیل فقہی فقیر میں ہے
جس کا بطلان یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولیٰ ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولیٰ کی لغویت بلا عذر
صحیح شرعی ناجائز و رد با عادت اذان ہو تو مکروہ تحریمی، اور محراب نہ بدلیں تو خلافت اولیٰ و رد نہ اصلاً کراہت نہیں
ہو نصیحہ و بہ ماخذ (میں صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) تاثر ثانیہ مصلیٰ اگر ملک امام
ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف حرام اور اگر واقف نے خاص جماعت اولیٰ کے لئے
وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال کریں لان مشروط الواقف کنھن الشارع (کیونکہ واقف کی مشروط

لہ غنیہ المستمل شرح فیتہ المصلیٰ فصل فی الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲
سہل فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة - فردانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱
سہل صحیح بخاری باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرجہم بالموعظة مطبوعہ مجمع المطابع کراچی ۱۶/۱

نہیں شارع کی طرح ہے۔ ت، ورنہ اس پر نماز میں اصلاً عروج نہیں جبکہ بلا وجہ امام سے مزاحمت یا تنفر ناجی یا آثار فقہ نہ ہوا احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استہانت کے لئے یہ عبارت بجز الراقی پیش نظر ہونا نا فاع:

قال رحمه الله تعالى من هنا يعلم
جہل بعض مدرسی من مانتا من
منهم من يدرب في مسجد تقر
في تدريس او كراهتهم لذلك
تراعي من الاحتياط بهادون غيرهم
حق سمعت من بعضهم انه يضيهد
الحب نفسه ويقول هذه مدرستي
او لا تدريس في مدرستي وهذا كله
جہل عظیم فقد قال الله تعالى
وانت المسجد لله فلا يتعين من
مخصوص لا احد حق لو كان للمدرس
موضع من المسجد يدرب فيه
فسبقه غيره اليه ليس له انزعاجه و
اقامته منه آه مختصرا والله سبحانه و
تعالى اعلم و علمه جل مجددا اتم واحكم.

صاحب بجز الراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہاں سے
ہمارے دور کے بعض مدرسین کی جمالت بھی واضح
ہو جاتی ہے کہ وہ اس شخص کو اس مسجد میں تدریس کرنے
سے منع کرتے ہیں جس تدریس کے لئے ان کا تقرر ہو
یا اسے مکر وہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان مدارس کو
دوسروں کے علاوہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حتیٰ کہ
بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنی طرف نسبت کرتے
ہوئے کہتے ہیں یہ میرا مدرسہ ہے، یا تو میرے مدرسے
میں تدریس نہ کر، یہ تمام بہت بڑی جمالت ہے اللہ
تعالیٰ ہر دن بے بیشک مساجد اللہ کی ہیں پس کوئی
جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں لہذا اگر ایک مدرس
مسجد کے کسی مقام پر بیٹھ کر درس دیتا تھا پھر
کوئی دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھتا تو پہلا مدرس کو جائز
نہیں کہ دوسرے کو وہاں سے ہٹا کر خود وہاں
بیٹھے، اور مختصراً واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از شہر محلہ مسجد جامع مسلولہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب پر ہنگام ضرورت
محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار کچھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے وائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ
مفتی کھڑے کر لئے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی یا
نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ وہ مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے، امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا کیس ضرورت سے ہو اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعمساہ ہو جائے گی، محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از عبد الغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع امیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کو رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور ان میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آئین بالجہر و رفع یدین کریں تو اس صورت میں اولائے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلدین زمانہ حکم فقہاء تہ کلمات عامہ کتب فقہ کافر تھے سی، جس کا روشنی بیان رسالہ المکو کبۃ الشہابیۃ و رسالہ السیوف و رسالہ التمس الاکید و میرا میں ہے اور تجربہ سنے ثابت کر دیا کہ وہ ظہور منکران ضروریات دین میں اور ان کے منکوں کے حامی و ہمراہ، تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل، تو وہ جس صفت میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی اور صفت قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من وصل وصلہ اللہ و من قطع قطعہ اللہ
جو صفت کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے
اور جو صفت قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے۔

تو جتنے اہلسنت ان کی شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منح نہ کریں گے سب گنہگار مستحق و عیبہ عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صفت مکروہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صفت ہو اور اس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صفت نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صفت میں کھڑا ہو تو قطع ہو جائیگا

اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے و لہذا حدود اللہ میں فقط و ترح کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی کہ تلافی حدود اللہ فلا تقربوا (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اس کے باوجود۔۔۔) معہذا ابن جہان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،
لا تقصروا علیہم ولا تفصلوا معہم۔۔۔
نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

یہ مذہبوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸۴۱/۲ از نجیب آباد ضلع بجنور مسئلہ احمد حسین خان صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ
بار دوم از قصبہ سردار علاقہ کشن گڑھ متصل امیر شریف ہوشیاروں کی مسجد مسئلہ قاضی اکبر صاحب
۶۰ زائدہ ۱۳۳۰ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آمین یا واپس نہ کرنا جائز ہے، اگر کوئی جماعت میں آمین نہ دے سے کتا ہو حنفی
سقیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آمین بالجملہ لام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی کئی شافعی مذہب آمین یا واپس نہ کرے
وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ و امامت کہے ہم اس کے پیچھے نماز
پڑھ لیں گے کہ ہم احمدیہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام ہماری ماں سنت سیدہ الانام علیہ افضل
الصلوٰۃ والسلام۔ مگر یہاں جو آمین بالجملہ والے ہیں یہ غیر مقلد و باقی ہیں یہ اللہ و رسول کی توحید کرنے والے ہیں
یہ ہمارے امیر کرام کو گالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت باعت حنفی سے ضرور ضرر ہے
کہ ان کے عقائد باطلہ مذہب بدعت و توہین رسولی کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا باطل
ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صفت قطع ہوگی اور صفت کا قطع کرنا حرام۔ حدیث
میں فرمایا،

من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ
جو صفت کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائیگا
اور جو صفت کو قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے
جدا کر دے گا (ت)

لہ القرآن ۱۸۴/۲

لہ کنز العمال الفصل الاول فی تفائل الصحابہ اجمالا
لہ سنن البرادہ باب قسیرہ الصفوف
۵۴۰/۱ مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت
۹۶/۱ آفتاب عالم پریس لاہور

حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کیونکہ شیطان نہ داخل ہو۔ یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صفت میں داخل ہے یہ جانتے نہیں تو بشر قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ از ریاست الورد اچوتمانہ محلہ قاضی وارہ مرشد مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی
۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم - قاطع بدعت و ضلالت جامع معقول و منقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب اداام فیوضہم و برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دوست خدمت شریف میں پیش کر کے امید واسپہ کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمائیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد الحمار میں جو اقوال کراہت و عدم کراہت کے نقل کئے ہیں ان میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں امام اور مؤذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو بدل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب نام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے وہ بھی اس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابل میں جبکہ وہ بدل بھی ہو دوسرے قول بلا دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد فاضل حق علی رسولہ الکریم

بلا حظ مولانا یحییٰ الکریم الملکین جبل اللہ تعالیٰ من مشیہ ہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامام الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذہب مذہب و ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لئے اہل معین ہوں جب اُس میں اہل محلہ باعلان اذان و اقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۃ جماعت مکروہ و بدعت ہے۔ مجمع البعین و بحر الرائق میں ہے، لا شکوہ فی مسجد محلہ باذانہ امامت محلہ مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت

شرح الجمع للمصنف و فتاویٰ علیگریہ میں ہے :

المسجد اذا كان له امام معلوم و جماعة معلومة في محلة فصول اهل فيه بالجماعة لا يباح تكرارها فيه باذان ثان

جب مسجد کا امام اور جماعت محلہ میں متعین ہو اور اہل محلہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی تو دوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرار جماعت مباح نہ ہوگی (ت)

اسی طرح فتاویٰ برائید و شرح کیرٹلیہ و خز و درود و خزان الاسرار و ذخیرۃ العقبۃ و غیرہ میں ہے اور اس کا حاصل حقیقہ کراہت اعادۃ اذان ہے

وان الحكم المنصب على مقيد انما ينصب عن التقيد كما قد عرف في محله ولهمذا

وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ قید پر وارد ہوتا ہے جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام محل پر معروف ہے (ت)

امام محسن ابن امیر الحاج علی ارشد تکاندہ ابن الہمام نے علیہ میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا :

المسجد اذا كان له اهل معلوم فصولوا فيه و بعضهم باذان و اقامۃ كسرة لغير اهل و الباقیت من اهل اعادۃ لادان و اقامۃ

جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کر لی تو اب غیر اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ جائز نہیں (ت)

ولہذا کتب مذہب طافی ہیں کہ بے اعادۃ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز و اہانت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے جناب و ملت طہ طبع و شرح درر البھار و شرح جمیع البحرین للمصنف و شرح الجمع ابن ملک و رسالہ علامہ رحمت اللہ علیہ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبۃ و خز و اسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین رحلی و فتاویٰ ہندیہ و غیرہ کتب معتبرہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا، خزانہ میں ہے :

لو کسر اهل بد و نهـ اذا كان مسجد اراذان و اقامت کے بغیر اہل محلہ تکرار جماعت

طریق جانرا اجماعاً۔

کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہر توبہ تکرار جماعت بالا جماع
جائز ہے (ت)

تعلیمیہ و شرح الحج المصنف میں ہے :
امداد اصولاً بغیر اذان بیاح اجماعاً۔

ہاں اگر انہوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالا جماع
جائز ہے (ت)

رد المحتار میں منیع سے ہے :

التقیید بالمسجد المختص بالمحلة
احترار عن الشارع وبالأذان الشافئ
احترار عما إذا صلى في مسجد المصلحة
جماعة بغیر اذان حیث بیاح اجماعاً۔

مسجد کو محلہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجد شارع
اس سے خارج ہو گئی اور اذان ثانی کی قید سے
وہ صورت خارج ہو جاتی ہے، جب اہل محلہ نے
اذان ثانی کے بغیر جماعت کر لی ہو تو نہ کہ اس صورت
میں تکرار جماعت بالا جماع مباح ہے (ت)

حاشیہ علامہ طحاوی علی الدر المختار میں سے

امداد اگر صورت بغیر اذان مبرا کراهة مطلقاً
وعلیہ المسلمون۔

جب بغیر اذان کے تکرار جماعت ہو تو اب ہر حال
کراہت نہیں اور تمام مسلمان اسی پر ہیں (ت)

یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ علماء مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع
کریں کہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو، تعلیمیہ میں کہ تنہا پڑھنا
نہ کہ کتب ظاہر الروایۃ بتایا اقول واجب کہ اس سے مراد لغوی و جب جماعت ہو نہ وجوب لغوی جماعت کہ اجماع
کے خلاف پڑے اور یہ ضروری ہے اس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعت اولیٰ چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز و
مناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل و نقل کے قاعدہ متفق علیہا ہے
واجب ہے کہ محکم کو محکم کی غفرو کریں کہ محکم کو محکم سے نہ کریں تو عبارت تعلیمیہ سے، و نقول متفقہ اجماع

۴۰۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الامانة	سنة رد المحتار في الدر المختار
۸۳/۱	فردانی کتب خانہ پشاور	الفصل الاول في الجماعة	سنة فتاوى ہند
۴۰۸/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب الامانة	سنة رد المحتار
۲۴/۱	دار المعرفۃ بیروت	باب الامانة	سنة حاشیة الطحاوی علی الدر المختار

نا ممکن ہے بلکہ اگر وہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نہیں مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ بقول حاکم کے خلاف خود ہی بوجہ قرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس۔ رد المحتار باب سجود التلاوة میں ہے :

هذا عزاء في البحر الى المضممرات و قال ابن الشافعي غريب اه وجه غرابته انه انفراد بذكر صا حب الظهيرية ولذا عزاء من بعده اليها فقط .

اس کی نسبت بحر میں المضممرات کی طرف کی ہے اور کہا دوسرا نادر ہے اور نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحب ظہیر یہ ہی نے ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف اس کی طرف ہی کی ہے (ت)

اسی کے باب المياه مسئلہ اعتبار میں ہے :

قوله في الاصل ذكره في المحتس والتمراشي والايضاح والمجتبى وعزاه في القنيتا الى شرح صدر القضاة وجميع الفقهاء وهو متوغل في الاعترا ببحر صاحب نسما اطلقه جمهور الاصحاب كما في شرح التوهبانية

قوله في الاصل اے مجتبى، تمرناشی، ایضاح اور مجتبى نے ذکر کیا، فقیر میں اس کی نسبت شرح صدر القضاة اور صحیح الفقاری کی طرف کی ہے، شرح ابوہبیرہ نے مطابق جمہور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اغراض میں ڈوبا ہوا ہے (ت)

پھر جبکہ بحال اعادۂ اذان اصل مذہب و ظاہر الروایۃ کراہت تحریم تھی۔

لما في رد المحتار قوله ويكره اعي تحريما بقول الكافي لا يجوز والعجم لا يباح

رد المحتار میں ہے وقوله ويكره یعنی تحریمی مراد ہے کیونکہ صاحب کافی نے کہا یہ جائز نہیں، اور مجتبى میں ہے یہ مباح نہیں (ت)

اور بے اذان ثانی جواز و عدم کراہت پر اجماع قراب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع ۱۰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ

رد المحتار	باب سجود التلاوة	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	۵۶۴/۱
۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳

مخراب ہی میں ہو تو کراہت ہے :

فمن المکره تنزیها من قسم المباح کما
فی رد المحتار وحققناه فبجمل
مجلية .

کیونکہ مکرہ تنزیہی قسم مباح ہی سے جیسا کہ
رد المحتار میں ہے اور ہم نے اس کی تحقیق
”جمل مجلیہ“ میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت آئی کہ مخراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس
سے بہت کراہت نہیں ، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولو الجہد و چیز کردی و تا تا دغاسیہ و
غنیہ وغیرہ میں اسی کو ہوا الصحیحہ و بہ تاخذ (صحیح بھی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے ۔ ت)
فرمایا ، بجز اللہ تعالیٰ اس تقریر میں توفیق و تحقیق سے واضح ہو کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں
نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف اور مسئلہ میں قول منقول یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے
محترزات کی تفصیل جمل فتاویٰ فقیر میں مذکور ہے) باقاعدہ اذان جماعت ثانیہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے
یہی ظاہر الروایہ و مذہب امام ہے اور پہلے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماع ائمہ ہے مگر
مخراب میں کراہت اور اس سے بہت کراہت مباح ملا کراہت ، یہی صحیح و ماخوذ و معتد ہے اب مشہد
اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض برابرہ تنزیل مان ہی میں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فسد مائیں تو
ہم پر لازم کہ انھیں کا اتباع کریں ، ظاہر الروایہ کی ترجیح اس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی
ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح صریح کا اتباع ہو گا ۔ ورنہ میں ہے ا
امانحن فعیب اتباع مار جعہ و ما
صححوہ کما لو اتوا فی حیاء تہم ۔
جسے فقہائے ترجیح دی اور تصحیح کی جیسے اس صورت
میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے ۔ (ت)
رد المحتار میں ہے :

ترجیحہ ضمنی مکمل ماکان ظاہر الروایہ
ولا یعدلی عنہ بلا ترجیحہ صریحہ لمقابلہ
ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے پھر
جب تک اس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اس سے
عدول نہیں کیا جاسکتا ۔ (ت)

در مختار میں ہے :

إذا ذيلت رواية بالصحيح أو المأخوذة به لم يثبت بمخالفة آراءه مختلفوا .
جب روایت کے بعد صحیح یا مأخوذ پر لکھا ہوا ہو تو اس کے مخالفت قوی نہیں دیا جاسکتا (مختصراً) (ت)

در المختار میں ہے :

إذا كان الصحيح بصيغة تقتضي قصر الصفة على تلك الرواية فقط كالصحيح والمأخوذ به ونحوها مما يفيد ضعف الرواية السخلة لم يجز إلا فتاً بمخالفتها لما سيأتي أن الفتيا بالمرجوح جهل .
جب تصحیح ایسے صیغہ کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً لفظ صحیح یا مأخوذ پر وغیرہ یا جو مخالفت روایت کے ضعف پر والی ہو تو اب اس کے مخالفت پر فتویٰ دینا جائز نہ ہو گا .
جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے کہ مرجوح پر فتویٰ جہالت ہوتی ہے (ت)

اُسی میں ہے :

لو ذكرت مسألة في المتن ولم يصرحوا بتصحیحها بل صرحوا بتصحیح مقابليها فقد افاد العلامة قاسم ترجيح الثاني لانه تصحيح صريح وما في المتن تصحيح التزاي والتصحیح الصریح مقدم على التصحيح الاتزاي ای التزام المتن ذکر ما هو الصحيح في المذهب .
اگر کسی مسئلہ کا ذکر متن میں ہوا اور اس کی تصحیح کی تصریح نہ کیا گئی ہو بلکہ اس کے مقابل کی تصحیح کی ہو تو ایسی صورت میں علامہ قاسم کے نزدیک دوسرے کو ترجیح ہو گی کیونکہ تصحیح پر تصریح ہے اور متن میں تصحیح الزامی ہو اور تصحیح صریح تصحیح الزامی پر مقدم ہوتی ہے ، یہاں تصحیح الزامی سے مراد ہے کہ متن کے یہ الزام کیا ہوتا ہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہو گا۔ (ت)

اب رہیں بعض تعلیلات اول تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی دلیل کی حاجت نہیں ، نہ وہ ہمارا منصب ، پھر بعونہ تعالیٰ اس کا حال علامہ تعلیقات واضح ہو گا جو فقیر نے کتاب مستطاب در المختار پر لکھیں اسما فاللہ اعلم

۱۵/۱	مطبوعہ مطبع مجبائی دہلی	خطبہ الکتاب	۱۵ در مختار
۵۵-۵۴/۱	مصطفیٰ البابائی مصر	"	۵۵ در المختار
۵۳/۱	"	"	۵۳ "

نظام سے اس کی نقل مسطور

قوله ولما انه عليه الصلاة والسلام كان
خروج ليصلهم بين قوم جعاد الى المسجد
وقد صلى اهل المسجد فخرجهم الى
مدرته فجمعهم اهل هذه وصلى ولو حبش
ذلك لما اختار الصلاة في بيته على
الجماعة في المسجد

قوله ہمارے دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلاة والسلام
بعض لوگوں کے درمیان صلے کے لئے قشرین ملے گئے
جب آپ مسجد میں واپس آئے تو اہل مسجد نے نماز
ادا کر لی تھی تو آپ گھر قشرین لائے آپ نے اپنے
اہل کو جمع کیا اور نماز ادا کی اگر تکرار جماعت جائز ہوتا
تو آپ مسجد میں جماعت پر گھر کی جماعت کو اختیار
نہ فرماتے (ت)

اقول اولاً لا يتعين هذا سبباً
لذلك قامت في اعادته صلى الله
تعالى عليه وصلى الجماعة في المسجد
كان ايها انه لم يخرج
بجماعة القوم فعليه اسرارهم وهم
الوهم وتأكيد فقريرهم على
ما فعلوا

اقول (میں کہتا ہوں) (۱) تکرار
جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار
دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے
کہ آپ مسجد میں جماعت کا اعادہ فرماتے تو یہ وہم
ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو
محکم ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی
جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔

وثانياً لعل الباقي من اهل
صلى الله تعالى عليه وسلم للجماعة
البناء الطاهرات وحدهن فاحب
الجماعة ولم يجب ان يخرجهم
وحدهن للجماعة المسجد وحدهن ان يراء
الناس ممن قد صلوا في غير اعادة الصلاة خلف
صلى الله تعالى عليه وسلم او يجيئ بعض
من لم يصل بعد فيقفوا خلفهم فتفسد الصلاة

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی طرف ازواج مطہرات
ہی جماعت باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت
کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے
ان کو نکالنا پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز
ادا کر لینے والے بچے دیکھ کر آپ کے بچے نماز کا اعادہ پسند کریں
یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کر سکے تھے اب
آئے قرآن خوانین کے بچے گھر سے ہو گئے تو اس
صورت میں ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَالثَّامِي فَاَتَتْهُ الْجَمَاعَةُ وَحَدُّ
فَهُوَ مَخِيرٌ فِي الْإِنْفِرَادِ وَاتِّبَاعِ الْجَمَاعَاتِ
وَأَمَّا يَأْتِي أَهْلَهُ فَيَجْمَعُ بِهِمْ كَمَا
نَهَى عَلَيْهِ فِي الْخَانِيَّةِ وَالْبَزَارِيَّةِ وَغَيْرِهِمَا
وَقَدْ نَصَّوْا كَمَا فِي مَرَدِّ الْمُحْتَارِ وَغَيْرِهَا أَنَّ
الْأَصَحَّ أَنَّهُ لَوْ جُمِعَ بِأَهْلِهِ لَا يَكْرَهُ وَيُنَالُ
فَضِيلَةَ الْجَمَاعَةِ لَكِنْ جَمَاعَةُ الْمَسْجِدِ
أَفْضَلُ لَهُ وَقَدْ كَانَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَا يَتَرَكُ الْأَفْضَلَ لِبَيِّمَتِ
الْجَوَانِ وَكَانَ حَيْثُ كَانَ هُوَ الْأَفْضَلُ فَـ
حَقُّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا فِيهِ
مِنَ التَّبْلِيغِ الْمَبْهُوثِ لَهُ مَعْنَى عَمَلِ
مَرْدِ عَمَلٍ وَجَلَّ فَكَيْفَ يَسْلَمُ قَوْمَهُ وَلَوْ جَارَ
ذَلِكَ لَهَا اخْتَارَ.

وَقِيْلَهُ رَابِعٌ مَا يَفِيدُهُ الْعَلَامَةُ
الْمَحْشَى أَنَّ قَدْ أُلْفِدَ الْأَجْمَاعُ
بِالْزَوَاجِ عَلَى جَوَانِ إِعَادَةِ الْجَمَاعَةِ فِي
الْمَسْجِدِ الْعَامِلِ مَحْرُوقِ قَاطِبَةٍ أَنَّهُ
الْأَفْضَلُ وَمَعْلُومٌ قَطْعًا أَنَّ مَسْجِدَهُ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مَسْجِدَ مَحَلَّةٍ
فَلَوْ تَمَّ هَذَا الْأَسْتَدْلَالُ لَهَادَمَ الْأَجْمَاعُ
وَأَقَى بِتَحْرِيمِ مَا لَيْسَ فِي حِلِّهِ بَلْ وَلَا فَضْلُهُ
مَحَلَّ نَوَاحٍ -

(۳۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رہ جائے تو
اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت
کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کر کے
نماز پڑھے، اس پر قیاس، بزازیرہ وغیرہ میں تصریح ہے
رد المحتار وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے
اہل کو جمع کر کے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت
کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی جماعت افضل ہے
احمد، اور بعض اوقات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بیان جواز کے لئے افضل کو ترک فرما دیتے تھے اور
اس سورت میں آپ کے حق میں بیان جواز ہی افضل ہوگا کیونکہ
اس میں احکام خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے
اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے ان کا
یہ قول ووجود نہ ذلک لہا اختار کیسے درست
ہوگا۔

(م) جو علامہ محشی نے کہا ہے کہ اس بات
پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجد عام
میں اعادہ جماعت جائز ہے بلکہ واضح تصریح کی ہے
کہ یہ افضل عمل ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجد محلہ نہیں
اگر معترض کا یہ استدلال درست ہو تو یہ اجماع سے
ٹکرائے گا اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہوگا جس کے
حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محصل
نزاع نہیں۔

اقول ومثله في الضعيف بطل
 اصعب ما قد مر في الاذان من الاستدلال
 بما روى عن انس رضي الله تعالى عنه
 عنه ان الصحاب رسوا رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم كانوا اذا فاتتهم
 الجماعة في المسجد قبلوا في المسجد
 فرادى فانه ليس فيه ان الجماعة
 كانت تقويت جماعة منهم معا فكانوا
 يصلون في المسجد فرادى مجتهدين
 وحاش لله حتى عهد هذا من الصحابة
 رضي الله تعالى عنهم وانما كانت تقويت
 ما زادوا بعد واحد واحد منهم ولا دلالة
 بصيغة الجمع على القرب في عهد رسول
 الله صلى الله عليه وسلم فانه من فاتته الجماعة
 صلى في المسجد منه ردا ولم يكرهوا
 يشبهون المساجد فعلا للحرج فكان
 يقول انس ايضا صلوات خلف النبي
 صلى الله تعالى عليه وسلم و
 ابى بكر وعمر وعثمان
 فكانوا يستفتحون القسوة
 بالحمد لله رب العالمين
 مرواة احمد و مسلم

اقول ان میں کتا ہوں، اس کی طرح
 ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جو اذان کی
 بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا ہے جو
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
 جب اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد
 میں جماعت فوت ہو جاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا
 کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ اگر صحابہ کے
 ایک گروہ کی جماعت فوت ہو جاتی تو وہ سب مسجد میں
 اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے حاشیہ ایسی بات صحابہ
 کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں البتہ
 نادرا کسی ایک صحابی کی کسی وقت کی جماعت رہ
 جاتی تھی گروہ کی نہیں اور جب کہ میں نے قرآن فی الفعل پر
 کرنی دلائل ہیں کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں
 اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے
 کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت فوت ہو جاتی تو وہ
 مسجد میں تنہا نماز ادا کر لیتا اور نفی حرج کی وجہ سے
 دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے یہ سنہرت انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے
 کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابو بکر
 عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا میں نماز
 ادا کی ہے تو وہ الحمد للہ العالمین سے قرأت کی
 ابتداء کرتے تھے اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے

هل نقائل ان يقول ان في نفس الحديث
دليلا على هذا المعنى وذلك اننا
لا نسلم انت الصراط بالجماعة
الجماعة الاولى علينا بل نجريها على
على امرسالتها والجماعة لا تقفوت
الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها
فيتوقف الاستدلال به على اثبات
معانعة التكرار فيعود معبادة على
المصنوع وقد ذكر البخاري في
صحيحه عن انس بن مالك رضي الله تعالى
عنه انه جاء الى مسجد قبي فجلس
فاذن واقام وجلس جماعة فله
تفتت الجماعة اذ لم يكن وسره و
صبر ان من جلا دخل المسجد وقد
صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم بالمحابة فقال رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم من يتصدق
على هذا فيصلي معه فقام
من اجل من انقوم فجلس معه رواه احمد
وابوداود والترمذي وابوبكر بن ابوشيبه
والدارمي وابويعلی وابن خزيمة وابن حبان
وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عدل

کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے
مضمون میں اس مضمون پر دلیل ہے، اور یہ اس لئے
کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مراد
جماعت اولیٰ یعنی ہے بلکہ ہم اسے مطلق جماعت
پر محمول کرتے ہیں اور ایک گروہ سے جماعت
تبدیل ہوگی جب انہیں تکرار جماعت سے
مسک کیا ہو، لہذا اس سے استدلالی مانع تکرار
کے اثبات پر موقوف ہوگا، تو یہاں معبادت
على المطلوب عود کرے گی، اور بخاری نے اپنی تصحیح
میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت
کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے حالانکہ جماعت ہو چکی
تھی تو انہوں نے اذان دی تکبیر کی اور جماعت
کرائی۔ تو ہمارے ہونے کی صورت میں ان کی جماعت
ختم نہ ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد
میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جماعت
کرائی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر
کون حد قہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا
کرے گا، تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ
نماز ادا کی، اس کو مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی،
ابوبکر بن ابی شیبہ، دارمی، ابویعلیٰ، ابن حزمہ،
ابن حبان، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،

ابن سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر
عن ابی امامة وعن عصمة بن مالك و
ابن ابی شیبة عن الحسن البصری مرسلًا
وعبد الرزاق فی مصنفه وسعید بن منصور
فی سننه عن ابی عثمان المهدی مرسلًا ایضا
وفی الباب عن ابی موسی الاشعری والحکم بن
عمر کما فی الترمذی رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین وفی بعضہما ان ذلک التصدیق عن
الرجل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قوله ولان فی الاطلاق هکذا التخیل الجماعۃ
معنی ماہم لا یجتمعون اذا علموا انها
لا تفوتہم

اقول لسانہم تعدد تولد جماعة
الاولیٰ تکلا علی الاخری فمن سمع منادی
اللہ ینادہ ولو یجب بلا عذر اقسام
وعز رقایب الاطلاق واما نقول فہم
غابوا وحضروا او کانوا مشتغلین بنحو
لاکل طاقت الیہ انفسہم او التخیل
وغیر ذلک من الاعذار فتخلفہم
من الاولیٰ قد کانت باذن
الشرع فعلی ما یعاقبون بمحرمات
الجماعۃ وفیم قودع الحب
التقید وقد اثبت فی رسالتنا

اور طبرانی نے کتب الکبیر میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عہد
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابن ابی شیبہ
نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلہ روایت کیا ہے،
جد الرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن میں
ابو عثمان المہدی سے بھی مرسلہ روایت کیا ہے اس
باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حکم بن عمر سے بھی
روایت ہے جیسا کہ ترمذی میں رضی اللہ عنہما اور بعض روایات
میں ہے کہ وہ حدیث کرنے والے حضرت سینہ ابو بکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قولہ کہ ایسے اطلاق
سے تعیل جماعت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ
جب جاؤں پس کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہونگے

اقول (میں کہتا ہوں) ہم جماعت اولیٰ
کے عمدہ ترکہ کہ دوسری جماعت پر ہمدردی بنا کر
مباح نہیں دیکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی
طرف سے بلاؤں سنا او مانس نے اسے قبول نہ کیا وہ
گنہگار ہوگا اور وہ قابل تعزیر ہے تو یہاں اطلاق کہا
ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو موجود
نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلاً
سخت ٹھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رفع
حاجت کے لئے گئے تھے یا اس جیسے دوسرے
اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہلی جماعت سے
وہ جانا باجائز شرع ہوگا اب ان پر جماعت سے

”حسن البراعة في تنقيح حكم الجماعة أن
الواجب هي الجماعة الاولى عيناً فإذا
علموا أنهم لو لم يحضروا غاب عنهم
الواجب فكيف لا يجتمعون أما الكسالى
وقليل المبالات فلا يجتمعون وان
علموا أنهم تفوتهم الاولى والاخرى
جميعاً الا ترى ان بعض العصويين
من يدعى العلم والدين
قد شذف ذلك تشديداً بليفاً
ونعم ان تكرار الجماعة
معصية مطلقاً فتبعه بعض
عوام تلك البلاد في ترك
تكرار الجماعة ولم يتنبهوا
في اتیان الاول فترغب
فوجاهت الاحابيش ياقوت
بعد الجماعة فيصلون معا فرادى
فيئيد ومن مشابجة
بالروافض والله المستعان
قوله ويوبده ما في الطهيرية
لو دخل جماعة المسجد بعد ما
دخل فيه اهل يصلون وحدها
وهو ظاهر الرواية اه وهذا
مخالفة لحكاية الاجماع السائرة
عنه وهو رشيد احمد الكنگوھی (۳)

سنة رد المحتار

باب الامارة

مجلد مصنف البانی مصر

۴۰۹

محروم ہونے کی وجہ سے کیونکر عامت کی جا سکتی ہے اور
انہیں تعیل جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے ؟
ہم نے اپنے رسالے ”حسن البراعة في تنقيح
حكم الجماعة“ میں ثابت کیا ہے کہ واجب علی جماعت
اولیٰ ہی ہے پس جب انہوں نے جانا اگر وہ
حاضر نہ ہوتے تو واجب فوت ہو جائے گا تو وہ جمیع
کیسے نہ ہوں گے ؟ رہا معاملہ سستی اور لا پرواہی کہنے
والوں کا وہ جمیع نہیں ہوں گے خواہ انہیں علم ہو کہ ہر ایک
پہلی اور دوسری جماعت فوت ہو جائے گی کیا آپ کے
علم میں نہیں کہ بعض معاصرين جو علم و دین کا دعویٰ کرتے
ہیں انہوں نے اس میں بہت زیادہ تشدید کی اور کہا
کہ تکرار جماعت ہر حال میں معصیت و گناہ ہے اور
ان کے علاج میں کچھ نام لوگوں نے تکرار جماعت کے
ترک میں اس کا اتہام کیا حالانکہ وہ پہلی جماعت کے
درپے نہیں جڑے آپ متعدد گروہوں کو ملاحظہ کریں گے
کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر
تہا تھا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے ردافض
کے ساتھ مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ
ہی مدد کرنے والا ہے قولہ اور اس کی تائید
تفسیر یہ کہ یہ عبارت کرتی ہے اگر کوئی جماعت مسجد
میں داخل ہوتی حالانکہ اہل محلہ نے جماعت کرائی تھی
تو وہ تنہا نماز ادا کر لیں اور یہ ظاہر روایت ہے کہ
اور یہ بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے

اقول لا تأتيد ولا خلاف فان يصلون
ليس لصافي الايجاب ومن تتبع
ابواب صفة الصلاة والحج من
ای کتاب شاء وجد قناطير مقلوبة
من صيغ الاخبار واسودة فيما ليس
بواجب بل ولا سنة انما اقصاها
التدب ، وقد قال في البحر الرافق
والطحاوی فی حاشية الدرر ان
ذلك اعلم دلالة الاخبار على الوجوب
فبما اذا اوردت الشارح اما من
الفقهاء فلا يدل هو ولا الامر منهم
على الوجوب كما وقع لمحمد حیدث ،
قال فی صفة الصلاة افترق مرجعه
اليسرى ووضع يدها وامثال ذلك
كثيرة اهـ ولست افكر انه كثيرا ما يجنى
لوجوب كما بيناه في كتابنا فصل القضاء
في رسم الافتاء وانما اسيدان
المحتمل لا يقصى على المفسر
فكيف يرد به الاجماع المتناقض
على نقله المستندات بل كيف يصح
ان لا يعمل على ما يصير منه
مخالف للاجماع ولو كان كذا لكان هو الحق
ما ردد من الاجماع اذا لكان الواحد من

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں نہ تأتيد ہے
نہ ہی مخالفت ، کیونکہ لفظ يصلون
سے صراحتہ ايجاب ثابت نہیں ہوتا اور جس نے
بھی کسی کتاب کے ابواب صفة صلوٰۃ و حج کا مطالعہ
کیا ہے وہ بہت سے الفاظ خبر کا ذخیرہ پاسے گا
جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں
ہیں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجہ میں ہوتے
ہیں ، بحر الرافق میں ہے اور طحاوی نے حاشیہ
در میں کہا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس
وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے
سواء در ہو ، اور اگر وہ فقہار کرام سے منقول ہو تو
اس جملہ خبریہ بلکہ فقہار کے امر کی بھی وجوب پر دلالت
ہیں ہر قبیحہ کہ امام احمد سے واقع ہے انہوں نے
صفة صلوٰۃ میں فرمایا نمازی با یاں پاؤں بچھائے
اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر تہہ و شاپس مشاہد
ہیں اور میں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے
مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس
کی تفصیل گفتگو فصل القضاء فی رسم الافتاء
میں کی ہے ، مراد یہاں یہ ہے کہ محقق کو مفسر پر ترجیح
حاصل نہیں اور معتدات کی منقولات کے باوجود اس
کے ساتھ اجماع متظاہر کر کیسے دیا جائے بلکہ ان
عبارات کو اس پر کیسے ٹھوکیا جائے جو اجماع کے
عکس ہوں ، اگر معاذ یہی ہے تو ایسی ظاہر الروایۃ

ظاہر السراۃ اقرب الی السہو وحت
الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن
الحصل ههنا على الوجوب اهلا واث
قلنا بکراهة تکرار الجماعة فی مسجد
الحی مطلقا وذلک كما نصوا علیه فی
الوجیز والتبیین والهدية وغيرها
وسیاتی شرحا وحاشية انت من
ذاتہ فی مسجدہ ندب لہ طلبہا فی
مسجد اخر الا المسجدین المکی والمدنی
كما فی القنیة ومختصر البحر وبحث
فی القنیة الحاقب الاقصی و ذکر
القدوری یجمع باهلہ ویصی بہ
ای وینال ثواب الجماعة کما فی
الفتح فاذا الجماعة معهم لا یحتاجون
الی التفتیش عنہا فمت ذالذی
حرم علیہم انت ینذہبوا الی بعض
البیوت مثلا ویجمعوا وینالوا الفضل
فان قلت عاقبتهم عن الخروج
الدخول قلت کلامهم المد کسود
مطلق فیمن دخل وحت لہ
یدخل الخروج لا ذلک الجماعة
لا یمنعہ الدخول الا ترعب انت
مقیم الجماعة ینخرج تکبیر الجماعة
الاولی باذنیہ فلا انت یجوز
لہؤلاء الخروج ولا تکبیر ولا اولی

کو ذکر دینا اجماع کے دو سے بہتر ہے کیونکہ ایک
ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بھول جانا بحث
کے بھول جانے سے زیادہ قریب ہے بلکہ کوئی
قائل یہ کہتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی
نہیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت ہر
حال میں مکروہ ہے وہ اس لئے کہ وجہ تبیین ہندیدہ
وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے اور عنقریب تفصیلاً
آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کر دی اس
کے لئے دوسری مسجد میں تلاش جماعت مستحب ہے
مگر وہ مساجد حرم مکہ اور عرم مدینہ میں جیسا کہ قنیہ
اور مختصر البحر میں ہے، قنیہ میں مسجد اقصیٰ کو بھی
شامل کیا گیا ہے، قدوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے
تحریرات میں فرماتے ہیں کہ جماعت کرانے یعنی وہ
جماعت کا ثواب پالے گا۔ فتح میں اس طرح ہے
اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کی محتاج نہیں ہے
تو ان پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ گھر
کی طرف جاتے اور انہیں منکر کرے اور ثواب جماعت پائیں۔
فان قلت (اگر کوئی کہے کہ)

مسجد میں داخل دوسری جگہ جانے کو مانع ہے
میں کہتا ہوں ان کا ذکر کلام مطلق ہے خواہ وہ
شخص داخل ہے یا داخل نہیں اور اگر جماعت
کے لئے خروج اس کو دخول سے مانع نہیں کیا آپ
نہیں جانتے کہ دوسری جگہ جماعت کا قطع پہلی
جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے
تو ان کے لئے خروج ہر طور جائز ہو گا نہ تکبیر ہے

لاولی وبالجملة لا محل ههنا لا یجاب
وعلیه کان یتوقف التئید والخلاف
فإن قلت فادلا وجوب فما منزع
الکلام قلت افادة جواز لا انفرا د
لهم بلا حظر ولا حجب بخلاف ما لو لم
تقم الجماعة بعد حیث لا يجوز الصلاة
منفردا الا بعدد ولما فیہ من
تفویت الجماعة الواجبة علی المعتمد
او القریبة من الوجوب علی المشهور
فاذنت کانت علی وزان ما قال
العینی فی عمدة القاری قال ابو حنیفة
رضی الله تعالی عنه سها او شام او
شعل من الجماعة شغل جسمه
یا هلد فی منزله وان حمل وحده
یجوز شام وهذا معنی لا یمکن علیه
ان شاء الله تعالی وبه
یزول کل اشکال ولله الحمد
قوله وعت هذا ذکر العلامة
الشیخ رحمه الله السندی
تلمیذ المحقق اجمت القسما
فی رسالتہ ان ما یفعله اهل
الحرمین من الصلاة باسمه متعده
وجماعات مترتبة مکروه اتفق قال

اور نہ جماعت اولیٰ، الغرض یہاں ایجاب کا محل
نہیں اور اسی پر تائید و خلاف موقوف تھا، اگر
اسے مقرر فی تویہ کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام
کا منشا کیا ہوگا؟ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں
کہ ان کے لئے بلا خوف و خطر تنہا نماز ادا کرنے
کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت
کے جب ابھی جماعت نہ ہوتی ہو کہ اب ہذر کے
بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا
فوت کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق
واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب
سے اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی
نے قریب لغوی میں بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یا سر گیا یا
کسی اہم مصروفیت کی بنا پر جماعت میں شرکت
نہ کر سکا تو وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور باجماعت
نماز ادا کرے اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کر لی
تب بھی جائز ہے اور یہ معنی نہایت ہی واضح ہے
اس میں کوئی خبا نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس
کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہو جاتا ہے قولہ
اس بارے میں علامہ شیخ رحمہ اللہ السندی جو
شیخ جام کے شاگرد ہیں اپنے رسائل میں کہ کمال عربین
جو متعدد ائمہ اور مترتب جماعات کی صورت میں
نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے

قوله واقرة الرملة في حاشية البحر
أقول يا سبحن الله ای مساس لهذا
بما نحن فيه قامت انكاسه وعلی
التفریق العدی كما هو الواقع في
المحرمين المكرمين فانهم جزؤا
الجماعة اجزاء وعينوا الكل جزؤا اما
والتفریق بالقصد حیث لا باعث
عليه شرعا لا يجوز اجتماعا والا
لماسن الله تعالى صلاة الخوف
وهذا المستوی فيه مساجد الاحياء
والقوامع والجوامع والبراري
جميعا قولا فصلا من دون فصل
ثم وقع الخلاف في الاقتداء بالخالف
على وجوه فصلها في البحر و
مراد المحتار وغيرهما وايتنا على
لبابه في فتاؤنا فمن لا كراهة
هتده اصلا ای اذا لم يعلم ان
الامام لا يراعي مذهب غیره بنساء
على اعتبار رأي المقتدی كما هو
الاصح او علم انه غیر صراح
عند من يقول العبرة
برأى الامام فهذا التفریق
حذاه من دون باعث شریعی

اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر
میں ثابت رکھا ہے اقول (میں کہتا ہوں)
اسے اللہ! تو پاک ہے۔ اس عبارت کو ہمارے
زیر بحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی
انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو،
جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ حجت
کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے
الگ الگ نام مقرر کرتے ہیں اور تفریق قصدی کا شرعا
کوئی باعث نہیں اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ورنہ
اللہ تعالیٰ مسئلہ فوت کا طریقہ یوں جاری
نہ فرماتا، اور اس میں تمام مسابہ برابر میں خواہ
وہ محاکمہ میں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات
و جبلت میں، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالف
مذہب کی اقتداء میں متعدد وجہ پراختلاف واقع ہوا
ہے اس کی تفصیل بحر، رد المحتار وغیرہ میں موجود
ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاویٰ میں ذکر کر دیا ہے
اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب
مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دوسرے مذہب کی رعایت
نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر
جنی ہے اور یہی صحیح ہے یا مقتدی کو معلوم ہو کہ
امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدم کراہت
کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر جنی ہے تو عدم کراہت
کے قائل، کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے

وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم
تلك السنة واكتروا من حكم بالكرهية
عند الشك في المراءات او اعتقد ان
الافضل الاقتداء بالموافق مهما
امكن وان تحققت المراءات فهو
عند بوجه شرعي وهم الجمهور وعليه
العمل فذا تكرار عن اهل الحرمين
ليس في فعلهم خلل ولا عيب والعلامة
اسيد المحدثي هو الناقل فيما سياتي
عن الملا علي القاري انه قال لو كان
لكل مذهب امام كما في زماننا
فالافضل الاقتداء بالموافق سواء
تقدم او تاخر على ما استحسنته
عمامة المسلمين وعمل به جمهور
المؤمنين من اهل الحرمين والقدس
ومكة والشام ولا عبرة بمن شذ
منهم اذ على كل فهذا الكلام
من واد احر لا تعلق له بجواز التكرار
وعدمه قوله لكن يشكل عليه ان
نحو المسجد المكي والمدني ليس له
جماعة معصوصون فلا يصدق عليه انه
مسجد محلة بل هو كمسجد شامع و
قد مر انه لا نراه في تكرار الجماعة

شرعی جواز نہیں اور یہی عدم کراہت کے قائل لوگ اس
سال حاضر ہوئے اور انھوں نے انکار کیا ، اور
وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت
کا حکم لگایا ہے یا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل
موافق کی اقتداء ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو تو اب اگرچہ
رعایت تحقیق ہو جائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ
شرعی کہ بنا پر ہوگا اور یہی جمہور کی رائے ہے اور
اسی پر عمل ہے لہذا اہل حرمین پر کوئی انکار و اعتراض
نہیں اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل و نقص ہے
اور علامہ سیہ بخشی نے آگے چل کر طاعنی غاری سے
یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے
دور میں ہے قراۃ امرات امام کی ، ففضل ہے خواہ
وہ ناعت پہلے ہو یا بعد میں اسے عامۃ المسلمین نے
مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہل حرمین ، قدس
مکہ و شام کا عمل اسی پر ہے اور اس کے خلاف
رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اور ہر حال
میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا
تعلق تکرار جماعت کے جواز اور عدم جواز سے نہیں ۔
قوله لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجد کی
اور مسجد مدنی جن کی جماعت معین و معلوم نہیں تو
انہیں مسجد محلہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مسجد شامع کی
طرح ہوں گی اور پہلے نزدیک ہے کہ مسجد شامع
میں بالاتفاق تکرار جماعت میں کراہت نہیں اس

فیه اجماعاً خلیعاً علی قول انما نشأ
الاشکال من حملہ علی مسئلة التکرار
وقد علمت ان لم یقصدوها وانما
انکروا تعمد التفریق وهو محظور
قطعا ولو فی مسجد شارع فالعجب
من السید العلامة المحقق المحدث
یورد علی مسئلة التکرار مالا ورواه
عینہ ثم یشکل هذا الوارد بالاشکال
به اصلا ولكن لكل جواد کبوة نسأل
الله سبحانه عفوہ ثم اقول واشد
العجب من العلامة الشیخ مرحمة الله
رحمة الله تعالی حیث قل الاحتیاط فی
عدم الافتداء به " ی - لیس العت
ولو مرأعیا كما سیقله المحشی عنه
ثم قال ههنا بکراهة ترتیب الجماعة
وادی الاتفاق علی خلاف ما علیه الجمهور
ولیت شعری اذا کان هذا مکروها وفاقا
فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم
به ایجعل الی سب کلهم علی مذہب
واحد امریسکن مقلدا واکل امامی بلده
علیهة او یجعل لكل منهم
مسجد بحیالہ و یمنع

میں مزید غور کرنا چاہئے اقول (میں کہتا ہوں)
یہ اشکال تب ہے جب اس مسئلہ تکرار پر محمول
کیا جائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقصود
نہیں، انہوں نے دانستہ تفریق سے انکار کیا ہے
اور وہ یقیناً ممنوع ہے اگرچہ مسجد شارع ہی کیوں
نہ ہو تو تعجب ہے علامہ محقق محشی پر کہ انہوں نے اس
مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ عمل نہیں ہے
پھر اس عمل پر مبنی ایسا اشکال بتایا جس سے کئی
اشکال پیدا ہو رہے ہو مگر تاہم ہر شے ہوا کے لئے
مشکر ہوتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اس پر ان
کے لئے معافی کے طلبگار ہیں ثم اقول (پھر
میں کہتا ہوں) سب سے زیادہ تعجب علامہ شیخ سید
رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے مخالفت کی
اقدار نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتا ہو
جیسا کہ محشی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا،
پھر یہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے اور جمہور کے
موقف کے خلاف اتفاق کا دعویٰ کیا، افسوس صد
افسوس اگر یہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تو اس احتیاط
پر عمل کیسے ہو گا جس کا تم نے خود اعتراف کیا ہے کیا
تمام لوگ ایک مذہب کے ہو جائیں گے یا ہر شہر میں
ہر مذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے یا
ہر مذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی اور ان

اهل ثلثة مذهب عن الصلاة قرب
 المسجدین الکریمین او تجعل الجماعة
 لمذهب واحد و یؤصر الباقون بالصلاة
 فرادی ثم اقول و یورد مثله علی تقریر
 العلامة حیر الملة والدين الرملة رحمه
 الله تعالى لما مر وهو الناقل كما سیأتی
 حاشیة عن العلامة الرملة الشافعی انه
 مشی علی کراهة الاقتداء بالمخالفة
 حیث امکنه غیره و بدافق الرملة
 اکبیر و اعتمد السبکی والاسنوی
 و غیرهما قال والحق عمل ان عدم فی
 ذلك اختلاف و کل ما کانت لهم حلة
 فی الاقتداء بنا صحت و قنناد
 و الفضلیة کانت لما مثله علیهم و
 قد سمعت ما اعتمد الرملة و
 افق به و الحقیر اقول مثل قوله فیما
 يتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه
 المنصف یسلم ذلك

وانما سلی فقه الحنفی

لامر بعد اتفاق عالمین

فاذا کانت الفقه والانصاف هو کراهة
 الاقتداء بالمخالفة فکیف یسکر علی ما فعه
 اهل الحرمین لا جرم سجم العلامة

و دو مبارک مساجد سے بقیہ تین مذہب کے لوگوں کو
 نماز ادا کر سکتے روک دیا جائے گا یا ایک مذہب
 والوں کی جماعت ہوگی اور دوسرے لوگوں کو تنہا
 نماز ادا کرنے کو کہا جائیگا **ثم اقول** د پھر میں
 کہتا ہوں اسی طرح کا اعتراض علامہ خیر الملت و
 الدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ غزالی
 و سی ناقل ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ
 علامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالفت کے علاوہ
 کسی امام کو پناہ نہ ملے ہو تو مخالفت کی اقتداء کر دینے
 اسی پر رملی کیر نے فتویٰ دیا، سبکی اور اسلمی وغیرہ نے
 اس پر اعتقاد کیا ہے کہ الحاصل ان کے ہاں اس بارے
 میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بنا پر ہماری
 قنناد ان کے لئے صحیح غاصد یا افضل ہے ایسا
 ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے اور آپ نے وہ
 سن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتقاد کیا اور فتویٰ دیا
 میں فقیر انہی کی مثل کہتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں حنفی
 کسی شافعی کی اقتداء کرے انصاف پسند فقیر اسے
 تسلیم کرے گا

اور میں فقہ حنفی کا رملی ہوں درملی شافعی اور رملی حنفی
 دونوں ماحول کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔
 پس جب دانش وانصاف کا فیصلہ مخالفت کی اقتداء
 کا مکروہ ہونا ہے تو اہل حرمین کے نقل پر اسرار کیے
 کیا جاسکتا ہے یقیناً علامہ خیر الدین رملی نے شرح

نفسد فی حاشیتہ علی شروح زاد الفقیر
للعلامة الغزى والتمن للامام ابن العام
الى موافقة الجمهور فقال كما نقله في
منحة الخلق على البحر الرائق بقول
الكلام في الا فضل ما هو الا قتداء به
اولا نفراد ثم اس من صرح به من علمائنا
وغا هر كلا منهم الثاني ، والذي يظهر
ويحسن عندي الاول لان في الثاني
ترك الجملة بعد حديث لا تحصل الا به
و لو لم يكن بان كان هناك حنفی
يقتدى به الا فضل الا قتداء به
فقد اعترف امت الا فضل الا قتداء
بالحنفی اذا وجد و امت
کانت الشافعی الذی
یؤمر صالحا عالما قفیا نقیبا
یراعی الخلاف کما وصفه
فی ثلاث الحاشیة۔

زاد الفقیر علامہ غزالی جس کا متن امام ابن ہمام کا
ہے کے حاشیہ میں رجوع کر کے جمہور کے ساتھ
موافقت کی اور کہا جیسا کہ اسے منہ الخلق علی
البحر الرائق میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس
بات کا کہ مخالفت کی اقتداء افضل ہے یا افراد،
تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی
تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی
جہارات سے دوسری بات (افراد کا افضل
ہونا) ہی سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح
و احسن ہے وہ پہلی بات (اقتداء سے مخالفت)
ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترکب
جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت
حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً
وہاں کسی حنفی کی اقتدار کی جاسکتی ہے تو اقتداء سے
حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خود
اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ اگر حنفی امام
موجود ہو تو اسی کی اقتداء افضل ہے اگرچہ
شافعی امام صالح متقی، صاحب ورع اور
اخلاقی صورت میں حنفی مذہب کی حمایت کوئی نہ
موجود ہو جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف
بیان ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ تمام عبارت تعلیقات فقیر علی رد المحتار کی ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ اُس سے حق واضح و جلی ہے،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از تسبیح ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فاری مدرسہ جارج مسلم اسکول
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل
 ہے خواہ نمازی کم ہوں خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اس کی
 یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کر لیا جائے۔
 مگر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فصلت نہیں ہو سکتی، اگر اس قدر نمازی ہوں
 کہ محراب سے راست و چپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کرنی چاہئے
 دوسرے یہ کہ اکثر مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہو گیا، علمائے حان کا قیاس کیا ہو سکتا ہے جبکہ علمائے حنابلہ
 کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع
 دلیل تحریر فرمائیں۔ مگر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قرنی منقول پیش نہیں کرتا
 بعض قیاس سے کام لینا چاہئے ہے مگر قیاس کو رد کر کے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنت متواتر یہی ہے کہ امام وسط میں کھڑا اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف
 میں رہے محراب کا نشان اسی عرص کے لئے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ
 اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور
 ارشاد حدیث توسطوا الاضلاع (امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔) کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل
 ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص ہے کہ
 گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو
 یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانہ اقدس و زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب مد قبلہ ہے یہ محراب صوری اس کی
 علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مستقیم و دوسرا مٹھی جیسا کہ اب اکثر مساجد یوں ہی ہیں وہ دو مسجدیں
 ہیں مستقیم مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور مٹھی مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد، ہر مسجد کے لئے وہ محراب
 حقیقی موجود ہے۔ اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک
 کہ اگر محراب صوری وسط میں نہ ہو یا جانب مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اس میں نہ کھڑا ہو
 بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے۔ اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل، اور مٹھی مسجد بھی ایک مسجد ہے
 تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے، مٹھی مسجد میں جو جگہ

قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولیٰ، لیکن جماعت ثانیہ کے لئے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے، معراج الدیۃ شرح ہدایہ میں ہے:

بمسطوح کر میں ہے امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو، اگر وہ صف کی کسی جانب میں کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، اگر مسجد صحنی جانب شبتوی میں برادر مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی طرف کھڑا ہو تاکہ قوم دونوں اطراف میں برابر ہو جائے، اصح طور پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام کے دستوں کے درمیان یا گوشہ مسجد یا کنارہ مسجد یا سستون کی طرف کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ عمل سنت کے ہی خلاف ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے خلا کو پُر کرو۔ (ت)

محراب نہیں بنائے جاتے مگر درمیان مسجد میں اور وہ مقام امام کو متعین کرتے ہیں۔ (ت)

فی مبسوط بکذا السنة ان يقوم في المحراب
ليعتدل الطرفين ولوق في احد جانبي
الصف يكره ولو كان المسجد الضيق
يجنب الشقوى وامتلا المسجد يقوم
الامام في جانب الحائط ليستوي القوم
من جانبيه والاصح ما روى عن
ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه قال
اكثره ان يقوم بين السارين
او في زاوية او في ناحية المسجد او
الى سارية لانه خلاف عمل اصدة
قال صلى الله تعالى عليه وسلم تو سطوا
الامام وسط والخلل

اُسی میں ہے،

المحارب ما نصبت الا اوسط الساجد و
هي قد عينت لمقام الامام

والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۸۸۲ از کان پرنی مرکز مستولہ حاجی فہیم بخش صاحب مرت چٹن ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دینی زید اور عمرو کے بارے میں دونوں حنفیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ترجمہ
حدیث زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اب من صلی العیلاۃ صوتین (جس نے نماز دو بار پرنی بت)

میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زیر آفری حصہ حدیث،

اد اجنت العبدۃ فوجدت الناس فصل
معهم وان کنت قد صلیت تکنت

لک نافذہ وھذہ مکتوبہ۔

کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی بر نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فصرض

ہو جائے گی دلیل یہ ہے،

وان کنت قد صلیت تکنت لک نافذہ میں ان شرطیہ ہے اور تکن جزا ہے ان وصلیہ اس

وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستأنف ہو کرتا ہے

یہاں ایسا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ یہ کایہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے، عمرو آخری

حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں

جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اس وجہ سے کہ ان وصلیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت

میں اول واو داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لئے مضمر میں ہے اور قد تحقیق ماضی کے لئے

نیز ھذہ اسم اشارہ قریب اکری کے لئے ہے پس قد صلیت سے بر صلوۃ مدلول ہے وہ مشا را ایہ

ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلوۃ فصل معھم سے مدلول وہ بعید ذکر ہے وہ مشا را یہ نہیں

اگر نہ کنت ماضی کو شرط بنایا جاتا تو تکن جزا میں تکن مخالف نہیں ہے نیز فصل معھم امر بھی جواب کو کہتا ہے اور شرط بھی

جزا کو علی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافذہ جواب امر کا ہے جزا نہیں جو ہر مقدم ہونے امر کے

جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر ترجمہ جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغناء ہو جاتا ہے ان دونوں قائلوں

میں نون سا قائل راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں؟ زیدہ عمرو کی دلیلوں میں

سے کسی کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں، دیگر جو نماز کو کج و سجد

والی علاوہ مجرد عصر و مغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید و جمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ ہفت

ہفتے پر نفل ٹکرا نماز کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے ٹکرا نماز پر اس طور سے کہ

پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کر کے دوسری جماعت دوسرے روز ہفتے پر ٹکرا نماز کر سکتا

ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ یدینوا تو جہودا ر حکم اللہ تعالیٰ

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔

اولاً ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آتا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستأنف ہی ہوتا

لے سننی ابو داؤد باب من صل فی منزل ۱۰۰ کتاب عالم پریں ۵ جلد ۸۵/۱

سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزائیں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔
 قوله تعالى وما اکثر الناس بؤسهن ^۱
 رخصی میں ہے ^۱

قد تدخل الواو على ان المد لول محلى
 جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا كان
 ضد الشرط او في بن لث المقدم وانظر هو
 ان الواو في مثله اعتراضية ونعني
 بالجملة الاعتراضية ما يتوسط بين
 اجزاء الكلام متعقبا بمعنى متانفا
 لفظ كقوله ع

پری کل من فیہا وحاشا لک فانیا
 وقد یجئ بعد قسم استعظام
 كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
 انا سيد ولد آدم ولا فخر
 فتقول في الاول تريد وان كانت
 غيبا بخيل وفات في تريد بخيل
 وان كانت غيبا والاعتراضية
 تفعل بين افعال جزئية من
 الكلام كما يلاحظ تفصيل اذا لم يكن احدهم
 حرفا اظم مختصرا

شاعر کا یہ مصرعہ ہے
 زودیا میں ہرچیز کو فانی جانتا ہے
 اور تو محفوظ رہے۔

بعض اوقات تمام کلام کے بعد واو آتی ہے، مثلاً
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے،
 میں اولاد آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں۔ پہلے کی
 مثال "تريد وان كانت غيبا بخيل" اور دوسرے
 کی مثال "يريد بخيل وان كانت غيبا" ہے،
 جملہ معترضہ یا تفصیل کسی بھی کلمہ کے دو جزوں میں فصل پیدا
 کرتے ہیں بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جس سے حرف
 نہ ہو اور محض قرأت (ت)

لا جرم صحیحین میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات
على ذلك الا دخل الجنة وان سرق وان خاف وان
سرق وان خاف وان سرق وان سرق و
ان سرق على ستم الف ابي ذر

جس بندے نے بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا
اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، اگرچہ اس نے زنا و
چوری کی، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی۔ ابو ذر
کی ناک خاک آلود ہو۔ (مت)

ثانیاً حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک و احمد و نسائی نے مجن بن اورع دیکھی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اذا بحثت المسجد و كنت قد صليت
ف قيمت الصلاة فصل مع الناس و
ان كنت قد صليت

جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور
جماعت کھڑی ہوئی تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ
اگرچہ تو نماز پڑھ چکا تھا۔ (مت)

یہاں یقیناً صلیہ ہے، مرقاۃ میں ہے،

(فصل) ای نافذة لا قضاء ولا عساة
(مع الناس وان) و صلیۃ ای ولو
(كنت قد صليت)

(تو نماز پڑھ، یعنی فعل نماز نہ قضاء اور نہ عساة
(لوگوں کے ساتھ اگرچہ) ان و صلیہ ہے
یعنی اگرچہ (تو نماز پڑھ چکا تھا)۔ (مت)

ثالثاً صرف ان کا و صلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعینین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں
بحث فضول اور اس سے استغناء و نا مقبول مدغم نہیں تکن کے مرجع اور ہذا کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر
ثانیہ کے لئے ہے اور اشارہ اولیٰ کی طرف کہ وہی اقرب ذکر ہے کسا قالہ عمرو (جیسا کہ مکرر دئے گئے)۔ (مت)
تو اولیٰ فرض اور ثانیہ نقل ہوگی اگرچہ ان شرطیہ ہوا اور عکس ہے تو عکس اگرچہ ان و صلیہ ہو و ہذا المظاہر

سہ صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثياب البیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶۷/۲

سہ مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوۃ مع الامام میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

مسند احمد بن حنبل حدیث مجن الی طبری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴/۲

سنن النسائی اعادۃ الصلوۃ مع الجماعة مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱

سہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ المدنیہ طابان ۱۰۶/۳

قوله وزيادة الناحية وان احسن تاويله
بان السراة بالناحية هي الاولى و ترتيبها
على قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فصل
معههم مع وقوعها سابقا باعتبار وصف
نافلية فانه انما يظهر بصلاية معهم
فافهم ثم اذا اتي على قوله صلى الله تعالى
عليه وسلم تكن حاد النظر الى حاشية
الطبي فتنقل ما فيها والله تعالى اعلم .

قول "وزيادة الناحية" کر رہا ہے اگرچہ اس کی
تاویل ٹوہ بھی ممکن ہے کہ ناکہ سے مراد پہلی نماز
ہے اور انھوں نے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی
فصل معهم (ان کے ساتھ نماز پڑھ) پر اسے
مرتب کیا ہو اگرچہ اس کا وقوع باعتبار وصف نفل
کے سابق ہے کیونکہ اس نفل نماز کا ظہور رخصت کے ساتھ
ہو گا اسے یاد رکھو پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے ارشاد گرامی تکن پر آئے تو نظر حاشیہ طبعی
کا طعن مئی قریب کچھ وہاں تھا اسے نقل کر دیا، واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

عمدہ کا قول صحیح اور دلائل زائل اولاً ہم بیان کر چکے کہ ان کا وسیلہ بننا کچھ مفید نہ شرطیہ ہو نا مضر
ثانیاً دخول داود وسیلہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاقل آتا ہے۔

ثالثاً کنت اور قد ہیں مثنیٰ شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر مسموع ہے فعلی هذا لا تقول
ان قد فعلت والسا قد فعل آھ "رہنی"

یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں

کقولہ تعالیٰ عن عبیدہ عیسیٰ علیہ الصلاة
والسلام ان کنت قلتہ فقد علمتہ وقولہ
تعالیٰ عن شاہد یوسف علیہ الصلاة
والسلام وان کان قمیصہ قد من دبرہ
جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت عیسیٰ
علیہ الصلاة والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے
یہ کہا ہے تو جانتا ہے" اللہ تعالیٰ نے حضرت
یوسف علیہ الصلاة والسلام کے گواہ کے حوالے سے
فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھنسا ہے (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا

لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے، رضی میں ہے۔
 اعلم ان يكون شرطها في الاغلب مستقبل المعنى فان اردت معنى الماضى جعلت الشرط لفظ كان كقولك تعالى ان كنت قلته، وان كان قميصة وانما اختص ذلك بكان لان القاء التاني تستفاد منه في الكلام الذي هو فيه التزام الماضى فقط ومع النصب على المضى لا يمكن استفادة الاستقبال.
 پھر جان لے کہ ان کے لئے اغلب طور پر یہ شرط ہے کہ وہ معنی کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے اگر تو معنی ماضی کا ارادہ کرے تو تو لفظ کان کو شرط کر دے جیسے فرمایا الہی ہے "ان کننت قلته وان كان قميصة" ایسے کان اس لئے مختص کیا ہے کہ وہ فائدہ جو اس میں مقصود ہے وہ نقطہ ماضی کی کلام محال اور ماضی پر نفس کے باوجود استقبال کا استفادہ ممکن نہیں رہتا۔ (ت)

اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بجا رہے تو ماضی کے لئے قد کا آٹا کیا محال ہے۔
 ما ابعانا زاول اگر قریب ذکر آئے دوم قریب وقوع ہے اور شک نہیں کہ حد یہ متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے۔

خاصاً ضمیر ہی مرتب قریب پر، ان سے تک سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر بھی مرتب قریب چاہتی ہے تک سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اس کا تعاضل اقتصاسے ہذا کا سے پہلے ہوا۔

سادساً شرط بلا مشبہ کنت ہے مگر معنی بہ بیت کہ شرط میں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ مع جمیع متعلقات ان تو تم لیس فی بیٹی عند راسی ثلاث لیاں مستقبل القبلۃ متوہمین فانتم احرار (اگر تم میرے گھر میں میرے سر کے قریب تین راتیں با وضو قبلہ رو ہو کر لیس پڑھو تو تم آزاد ہو۔ ت) ان ساتوں قیود کے تبع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً حاکم جس کی دلالت حدیث مطلقہ زمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کہا قد منا انفا عنت الرضی (جیسا کہ ہم نے رضی کے حوالے سے ابھی ذکر کیا۔ ت) تو سبب کون بجا طلب نہیں بلکہ کونہ قد حاصل یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا ناظر ہونا اُس کے وقوع پر موقوف۔

سابعاً امر کے لئے جواب لا سکتے ہیں زیر کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو نامستدعی جواب کا

تعمد شرط مستدعی جزا کے اقتضا پر مرجع نہیں ہو سکتا۔

شاہنا اگر تکن جواب امری ہو تو یہ بھی قیاسی اعدا المعنیین سے عاری ہے جزائے ان کنت نہ سہی اس سے پہلے قد صلیت کلام میں واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے۔

بالجملہ دلائل عرفین کچھ نہیں ہیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوالی میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جا سکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ

اولاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض بر نیت فرض وقت میں باستماع شرائط ادا کر چکا ہو ورنہ بدھت پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نفل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ نفل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اس وقت پڑھنے سے فرض ذکر سے ساقط ہو گیا اب نہ وہ وقت میں عود کر سکتا ہے نہ وقت میں دو فرض ہو سکتے ہیں قریقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصہ ملے گا۔

کما فی حدیث مالک والبیہ واذعن ابی ایوب
الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال
لہ منہم جمیعاً
و اقول ثانیاً اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو مالا کہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آنے پر
محمل فرمایا ہے کہ

اذا جئت الی الصلاة فوجدت الناس فصل
معهم وان کنت قد صلیت
یہ نہیں فرمایا،

اذا صلیت فی سراجک افترض علیک ان
تأقی الجماعة فتصلی معهم۔
جب تُوئے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو تجھ پر فرض ہے
کہ تو جماعت کی طرف آئے اور ان کے ساتھ نماز
ادا کرے۔ (ت)

۸۵/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزله	سنة سنن ابی داؤد
ص ۱۱۶	میر محمد تائب نانہ کراچی	اعادة الصلوة مع الامام	موطا الامام مالک
۸۵/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزله الخ	سنة سنن ابی داؤد

ابوداؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا اصبحتما حالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیامعہم فاشہا لکمانا فلة۔
جب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کر چکو پھر تم مسجد کی طرف آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو کہ (جماعت والی نماز) تمہارے لئے نفل ہوگی (ت)

بلکہ حدیث میں تخیر کی تصریح ہے کہ جی میں گئے تو شامل ہو جاؤ، سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامست انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء ۰ تشتغلہم اشیاء عن الصلوة لوقتہا حتی یدہب وقتہا فصلوا الصلوة لوقتہا ففعلوا رسول اللہ اصل معہم قال نعم ان شئت ۞
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے امراء آئیں گے جنہیں بعض اشیاء کی مشغولیت نماز بروقت سے غافل رکھے گی یہاں تک کہ وقت چلا جائے گا، تو تم نماز بروقت ادا کرو، (ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں؟ فرمایا، ہاں اگر تڑپا ہے تو پڑھ۔ (ت)

فرض میں اختیار کیسا !

اقول و المراد بالوقت المستحب اک یؤخرون الی وقت انکراۃ اذہو المعہ من اولہک الامراء لان یصلوا العصر جماعۃ بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع۔
میں کہتا ہوں یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے یعنی وہ مکروہ وقت تک نماز کو مؤخر کرینگے یہی بات ان امراء سے معروف ہے یہ نہیں کہ وہ نماز عصر کی جماعت غروب کے بعد اور نماز عشاء کی جماعت طلوع کے بعد کرینگے (ت)

۹۹/۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور
جامع الترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی وحدہ ۲۰/۱ ایمن کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۶۲/۱ سنن ابوداؤد باب اذا فر الامام الصلوة عن الوقت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

و ثالثاً اذ قطن بسند صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اذا صليت في اهلك ثم ادرکت فصلها الا
 جب ٹوٹے اپنے اہل میں نماز ادا کر لی پھر ٹوٹے جماعت
 کو پایا تو اسے دوبارہ پڑھ سوا سے فجر و
 مغرب کے۔ (دست)

فجر و مغرب کا استثنا اسی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں نفل ہے نہ نفل میں
 ایسا۔ اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادا سے فرض سے کون مانع ہے۔

و رابعاً حدیث بتاریخی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب
 ہے "تکلیف" اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جہلئے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے
 یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پچلے پڑے ستے اسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کہ جماعت طاعتی یا
 نہیں شریک ہوتا یا نہیں اور جب ترتب فعلیت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد اول تو
 بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اسے شرکت ہی سے ملیں گے، اور اگر اول مراد اول تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک
 اس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت ان فرضوں کو نفل کی طرف منتقل کر دے گی اور یہ کہ تھا
 مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی، ان دونوں باتوں کے لئے شرع میں نظیر نہیں۔

و خامساً مسند احمد و صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 كيف اذا كانت عليك امراء يمينتون
 الصلاة او قال يؤخرون الصلاة عن
 وقتها قال قلت مما تأمرني قال صل الصلاة
 بوقتها فانها لك ناعمة
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس
 وقت تمہارا حال کیا ہو گا جب تم پر ایسے امراء مسلط
 ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے، یا فرمایا، وہ نماز
 کو اس کے وقت سے مؤخر کرینگے۔ کہا میں نے عرض
 کیا، حضور! آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا، تم
 نماز اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر ان کے ساتھ جماعت پائے تو نماز پڑھو گے کہ یہ تیرے لئے نفل ہو جائیگی (دست)

سہ المصنف عبد الرزاق باب الرجل يصلي في جية ثم يدرك الجماعة حديث ۳۹۳۹ مطبوع المكتب الاسلامي بيروت ۲/۲۲۷
 كذا الحال اعادة الصلاة حديث ۲۲۸۳۲ مطبوع مؤسسة الرسالة بيروت ۲۹۲/۸
 سہ صحیح مسلم باب کراہۃ تأخیر الصلوۃ عن وقتها مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۰/۱

اس میں ضمیر انہما صاف نماز ثانی کی طرف راجع ہے اٹھ کی طرف ارجاع بعید عن الغم ہونے کے علاوہ ارشاد و اقدس حمل الصلوٰۃ لوقتہا (نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔ ت) کے منافی ہے کہ پہلے اس کے وقت میں پڑھ کر اوقات فرائض کے لئے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے۔

و ساد سننا حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں یوں ہے کہ فرمایا، واجعلوا محلاً لکم معہم قطعاً (تم اپنی نماز کو ان کے ساتھ نفل بنا لو۔ ت) اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی۔

مسابحاً اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلے اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدرجہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تہما ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادام ہو کر جماعت میں وہ فرض ناقص اصل و حکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار نفل نے اس کامل کو اس کی فہرست فرائض میں داخل فرمایا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے،

اولئک یبدل اللہ سینۃ ہم حسبہ۔ اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ

بدل دیتا ہے (ت)

جب اس کا کم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف مشیر ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد جب ان سے پوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا،

وذلك ليكن انما ذلك الى الله عز وجل	یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے
يجعل ايتهما شاء۔ رواه الامام مالك	ان میں جسے چاہے (فرض، شمار فرمائے گا۔
هذا ما عندى، العمل بالحق	اسے امام مالک نے روایت کیا، یہ میری تحقیق ہے

۱/۶ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امراء عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۵/۴۰

۱۱۶ من مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

۱۱۶ من مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

عند ربی۔ حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے (ت)
 ظہر و جمعہ وحشا نفل دو بارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث ڈوہرے
 روز پڑھنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی،
 حدیث مجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا؛
 کنت قد صلیت فی قیامت الصلوٰۃ۔ تو نے نماز پڑھ لی پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی (ت)
 حدیث ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے؛
 یصلی احدنا فی منزلہ الصلاۃ ثم یمشی فی المسجد فتقام الصلاۃ۔ جب کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے پھر مسجد کی
 طرف آتا ہے پھر نماز کی جماعت کھڑی ہوئے (ت)
 حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا؛ فان ادركتہ صعبۃ (پس اگر تو ان کے ساتھ
 نماز کر پائے۔ ت) سنن ابی داؤد میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں؛
 اذا صلی احدکم فی محلہ ثم ادرك الصلاۃ مع الامام فلیصلہا معہ فامہا لہ نافلة۔ جب کسی نے گھر پر نماز پڑھ لی پھر امام کے ساتھ نماز
 پالی تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھے کہ یہ اس کے لئے
 نفل سمجھا گیا (ت)

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تھا؛ اذا صلیت فی احدک ثم ادركت (جب تو نے اپنے اہل
 میں نماز پڑھ لی پھر تو نے جماعت کو پایا۔ ت) حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے؛ اصل
 فی بیتک ثم ادرك الصلاۃ فی المسجد مع الامام (میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں پھر میں امام

۱۵/۴	دار الفکر بیروت	حدیث مجن الدیلمی	لہ مسند احمد بن حنبل
۹۹/۱	مکتبہ سلفیہ لاہور	اعادۃ الصلوۃ مع الجماعۃ	سنن النسائی
۱۰۳ ص	مجمعاتی دہلی	افضل الثالث من باب من صلی مرتین	مشکوۃ الصالح
۸۵/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزلہ الخ	سنن ابو داؤد
۲۳۰/۱	نور محمد اصبح المطابع کراچی	باب کراہۃ تاخیر الصلوۃ عن وقتہا الخ	سنن صحیح مسلم
۸۵/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	باب من صلی فی منزلہ الخ	سنن ابو داؤد
۲۲۶/۲	المکتب الاسلامی بیروت	باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ	شفا المصنف لعلہ الرزاق
۱۱۵ ص	میر محمد کتب خانہ کراچی	اعادۃ الصلوۃ مع الامام	لہ مؤطا الامام مالک

کے ساتھ مسجد میں نماز کو پالیتا ہوں۔ ت) (دوسرے روز اس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی تلہ، ظہر و بروزہ کی غیر ہے و لہذا امام و مقتدی کا قضاء و ادا میں اختلاف مبطل اقامت ہے اور دوسرے دن اگر لوگ محل کی قضا جماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادا رک نہ کہیں گے اور واجب تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عید میں اول میں تفضل گناہ اور ثانی میں شریعت مظهر سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۱ از کا پور محلہ جو پھر خانہ مولوی شاد احمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً و مصلياً و حسناً (اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلاۃ و سلام عرض کرتے ہوئے۔ ت)۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقا، ہم علی رؤس المسلمین و صحابہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) یکہ اختلاف علماء ہر یوم المنع میں تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علماء سے بچنے کے مجرم ہے یا نہیں۔

(۲) سر شنبہ ۱۰ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے مجرّب ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الاضحیٰ جو مجرّب ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سر شنبہ کو نہیں ہوتی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عید نہ تھی درجاعت میں شریک ہو گیا نفل نیت سے مجرم ہوا یا نہیں۔

(۳) سر شنبہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جگہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بر نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہ و لاف ہے کہ اس نے اپنی نماز دہرائی اور ہم لوگوں کی غایز میں خوب غراب کیس مگر امام کو وہ شنبہ کو اعلان وقت نہانے کے یقین تھا عید کا اور راہی تھا اور خود سر شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بر نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی ادا احتیاطی جگہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو! آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے، نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کی کرنے میں احتیاط ہے، ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے۔

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جرباب "من صلی الصلاۃ صرتین" میں ہے اسے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت (اگرچہ کُرتے نماز پڑھ لی ہو۔ ت) میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ، اولیٰ وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ۔

(۶) آیہ کریمہ ومن تطوع خیرا فہو خیر لہ (اور جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کیلئے بہتر ہے۔ ت) اور من تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم (جو کوئی اپنی طرف سے اچھائی کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دینے والا اور جانتے والا ہے۔ ت) عبادات مالیر اور بدنیہ جس میں نفل نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واؤ کے لکھنے والا اور آیہ ثانیہ میں بغیر ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا سر حکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

(۱) محل اختلاف علماء میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالا جماع مستحب ہے مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جرم کہنا جرم ہے، در مختار میں ہے،
 یندب للخروج من الخلاف لاسی لا ماہر اختلاف سے نکلنا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے،
 فکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب میں مکروہ کا ارتکاب
 مذہبہ۔ لازم نہ آئے (ت)

(۲) جبکہ اس نے ثبوت شرعی یا یا اور درو سے شبہ کر دیا عید یاں کو نہایت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث اُن پر شرعاً آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعت روز اول تھی اور سر شعبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روز دوم تھی مگر امام صالح امامت عید اور اُس کے مقتدیوں نے کل لو ا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعذر بالا جماع ہوا کہ است جائز ہے اور عدم تحقیق ثبوت عید ہم سے بڑھ کر اور کیا حذر ہو سکتا ہے بہر حال یہ نماز امام و قوم اور اس کی پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا یہ نیت نفل اُس میں مل جانا ہر گز جرم نہیں ہو سکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا امر تقو لون علی اللہ ما لا تعلمون (کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اگر ایک دن نماز عید ہو کر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتیٰ کہ اُس امام صالح امامت عید و قوم کو بھی جس نے کل بعد نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا، وہ اپنا ادا سے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہر چ کی تھی آج

دوسرا وہ تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فانت العصر و هو اخذ بزعمه (ہر آدمی کا مواخذہ اس کے زعم و اعتقاد پر ہوگا۔ ت) مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کما نصوا علیہ قاطبہ (جیسا کہ اس پر تمام فقہاء نے نص کی ہے) تو ایک جماعت جائزہ میں متغلا شریک ہرناکس نے منع کیا نماز عید نماز جائزہ نہیں جس سے تنفل میں شرعاً عدم جواز کا حکم ثابت ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

لا یصلی علی میت الا مرة واحدة لاجل علة ولا وحداً عندنا لما روى ان النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومعه قوم فراد ان یصلی ثانیاً فقال له النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوة علی الجنازة لا تعدو لکن ادع للمیت واستغفر له وهذا العصر فی الباب (انی قوله) دلیل علی عدم جواز التکوار علیہ

ہمارے نزدیک میت پر فقط ایک دفعہ نماز (۱) کی جائے گی دوبارہ نہیں، نہ تنہا نہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جب فارغ ہوئے تو ستر عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ آئے اور انہوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: و جنازہ کی نماز ٹوٹائی نہیں جاسکتی اگر میت کے لئے دعا اور استغفار کرو، یہ اس باب میں نص ہے (یہاں تک) یہ مکرار کے حکم جواز پر دلیل ہے۔ (ت)

صلوة عید میں نہی کہاں، ہاں ثبوت بھی نہیں، پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا ملے گا وہ ہذا بحث لقد فرغنا عنہ فی الرد علی الوهابیۃ مدار (یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک روایت میں ہر بات تفصیلاً بیان کر چکے ہیں) غایت یہ کہ بے طلب شرع ہے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص نہ ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہو گیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا ان کے نزدیک آج عید ہے یا غار کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں میسب و قبیح ہے ہذا اعتقاد شریک ہو گیا تو یہ صورت ہے وجہ بھی نہیں بلکہ وجہ وجہ ہے، امام عہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجیب مزار صہارک امام الامام سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نماز صبح پڑھائی وہاں سے قنوت نہ پڑھی نہ سلم اللہ و ائینی ہر سے کہی نہ غیر تحریر میں رفع یدین فرمایا علی حاشیہ (یہاں کہ روایت میں ہے)

خود اپنا مذہب مجتہد نہ ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اہل سے شرم آتی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں کہا بیناۃ فی حیۃ الموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے "حیات الموات فی بیان سماع الموات" میں بیان کیا ہے۔ ت)

(۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب سے اور زبان اس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا کذب نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اَفَلَا شَقِقْتُ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ اَقَالَهَا** کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے حتیٰ کہ تو نے جان لیا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ اسے اہل لائبریری واہ مسلم۔

مسلم نے روایت کیا (ت)

مقتدیوں کا یہ دوسرہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام، **قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَشَرُّ** وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اَيَاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ** مقتدیوں کا یہ دوسرہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام، قال تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اشتر وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! بہت نزدیک ظن سے بچ کر دیکھو کہ بعض ظن گناہ ہو جاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بدگمانی سے بچ کر کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (ت)

(۴) ہاں ثابت ہے کہ فصلناۃ فی الفتویٰ السابقۃ بما کلامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے سابقہ فتویٰ میں اس کی تفصیل بیان کی جس پر اضافہ نہیں ہو سکتا۔ ت) فجر و مغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا مرواۃ الدارقطنی بسند صحیح عن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اسے دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ ت) تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے ویرگا

شہ صحیح مسلم باب تحريم قتل الکافر بعد قول لا اله الا الله مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۸/۱

شہ القرآن ۱۲/۲۹

شہ صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۴/۱

شہ المصنف لعبد الرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ حدیث ۳۹۲۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴۲۲/۲

کنز العمال اعادۃ الصلوۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۲۶۲/۸

الحاق بتایا اور یہی مذہب حقیقی ہے۔

(۵) دلیلیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث مجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا اجلست المسجد وکنت قد صلیت
فاقیمت الصلوة فصل مع الناس وان
کنت قد صلیت
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب
تو مسجد میں آئے جبکہ تو نماز ادا کر چکا تھا پس
جماعت کھڑی ہوگئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر
اگرچہ تو نے نماز پڑھ لی تھی (ت)

یہ وہی مضمون و حکم ہے اور اس میں دلیلیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (ایک حدیث دوسری
حدیث کے لئے سب سے بہتر تفسیر ہوتی ہے۔ ت)

(۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے مخالفت ثابت نہ ہو اور یہ عموم یہ پیکر کی تخصیص نہیں بلکہ (ممنوع)
عموم میں داخل ہی نہیں کہ منقطع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ غیر ممنوع نہیں۔ اقول تحقیق
مقام یہ ہے کہ شے مطلوب الفعل او الترك باعدا الطالبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا یس سے احکام خمس
پیدا ہونے ان کا خاص مباح و قاصر الکلام فیہ بحیث لا یوجد فی شئی من المکتب فی رسالت
الاجود الخلو فی امرکانہ سو (اس سے متعلق تحقیق ہمارے رسالے "الاجود الخلو فی امرکانہ" میں ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ ت) ماربل اول کو ثبوت و رکاز اور عدم ثبوت طرفین کا نتیجہ خاص
مگر یہ خاص کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحسن ہو جاتا ہے جیسے نیت قبیح سے
مستحب فعل لوح سادہ ہے اور نیت نفی صورت اخیر میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہو سکتا
اور اولیٰ میں تطوع ہو کر دونوں آیر کیمر کے عموم میں آئے گا۔ اشتباہ و رد المختار و غیرہ میں ہے،

المباحات تختلف صفتها باعتبار ما قصدت
لاجله فاذا قصد بها التقوی علی الطاعات
او التوصل الیها كانت عبادة کالاحکل و
النوم و اکتساب المال والوظة انتهى
مباحات کا مختلف نیات کے اعتبار سے حکم مختلف
ہو جاتا ہے پس جب اس سے طاعات پر فتری یا
طاعات کی طرف ایصال مقصود ہو تو یہ عبادت
ہوگی مثلاً کھانا پینا، سونا، حصول مال اور وطنی
کرنا انتہی (ت)

لے مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ص ۱۰۳
موطا الامام مالک اعادۃ الصلوة مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل حدیث مجن الدیلمی - دار الفکر بیروت ۳۲/۴
۱۵ الاشتباہ و رد المختار بیان دخول البیت فی العبادۃ - اداره القرآن کراچی ۳۲/۱

لہذا مسئلہ دائرہ میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا
یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت و کار اور ثبوت نہیں و لہذا اس کا فصل
بلے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر غارتج سے وجہ پیدا ہو شاذیر امام متبرک ہے یا اس جہت
میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید حرکت ہے کہ ہم القوم لای شقی بہم جلیسہم (وہ ایسی قوم
نہیں جن کا ساتھی اور ہم نشین بد بخت نہیں ہوگا۔) ت زیادہ وجہ جو ہم نے قبر دوم میں بیان کی کہ معظّم دینی سے موافقت
و محصورت مخالفت تو یہ سب نیت محمود ہیں اور مباح نیت محمود سے محمود اور محمود کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ

انصلاوة خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر
منہا فلیستکثر واہ الطبرانی فی الاوسط
عن ابی ہریرۃ مرہنی اللہ تعالیٰ عنہ عن العبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
نماز سب سے بہترین نفل ہے اس میں جتنا بھی کوئی
اضافہ کر سکتا ہے کرے۔ اسے طہراتی نے اوسط میں
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

یوں تحت کریمتین داخل ہوگا، کشف الغم میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے
فکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لای بھی احد
تطوع لبثی من اعدا علی السنہ و یقول
فمن تطوع خیراً فهو خیر لہ۔
زائد داخل سے نہ روکتے اور فرماتے جو نیکی میں اضافہ
کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ بہتر عمل ہے۔ (ت)

رہا کریمتین میں ترک داد و غایہ لکھتا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرت کا نہ کیا
حسن پر نفل یا معنی صحت کو توقف یا موجب تغیر بر تو اسے کسی طرف غلطی نہیں کہہ سکتے۔ ابن ابی حاتم و بیہقی نے
امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی،

ان مراجعہ عن علی بن الہدی ما ہو فقال
من الثمانیۃ الا زواج فکان الرجل شک ففعل
هل تقرأ القرآن قال نعم قال فسمعت
اللہ یقول لیذکر واسم اللہ علی ما ذکرہم
ایک آدمی نے شعر علی سے ہدی (قرآنی) کے بار میں پڑھا
کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا آٹھ چڑوں میں سے اس
آدمی کو شک گزرا فرمایا کیا تو نے قرآن حکیم پڑھا ہے
عرض کیا، ہاں۔ فرمایا کیا تو نے یہ سنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

صحیح مسلم	باب فضل مجالس الذکر	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۲۴۴
مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط	باب فضل الصلوٰۃ	- دار الکتاب بیروت	۲/۲۴۹
کشف الغم عن جمیع الامۃ	باب صلوٰۃ العیدین	- دار الفکر بیروت	۱/۱۹۱

من بهيمة الانعام ومن الانعام حمولة
 وغريشا قال نعم فسمعه يقول من
 الضان اثنين ومن المعز اثنين ومن
 الابل اثنين ومن البقر اثنين قال نعم
 سنا جوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک جوڑا بھیڑ کا، ایک جوڑا بکری کا، ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا
 گائے کا۔ فرمایا: ہاں۔ (ت)

امیر المومنین نے ایک ساری ستر حویں پار سے کی لی ایک آنٹھوں کی اور اُن کو سیاق و احوال میں ذکر فرمایا
 دوبارہ سورہ انعام کی آیتوں میں خاص وسط میں آتے جملے چھوڑ دئے،
 قل آ الذکرین حرم ام الانثیین اما
 اشتعلت علیہ الارحام الاثیین بنسوفی
 بعلم ان کستم ضد قین۔
 تم فرماؤ کیا اس نے دونوں زحرام کئے یا دونوں
 مادہ، یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں
 کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ت)

اب یہاں کیا حکم ہوگا نفسونی بعلم ان کستم ضد قین - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۲ شہر کھنہ بریلی محمد کا دروازہ مسٹر محمد طہ رضا صاحب ۱۳۳۰ شوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل
 جماعت ہو جائے یا اول سنت ادا کرے، اگر مسجد چھوٹی ہے یا مسجد مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کی آواز
 آ رہی ہے ایسی صورت میں ادائیگی سنت کس صورت سے ہونا چاہئے، یا بلا ادائیگی سنت شامل ہو جائے اور
 سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر ہے یا اول یعنی جماعت میں ہو شامل ہو گیا تھا اس کے بعد؟

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صفت سے دوسری سنتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو
 پڑھ کر لے ورنہ بے پڑھے، پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے، اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے، کان میں آواز آنے کا
 اعتبار نہیں، امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے، باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے، حد مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو
 سمجھ سے بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے

مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لئے جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے ان کی رعایت سے وقت مستحبہ پر نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحبہ پر پڑھنا چاہئے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ میں منٹ کا وقت اذان و صلوٰۃ کے لئے دسہ کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو عروج نہیں ایک کے لئے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ سیکریٹری انجمن مشفق المسلمین علامہ ابراہیم پورہ بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسئلہ جہام کو جس سے ملنا اجتناب واجب ہے اور مسلمانانِ محلّہ اس کے دخول مسجد و استعمالِ غروف سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ اسے شرعاً بغرض غائہ عام وہ کما ہا سکتا ہے یا نہیں، بیذاتوجروا

الجواب

ہاں جبکہ اس کے آنے سے مسجد میں جماعت کاملی مانع ہو تو وہ حرام اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عام و احتمالِ تعیل جماعت ہو تو استحباً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوتی جاتی ہے تو اس وقت اسے کیا کرنا چاہئے۔

(۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریر ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں،

الجواب

(۱) تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔

(۲) اگر اس نے تکبیر تحریر کی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جاتے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کی یعنی جھکے ہوئے تکبیر کی تو نماز نہ ہوگی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریر اور تکبیر انتقال، پہلی تکبیر تحریر قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار

میں ہے،

لو وجد الا حادرا كذا فكبر منحييا ان الى
القيام ما قرب صرح ولغت فيه تكبيرة
الركوع : واللہ تعالیٰ اعلم
اگر کسی نے امام کو حالت رکوع میں پایا تو اس نے
جھکے ہوئے تکبیر کی اگر یہ مقتدی قیام کے زیادہ
قریب ہو تو درست ہے اور اس کی تکبیر رکوع لغو
ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹: دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یا بعد
جماعت پڑھ رہے ہیں ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

نماز تو ہر طرح ہو جائے گی لیکن قبل جماعت اگر الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور
ان میں ایک قابل امامت ہے اس کو کوئی فہم شرعی نہ ہو تو ان پر ترکو جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۰: از شہر بریلی محلہ باغ احمد خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صفت میں دو یا تین شخص جن کی دائرہ منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کتری ہوئی
اس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے سوسے میں وہ اہل صفت میں آجائیں اور منڈی اور کتری ہوئی پیچھے
چلے جائیں، لہذا اس نے گناہ کیا یا نہیں، اور اہل صفت میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صفت میں پرہیزگار اور
مستحق ہیں ان کو پہلی صفت میں سے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے بٹایا جائے یا نہیں، اور وہ لوگ جن کی دائرہ منڈی
ہوئی ہے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں، اور ایک کے ساتھ ایک یا دو دائرہ منڈی والے بھی
جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں نے نہایت ناگوار معلوم کیا۔

الجواب

دائرہ منڈی کترانا حرام ہے اور اس کے ترکب غاصق ان کو تعہیم ہدایت کی جاتے، بہتر یہ ہے کہ امام
کے قریب دانشور لوگ ہوں، حدیث میں فرمایا،
لیبدنی منکم اولوا الاحلام والنہی
تم میں سے دانشور اور عقلمند لوگوں کو میرے قریب
ہونا چاہئے۔ (ت)

۴۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	فصل داؤد، اراد الشروع فی الصلوٰۃ	سہ در مختار
۱۸۱/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب تسویۃ الصفوف	سہ صریح مسلم

اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو، متقیوں کو چاہئے تھا کہ یہی پہلے آئے کہ سب سے اول میں جگہ پٹنے اب کرو وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انہیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کر دیں ورنہ انہیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سبب فتنہ ہوا حال میں ہدایت نرمی سے چاہئے کہ سختی سے ضد نہ پڑے واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از شہر بانس منڈی مسلولہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ ہندی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں نہ تہیٰ وقت کی نمازی ظہر عصر وغیرہ پاتی عشاء و فجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشاء و فجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلا عذر ترک گناہ ہے وظیفہ و تلاوت باجماعت ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھو وظیفہ و تلاوت مکان پر کسے ورنہ صورت مذکورہ فسق و کبیرہ ہے فان کل مصفیۃ یا لا اعتبارا کبیریۃ و کل کبیۃ فسق (ہر صغیرہ گناہ کا محمول اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور ہر کبیرہ گناہ فتنہ ہے۔ تاحیث میں ہے ظلم اور کفر عاقبت سے ہے۔ یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی مؤذن کو پکارتا ہے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ و تلاوت کہ جماعت و مسجد سے روکیں وظیفہ و تلاوت نہیں بلکہ ناجائز و مصحبت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسلولہ حکیم سیدہ نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کی جلتے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو ندر سے جہری نماز میں قرأت کرنی چاہئے یا جماعت اولیٰ کے لوگ بوقتیں پڑھ رہے ہوں ان کے خیال سے باسے نام آواز سے پڑھتے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہنی نہ خفتل ہو جو حکم شرعی ہوا ارشاد فرمائی؟

الجواب

جماعت ثانیہ کے لئے اعادۃ اذان ناجائز ہے بکیر میں حرج نہیں اور اس کا امام نماز جہری میں بعد رجاعت جماعت جہر کوئے کا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتملہ شہر کنہ محلہ لودھی ٹولہ مسلولہ حبیب اللہ خان صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر باہم رستہ دار ہیں دونوں میں خانگی معالفا میں مع دیگر رشتہ داران زید و بکر عرصہ سے نا اتفاقی ہے اور زید و بکر دونوں شریک ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ

نماز پڑھتے ہیں، امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل علم زید و بکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کرو، بجز یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں یہی میل کرنے میں کچھ انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار و اماں بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع و بکر رشتہ داران ناراضگی ہے ان کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے۔ اُس وقت پورا میل ہو سکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ دار کو عجز سے رنج ہو جائے گا بغیر ان کی موجودگی کے میل ناممکن ہے، یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پریشانی کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے مسجد میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید و بکر میں باہم رنج ہے جب وہ شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا، تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

(۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں وہ شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی، ہاں باہم اہلسنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور وہ بھائیوں میں کسی دینی وجہ سے قطع مراسم میں دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ طاعت بشرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اسے روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق اللہ کا بھی مواخذہ ہے اور حق اللہ کی عیبی گرفتاری تو بہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از شہر تکیہ سفر علی شاہ مستوفی مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۱۰۸) بیچے وقت مقرر کر لیا گیا مگر انتقال کے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا، زمین کرچکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر دے دے ان سب کو

نہیں بلایا نماز شروع کر دی۔ آیا بلانا یا انتظار واجب تھا یا نہیں؟

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں ان کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر، اذان کے بعد غیر مغرب میں بجا سب وسعت وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جسے قضا کے حاجت کرنے ہے اس سے فراغ پانے اور طہارت وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از مؤنذ یا جاگیر ضلع بریلی مسئلہ عبد الصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں، ایک روز زید نے بوقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضرتہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہل خانہ حلقہ پانی بھنگی ہشتیم، حبشی جاکام والوں کو اس کے بعد کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک حالانکہ زید نماز کے لئے کوئی عذر وحیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں ہے آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے، اور اگر کوئی عند صبح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابل سزا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از مؤنذ یا جاگیر ضلع بریلی مسئلہ عبد الصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب ناخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیوں کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہو گا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے اور یہ صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہئے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہئے کہ نماز گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے، اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۵ از محلہ سوداگران مسئلہ شمس الہدی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
 حضور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا جو کہ دیوبندی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور اُن کے
 اقوال بھی جانتا ہے اور پھر دیوبندی کے مکان میں رہتا ہے اور اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اُسے
 اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ دیوبندیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صفت میں اس کے کھڑے ہونے
 سے فصل لازم آئے گا اور صفت قطع ہوگی اور قطع صفت حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفت قطعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صفت
 صفا قطعہ اللہ علیہ کو کھانا اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔

اور اگر وہ دیوبندیہ کو کافر جانتا ہے تو اُن سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر اُن سے پڑھنا ہے سخت فاسق
 ہے امامت کے قابل نہیں، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صفت میں اس کے کھڑے ہونے سے صفت قطع
 نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۶ مولوی عبد اللہ صاحب بناری مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریل ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صفت اول میں کسی مقتدی
 یا امام کا دفتر جاتا رہتا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے
 شانہ ملے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پٹے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں
 کہ امام کا سترو سب کا سترو سب اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھر دے یا یونہی رہنے دے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۷ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئلہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و
 سُنی حنفی، اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ حدوت

کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نمازیں دیر کر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سُنی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سُنیوں کو کیا کرنا چاہیے ؟
بیٹو! توجروا۔

الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سُنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از شہر مبارک ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب
۲۶ رمضان ۱۴۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھتا ہے جماعت کا بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ دو اگر ناجائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے ہاں مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا تو مسجد خالی اور جماعت کھڑی ہوئی اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھا جائز ہے یا نہیں ؟ بیٹو! توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قضا کرنا بلاوجہ شرعی ناجائز و منوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا ضعیفہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح عربین شریعت میں معمول ہے کہ رجز شرعی سے بے مسبوق کی اقتداء ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ مسبوق شافعی المذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع دھرم پور ضلع جند شہر ریگنہ ڈبائی کوٹلی نواب صاحب مسئلہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۴۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجب قراب نہیں بلکہ عتاب ہے لہذا جو حکم شریعت ہوا اس سے آگاہ فرمائیے بیٹو! توجروا۔

الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرمایہ استیثانی کی مسجدیں، اُن میں تو ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے

ہر جماعت کا امام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدیدہ اذان سے ہو۔ ہاں مسجد محلہ میں جس کے لئے امام و جماعت معین ہیں انہیں اعتماد پر کرم اپنی جماعت دوبارہ کر لیں گے بلکہ عند شرجی مثل بندہ ہی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصد ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہو گئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدیدہ کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کریں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب مذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حقیقتہ فی فتوٰت (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت۔ و اللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئلہ عبداللہ برس ۳ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صفت پر دریا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بلیتوا توجروا

الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک کئے اور باقی رہ کر نہ کرنا سب کی برائے ہو جائے گی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از گو رکھپور محلہ دعویٰ مسئلہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں؟

- (۱) جماعت کے لئے تعیین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) امام کو کسی مقتدی کے لئے جو ممبر مسجد و میر محلہ ہو اور سید ہر باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لئے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں؟
- (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یا نہیں؟
- (۴) ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد و میر محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں؟
- (۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہئے یا نہیں، سنت مزکورہ کی تعریف کیا ہے؟
- (۶) کسی مقتدی کا بوجہ انہیں کی امارت اعزاز کے باوجود تعیین وقت گھڑی وضو اور صفت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لئے ہے جماعت کے لئے نہیں درست ہے یا نہیں؟

(۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لئے گھڑا ہو جاتے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں؟

(۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۳-۱ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو دا۔

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس کو دینی عزت نامہ ہے ہر مسلمان کے نزدیک رائے ہے اس کی دُعا رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اور دُعا پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہو جائے کر یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے ترجیحاً نہیں دین خوشی علیہ الامور عظیمہ (اس کے دُعا چاہئے یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ ت، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گراں نہ ہو۔ سبب مکرر وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادان یا کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اس پر انکار بھی نہ فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اس کا جواب ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اس کی مالدار کی سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہئے امام کو تاحید وسوت مقتدیوں کا انتظار چاہئے۔ حدیث میں ہے،

لوگ جملہ جمع ہو جاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) تعیین وقت جماعت ہی کے لئے کی جاتی ہے، لوگ جب وقت معین پر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) جب وقت معین ہو چکا تو اس کے بعد دیر کر کے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جملہ ی کر کے پڑھ لینا باعث تفریق جماعت ہوگا اور وہ بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) پیشتر کی استدعا فصول سے یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں، امام انتظار کے لئے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ از چاند پارہ ڈاک خانہ شہرت نئی ضلع بستی مسئلہ محمد یار علی نائب مدس ٹریننگ اسکول
۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں ملا سہ دیں، ان سجدوں کو اگر امام کو مقتدی کا صفت کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صفت مقتدی میں کسی صورت سے کھڑا ہو، آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں، بینوا تو جبر و
الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر اپنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا لگنا امام کے گئے سے آگے نہ پڑے۔ اسی احتیاط کے لئے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں، پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہو جائیں گے حرج نہیں مگر دوسرے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صفت سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صفت کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں کھلی صف اٹل صفت کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بعد ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جا سکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کو بٹھری میں مجبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض

ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں
جماعت اقامت شعار کے لئے اور اعادہ رفع غل کے واسطے۔ در مختار میں ہے :

كل صلاة اديت مع كراهة التحريم
تجب اعادتها
اُسی میں ہے :

لو توسط اثنين كره تنزيها وتحريما
لو اكثر آه ولا يقال الجماعة واجبة
بل قيل سنة مؤكدة وكراهة التحريم
في جانب النهي كالوجوب في جانب
الامر والاجتناب عن المنهاهي
اهم من اتيان الاوامر في
الحديث لترك ذممة مسانهم الله
خير من عبادة الشقيين لان نقول
اقامة الشعار اهم من كل شيء حتى
اباحوا النخاع وليس الامة صريحة
المحرمات من النظر والسر قيل في
الهندية عن العتابية في
خاتم الكبير اذا مكثت
يختن نفسه فعل والاهم يفعل الا
لا يمكنه ان يتزوج او يتري ختانة
فتختنه وذكرا الكسوخ في
بجامع المصنف و يختنه

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو یہ
مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو
مکروہ تحریمی ہے اھ یہ نہ کہا جائے کہ جماعت واجب
ہے بلکہ اسے سنت مؤکدہ کہا گیا ہے اور جانب نہی میں
کراہت تحریمی، جانب امر میں وجوب کی طرح ہے
اور منافی سے اجتناب اور امر پر عمل سے اہم ہے۔
حدیث شریف میں ہے : اللہ تعالیٰ کے منع کردہ ایک
ورہ نہ پوچھو رہا تمام جن وانس کی عبادت سے
افضل ہے۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ شعار کی اقامت
برشتہ سے اہم ہے حتیٰ کہ علمائے خان کھٹے صریح
محرمات پر نفوس کو مباح قرار دیا حالانکہ ختنہ صرف
سنت ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں عتایہ کے حوالے
سے کبیر کے تختے کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس کیلئے
اپنا ختنہ کرنا ممکن ہو تو خود کرے ورنہ نہ کرے مگر
اس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ملے
ہو یا ایسی لونڈی خریدنا ممکن ہو جو اس کا ختنہ
کئے تو ایسا ہی کرے۔ امام کرنی نے جامع مصنف

الحمامیؒ

میں فرمایا اس کا ختمہ حجام کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں، اس کی تائید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختمہ بدعت کے بعد کرتے تھے۔ درخت رائیں ہے کہ ختمہ کا وقت مقرر نہیں بعض نے سات سال، بعض نے دس سال اور بعض نے کہا ہے کہ آخری وقت بارہواں سال ہے شامی نے ظہادی کے ۴۱۷ سے اضافہ کیا ہے کہ بلوغ سے قبل ختمہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔ درخت رائیں ہے اعتبار طہارت و قوت کا ہے اور یہی مختار ہے، شارح شامی نے فرمایا یعنی یہی عقل و دانش کے زیادہ قریب ہے رکنی اور یہ دشمن نصیح کے صفوں میں سے ایک ہے اور یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طہارت رکھتا ہو یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تین تین لگ ہو کر ناز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تو جماعت حاصل کر لیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت ظاہری میں جماعت باقرہ

اقول ویؤیدہ ما عن الصحابة
رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہم کانوا یختنون
اولادہم الا بعد البلوغ وقال فی الدر
وقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی المنق
وقیل عشر وقیل اقصا لا اثنا عشرة
سنة تراہ الشامی عن الطحاوی
وقیل لا یختن حتی یتبہ لانه للطہارۃ
ولا تحب علیہ قبلہ قال فی الدر
وقیل العبرة بطہارتہ وهو الاشبہ
قال شامی بالفقہ نریذی وهذا من
صیغہ التصحیحۃ اذ فیہ قسمل اذ لم
یہق الا بعد البلوغ لا یقال علیہ صمل
ثلاثة ثلاثة تتحرى يؤمر کل اشین امام
فالجماعة یحترزون وعن الکراہۃ
یحترزون لان بقول لا اصل فی الشریعة
الطہرۃ لتعریق الجماعة الحاضرة
والحرر عن اللہ بہ للمسلمین وہم فی
نحو الاعد و فما ظنک بسائر الاحوال هذا

سہ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع عشر فی الختان الخ
سہ درخت رائیں مسائل کشتی

مطبوعہ نوردانی کتب خانہ پشاور ۲۵۷/۵

مطبع مجتہدانی دہلی ۳۴۹/۲

مصطفیٰ ابابانی مصر ۵۳۰/۵

مطبع مجتہدانی دہلی ۳۵۰/۲

مصطفیٰ ابابانی مصر ۵۳۰/۵

سہ رد المحتار -

سہ رد المحتار -

سہ رد المحتار -

ماظہر فی وعند ربی علم حقیقۃ کحل
حالی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے تحقیقت حال کا علم میرے
رب کریم کے پاس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ اذغازی پور محلہ میاں پورہ سرسٹنشی علی تجس صاحب محرر دفتر تجی غازی پور

۱ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کی فرمائے ہیں علامہ دینی و مفتیان شرع متین،

(۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے چاہئے یا نہیں؟

(۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

(۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فردا فردا فرض پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) اور اگر فردا فردا چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا
اسٹیشن کی مسجد اور دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ
کچھ راہگیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جایا کریں، اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کہنے کی بھی دو صورتیں
ہیں، ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں، جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ
وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلا ضرورت شرعیہ
مطلقاً حرام ہے خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام، ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلوٰۃ الخوف میں، رہا یہ کہ مسجد میں
کوئی بے مذہب گمراہ یا فاسق معین یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب
اُس کے پیچھے پڑتے ہیں دوسرے لوگ اُس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس
کے فرائض کے بعد اپنی جماعت قیام کرتے ہیں جس کا امام سب جہاں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً حرام نہ بلکہ
شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور تعدد جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے
وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ
کی عام مسجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے سب جماعتیں
جماعت اولیٰ ہوں گی کسافی فتاویٰ الامام قاضی خاں وغیرہ (جیسے کہ فتاویٰ امام قاضی خاں وغیرہ

میں ہے۔ ت) اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خزاں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دینے پر گئی یا اذان آہستہ دے گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محسنہ موافق انداز مذہب شیعہ صانع صلیح خزاں امام کے پیچھے باطلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تراکھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دینے پر اب جماعت اذان میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصلہ کراہت نہیں۔ اسی مسئلہ کی تفصیل تمام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی۔

(۱۲) اسس کا جواب جواہر اول میں آگیا۔

(۱۳) اگر ان میں کوئی شرعی نیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اس نے بھی فرض کی نیت باندھ لی یا ان میں کوئی قابل امامت نہیں تو مرجع نہیں۔

(۱۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے بلکہ کوئی مذہب شرعی نہ ہو۔

مسئلہ ۹۲۸ ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ بیٹھو! توجرو!

الجواب

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، اس وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجرو تحصیل افضلیت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگ کر سب اس پر راضی ہیں تو جہان تک تاخیر ہوتا ہے تو اب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں بچ جائے گا۔

وقد صرح عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجمعين كما حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہاں تک انتظار کرنا ثابت ہے کہ رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا اور فرمایا، تم جب سے نماز کے انتظار میں ہو

وقد صرح عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجمعين كما حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتظروا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى مضى نحو من شطر الليل وقد اقرهم عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، وقال انكم لن تروا لوني صلاة

ما انتظرتم الصلاة۔ وہ تمام وقت تمہارا نماز میں گزرا۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ عاصرین پر شاق نہ ہو۔

في الانقروية عن التاتار تانية عن
المنقري للامام الحاكم الشهيد انت
تاخير المؤذن وتطويل القراءة كذا راك
بعض الناس حرام هذا اذا كان لا هسل
الدنيا تطويل و تاخير ايشق على الناس و
الحاصل انت التاخير القليل لا عافاة
اهل الخيرة غير مكره ولا باس بان ينتظر
الامام انتظارا وسطا۔ واللہ تعالی اعلم

انقرویہ میں تاتار خانہ سے امام حاکم شہید کی المنقری
کے حوالے سے ہے کہ بعض لوگوں کی خاطر مؤذن کا
اذان کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو لمبا کرنا حرام ہے
یہ تب ہے جب دنیا داروں کی خاطر ایسا کرے
اور تطویل و تاخیر لوگوں پر شاق ہو۔ خلاصہ یہ ہے
کہ اہل خیر کی اعانت کی وجہ سے کچھ تاخیر کرنے میں
کوئی کراہت نہیں لہذا امام کو اوسط درجہ کا
انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۹۲ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مدرسہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی

۱۹ ربیع الاخری ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی تراں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اس مسجد کا منظم ہو جماعت میں
شریک نہ ہو اور اذان وقت سے وقت پر اور کبھی نہ ہو ترک بلا اذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے
یا نہیں؟

الجواب

ترک جماعت اور ترک عاصری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔ واللہ
تعالی اعلم۔

مسئلہ ۹۳ از شہر جوڈاگہ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ محمد حسین

۲۰ ربیع الاخری ۱۳۳۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھے کہ مستحب کہ اس کو علمائے دین کیا کہیں گے، یہاں پر ایک
مدرسہ ہے اس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی متصفی پر سب کا اتفاق

لے صحیح البخاری باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳۹۰

مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک دار الفکر بیروت ۳/۲۶۴

لے فتاویٰ انقرویہ کتاب الصلوة دار الاشاعت العربیہ قدما افغانستان ۱/۵

برائے خدام جاہلوں کو اور است بتائیں۔

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اسے واجب یا سنت مکررہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت بطلان شدہ یہ غلطی ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۱ از ترسانی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد زاد صاحب ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ
ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلاء جبر ہو سکتی ہے یا نہیں، مثلاً سہوت جماعت اولیٰ کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کو ملے خواہ گاؤں ہو یا شہر، شارع عام ہو یا کوچہ، قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی ہو کہ کسی عمل یا امام سے مختص نہیں اس میں سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے نئی اذان و اقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اس میں جب امام پہل جماعت با اذان مطابق سنت ادا کر چکا تو بعد کر جائیں انہیں اعادۃ اذان، یا نہ کرے اور محراب میں امامت متروکہ اور بلا اعادۃ اذان محراب سے ہٹ کر بیٹھ کر استعانت حاصل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۲ از شہر گنہ محلہ مروہی ٹولہ مسئلہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۲۶ھ
ایک مصل پر دو شخص علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر ان میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصد ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف یہ ترک ہے وہ گنہگار جو ایک خواہ دونوں اور اگر یہ مسجد محلہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولیٰ نہ ہوتی تو بڑا کیا رافضیوں سے مشابہت تو قیدیم سے تھی اب دیوبندیوں گنگوڑیوں سے بھی ہوئی اور اگر ان میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہر حال فرض ادا بہر صورت میں ہو جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۳ از ملت آٹلی تال کوہ بنی تال مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طنسی پریس ۲۵ شوال ۱۳۲۶ھ
جماعت صرف خود توں کی جن کا محض امام مرد جو درست ہے یا نہیں؟ اور امام کے سہر کوڑ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا؟

الجواب

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی نہ ہو تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اس کی محرم یا زوجہ یا غیر مستہائے لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً یاد کیاست جائز ہے اور نامحرم مستہائے ہیں تو مکروہ بہر حال، اگر امام کو یہ ہو تو عورت تصفیق سے اسے متنبہ کرے یعنی سیدھی تحصیل یا نین پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ ملے کہ مکروہ ہے۔
در مختار :

المراة تصفق لا بطن علی بطن ولو
صفق او سبحت لم تفسد وقد تركها
السنة تاتا سر حانية
عورت تصفیق سے متنبہ نہ ہو یا نین پشت دست پر مارے، اگر مرد نے تصفیق کی یا عورت نے تسبیح کی تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ دونوں نے سنت کو ترک کر دیا، تاتا سر حانیہ۔ (ت)

اقول ہاں اگر امام نے قرأت میں قوۃ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت چھوڑ کر آواز دے
بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کرید نہ آجائے وذلک لان لفظ رات تسبیح المخطوئات (اور وہ اس نے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت)۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ حکم جمادی الاخریٰ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے گرتنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صفت سے دُور کھڑا ہو یا صفت میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے، بینوا
توجہ ۱۔

الجواب

صورت مستفسر میں اسے صفت سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے
فان صلاة الصبي المميز السدي
يعقل الصلاة صحيحة قطعاً وقد امر
الذي صلى، الله تعالى عليه وسلم لبس الفرج
کیونکہ تمیز بچے (جو نماز کو جانتا ہو) کی نماز قطعاً صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفوف میں غلا نہ چھوڑنے اور متصل رکھنے کا

والتراص في الصلوات ومهي عن خلافه
نہی شدید - حکم دیا ہے اور اس کے خلاف پر نہی شدید
فرمائی ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صفت کے باقی ہی یا تھو کو کھڑا ہو، علماء اسے صفت میں آنے اور
مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں، در مختار میں ہے:

يُصِفُ الْمَرْجُلُ قَوْمَ الصُّبْيَانِ ظَاهِرَةً
تعددهم فنوا واحدا دخل الصلوة

مرد صفت بنائیں پھر بچے، اس کا ظاہر واضح کر دیا
ہے یہ اس وقت ہے جب بچے متعدد ہوں،

اگر اکیلا ہو تو اسے صفت کے اندر کھڑا کر لیا جائے (ت)

مراقی الافلاح میں ہے:

ان لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي
بين الرجال

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پھلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا
ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ
لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز ہوگی غلط و فاسد ہے جس کی کچھ اصل ہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

اما صحدا فاما الامور فمصرح الكل بعدم
افساد الا من شذ ولا متمسك له
في الرواية ولا في الدراية.

امرد کا محاذی ہونا فساد نماز کا سبب نہیں،
اس مسأله پر تمام فقہانے تصریح کی ہے البتہ
شاذ و نادری طور پر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت
کی سببان کے لئے نادر وایت کوئی دلیل نہ درایت۔

مخلصاً (ت)

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم.

مشتملہ از مکتبہ و حرمت تلاوت مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفحہ المتلطف ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا

سہ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی ۸۳/۱
سہ مراقی الافلاح مع حاشیۃ الطحاوی فصل فی بیان الاحق بالامامة مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۸
سہ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکس ۱۳۱۲/۱

تھا کہ امام کے برابر تین مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ در مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں۔ بینا تو جو دوا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے در مختار تو شرح ہی کا نام ہے، کیا شروع معتبر نہیں ہوتی یا ان میں در مختار نامعتبر ہے یا متن میں شرح کے خلاف لکھا ہے اور یہ کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید در مختار بحر علم کی وہ در مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشرق و مغرب ارض میں فتوا سے مذہب شیخی کا گریبا مدار اس کی تکیفات عالیہ و تہققات عالیہ پر ہو گیا۔ اللہ عز و جل رحمت فرمائے علامہ سید بن طاہر شامی پر کہ فرماتے ہیں :

خلاصہ یہ کہ در مختار نے تمام عالم میں آفتاب پاہشت کی عزت شہریت پائی، مخلوق ہر تن اس سے گزریہ ہو کر اپنے مہات میں اس کی طرف التماس لائی، یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوسٹ ہے، وہ تصحیح و تنقیح کے مسائل جیتے ہیں کہ بڑی بڑی کتب ہوں میں مجتہد نہیں، آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

ان کتاب الدر المختار، شرح تنویر الابصار، قد طار فی الاقطار و ساس فی الامصار و فاق فی الاشتہار علی الشمس فی رابعة النهار، حتی کہ اب سحابہ و صار مفہم الیہ و هو الھوی بان یطلب ویكون الیہ المذہب، فہم الطراز المذہب فی المذہب، فبقدر حصوی من العروج المنقحة و المسائل المصححة، ما لم یحوا غیر من کتاب الاسفار و لو تنسج علی منوالہ ید الافکار

سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اس کا ارشاد بلا درجہ محض قبول نہ کریں۔ خیر فتح القیادہ ترجمت ہوگی جس کے مصنف امام بیہم محقق علی المطلق کمال الدین محمد بن امام قدس سرہ وہ امام اجل ہیں کہ ان کے معاصرین تک ان کے لئے منصب اجتہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی سر والاحت (جیسا کہ

رد المحتار میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ت۔ ۱، تبیین الحقائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیخی شادرح کفر ہیں جو کی جلالت شان آفتاب خیر دوز سے روشن تر۔ یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور ان کے مستند ہیں۔ کافی، ناظم نسخی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکت الاسلام حافظ الملک والدین، برکات عبد اللہ بن محمد نسفی صاحب کزالدقائق ہیں۔ سب جانے دو ہزار یہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہو سکے یہ سب اکابر ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ و تحریمی ہے۔ ہدایہ میں ہے، محرم قیام الاہام وسط الصف (امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا حرام ہے) فتح القدیر میں ہے:

محرم فی ان ترک التقدم لامام الرجل
محرم وکذا اصرح التمرح و مسماہ فہ
فی الکافی مکروہ و هو الحق ای کراہت
تحریم لانت مقتضی المواظبة علی
التقدم منه علیہ الصلاة والسلام
بلا ترک الوجوب قلعد مکروہ، تحریم
فاسم المحرم مجازاً
بحر الرائق میں ہے:

محرم وهو قیام الاہام وسط الصف
فیکرہ کالعزاة کذا فی الہدایة وهو یدل
علی انها کراہة تحریم لان التقدم
واجب علی الاہام للمواظبة من النسبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ترک الواجب
موجب انکراہة التحریم المقفنیة
للاشم

امام کا وسط صف میں قیام حرام ہے۔ ایسا عمل
شکوک کی طرح مکروہ ہوگا، ہدایہ میں اسی طرح ہے
یہ اس پر دال ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے کہ امام
کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا یہ دائمی عمل ہے اور ترک واجب
اس کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گنہگار کی
مقتضی ہے۔ (ت)

۱۰۳/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی	باب الامامۃ	سہ الہدایۃ
۳۰۶/۱	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	-	سہ فتح القدیر
۳۵۱/۱	ایچ ایم سعید پبلی کیشنز کراچی	-	سہ بحر الرائق

درر الحکام علامہ مولیٰ خسر میں ہے ، مخطوٰۃ قیام الامام وسط الصفت اہ ملخصا (امام کا صفت میں کھڑا ہونا ممنوع ہے ۔ ت) ذخیرۃ العقبیٰ میں ہے ، اما کراہتھا فلعدم خلوف عن المحرم (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ موت سے غالی نہیں ہے ۔ ت) مجمع الانہر میں ہے ، قیام الامام وسط الصفت مکروہ کراہۃ تحریم اہ ملخصا (امام کا وسط صفت میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے اہ تلخیصا ۔ ت) مستحق میں ہے ، محذور وہو وقوف الکاف مروسط الصفت (امام کا وسط صفت میں کھڑا ہونا حرام ہے ۔ ت) فتح المعین علامہ سیّد ابی السعود ازہری میں یہ قول شارح والکشاف خلفہ وان کثرت القوم کسرت قیام الامام وسطہم (اور دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں ، اگر لوگ دو سے زیادہ ہوں تو امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔ ت) فسر یا ای تحریعہ بالتولیٰ الواجب (یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ترک واجب لازم آ رہا ہے ۔ ت) رد المحتار میں ہے ، تقدیر الامام امام الصفت واجب زناہ صفت کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے ۔ ت) بایں ہمدردی دل و بکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور برکۃ اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صفت پر تقدم فرمایا اور ایسی ہدایت کی کسی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے

اقول وقد قال صل اللہ تعالیٰ علیہ و
سلّم صلوا کما سألتمونی اصلہ
البخاری عن مالک بن الحویرث رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔
اقول (میں کہتا ہوں) اور نبی اکرم صل اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو
جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو ۔ اس کے
امام بخاری نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

۴۱/۱	مطبوعہ مطبوعہ احمد کمال الکاتر دار سواد مصر	فصل فی الامامة	۴۱/۱	درر الحکام شرح غرر الاحکام
۸۵/۱	غشی نوکشور مکتبہ	فصل فی الجماعۃ	۸۵/۱	ذخیرۃ العقبیٰ
۱۲۵/۱	اجار التراث العربی بیروت	فصل مکرر باب الصلوۃ	۱۲۵/۱	مجمع الانہر شرح ملحق الابکر
۲۰۳/۱	کاشفی رام پورنگ و رکس لاہور	باب الامامة	۲۰۳/۱	مستقل المعانی شرح کنز الدقائق
۲۰۹/۱	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	باب الامامة	۲۰۹/۱	فتح المعین
۲۲۰/۱	مصطفیٰ البانی مصر	-	۲۲۰/۱	رد المحتار
۸۸/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب الاذان للمسلم الا	۸۸/۱	صحیح البخاری

یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب تو جب تک دلیل خیر میں مبتلا ترک احیاناً یا اقرار علی الترتیب ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکررہ تحریمی اور مکررہ تحریمی گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد احتیاء و کبیرہ اور کبیرہ کا ترک فاسق اور مردود و الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۶ از گونہ ملک ادوم مدرسہ اسلامیہ مسئلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۸ھ

سوال اول: زیہ کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد بازار یا سرائے میں ہو رہی ہے اسی مسجد میں بکر بھی آیا اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اُس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہو گئی یا نہیں؟

سوال دوم: ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولیٰ بھی ہوتی ہو اُس وقت کوئی دوسرا شخص اسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی جماعت کا پچیس گنا ثواب نہ ملے گا، نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت ہو کہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب

جواب سوال اول: نماز بایں معنی تو ہو گئی کہ فرض سر سے اتر گیا مگر سخت کراہت و لزوم معصیت کے ساتھ کہ بے حد بشری ترک جماعت گناہ و مشناعت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف و اضاعت، یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھری پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرعاً مطلقاً مکرم فرمائی ہے کہ نیت توڑے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا تو مکرم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں وہ بھی پڑھ چکا ہو تو انہیں فضل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے۔

توضیح: اگرچہ اس میں ہے کسی نے تنہا نماز ادا کرنا شروع کی پھر اسی فرض کی جماعت کھڑی ہو گئی تو وہ سلام واحد کے ساتھ کھڑے نماز ختم کر دے اور امام کی اقتدا کرے بشرطیکہ اس نے پہلی رکعت کا

فی تقویٰ و شریعہ فیہا اداء منفسودا
ثم اقامت یقطعہا قائماً بتسلیمۃ
واحدۃ و یفتدی بالکلام احد
لہ یقید الرکعة الاولیٰ بسجدة

او قیید ہا فی غیر بابیۃ اوفیہا و فیہا
الیہا اخری و انت صلی ثلثا مہا اتھ
ثم اقتدی متنفلا و یدرک فصبیلۃ
الجماعة الا فی العصر
اقتد کرے، اگر تین رکعت ادا کر چکا ہے تو نماز پوری کرے اس کے بعد خبیثت نوافل امام کی اقتدا کرے
تو اسے ثواب جماعت حاصل ہو جائے گا البتہ نماز عصر میں ایسا نہیں کر سکتا (کیونکہ بعد از عصر نفل پڑھنا
مکروہ تحریمی ہے)۔ (ت)

بجب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو یہ حکم ہے حالانکہ اس نے بجز مخالفت جماعت
ذکر تہی اور میت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت و راسخ ہے قال اللہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم اپنے
عمل باطل ذکر و مگر شرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لئے نیت توڑنے کو ابطالِ عمل نہ سمجھا اکیالِ عمل
تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعت قائم کے خلاف اپنی انگ پڑھتا ہے کیونکہ شرع مطہر کو گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص
مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور اب جماعت قائم ہوئی اگر ظہر یا شمس ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے
کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تمت حد پکے درباقی تین مازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر
نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے،

فی البدن المختار من صلی الظہر
والشاء وحده مرة فلا یکرہ خروجہ
بل ترکہ للجماعة الا عند الشروع فی
الاقامة فیکرہ لمخالفتہ الجماعة
بلا ہذا بل یقتدی متنفلا من صلی
الفجر والعصر والمغرب مرة فیخرج
مطلقا وانت اقیمت و فی النہر ینبغی
ان یجوب خروجہ لامن کراہۃ

در مختار میں ہے جس نے ظہر و عشاء کی نماز تنہا
ایک مرتبہ ادا کر لی اس کے لئے مسجد سے نکلنا
مکروہ نہیں بلکہ جماعت کا ترک مکروہ ہوا مگر اس
صورت میں جب اقامت شروع ہو گئی تو مکروہ ہے
بلا عذر نکلنا بسبب اس کی مخالفت جماعت کے
بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرے اور خبیثت نوافل امام کی
اقتدا کرے، اور جس نے فجر، عصر اور مغرب کی نماز
کر لی تو وہ ہر حال میں مسجد سے نکل سکتا ہے اگرچہ

مكشہ بلا مصلاة اشد اح مختصرا
 في رد المحتار تحت قوله الا عند
 الشروع في الاقامة لان في خروجه
 تيممة قل الشيخ اسفيل وهو المذكور
 في كثير من الفتاوى والتهمة هنات
 من صلاته منفردا فاذا حرج يؤيد ذلك
 وفيه عن المحيط مخالفة الجماعة
 وذر عظيم

مجبر شروع ہو جائے، آخر میں ہے مناسب یہ ہے کہ
 جماعت ہونے کے وقت اس کا نکل جائنا واجب ہے
 کیونکہ بغیر نماز کے وہاں مسجد میں رکے رہنا زیادہ
 مکروہ ہے اح مختصراً۔ رد المحتار میں الا عند
 الشروع في الاقامة کے تحت ہے کہ اس کے
 نکلنے میں تہمت ہے۔ شیخ اسمعیل فرماتے ہیں کہ
 بہت سے فتاویٰ میں یہی مذکور ہے اور یہ تہمت کا
 سبب اس کا تنہا نماز ادا کرنا ہے اور جب وہ

نکل کر انہو اتواس سے تائب ہو جائے گی اگر اسی میں قحط کے حوالے سے ہے کہ مخالفت جماعت میں
 بہت بڑا گناہ ہے۔ (ت)

جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالفت جماعت اور
 وذر عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کر کے اپنی الگ شروع کر دے
 کیونکہ نہ متہم و صریح مخالف و گرفتاری و شہرہ بہر شہرے کا بکر ملنا فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی جگہ میں
 اگر کچھ لوگ اگر دوسری جماعت خدا قائم کر دیں جسکا سے کراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ یہ نفس
 جماعت کے تارک نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تہمت آسکتی ہے تو ایسا اپنی ڈیڑھ اینٹ
 کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالفت ہوگا۔

خلاصہ پھر بند یہ میں ہے کچھ لوگ داخل مسجد اور
 کچھ مسجد سے باہر بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت
 کہی تو باہر والوں میں سے ایک شخص نے امامت
 کرائی اسی طرح اہل داخل میں سے ایک شخص
 نے امامت کرائی، ان دونوں میں سے جو پہلے

في الخلاصة ثم الهمدية قوم جلوس
 في المسجد الداخل وقوم في المسجد
 الخارج اقام المؤذن فقام امام من
 اهل الخ فقامهم وقام امام
 من اهل الداخل فقامهم من

۹۹/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب اور ایک الفریضہ	سالہ در مختار
۵۲۸/۱	مطبع البانی مصر	" " "	سالہ رد المحتار
۵۲۹/۱	" " "	" " "	سالہ "

یسبق بالشروع فهو والمقتد وقت به شروع برادہ امام ہے اور اس کی اقتدا کرنے والے
لاکراہۃ فی حقہم۔ درست ہیں ان میں کوئی کراہت نہیں (ت)۔

اور اس جماعت کا جماعت ثانیہ ہونا ان شناعتوں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی
مخالفت کا تممت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محلہ نہیں بازار یا سرائی مسجد ہے
تو اس کی سرجماعت جماعت اولیٰ ہے کماحققنا فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ
میں کی ہے۔ ت) ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسد نماز ہو یا اس کی بد مذہبی فساد
سے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ فساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود
جماعت ہی نہیں بلکہ اب اس میں شرکت ممنوع ہوگی لبطلان الصلوة خلفہ (کیونکہ اس کے پیچھے نماز
باطل ہے۔ ت) واللہ سہیحہ وتقدیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم: اس کا جواب جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوط
فرض مسئلہ مگر اس قائل کے فحوائس کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اس کی مراد نہیں بلکہ اس میں
فقط کی ثواب ماننا اور حقوق اثم سے پاک جانتا ہے و لہذا قبیل میں نہ واجب کا لفظ بڑھایا اور نہ سقوط
فرض، تو بحال ترک جمیع واجبات میں حاصل ہے۔ یہ قول مش غلط ہے۔ آؤ مذہب متعہ میں جماعت
وجیب ہے اور اسے سنت مؤکدہ کہنا بوجہ ثبوت باسنت ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک
میں حقوق گناہ سے مفر نہیں،

فی الدر المختار الجماعۃ سنتہ مؤکدۃ
للمرجع قال الراہدی زادوا بالتأکید
الوجوب الخ و قیل واجبۃ و
علیہ العامة ای عاصۃ مشائخنا و
یہ جزم فی التحصۃ وغیرہا قال فی
البحر وهو لمرآۃ عند اہل المذہب
وفی ابجر من باب صفة الصلوۃ الذی
یظهر من کلام اہل المذہب ان

در مختار میں ہے مردوں کے لئے جماعت سنت
مؤکدہ ہے۔ زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے
وجوب مراد لیا گیا ہے المر اسی میں ہے وجوب کا
قول بھی کیا گیا ہے اور ہمارے عام مشائخ اسی
پر ہیں، تحفہ وغیرہ میں اسی پر جزم ہے، بحر میں
فرمایا اہل مذہب کے ہاں یہی رائج ہے اور
بحر میں باب صفت صلوۃ میں ہے کہ اہل مذہب
کے کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ صحیح

سے خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثانی عشر فی الامامۃ والاقتدار مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۴۵/۱
فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہوا حق بالامامۃ دروزانی کتب خانہ پشاور ۸۴/۱

مذہب در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی ۸۲/۱

الا ثم هنوط بترك الواجب او السنة المؤكدة
على الصحيح لتقصيرهم بان هون ترك
سنة الصلوة الخمس قيل لا يأتى والعجيب
فيه ياثم ذكوة في فتحة التقدير و تقصيرهم
بالاثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤكدة
على الصحيح وكذا في مغايرة لثمت تتبع
كلامهم ولا شك ان الاثم مقولها التثنية
بعضه اشد من بعض فالاثم تارك السنة
المؤكدة اخف من الاثم تارك الواجب اه
وفي الصحاح عن النهر عن الكشاف كبر
من اصول ابى اليسر حكم السنة ان يشد
الى تحصيلها ويلازم على تركها مع حقوق
اثم يسير اه

قول کے مطابق گنہگار ترک واجب یا ترک
سنت مؤکدہ پر ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے
کہ جس نے صلوات خمسہ کی سنسن کو ترک کیا اس کے
بارے میں ایک قول ہے کہ وہ گناہگار نہیں ہوگا
اور صحیح یہ ہے کہ وہ گنہگار ہوگا۔ فتح التقدير میں اس
کو ذکر کیا ہے اور یہ بھی ان کی تصریح ہے کہ جس نے
جماعت ترک کی وہ گنہگار ہوگا حالانکہ صحیح یہی ہے
کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح اس کی دیگر
نفاذ ترکا حکم ہے ان کے کلام سے تلاش کرنے والے
کو یہی ملے گا۔ بلاشبہ گناہ کے بارے میں تشکیک
قول ہے، بعض کا قول بعض سے سنت ہے تو تارک
سنت ترکہ کا گناہ تارک واجب سے اخف اور کم
ہوگا۔ اور دوسرے میں نہر کے کشف الجہر کے حوالے

سے ہے، اصول ابوالیسر سے ہے کہ سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کے
ترک پر تہرے سے گناہ کے ساتھ طاعت ہوگی اور ات
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

لقد سمعت و ما يتخلف عنها الا منافق
معلوم النفاق۔
اور فرماتے ہیں،

لو تركتم سنة بغيركم لضلتم انتم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ترک کر دے گے گمراہ ہو جاؤ گے
مروا مسلم (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور ایک روایت میں ہے، مکفر تم تم کافر ہو جاؤ گے دوا کا اجداد (اسے ابوداؤد نے روایت
کیا۔ ت) یعنی کفر یا یہ کہ معاصی پر یہ کفر ہیں۔ والعب ذبا لله تعالى سبحانه و تعالی اعلم۔

سبحانہ و تعالیٰ
باب منة الضمة
مطلب فی السنة و قریبها
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
مصطفیٰ ابوبالی مصر
۳۰۲/۱
۷۷/۱

مسئلہ ۹۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازیں امام کے واسطے مصلیٰ مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلیٰ کے قصداً کھڑے کئے جائیں یا اس نیت کہ امام پر نسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہئے مکروہ ہے یا غیر مکروہ۔
بیّنوا توجروا۔

الجواب

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود چاہا یا کسی مقتدی نے نہ اس لئے کہ امام و مقتدی میں امتیاز چاہئے بلکہ امام کو کسی فضل دینی کی تعظیم کے لئے، مثلاً وہ عالم دین ہے اُس کے نیچے مصلیٰ کبھی دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اُس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلیٰ کھڑا کرنا کہ نماز میں امام و مقتدیوں کا یوں امتیاز ہونا چاہئے محض بے اصل و خلاف سنت اور دین میں تہی بات نکالنا ہے۔ واللہ سب بخند و تعالیٰ

مسئلہ ۹۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سُنے جائے تو اپنی مسجد میں حشر کی جماعت اُس کے جانے سے بالکل باقی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہو گا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف یا مجزبہ الصلوٰۃ پر قراؤں سے اور صورت اُس کے موجود ہونے کے جماعت ہو سکتی ہے؟ چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اُس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بقرض استماع قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے؟ یہی استماع قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن (یعنی کراہت اصلاً نہ ہے۔ رت) ہو جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ پڑتا ہو تو دوسری مسجد میں اُس عرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب و مندوب ہے، ہاں تطیل جماعت فرض جائز نہیں، لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ حاکم بن حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فی جواب هذا السؤال (اسے علیہ السلام پر رحم فرمائے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ رت) جماعت تراویح میں بعض لوگ صعبِ اول و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اُس کے دو کھڑے ہوئے ازاں بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سننے میں اگرچہ یہ بیٹھے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو تحیال تطویل قرأت امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کمالی و تکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر معفو نہ بلکہ کراہت جائز ہے؟ کیا تسبیح معفو کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے؟ کیا

جماعت فرض و تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے، ایک قرین کتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صفت میں نماز پڑھیں وہ ہر قرین مجز ہے کہ ایسی جماعت جاکر استیج و درست ہے چاہے کسی صفت میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کہ اس میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے؟
بیشوا تو جہروا

الجواب

دربارہ صنفون شرعاً تین باتیں بتا کید اکید مامور بہ ہیں اللہ تینوں آخ کل معاذ اللہ کالمترک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتعاقی پھیل ہوئی ہے۔

اول تسویر کہ صفت برابر ہو مخم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانہ مخنفہ آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبہ منقطعہ پر گزرا ہے عمرو ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عبد اللہ لتسوں صنفو فکم ادلیہ خالفن اللہ کے بندو! ضروریاتم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف

ڈال دے گا۔

حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفت میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکل جوا علا خط کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواۃ المسلم عن النہضت بت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (اس کو مسلم نے حضرت عثمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

مراخنوا صنفو فکم وقربو بینہما وحاذا با لا عناق فوالذی نفس محمد بیدہ فی لاری انشیاءین تدخل من خلد الصنف کانہا الخذف رواۃ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ دخنہ صفت سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱/۶۲	باب تسویر الصنف الخ	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۶۲
۱/۹۳	حدیث الامام علی رضی الصنف الخ	مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/۹۳

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

اَقْسَمُوا بِالْصَّفَوَاتِ فَانَا تَصْفَوَاتُ بِصَفِّ
الْمُنْشَكَةِ وَحَاذِ ابْنِ الْمُنْكَبِ رَوَاهُ
احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و
ابن خزيمة والمحاکم وصحاحہ عن
بن عمر مری اللہ تعالیٰ عنہما۔

صنفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صنف بندی
چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔
اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر
میں ابن خزيمة اور محکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح
قرار دیا۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صنف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ
اگر کوئی صنف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی ٹکڑاں میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صنفیں باندھ
لیں بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صنف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان صنفوں کو چیرتا ہوا جاکر وہاں
کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ماقط کی جو اس طرح
صنف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا :

لَا تَصْفُونَ كَمَا تَصِفُ الْمُنْشَكَةُ حَتَّى
مُرْتَبِفٌ۔

ایسی صنف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے
رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صنف باندھتے ہیں؟ فرمایا :

يَتِمُّونَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَيَتَرَقُّونَ فِي
لِصْفٍ رَوَاهُ ابوداؤد و

اگلی صنف پوری کرتے اور صنف میں خوب مل کر
کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد،

سنن ابوداؤد	باب تسوية الصفوف	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۹۷/۱
مسند احمد بن حنبل	مروى از عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۹۸/۲
بلکہ صحیح مسلم	باب الامر بالسكون في الصفوة الخ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۸۱/۱
سنن ابوداؤد	باب تسوية الصفوف	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۹۷/۱
صحیح مسلم	باب الامر بالسكون في الصفوة الخ	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۸۱/۱
سنن ابوداؤد	باب تسوية الصفوف	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۹۷/۱

النسائی وابن ماجہ عن جابر بن سمرة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اتوا الصفح المقدس ثم الذي يليه فما
كان من نقص فيمكن في الصفح المؤخر
رواها الأئمة أحمد وأبو داود والنسائي
و بن حبان وخزيمة والقيما بامانيد
صحيحه عن انس بن مالك رضي الله
تعالى عنه ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من وصل صفحا وصله الله ومن قطع
صفحا قطعه الله . رواها النسائي والمحاكم
بمسند صحيحه عن ابن عمر رضي الله
تعالى عنهما وهو من تامة حديثه
الصحيح المذكور سابقا عند أحمد و
ابن داود والثلثة الذين معهم ۔

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔

پہل صفح پوری کرو پھر اس کے قریب ہے
کہ جو کئی جو قریب سے پہل صفح میں ہو ۔ اسے
ائمہ کرام احمد ، ابو داؤد ، نسائی ، ابن حبان
ابن خزيمة اور ضیاء المقدسی نے اسانید صحیحہ کے
ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے ۔

جو کسی صفح کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے
اور جو کسی صفح کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے ۔
اسے نسائی درہم نے مسند صحیح کے ساتھ حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ،
یہ عبد اللہ بن عمر کی حدیث اس حدیث صحیحہ کے ساتھ کاتبہ
سے جیسے امام احمد اور ابو داؤد اور دیگر محدثین نے
روایت کیا ہے ۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

جو کسی صفح میں غلط دیکھے وہ خود اسے بند کرے
اور اگر اسی نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے پھینکے

من نظر الى فرجة في صفح فليسددها
بنفسه فان لم يفعل فمرار فليتخط

۹۸/۱ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۹۴/۱ • مکتبہ سلفیہ لاہور
۹۷/۱ • آفتاب عالم پریس لاہور
۹۶/۱ • مکتبہ سلفیہ لاہور

۱۰ سنن ابو داؤد باب تسویر الصفوف
سنن النسائی فضل الصف الاول
۱۰ سنن ابو داؤد باب تسویر الصفوف
سنن النسائی من وصل صفحا

یہ بھی اسی اتمام صفوں کے تحت سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کیا حقیقتاً ہفت وقت و کشیں منالنا سب عتدہ فعلوں (جیسا کہ ہم نے اپنے فتویٰ میں اس کی خوب تحقیق کی ہے) اور بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ (ت) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تعارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فصول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صفت میں کچھ مقدمی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امر اول یعنی تسبیہ صفت پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی غلط و مستقیم میں ہو سکتے ہیں تسبیہ میں ارتقاء کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے کے قبل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے، ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل و کمالی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم و سوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا حذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ چوٹی اور قطع صفت لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی داخل ہیں ان بیٹھنے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کہ تھا مگر انھیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صفت سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صفت کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ ان پر لازم تھا کہ انھیں کھڑے ہونے پر مجبور رہیں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دور کریں، ہاں نمازی اس پر قادر ہوں تو عذر دیں، اور اس تمنع سے وہاں عظیم میں یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض و واجبات کا تھا اور یہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات و سنت فجر بلا حذر بیٹھ کر ناجائز و فاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہو جاتی ہیں اگرچہ خلاف تواتر کے سبب مکررہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے ۱۰۰ مختار میں ہے :

(التراویح تکثر قعد، لزیادة تکدھا)	(نماز تراویح جیسے کرا کر نا مکررہ) کیونکہ ان میں تاکید
حتی قبل لا تصح (مع القدرۃ علی القيام)	زیادہ ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق بیٹھ کر
کما یکرہ تاخیرالقیام الی رکوع الا مام	نماز تراویح ہوتی ہی نہیں (قیام پر قدرت کے
للتشبیہ بالمتافقین	ہوتے ہوئے) جیسا کہ رکوع امام تک قیام کو
مؤخر کرنا (یعنی امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا) مکررہ ہے کیونکہ اس میں متافقین کے ساتھ	
مشابہت ہے۔ (ت)	
خانیہ و رد المختار میں ہے :	

لوصلی التروایح قاعداً قیل لا یجوز
بلاعذر لما روی الحسن عن ابی حنیفة
لوصلی سنة الفجر قاعداً بلا عذر
لا یجوز فکن التروایح لان کلا منھما
سنة موکدة وقیل یجوز وهو الصحیح
والفرق ان سنة الفجر سنة موکدة
بلا خلاف والتروایح دورنها فی التاکید
فلایجوز التسویة بینھما

اگر کسی نے تراویح بیٹھ کر ادا کیں تو بعض فقہاء نے
نزدیک بلا عذر ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ امام حسن
نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا
ہے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں بلا عذر بیٹھ کر ادا
کیں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح تراویح کا معاملہ
ہے، کیونکہ دونوں سنتیں مؤکدہ ہیں، بعض فقہاء
کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے، فرق یہ ہے
کہ سنن فجر بغیر کسی اختلاف کے سنت مؤکدہ ہیں اور

تراویح کا درجہ تاکید میں ہوتا اس سے کم ہے لہذا ان کے درمیان مساوات و برابری نہ ہوگی۔ ۱۔ سنت
قول اول پر کابلوں کا بلا عذر صحت میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز و مورد رش گناہ و موجب قلع و صف ہو گا
جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قول ثانی پر مستحب ہو گا کہ ان اہل کسل
کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یوں داخل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ گناہ و معصیت ہے اور دوسرے
پر محض بے ضرورت ہے تو اس سے احترازی میں نفیست ہے۔ علی۔ تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب
جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیہ کے لئے شافعییت یا مکییت حبشیہ ان کے خلاف کی حمایت
رکھنی بالجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکر و مذللہ کم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے عقائد مذہب
میں ہے، ورنہ حرام نہیں ہے۔

لا یتضمنہ من ذکر وامرأة لکن یندب
للفروج من الخلاف لا سیما للامام لکن
بشروط عدم لزوم الاحتکاب مسکود
مذہبہ

من ذکر امرأ من امرأة سے وضو نہیں ٹوٹا لیکن
ایسی صورت میں اختلاف سے بچتے ہوئے وضو
کر لینا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے بشرطیکہ
امام کے اپنے مسلک میں مکر وہ کا ارتکاب لازم
نہ آئے (ت)

مغرب میں ایک اور نکتہ واجب الظمان ہو گا کہ تاخیر اتنے کابلوں کی جو جس قدر تمام صفت سے زائد ہوں ورنہ

اگر اپنے صفت آخر میں اقامت ہو تاکہ مذہب صحیح پر قطع صفت نہ لازم آئے اُس سے تحریر مستحب تھا یہاں واجب ہو گا تو ضیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی :

15

اول یہ کہ قائمین بقدر کمال صفت ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صفت میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ قائمین سے کر لی جائیں اور کاملین سب سے آخر میں اپنی صفت یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاملین کی تاخیر مطلق کی ہوگی۔

دوم قائمین سے کمال صفت نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صفت پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں ان سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صفت پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے مکمل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صفت میں کاملین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر مکمل صفت کریں حتیٰ کہ اگر صفت اول ہی ناقص تھی تو اسی کے کنارے پر انھیں رکھیں اس صورت میں کاملوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی بلکہ ایک کنارے پر جتنے کر دئے گئے۔

تسوم تکمیل صفت میں کاملین کی حاجت بہت زیادہ ہے تاہم یہی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لئے مطلوب ہیں قائمین کی صفت آخر کے ایک کنارے پر انھیں رکھ کر باقی کی صفت تا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاملین کی فائز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صفت کو تکمیل کی حاجت ہے تو اس سے ہٹا کر کاملین کو صفت دیگر میں رکھنا صفت اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہو گا اور یہ جائز نہیں پھر بہر حال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بچائے کاملین کی طرف الصفت ہوں اور کاملین کی طرف مؤخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورت اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثانیہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الی غیر ذلک مع الاحتمالات (اس کے علاوہ دیگر احتمالات) یہ سب اس صورت میں ہے کہ کاملین دستِ شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فقہ قدر میسر پر عمل چاہئے،

واللہ التوفیق ہذا ما افادہ المتفقہ والکتاب والیہ سبختہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ از جامعہ محلہ راستہ تحصیل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب

۲۰ شوال ۱۲۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان مشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ

عبارت لکھی ہے البتہ چار حصے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لایرہب یہ امر زیوں ہے کہ مکرار جماعت و افراق
 اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت سمجھی رہتی ہے اور شریک جماعت
 نہیں ہوتی اور مرکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ الحمد للہ حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین
 سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس
 یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرکب اسی بدعت کے ہوئے فقط واللہ
 تعالیٰ اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار حصے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و دنیا پر
 قائم کئے گئے کہ جو زیادہ نکمٹا ہے کہ لایرہب یہ امر زیوں ہے حد با علمائے کا طین و صلحائے مقبولین گزرے
 کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اس کا ٹکنا درست ہے یا خلاف
 اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہئے؟ جواب محل محل صاف صاف تحریر فرمائیں بینوا بالتفصیل جزاکم
 اللہ سرہ العجیل۔

الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ عربین طیبین زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذہب حقہ اہلسنت و جمہور
 اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور اب میں باجمہ طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف و عمت ہے، ایک بات
 ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع، ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ، ایک کے نزدیک ایک
 امر ناقص طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں، ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے
 یہاں نہیں، تو جب امام کسی مذہب کا ہو اگر اس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت و صلاۃ کی
 رعایت اور ان کے نواقض و مفسدات سے عجانیت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اس کے
 پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و عجانیت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذہب باجماع
 جمہور ائمہ حرام و باطل اور کمال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور لبعق امور
 ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجالایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر
 کمر بستہ و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے، محققین نے تصریح فرمائی کہ بہر حال
 موافق مذہب کی اقتداء اکمل و افضل، تواستطاع موافق کے لئے نوافل یا ذکر وغیرہا میں مشغول رہنا
 جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے
 خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے، اس لئے آٹھ سو برس یا
 زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس و جدہ و مصر و شام و غیرہ بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا

عمل اس پر جاری و ساری رہا اور بعض کا انکار شاید معذور قرار پایا تو بعد وضوح حق و استقرار امر اسے
 زیون و حرام و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے، چار حصے ہونا اسی طریقہ انفق سے عبارت ہے
 جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصالح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا
 کر یہ بھی صد ہا سال سے محمود و مقبول ہے نہ اس کے لئے ضرور نہ ان میں عمل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل
 درمختار میں ہے۔

یکرة تطوع عند اقامة صلوٰۃ مکتوبۃ
 ای اقامۃ امام مذبذبہ۔
 نماز فرض کی اقامت کے وقت نوافل مکروہ میں
 یعنی اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام
 کی اقامت ہے (ت)

رد المحتار میں

لو انتظر امام مذبذبہ بعیداً عن
 الصفوف لم یکن اعراضاً عن الجماعة
 لعدم بانه یزید جماعة اکمل من
 هذه الجماعة۔
 اگر کوئی شخص صفوف سے دور اپنے مذہب کے
 امام کا انتظار کرتا رہے تو یہ جماعت سے اعراض
 نہ ہوگا کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ اسس موجود
 جماعت سے اکمل جماعت کا اضافہ رکھتا ہے (ت)

شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ ابتدا میں فرماتے ہیں
 اگر ہر مذہب کا امام موجود ہو جیسا کہ ہمارے دور
 میں ہے تو پھر اپنے موافق کی اقتدا افضل ہے
 خواہ وہ پیٹے ہو یا بعد جمیعہ اسس کو عامہ
 مسلمین نے پسند کیا، جمہور مومنین اہل حریم،
 قدس، مصر اور اہل شام کا اسی پر عمل ہے اس
 کی مخالفت کرنے والے شاذ و نادر کا کوئی
 اعتبار نہیں۔ (ت)

۶۲/۱	مطبوعہ مطبعہ مجتہبی دہلی	کتاب القلوۃ	سہ درمختار
۵۲۵/۱	مصطفیٰ البابی مصر	باب اوراک الفریضہ	سہ رد المحتار
۴۱۷/۱	" " " "	باب الامامۃ	سہ رد المحتار بحوالہ رسالہ ابتدا

علامہ عبدالحق ناہلسی قدس سرہ اللہ کی حدیث تدریج شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات
المصنوعة حول الكعبة التي يصلون
فيها الآن بأربعة أمتة على مقتضى
المذاهب الأربعة في جاب بانها بدعة
ولكنها بدعة حسنة لا سيئة لانها
تدخل بدليل السنة الصحيحة و
تقريرها في السنة الحسنة لانها لم
يحدث منها ضرر ولا حرج في المسجد
ولا في المصلين من المسلمين لعامة
اهل السنة والجماعة بل فيها عظيم
المنفعة في اظهار الاحوال الشريفة والجمود
وفيه وسيلة للتقرب من الاضداد في
الجمعة وغيرها فهي بدعة حسنة و
ليس هوئذ بفعلهم للسنة الحسنة و
ان كانت بدعة اهل السنة لا اهل
البدعة لانت النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم قال من سن سنة حسنة
الى آخر ما اطل واطاب عليه ورحمة
الملك الوهاب والله تعالى اعلم.

(ت)

مسئلہ از غازی پور علمیاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرو و قریجی غازی پور
۱۰ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر حکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی

۱۴۶۱

لہ حدیث تدریج شرح طریقہ محمدیہ وقد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المصنوعة حول الكعبة مطبوعہ نوریہ رضویہ فیض آباد

کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور مجنوناں اور ہوسریاں میں مقتدیوں کے اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگر چہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام یا انجمن وقت بعد اذان کے خود آکر ہیں مگر سے بلائے جایا کرے۔ پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں؟

الجواب

مقتدی کو امام پر تکلم نہیں پہنچتا اور کئی خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان نفسانی خواہشوں کا لحاظ برگز نہ چاہئے مگر جبکہ شریر و مودعی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو مجبوری تا بعد اسکا انتظار کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔

قال الله تعالى الفتنه اشد من القتل
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

طرز ان جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں۔
وقد كان صلى الله تعالى عليه وسلم

اذا حضروا الناصب تجددوا ما حضروا
جب لوگ حاضر ہوتے آپ جلدی فرماتے جب لوگ غیور کہتے آپ تاخیر فرماتے (ت)

ان خبر سے
مسئلہ از شہر گنہ مسئلہ ۹۳
بریل
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھے؟

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو مجبوری کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی مجبوری ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴۲ مسئلہ اصغر علی غاں بریلی یا س منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لاکر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہو گئے اور صفت باندھ کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے قرابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو، جملہ نمازی کھڑے رہے، جب ان صاحب نے وضو کر لیا جگہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آگئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے، بینوا تو جو جودا

الجواب

یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر یہ لوگ اہل محدثہ سے نہ تھے انہیں اس تعیین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کر لی سے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی ضرر حرج نہ تھا تو اس سبب میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں ان کی دل شکنی ہو کہ بلا وجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے، دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا، اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تئیں ان کا تو یہ کہ بحیر ادنیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والیقوی ذلک تعالیٰ نے فرمایا، انیک اور تقویٰ پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو مگر یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہئے کہ اگر رکوع میں کسی کی پھل سٹنے اور اسے پہچاننا نہیں تو وہ ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وہ شامل ہو جائے، دوم اس رعایت سے ان مسلمانوں کا دل خوش کرنا مقصد احادیث میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ بعد القرائت
ادخال السرور علی المسلمین او کما
فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا
مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم

ملہ القرآن ۲/۵

ملہ النبی مع الصغیر مع فیض القدر حدیث ۲۰۰

جمع الزوائد باب ضل قضا الخراج

مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۷/۱

دار الکتاب بیروت ۱۹۳/۸

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

توم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ،

بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار

انکم فی صلوٰۃ ما استظرتہ الصلوٰۃ۔

میں ہو۔

ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا، جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

مسئلہ از گزالیہ ضلع پدایوں مرسلہ لیسین خاں

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہو گیا، تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہو گیا، چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر کے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کر لے۔ بیّنوا تو جہر ۱۹

الجواب

آج کل بوجہ غلبہ جمل کھینچنے میں ہے پر بھی نہ ہو گئی اگر اپنے والے کو شروع ماننے کے لئے بیٹھے ہوں، اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو بیٹھے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان بیٹھے والوں کی نماز نہ ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم

۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ از ذریہ غازی خاں بلاک ۱۱۱ مسئلہ احمد بخش صاحب

حضرت ملک العلماء شمس الفضلہ مقتدا سے اہل ایمان، پیشوا سے اہل ایمان ادا م اللہ تعالیٰ فضلم و مجدیم انی یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیاز مند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان آیات میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ مسقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوں رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر و بالا اور بعض مؤخر بیرونی صف میں پس کیا ایسی جماعت اس لئے کہ عورتوں کے صفوں بعض صفوں رجال کے اوپر اور بعض صفوں رجال سے جو بیرونی صف میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہوگی اس لئے کہ عورتوں کے صفوں اور صفوں رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بیّنوا توجہوا

الجواب

جبکہ بیچ میں مسقف و جدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوتی،

تنویر الابصار میں ہے،

واذا حاذتہ امرأۃ ولا حائل بینہما ف
صلاۃ مطلقۃ فسدت صلاتہ
جب عورت نماز مطلقہ میں مرد کے محاذی ہو جائے
اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس مرد
کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

مگر یہ صورت بوجہ کراہت و مانعت سے خالی نہ ہوگی،

اولاً عورتوں کا مسجد میں جانا خود منوع ہے تو ایک امر منوع کے لئے سامان کرنا ہے، تنویر الابصار
میں ہے،

ویکرہ حضورہن الجماعۃ مطلقاً علی
المذہب۔
مفتی بہ مذہب پر خواتین کا جماعت کے لئے حاضر
ہونا مطلقاً مکروہ ہے (ت)

ثانیاً یہ ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لئے
مذرت نہ مانی گئی، فقہگیرہ میں ہے،

المصعد علی سطح کل مسجد مکروہ
ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یمسوا
بالجماعۃ فوقہ۔
ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے
کہ جب گرمی سخت ہو تو مسجد کے اوپر باجماعت
نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت
ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخر وہن من حیث اخر وہن اللہ (ان کو مؤخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
انہیں مؤخر فرمایا ہے۔ ت) لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸۴/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	باب الامامۃ	۱۔ در مختار
۸۴/۱	"	"	۲۔ در مختار
۳۲۲/۵	فوزانی کتب خانہ پشاور	ابواب الخمس فی آداب المسجد الخ	۳۔ فتاویٰ ہندیہ
۳۱۲/۱	مطبوعہ فریدیہ رضویہ سکھر	باب الامامۃ	۴۔ فتح القدیر

فَصْلُ الْمَسْبُوقِ

(مَسْبُوق کا بیان)

مشتملہ از فیض آباد مرید مستی احمد حسین زرسیدہ مستی نوید اسسٹنٹ انجینئر ریٹو سے
۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

میں کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ معہرہ ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز ورد درحق قعود حکم آخر نماز مسبوق کی باقیانہ نماز قرأت کے لحاظ سے اول اور بیٹھے میں آخر کا حکم رکعتی ہے۔ ت
ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول میں کا قابل عمل ہے یا صحیح کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول میں کا صحیح ہے، ائمہ قوی سے اُسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتبرہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے،

یقضی اول صلاتہ فی حق قراۃ و آخرھا قرأۃ کے حق میں وہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کر کے ادا کرے فجر کے علاوہ
فی حق تشہد فمد رکعتہ من غیر

فجر یا تیہ رکعتین بفاتحة وسورة و تشهد بينهما وبراية الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلها۔
 ایک رکعت پانے والے دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ (ت)

خلاصہ و ہدیر میں ہے :
 لو ادرك رکعة من المغرب قضي رکعتین وفصل بقعدة فتكون بشد قعدات یجب بیان تک کہ غیریہ شرح غیریہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز و عدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے۔ رد المحتار میں ہے :
 قال فی شرح المنیة ولو لم یقعد جاز استحضاراً لا قیاساً ولو یلزم سجود السہو لکون لک رکعة اولی من وجہ ثانی
 شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگر اس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔ (ت)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 ۹۲۸ھ مکملہ حافظ عبد اللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ
 جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کر کے اور تکبیر کہہ کر فاتحہ پاندھنا چاہئے یا بے پاندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے؟ یتنوا تو جتروا

سہ درمختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۸۶/۱
 سہ فتاویٰ ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۱
 سہ رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر ۴۴۱/۱

الجواب

باتحہ باندھنے کی تو اصل حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمیہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہئے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمیہ کہے اور سبب خذک اللہم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھائے گا تو معاذ دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے سبب خذک اللہم پڑھ کر بھی شاقی ہو جاؤ گی گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمیہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض نادان واقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمیہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ باتحہ پھیلا میں تو کچھ تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کر لیا تو نماز نہ ہوگی اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بلند ہی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ و حاجی یعقوب علی

نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک میں رکعت خلاص ہو گئیں چوتھی میں جا ملا اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں ؟

الجواب

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبب خذک اللہم پڑھنے کے لئے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کر کے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے۔ در مختار میں ہے،

یَقْضَى اَوَّلُ صَلَاتِهِ فِي حَقِّ قِرَاءَةِ وَاٰخِرُهَا فِي حَقِّ تَشْهَدٍ فَمِنْ رَكْعَةٍ مِّنْ غَيْرِ فَجَسْرِيَّاقِي بَرَكْعَتَيْنِ بِفَاتِحَةٍ وَسُورَةٍ وَتَشْهَدٍ بَيْنَهُمَا وَبِرَابِعَةِ الرَّابِعِيَّافَاتِحَةٍ فَقَطْ وَلَا يَقْعُدُ قَبْلَهَا ۖ
واللہ تعالیٰ اعلم

قراءت کے حق میں ابتدا سے نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کر کے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانچ والا اور کعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشہد کے ساتھ ادا کرے اور چار کعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے (ت)

مسئلہ ۹۵۔ از لشکر گویا ر محکمہ ذاک دربار گویا ر مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب

۹ صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیاز منداں بسط اقدہ ظلم ابداء، مسبوق سجدہ سہو میں امام سے پہلے یا نہیں یعنی اگر اُس کو علم ہو کہ امام اور اس کے مقتدی سجدہ سہو کر رہے ہیں یا تشہید بعد سجدہ سہو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اُس کی اقتدار درست ہے یا نادرست؟ بینوا قوجروا

الجواب

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدار درست و صحیح ہے، رد المحتار میں زیر قول در مختار

المسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء
كان المسبوق قبل لاقتداء او بعده كما فعل
ايضا ما اذا سجد الامام واحدا ثم
اقتدى به قال في البحر فانه يتابعه في
الاخرى ولا يقضى قضاء الاولى كذا في تنبيهها
لواقته به بعد ما سجد هي انتهى۔
والله اعلم

مسبوق اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدہ سہو
کرے خواہ وہ سہو اقتدار سے پہلے ہو یا بعد میں۔
یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب امام نے ایک
سجدہ کر لیا تو پھر اس نے امام کی اقتدار کی کجری میں
ہے کہ مسبوق دوسرے سجدے میں اقتدار کرے تو
اس صورت میں پہلے سجدہ کی قضا نہیں، جیسا کہ
ان دونوں سجدوں کی ادائیگی کے بعد شمولیت کرنے
پر قضا نہیں انتہی۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۔ ۲۲ رجب ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کر کے فارغ ہوا
تو گن کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی تیار ہے اُس نے سنت پڑھا شروع
کیا، بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اس میں شریک ہوا، آیا یہ سنتیں اس کی ہوئیں یا نہیں؟
اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گن گار ہوا یا نہیں؟ اور اُس التحیات میں
شریک ہونا اسے ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب

سنتیں ہو تو ہر حال میں گنیں مگر زید کو حکم بھی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے۔

جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولیٰ کی شرکت نہ چھوڑے زید بالغہ بلا عذر صحیح شرعی جماعت اولیٰ فوت کر دینے سے گنہگار ہوا، درمختار میں ہے،

ذاخاف فوت رکعتی الفجر لا شغلہ جب سنتوں میں مشغولیت سے فرائض فجر کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سن کر رکی کر دیا جائے۔
بسننہا ترکہا۔
رد المحتار میں ہے،

الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانہ یأثم بتفويتها اتفاقاً و قد حقت فی فتاویٰ متوفیقی اللہ تعالیٰ ان هذا الحكم للجماعة الا لو فی حینا۔
راجح اہل مذہب کے ہاں جماعت کا واجب ہونا ہے اور اس کا فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے کہ یہ حکم صرف پہلی جماعت کے لئے ہے۔

ہاں اگر جماعت اولیٰ کا امام غلط خواں یا معاذ اللہ بد مذہب گمراہ یا فاسق معلن اور امام ثانی اسی بدوں سے پاک تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہئے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا، کما بینا کل ذلك فی فتاویٰ المسائل فی رد المحتار وغیرہ، غیرہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتویٰ میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے اور رد المحتار وغیرہ میں مسائل کی تفصیل ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵۲ از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱ صفر ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدہ اخیرہ میں قنوت تہجد کے بعد گریا فغی احوال کے بحر جیب شہادتین کہ مسبوق دوبرایا کرے تا سلام امام بجا آئے شہادتین کے اگر السلام عدیک ایسا النبی سے دوبرایا کرے تو کچھ حرج ہے؟

الجواب

فقہائے محرار تہجد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵۳ از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ و سلام دونوں میں کرے گا

لے درمختار باب اور اک الفریض مطبوعہ مجبائی دہلی ۹۹/۱
لے رد المحتار باب الاذان - مصطفیٰ البانی مصر ۲۹۲/۱

یا فقط سجدہ میں، اور اگر القرض التقیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد؟
 بینوا توجروا جزاکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں، اگر سلام میں قصد متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہئے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے بنی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدہ سہو کرے۔ رد المحتار میں ہے،

المسبوق یسجد مع امامه قید بالسجود
 لانه لا یتابعه فی السلام بل یسجد
 معه ویتشہد فاذا استقام امامه قام
 الی القضاء فان سلم فان كانت
 عامداً فسدت والا فلا یسجد علیہ
 انت سلم سہواً قبل اکمالہ او معہ
 وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفرداً
 حیث یؤدی بحروا مراد بالمعینۃ المقارنۃ
 و ہونہ والوقوع کما فی شرح المنیۃ
 وقیہ لوسلم علی طعن انت علیہ
 ان یسلم فہو سلام عمد یعنی البناء۔
 واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں معیت سے مراد مقارنت ہے اور اس کا وقوع بہت کم ہے اسی طرح شرح المنیۃ میں ہے کہ اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سلام پھیر دیا کہ اس پر سلام لازم تھا تو یہ عمد اسلام ہوگا جو کہ بنا سے نماز سے مائع ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۴ مسئلہ عزاباقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں
 رکوع نہ پڑھے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز
 کس طرح ادا کرے؟ بیٹھنا تو جہر و

الجواب

یہ صورت مسبوق لاتی کی ہے وہ پہلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقیم مقتدی لاتی ہے
 لانه لم یبد رکعہما مع الامام بعد ما اقتدی بہ (اس لئے کہ اس نے اقتداء کے بعد امام
 کے ساتھ ان دو رکعتوں کو نہیں پایا۔ ت) اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس
 قدر نماز ہو چکی ہے اس میں مسبوق ہے لانهما فاتہ قبل ای یقتدی (اقتداء سے قبل اس نے اسے
 فوت کیا ہے۔ ت) در مختار و رد المحتار میں ہے،

مقیم ائتم بفساخر فہو لاحق بالنظر
 للاخیر تیمت و قد یكون مسبوقا ایضا
 کما اذا فاتہ اول صلاۃ امامہ مستحضر
 اگر مقیم نے مسافر کی اقتدار کی تو وہ آخری رکعتوں
 کے لحاظ سے لاحق ہے اور پہلی مسبوق بھی ہو سکتا
 ہے جبکہ مسافر امام کی اقتدار پہلی رکعت میں
 نہ کی ہو (ت)

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قرائت ادا کرے یعنی حالت قیام میں
 کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورۃ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموشی کھڑا رہے بعد جتنی نماز میں مسبوق ہوا اُسے
 مع قرائت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے،

فی البدایہ والمختار الا لاحق یبداء بقضائہ
 ما فاتہ بلا قرائۃ تہ ما سبق بہ یہا
 ان کان مسبوقا ایضا ہ ملخصا۔
 در مختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات
 بغیر قرائت کے ادا کرے پھر وہ رکعات جو امام کے
 ساتھ رہ گئی تھیں اگر مسبوق ہوا ملخصاً (ت)

رد المحتار میں ہے،
 قولہ ما سبق بہ یہا الخ ای ثم صلی
 پھر ما سبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے تو لاحق

اللاحق ما سبق به بقراءة امت كانت
مسبوقة الضابحات اقتدى في اثناء صلافة
الامام ثم نام مثلا وهذا بيان للتقسيم
الاربعة وهو المسبوق باللاحق الخ

پس اگر دونوں رکوع نہ پاسے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرأت پڑھ کر بعد التیمات دو رکعتیں فاتحہ و
سورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرأت پڑھ کر بیٹھے اور التیمات
پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوتی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلا قرأت پڑھ کر اس پر بھی
بیٹھے اور التیمات پڑھے کیونکہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائزہ
کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ضروری لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت، فاتحہ و سورت پڑھ کر
بیٹھے اور بعد تشهد نماز تمام کرے۔

في رد المحتار من شرحي المنية والمجمع
انه لو سبق برکعة من ذوات الامام ثم
وزع في ركعتين يصلي او لا ما مرفيه ثم
ما ادركه مع الامام ثم ما سبق به
فيصلي ركعة معانا مرفيه مع الامام
ويقعد متابعه له لانها ثانية امامه
ثم يصلي الاخرى معانا مرفيه ويقعد
لايه ثابته ثم يصلي التي اقبله فيها و
يقعد متابعه لامامه لانها رابعة و
كل ذلك بغیر قرأة لانه مقتد ثم
يصلي اس ركعة التي سبق بها بقراءة
الف تحة وسورة والاصل ان اللاحق
يصلي على ترتيب صلافة الامام

رد المحتار میں شرح منیہ و مجمع سے ہے کہ اگر
چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر
شریب ہو پھر دو میں سو گیا تو اب جن میں سویا
انھیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ
اقتدار کی پھر چھوٹی ہوئی پس وہ جن میں امام کے ساتھ سویا
اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی استیذان میں
قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری رکعت تھی،
پھر سونے والی دوسری رکعت ادا کرے اور قعدہ
کرے کیونکہ اس کی دوسری ہے پھر وہ پڑھے
جس میں بیدار ہوا اور اتباع امام کی وجہ سے
بیٹھے کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ تمام
بغیر قرأت کے ہوں گی پھر وہ قرأت و فاتحہ کے
ساتھ وہ رکعات پڑھے جو گزر چکی تھیں، ضابطہ

والمسبوق يقضى ما سبق به بعد فراغ
الامامة اقول فهذا هو المصنوع
المسئول عنها بيد ان ما نحن فيه اعمى
اقتداء المقيم بالسافر لا يتحقق فيه
الادراك بعد ما صار لاحقا لانه انما
يصير لاحقا في الاخيرين وذلك انما
يكون بعد سلام الامام فلا متا في هنا
صورة التبعه بعد اداء ما هو لاحق
فيه كما لا يخفى ولذلك تغير بعض
لترتيب والله تعالى اعلم

مسئلہ از بگرام ضلع ہرودتی محلہ میدان پورہ

۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

یہ ہے کہ لاتی امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے لیکن
امام کی فراغت کے بعد ما سبق کی ادائیگی کرے
اقول (میں کہتا ہوں) صورت مسنونہ یہی ہے
علاوہ ازیں جس میں ہم بحث کر رہے ہیں یعنی مقيم کا
مسافر کی اقتداء کرنا اس میں لاتی سے اور اک امام
پایا نہیں جاتا کیونکہ آخری رکعتوں میں وہ لاتی ہی
سہاویہ بات سلام امام کے بعد ہی ہوگی لہذا
یہاں ایسی صورت نہ ہوگی کہ وہ کچھ ادائیگی کے بعد
لاتی ہو گیا کہ واضح ہے اسی لئے کچھ ترتیب
میں تبدیلی آجاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی

امام نماز ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ وہ مرا شخص اگر شامل
ہو تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اس میں فاتحہ و سورت قراءت کرے
یا بعد پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود بجالائے تشریف لکھا جاوے اور اسی طرح
اگر مسافر نمازیں نہ کر نصت پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بعد قراءت ساکت رہے۔ بینوا تو جہودا

الجواب

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ و سورت وجہاً
پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد اور منفرد پر قراءت لازم اور صورت
ثانیہ میں مقيم کہ بعد سلام مسافر رکعتیں اخیر تین ادا کرے یکاے قراءت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات
میں لاتی ہے اور لاتی حکماً مقتدی اور مقتدی کر قراءت ممنوع

في الصدر المختار للاحق من
فاتحة الركعات كلها او بعضها

بعد اقتدائہ کمقیم اتم بعسا فر و
 حکمہ کموتہ فلا یاتی بقراءة ولا سہو
 والمہبوق من سبقہ الامام ربہا وبعضہا
 وہو منقر دحتی یثنی ویتعوذ ویقرؤ
 فی یقضیہ فعد رکعۃ من غیر
 فجر یاتی برکعتین بفاختہ ومسورۃ و
 تشہد بینہما وبرابعة الرباعی بفاختہ
 فقط اھ ملتقطا۔ واللہ سبحنہ وتعالی
 اعلمو علیہ جل مجدہ اتم و
 حکم۔

رو جائیں جیسے کہ کسی مقیم نے مسافر کی اقتدار کی
 اس کا حکم مقتدی کی طرح ہی ہے وہ قرأت نہیں
 کرے گا اور نہ ہی سجدہ سہو کرے گا اور مسبوق
 وہ ہوتا ہے جس سے پیشتر امام سبب
 رکعتیں یا بعض رکعتیں ادا کر چکا ہو اس کے بعد
 شریک ہو وہ مسبوق منقر کی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ
 وہ ثنا سبحنک اللہم الخ اور تعوذ پڑھے گا
 بقیہ رکعتوں میں قرأت بھی کرے گا۔ فجر کے علاوہ
 ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت
 کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی
 کرے اور پھر رکعتی نماز میں چوتھی رکعت میں صرف
 فاتحہ ہی پڑھے اھ ملقطا۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلہ
 بن مجدہ اتم واکم ات

مسئلہ ۹۵۶ از سلیحیت و موضع مجتہدہ علاء آزلہ یکم شوال ۱۰۸۰
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت
 ملے وہ باقی نماز کیونکر ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

امام کے سلام کے بعد اٹھ کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التبعات
 کے لئے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت
 صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کے سلام پھیر دے۔

هذا ما اعتمدہ لادئمة الجلۃ وعلیہما
 اقصر فی الخلاصۃ وشرح الطحطاوی
 والا سید جانی وفتح القدیر والبحر الرائق
 یہ وہ ہے جس پر اکابر ائمہ نے اعتماد کیا خلاصہ
 شرح طحطاوی، السیجانی، فتح القدیر
 بحسب رائق، درر، در مختار،

ہند یہ اور دیگر معتبر کتب مذہب میں اسی پر
اکتفا کیا ہے۔ (ت)

والدورہ المختار والہندیہ وغیرہا
من معتقدات الذہب۔

در مختار میں ہے :

اور مسبوق قرات کے حق میں اپنی نماز کو اول اور
تشمید کے حق میں آخر نماز تصور کر کے نماز ادا کرنے
فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو
فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے
درمیان قعدہ بھی کرے، چار رکعتی نماز میں چوتھی
میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

يقضى اول صلاته في حق قراة واخرها
في حق تشهد فمدرك ركعة من غير
فجر ياتي بركتين فاتحة وسورة و
تشهد بينهما واربعة السابعة بقا تحة
فقط ولا يقعد قبلها واللہ تعالیٰ
اعلم۔

مسئلہ ۹۵۷ از قصبہ میترافالی ڈاک خانہ گھکریلوی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب
محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بخند مت عالی جناب قدسی احتساب مولوی احمد رضا خاں صاحب
دام برکاتہ۔ از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیات و آداب ماہ جب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا
گزرا ہے کہ بندہ حضور کی قدس مبروسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ تنویر سے دریافت کیا تھا در باب
اقدار مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز بارامی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کر چکا ہو اور مقیم
اگر طاعت ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین کس طرح ادا کرے، میں نے آپ سے
یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو رکعت جو حال قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح کرے
کہ بعد الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعد ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے اور اس
میں ثنا و فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور یہی مسئلہ مسافر داسلہ کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں
پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے بطلان بیانی
کہتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ سوا سند کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ
ہو کہ مسبوقانہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثنا و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے

کیا وہ ہے کہ مقیم نماز باطنی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہو جائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمول کے، لہذا مہربانی فرما کر عرض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والی مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بحوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کہ تسکین نہیں ہوتی، اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ؟ اور قرأت وسجود سہو بھی ادا کرے یا نہ؟ از جانب نیاز مند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظہ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شافی ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں، جو مسئلہ حافظہ ولی اللہ شاہ صاحب نے اور لکھا ہے آپ پورا پورا بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور وہ سرا صرف نیاز مند کو یہ شبہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چار گانہ میں دوسری رکعت میں آکر اقامت ادا کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد از فراغ امام اٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا؟ کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کوئی رکعت ہوگی؟ آیا بعوم قعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری اب وہ دوسری رکعت میں الحمد للہ پڑھے گا یا نہیں؟ ہر سہ رکعت میں جیسے قرأت پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمائیں مکلف اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ کیا اس پر چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرأت والی ہے اس کی بھی قرأت والی رکعت اس کے ساتھ ملتی ہو جائے یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بیّنوا تو جہودا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد نواز نصر علی رسولہ الکریم، شاہ صاحب کرم فرما اگر حکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بیان کیا صحیح و مطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرأت میں اول نماز سے ابتدا کرتا ہے، درمختار میں ہے،
المسبوق یقضى اولی صلاته فی حق مسبوق قرأت کے حق میں اپنی پہلی رکعت تصور قرأت ہے
کر کے ادا کرے گا۔ (ت)

ترجیح ہے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کو حکم قرات ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورتِ مسطرہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لائق بھی ہے دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لائق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق، درمختار میں ہے :

اللاحق من فاتته الركعات كلها وبعضها بعد اقتدائه كمقيدها من غير مسافر
اللاحق وہ ہوگا جس کی اقتدار کے بعد تمام یا بعض رکعات (امام سے) رہ گئی ہوں جیسا کہ وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدار کی۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

ای فہو لاحق بالنظر للاحیوتین وقد
یکون مسبوقا کما اذا فاتہ اول صلاة
امامہ السافر ط

یعنی وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور
کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے جب مسافر امام
کے ساتھ اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہو۔ (ت)

اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرات ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے
فارغ ہو کر رکعت مسبوق بہا کی قضا با قرات کرے۔ درمختار میں ہے :

اللاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قرات
ثم ما سبق به بها ان كان مسبوقا ايضا
(ملخصاً)

یعنی وہ اپنے بغیر قرات کے فوت شدہ ادا کرے اور
اگر مسبوق بھی ہو تو اس کے بعد وہ پڑھے جس میں
مسبوق ہوا (یعنی اول رکعت جو باقی تھی اس کو قرات
کے ساتھ پڑھے)۔ (ت)

ترجمہ : کافرمانہ کہ مسبوق قضا کے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے
رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے یہ تو لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و متعین بسدا و تمام
کتب فقہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف و صریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہوا اسے مسبوق بہا
سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد مدلل جگہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب
ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً
تین میں مسبوق ہو تو پہلی میں شمار و تہود و فاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف و سورۃ ، تیسری میں

۸۶/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی	باب الامارۃ	۸۶/۱
۴۲۰/۱	مطبوعہ الباب فی مصر	۸۶/۱	۴۲۰/۱
۸۶/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	۸۶/۱	۸۶/۱

فقط فاتحہ، غرض حکم منکشف ہے اور شبہ منکشف۔ یہی دوسرا شبہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملتی ہو۔

اولاً نص میں صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل !
ثانیاً جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں کیونکہ بھری سے بھری کا۔

ثالث یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملتی ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملے ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یہ تو بھی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبق کہ چوتھی تک ادا کر چکا لا جرم اب پہلی سے شروع کرے گا۔ رہا حکم قعود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگر اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادائیگی دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعود مطلقاً چاہئے، امام، منفرد، مقتدی، مد رک، لاسق، مسبق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبق کے سے در نماز و عبادت و بندہ یہی ہے :

واللفظ لہما تین لوادرک رکعتہ من المغرب قضا رکعتیں و فصل بقیۃ فتکون بثلاث قعدت و لوادرک رکعتہ من المریۃ یقضی رکعتہ و یتشہد الخ
انفاظ بندہ و خلاصہ کے ہیں اگر مغرب کی ایک رکعت پائی تو دو اور پڑھے اور ان کے درمیان قعود کرے تو اب تین قعدے ہو جائیں گے اور اگر چار میں سے ایک رکعت پائی تو ایک رکعت پڑھ کر تشہد بیٹھے الخ

لاحق کے لئے شرح جمیع وغنیہ و رد المحتار میں ہے :

لو سبق برکعتہ من ذوات الاربع و نام فی رکعتین یعملی اولاً ما نام فیہ ثم ما ادرکہ معہ الا امام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعتہ مما نام
اگر چار میں سے ایک رکعت (امام سے) گزر گئی اور دو رکعتوں میں وہ سو گیا تو پہلے سونے والی رکعتیں ادا کرے پھر وہ جو امام کے ساتھ پائی اور پھر فوت شدہ ادا کرے تو وہ ایک رکعت سونے میں

فیه مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لاتیہا
ثانیۃ امامہ ثم یصلیٰ اخری صلاۃ امام
فیه ویقعد دنہا ثانیۃ الخ۔
امام کے ساتھ جوئی پڑھے گا اور اتنا عا قعدہ کرے
کیونکہ امام کی دوسری جہتی پھر ایک اور رکعت
سونے والی پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ وہ اس
کی دوسری ہے الخ (ت)

دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی
اور لاحق کی تیسری تھی کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ عبارت بھی نص نصریح ہے کہ لاحق
مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا سے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ
امام جو سہو ہو اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہولہ لازم لہ فیہا مسبوق
وعنی المسبوق السجود بلسہو (کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق پر سہو کی وجہ سے سجدہ
سہولہ لازم ہوتا ہے۔ ت) اور اگر ان دو رکعت میں ہے جی میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں
علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے۔ بحر الرائق ہے،

المقیم اذا قعد بالشافعیۃ قہر
لا تمام سہلاتہ وسہا دکر فہ
الاعیل اند یلنہر سجدود السہو و
وصحہ فی البدائع ملخصاً۔
وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی جب وہ اتمام نماز
کے لئے کھڑا ہوا اور بھول گیا تو اصل میں ہے کہ
اس پر سجدہ سہولہ لازم ہے، ہاتھ میں اس کی
تصیح کی کہ ملخصاً (ت)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علامہ جل مجدہ اتم و احکم فقط۔

فصل الاستخلاف (خلیفہ بنانے کا بیان)

مشکلہ از کیمپ بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھتے ہیں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی
کیا کریں اور ان کی نماز کیونکر درست رہے؟ بیٹھنا اور جھڑوا
الجواب

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی
صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا ان میں سے
کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اس کی جگہ جاکھڑا ہو ان صورتوں
میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جانا نہ پڑے تو
ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کر کے آجائے اور نماز جہاں سے
چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت و شوارہ کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت
شرائط اور بکثرت اختلاف صورت سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری ملاقات عام لوگوں سے کم متوقع ہے لہذا
وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جرات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اُسی پر کار بند رہیں یعنی اس
نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں ان کے لئے بھی افضل
یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ و شوارہ گزار ہیں کیوں پڑیں،

درمختار میں ہے آگاہ رہنا چاہئے کہ جواز بنار کی
تیرہ شرائط ہیں، پھر فرمایا، امام کو ایسا حدیث لاحق
ہو گیا جو بتاؤ سے مانع نہیں تو وہ کسی کو خلیفہ بنائے
یعنی اس کے لئے یہ جائز ہے جب تک اس نے
صفوں سے تجاوز نہیں کیا بشرطیکہ وہ صحرا میں ہو اور
اگر مسجد میں ہو تو جب تک مسجد سے خارج نہیں
ہوا خلیفہ بنا سکتا ہے اور اگر مسجد میں پانی ہو تو
خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ اختلاف سے
بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز ادا کرنا افضل ہے
اور تخفیفاً (دست)

فی الدوال المختار من اعلیٰ ان لجواز البناء
ثلثة عشر شرطاً ثم قال سبق الامام
حدث غیر مانع للببناء استخلف اى
جائز له ذلك ما لم يخرج من الصفوف
لوفى المسجد ولو كان الماء فى المسجد
لم یحیی للاستخلاف واستینافه افضل
تحریراً عن الخلاف اه ملقط

رد المحتار میں ہے

امام کے خلیفہ نہ بننے کی وجہ سے اگر قوم نے کسی ایک
کو اسے کر دیا یا کوئی خود آگے ہو گیا تو یہ جائز ہے
بشرطیکہ وہ امام کے مسجد سے خارج ہو نہ سے
پہلے پہلے قائم مقام بن جائے اور اگر امام مسجد سے
خارج ہو گیا تو امام کے علاوہ باقی تمام کی نماز فاسد
ہو جائے گی جیسا کہ غایہ میں ہے انتہی۔ (دست)

ان قد مر القوم واحد او تعدد بنفسه
عدم استخلاف الامام مجاز ان قام
مقام الاول قبل ان يخرج من المسجد
ولو خرج منه فسدت صلاة الكل ووقت
الامام كذا فى الغایة انتہی

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدیث ہو اس نے ایک اہل مقتدی کو خلیفہ
کیا اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا، آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ بینوا تو جبروا

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقت اہل ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے
کہ امام مسجد سے باہر جائے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کر دیا اور وہ امام کے

نکلنے سے پہلے اس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہو گئی کہ ہر چند اتنی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ،

فی الہندیۃ وشرط جواز صلاۃ الخلیفۃ و
والقوم ان یصل الخلیفۃ اذی المصحاب
قبل ان ینخرج الامام عن المسجد کذا
فی البحر الرائق ولو استخلف فاستخلف
الخلیفۃ غیریۃ قال الفصولی انت لم
ینخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ
حتی استخلف جائز یمید کان الشافعی
تقد مہنفسہ او قد مہ الاول والائم
یجزہ کذا فی الخلاصۃ۔

ہندیہ میں ہے خلیفہ اور قوم کی نماز کے جواز کے لئے
شرط ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے
پہلے پہلے خلیفہ محراب میں پہنچ جائے جب کہ
بحر الرائق میں ہے اور اگر خلیفہ نے اسی جگہ
اور خلیفہ بنا لیا تو فضل کہتے ہیں کہ اگر اول نہیں
نکلا اور خلیفہ نے امام کی جگہ لینے سے پہلے کوئی اور خلیفہ
بنا لیا تو جب نماز سے گریا دوسرا خود بنایا
پہلے نے اسے بنایا ورنہ جائز نہ ہوگا جیسا
کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت۔)

اور جہاں امام نے اسے تشہد میں یا اس سے پہلے خلیفہ کیا اور اس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے
شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی یہ حدیث اس کے دوسرے کو سید کرے سے متفقہ نہیں،

فی الدار المختار واستخلف الامام مامیاً
فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعد
فتصحہ لخروجه بھنہ تفسد
صلاتھ۔

در مختار میں ہے اگر ای کو آخری دو رکعات حتی کہ
تشہد میں خلیفہ بنایا (تو امام کی نماز فاسد ہوگی،
لیکن اس کے بعد صحیح ہے کیونکہ اس کا خروج بالارادہ
ہے لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت۔)

اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہو گئی اور
جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے نزدک صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے
سے نماز اس کی فاسد ہو گئی کہ استخلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الہدایۃ فی
مسئلۃ من المحدث (جیسا کہ ہدایہ میں مسئلہ حدیث میں ہے۔ ت۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر بازار شہادت گنج شمار احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ادا ہوا
 کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص
 یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں؟
 بیسوا توجہ واد۔

الجواب

نماز ہو جائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھنی اتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شریک
 ہو جائے۔ یہ نہیں کر سکتا کہ باقی نماز میں اُسے بنا کر خود امام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب مُفسدات الصَّلوة

(مفسداتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۶۰ از مجموعی مسجد قصا ماں کرافٹ مارکیٹ مرسلہ مولوی عمر الدین صاحب
۲۹ شعبان ۱۳۳۱ھ

مولانا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتہم العالیہ بعد تسلیمات بعد تعظیلات کے واضح رائے
مالی ہو کر زائد طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلیٰ کو غیر مصلیٰ چکھا کرے تو مصلیٰ کو اگر اُس پر
رضامندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہو جائے گی، اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ
مولوی عبدالحی کے رسالہ نفع المغنی والسائل میں ہے :

قلت فيما في مجمع البركات من فساد
صلوة من روجه غير المصلي بمروحة
معللا بأنه رافى بفعل الضيف غير معتد
عليه فانه مخالف للدرایة و
الروایة وقد كانت الوالد العلامة
افتی به مرة ثم رجع عنه وحكم
بكونه غلطا وقد اغتر به بعض
معاصريه فاصرو على الافتاء به

میں نے کہا پس جو کچھ البرکات میں ہے کہ غیر نمازی اگر
نمازی کو پنکھے سے ہوا دے تو نمازی کی نماز فاسد
ہوگی کیونکہ وہ نمازی غییر کے فعل کے
راضی ہے۔ یہ فساد نماز کا حکم فہم اور روایت کے
مخالف ہے۔ میرے والد گرامی نے ایک دفعہ یہ فتویٰ
دیا تھا، پھر اُس سے انھوں نے رجوع فرمایا اور فرمایا
کہ یہ فتویٰ غلط ہے اور والد صاحب کو معاصرین میں سے
ایک صاحب نے دھوکا دے کر امر کر کے اُجوستے یہ

واعتمد علیہ عملاً وافتاء و لہم
یدرکونہ لغواً

فتویٰ ان سے حاصل کیا۔ واللہ صاحب نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے عملاً فتویٰ دے دیا اور انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ لغوبات ہے۔ (ت)

مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالفت؟ برائے زیرِ ملاحظہ برقی پنکھی جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ چارچھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولنا البعل الکرم المفخر جعلہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کاسمہ علی الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مجمع البرکات مولنا شیخ محقق عبدالحی محمد ث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر عبارت اُس کے کسی فقرہ صحیح میں ہو تو اُس سے مراد نمازِ قلبی کا فساد ہو گا نہ نمازِ فحقی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کھوئے باذنہ تعالیٰ کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر بظاہر قلیل بھی نہیں کثیر درکنار، تو فساد نمازِ فحقی ناممکن ہے ہاں نمازِ قلبی مدلل و تفریع و تخیل سے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) اور یہ امر فروعِ کج پر دال ہے لہذا اس میں غفل ہو سکتا ہے، اُس کی پست خود استعمال اور نماز میں پناہ عظام ہو تو یقیناً مفسد نمازِ قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز و کار ہے پنکھا کر ل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے سائلے میں ٹی کا تیل وغیرہ بڑا چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاویٰ فقیر میں بہت مفصل ہے فلیراجعہ (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶۲ مسئلہ شریعت علی ۲۳ ربیع الاخری شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی حائل واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزرنے کرنا چاہئے؟

الجواب

نماز میں کوئی غفل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے، نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آؤ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضعِ سجود تک نکلنے کی

اجازت نہیں اس سے باہر کل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اپنی خشت و خضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ در مختار میں ہے :

مرورہ فی الصحراء و فی مسجد کسیر
بموضع سجودہ فی الاصحاح و صرورہ بیت
یدبہ الی حائط القبلة فی بیت و مسجد
صغیر فانہ کبقعة واحدة۔
روا مختار میں ہے :

قوله بموضع سجودہ كما فی الدرر و هذا
مع القيود التي بعدہ انما هو لاثم و الا
فانہ دمنعت مطلقا قوله فی الاصحاح
صحاح التمر تاشی و صاحب اسد لہ
اختارہ و هو کالاسلام و روحہ فی النہایة
والفتح انہ قد مر ما یقع بصرة علی الماس
لوصفی بخشوع ی راہیا بصرة الی موضع
سجودہ اذ مختصرا۔

گزرنے والے پر رُتبے، اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ دیکھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہوا نہ ہو (تخلیف)۔
منہ الخالق میں تیس سے ہے :

انصاحیہ مقدار منتهی بصرة و هو موضع
سجودہ وقال ابو نصر مر حمة اللہ تعالی
علیہ مقدار ما بین النصف الاول و بین

لہ در مختار باب فی السجدة و ما یکرہ فیہا
لہ رد المختار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
مطبوعہ مطبعہ مقبلی دہلی، تجارت
مطبوعہ البابا مصر ۲۶۹/۱

ہے اور یہ پہلے کے عین مطابق ہے البتہ دوسرے الفاظ میں ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ منہاج الماکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو پڑھا وہ یہ ہے کہ نمازی خشوع والوں کی نماز ادا کر رہا ہے اور اس کی نگاہ گزرتے والے پر پڑ سکتی ہے، اور یہ عبارت نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

مقدم الامام و هذا عين الاول و لكن
لعبارة اخرى قال رحمه الله تعالى عنه
وفيما قرأ ما على شيخنا من حاج الأئمة
رحمهم الله تعالى من يصري حيث يقع بصيرة
و هو يصلح صلاة الخاشعين و هذه
العبارة اوضح

علامہ شامی فرماتے ہیں،

آپ نے دیکھا کہ انہوں نے تمام اقوال کو ایک قول قرار دیا اور اختلاف فقط عبارت میں ہے معنی میں نہیں۔ (ت)

فانظر كيف جعل الكل قولاً واحداً و انما
الاختلاف في العبارة لا في المعنوية

نیز رد المحتار میں ہے،

ما تن كقول "في بيت" اس کے ظاہر سے پتا چلتا ہے کہ وہ مسجد بزرگ ہو، قسمستانی میں ہے مناسبت یہ ہے کہ دار اور بیت کو مسجد صغیر کے حکم میں داخل کیا جاسکے۔ (ت)

(قوله في بيت) ظاهرة ولو كبريا و في
القسمتي و ينسب ان يدخل فيه
في حكم المسجد الصغير الدار و البيت

روایہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے، فاصل قسمستانی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز کم سے کم ہو رد المحتار میں قسمستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جو اہر میں اشارہ ہے۔ (ت)

روایہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے، فاصل قسمستانی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز کم سے کم ہو رد المحتار میں قسمستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جو اہر میں اشارہ ہے۔ (ت)

مطبوعہ ایچ ایم سید کتب گزراچی ۱۵/۲

مصحف، ابی نصر ۱/۲۹۹

" " " " " "

" " " " " "

بَابُ مَا يَنْبَغِي الصَّلَاةَ وَمَا يَكْرَهُ فِيهَا

مطلب اذ قرأ تعالى بعد الخ

" " " " " "

" " " " " "

ثم منتهى خاتمة السجرات

ثم تقررات ارفاعي على رد المحتار

" " " " " "

" " " " " "

اقول یہاں گزے گز مسامت مراد ہونا چاہئے

لَا تَدْرِي لَاحِقَ الْأَلَمِ بِالسُّوءِ حَاتٍ كَمَا قَالَه الْأَمَّارُ
قَاضِي خُدَّ فِي السَّمَاءِ فَهَمَّاهُو الْمُتَعَمِّينَ
کیونکہ محسوسات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ
قاضی خاں نے پائی کے بارے میں کہا، پس یہاں
بطریق اولیٰ ہی متعین ہوگا۔ (ت)

اور اگر مسامت ہمارے اس گزے کے ارتداد لیس اُجھل یعنی تہی فٹ کا ہے ایک گز دو گز اور دو تہائی گز ہے کما
یبتاعہ فی بعض فٹ و نٹ (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ ت۔ تو اس گزے
چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چون گز سات گزہ اور گز کا فواں حصہ ہوا کما لا یخفی علی المحاسب
(جیسا کہ محاسب دان پر مخفی نہیں ہے۔ ت۔) تو اس زعم مقام پر ہمارے گزے چون گز سات گزہ مکسر
مسجد صغیر بُرتی اور سات سے چوں (۵۴) گز مسجد کبیرہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور مدار شامی نے اس میں اُن کا
اتباع کیا۔

اقول اگر پیشہ ہے کہ فاضل، مگر کہ جنرت جو اہرے گزہ، عبارت جو اہر الفتاویٰ در بارہ دار ہے
ذکر در بارہ مسجد۔ مسجد کبیرہ صرف دو سے جس میں مثل صمۃ اللہ (۱) صفحت شرط ہے جیسے مسجد خازم کہ سولہ ہزار ستون
پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہیں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلحاظ مردون جائز
کما یبتاعہ فی فٹ و نٹ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کیا ہے۔ ت۔) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از کلمۃ فوجدارۃ بالا خانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آفریح الاخری ۱۲۸
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدہ اولیٰ میں اپنی عادت سے دیر لگ اور مقتدی نے
بخیاں اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہو گا کبیرہ یا از بلند بنا بر اطلاق امام کسی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا
نہیں؟ یتینوا تو تجرود (بیان کرد اور ابر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظ قرات یا ذکر
مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء اور اذکار نماز سے ہیں مگر معنی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب
کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو ہوں اس کے بعد مجھے یہ کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد
ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورت قرآن یا ذکر، و
لہذا اگر نماز میں کسی کلمی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آید کہ یہ یس خفی خفی الیکتب بقیۃ پر بھی بالاتفاق نماز

جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقت قرآنی ہے، اس بنیاد پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ بر محل ہر مفسد نماز ہو کہ جب وہ
بلوغت معنی کلام ٹھہرا تو ہر حال فساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یہاں خاص نص وارد ہے چنانچہ
اگر تھے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بکلم استحسان جس کے اعلیٰ وجہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا، و لہذا ایسی یہ
ہے کہ جب امام قرأت میں بٹولے مقتدی کو مطلقاً بتا دے اگرچہ وہ واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے
کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولیٰ میں گواہ واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ نہ کئے الجھنے کے سبب کوئی نقص
اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لئے بتانے کی حاجت
ہے، بعض نوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بٹولے اور یاد نہ آیا تو ایں آل یا اور اسی کی قسم الفاظ
بلے معنی اُن کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے، اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قرأت رواں ہے تو
صحت بابت پُھرٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
نص وارد،

اور وہ سرورِ مومنین کے ہارسے میں حدیث وارد ہے
تفہم نے فتح میں اور دیگر فقہائے مختلف کتب
میں اسے ذکر کیا بدو دیگر دیگر احادیث اس باب
میں مطلق ہیں جیسا کہ حلیہ میں مفسداتِ صلوٰۃ کے
باب میں بیان ہوا ہے اقول (میں کہتا ہوں)
سب سے احسن تمسک کے لئے اسے وہ حدیث ہے
جسے ابو داؤد اور عبد اللہ بن امام، محمد بن زید
میں حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی
تو آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ایک آدمی نے
عرض کیا یا رسول اللہ! آیت تو ایسے ہے، تو
آپ نے فرمایا: تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرائی۔ اور
وہ اسی ہے کہ حدیث ہو ایک کلمہ کے ترک پر لقمہ دینے

و هو حدیث سورة المومنین الذی ذکرہ
المحقق فی الفتح و طبعہ فی غیرہ مع اطلاق
احادیث اخر و اردہ فی الباب ثم بیہ
فی الحیثیۃ من المفسدات اقول و الاحسن
من کل ذلک التمسک بما خرج ابو داؤد و
عبد اللہ ابن الامامہ فی روائد المسند
عنت مسور بن یزید المالکی قال قال صلی
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فترک آیتہ فقال لا رجل یا رسول
اللہ آیتہ کذا و کذا فقال فہذا ذکر تینہا
و ذلک لانت حدیث الفتح فی ترویش
کلمۃ و ہوا فیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قرأ فی الصلاۃ سورة المومنین

و هو على ما ذكره علماءنا في الهداية و
الكافي والتبيين والفتح والحلية والعينة
والبحر وغيرها حديث سهل بن سعد عن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من
نابه شئ في مسلاته فليسب الخرجه
الشيعه مات و غيرهم اقول والا قرب
ما اخرج احمد في المسند عن علي
كرم الله تعالى وجهه قال كان في ساعة
من السحر اذ دخل فيها علي رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم فامت كان
قائما يصلي صبح في الحديث .

یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ہمارے علمائے
ہادیہ، کافی، تبیین، فتح، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ
میں حضرت سهل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت
کیا کہ جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو
و تیسرے کہ اسے بھاری و مسلم وغیرہ نے روایت
کیا ہے۔ اقول (۱) میں کہت ہوں، سب سے
اقرب وہ حدیث ہے جسے امام محمد نے سند
میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے
نیز سہری کے وقت میں ایک خاص
وقت تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اگر آپ نماز پڑھ رہے تھے تو تسبیح پڑھ کر بجھے اندر آنے کی
اجازت دیتے الخ الحدیث (ت)

پس جو بتانا حاجت و نص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں
اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا
ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے
اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف
امام کہ اس کی نماز کا خلل یعنی مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے، یہیں عقائد
میں ہے،

ما تین کا قول (نمازی کا اپنے امام کے غیر کو مقتدینا)
کیونکہ بغیر ضرورت تعلیم و تعلم ہونے کی وجہ سے
لوگوں کے کلام کی طرح ہو گا۔ اس کا قول "اپنے

قوله و فتحه علی غیر امامہ) لانه تعلیم
و تعلم من غیر ضرورۃ فكان من كلام
الناس و قوله علی غیر امامہ يشمل فتحة

المقتدی علی المقتدی وعلی غیر المصلي
 وعلی المصلي وحده وفتح الامام والمنفرد
 علی ای شخص کان وکل ذلك مفسد الا
 اذا قصد به التلاوة دون الفتح اه ملخصا
 اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی جب تلاوت مقصود ہو، لقمہ دینا مقصود نہ ہو اور تلخیصاً (ت)
 در مختار میں ہے :

یفسد ہا کل ما قصد به الجواب او الخطاب
 کقولہ لمن اسمع عجمی یا عجمی خذ الکتاب
 بقوة اھ ملخصا
 ہر وہ شے نماز کو فاسد کر دے گی جس سے جواب
 یا خطاب مقصود ہو جیسا کہ عجمی نامی شخص کو یہ
 کہنا یا عجمی خذ الکتاب بقوة اسے عجمی !
 کتاب کو مضبوطی سے پکڑ، اھ ملخصاً (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله او الخطاب الخ هذا مقصد لا اتفاق
 وهو صحا اور فقط من اصل الخیست
 فانه قرآن لم یوضع خطا بالمن خاطبه
 المصلي وقد اخرجہ بقصد الخطاب من
 کونہ قرأنا وجعله من کلام الناس
 (دجریہ ہے) کہ اس نے اسے قصد خطاب کے طور پر قرآن ہونے سے خارج کیا اور اسے کلام الناس
 میں شامل کر دیا ہے (ت)

علامہ ابن امیر الحاج علی علیہ میں فرماتے ہیں :

الذی یفتتح کانه یقول خذ منی کذا
 والتعلیم لیس من المصلاۃ فی شئ
 لقمہ دینے والا گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ "مجھ سے
 یہ لے لو" اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی

۱۵۶/۱	مطبوعہ امیرہ کبریٰ بولاق مصر	باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا	سہ تبیین الحقائق
۸۹/۱	مطبع مجتبائی دہلی	" " " "	سہ اندر المختار
۳۵۹/۱	مطبع ابائی مصر	" " " "	سہ رد المحتار

و ادخال ما ليس منها فيهما يوجب فسادهما
وكانت قضية هذا المعنى ان تفسد
صلاته اذ افتح على اماسه فكن سقط
اعتبار التعديل للاحاد يمشي و
الحاجة الى اصلاح صلاة نفسه
فما عدا ذلك يعمل فيه بقضية
القياس اذ ملخصها بالمعنى .

شی کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں نماز
کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیش نظر
ہوتا یہی چاہئے کہ جیسا امام کو فقرہ دیا جائے تو یہی
نماز فاسد ہو جائے لیکن اس صورت میں نماز کے
فساد کا حکم اس لئے جاری نہیں کیا جاتا کہ احادیث
میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی
حاجت ہے البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں
قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہو جائیگی)
مخلصاً بالمعنى . (ت)

اُسی میں ہے :

هذا قد استعمل في موضع الجواب وقد
اسرى ذلك منه وفهم فيصير من هذا
الوجه كلام الناس فيفسد وان لم
يكن من حديث العيفة في الاصل من
كلامهم فالقياس فساد الصلوة الا ان
تركناه بالنص والمعدول به عن القياس
لا يقاس عليه اه ملخصها .

یہ جواب میں مستعمل ہے اور یہاں وہی مراد درمفہوم
ہے لہذا یہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کی وجہ
منفی نہ ہے اگرچہ مخالف کے لحاظ سے لوگوں کے
کلام میں سے نہیں۔ تو قیاس کا تقاضا ہے کہ نماز
فاسد ہو جائے مگر نص کی بناء پر قیاس ترک کر دیا اور
جو خود خلاف قیاس ہوں اس پر قیاس نہیں کیا جاتا
اھ ملخصاً (ت)

اُسی میں ہے :

امان فتح بعد ما قرأ قدر ما تجوز به
الصلوة تفسد (ش) لانه ليس فيه اصلاح
صلاته فيبقى تعديما وجوابا له وانت اخذ
لاما بفتحه تفسد صلاة العكس (هـ)

(متن) اگر یہ فقرہ اتنی قرأت کے بعد دیا جس سے نماز
ہو جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی (مشرع)
کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہے لہذا
یہ تعلیم و جواب ہو گا اور اگر امام نے فقرہ لے لیا تو تمام

سہ علیہ الملی شرح نیت المصلی

سہ سہ سہ سہ

الصحيح لاوشكذ، في الخاتمة والمختصة
ونص القاضي في شرح الجامع الصغير انه
الاصح وعلة هو وغيره بانه لو لم يفتح ربما
جری علی لسانه ما يكون مقصدا فقامت
بنزلة الفتح والاولى في التعليل حدیث
السوربن یزید واطلاق ما روی عن علی و
عن انس رضی اللہ تعالی عنہما وان انتقل
الامام الى آية اخرى ففتح عليه بعد
الانتقال لتفسد الشیخ بوجود التکلیف من
غير ضرورة کذا فی الهدایة وغيرها وجعل
صاحب الذخيرة هذا محکیا عن القاضي
الامام ابی بکر الزرنجری وان غیره من
المشائخ قالوا لا تفسد کذا القدر من
المحیط واخذ من هذا صاحب النهاية ان
عدم الفساد قول جامعة المشائخ ووافقه
شیخنا سر حمہ اللہ تعالی علی ذلك وهو
الاوحد لا لطلاق الشخص الذي روينا كما
مخلصها۔

اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور یہ ان رجعتوں کے اطلاق کے بھی زیادہ موافق ہے جو کا
ہم نے ذکر کیا ہے اہ تمیضا (ت)

فتح القدر یہ ہے،

خبر قصد اعلام الصلاة بالحديث لانه
لم يتخير بهزيمة فيبقى ما رواه على

نماز فاسد ہو جائے گی (تمن) صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد
نہیں ہوتی (شرح) اسی طرح غایہ اور خلاصہ میں
ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغير میں کہا ہے کہ
یہی اصح ہے اور انہوں نے اور دیگر لوگوں نے علت
یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ فقرہ نہیں دے گا تو بعض
اوقات امام کی زبان پر ایسی چیز جاری ہو جاتی ہے
جو نماز کے لئے مفید ہوتی ہے اس لئے وہ فقرہ ہی ہوگا
حضرت مسور بن یزید سے مروی اور وہ جو حضرت
تقی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات
کا اطلاق علت کے بیان کے لئے بہتر ہے (تمن) اور
اگر امام کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا اور
انتقال کے بعد فقرہ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی
درست کہ کہ یہ غیر ضرورت کے تعلیق ہے، ہدایہ
وغیر میں اسی طرح ہے اور صاحب ذخیرہ نے اسے
قاضی امام ابو بکر الزرنجری سے نقل کیا ہے اگرچہ ان
کے علاوہ دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی
محیط سے اسی طرح منقول ہے، اسی صاحب نہایہ
نے لیا اور کہا کہ اکثر مشائخ کا قول عدم فساد ہے

نماز میں ہونے کی قصد اطلاع کرنا حدیث کی وجہ سے

مضرات سے خارج ہے نہ اس لئے کہ اس کے

نماز میں ہونے کی قصد اطلاع کرنا حدیث کی وجہ سے

مضرات سے خارج ہے نہ اس لئے کہ اس کے

عزم و ارادہ سے تغیر نہیں ہوا لہذا اس کے علاوہ
مذکور میں منع ہی رہیں گی (ملخصاً) (ت)

جب یہ اصل محمد بن ابی بکر صورت مسئلہ واضح ہو گیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدۂ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدۂ اخیرہ بھی ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہو گا یعنی امام قعدۂ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التّحیات زیادہ تریل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسدہ نماز ہوا

نقول المحلیۃ الاموراء ذلك العمل فیہ
بقتضیۃ القیاس و نقول المعدول بہ عن
القیاس لایقاس علیہ و نقول الفتحة یبقی
ماوراء علی المنع و نقول التبعین لایقاس
علیہ غیرہ و هذا واضح جدّاً

علیہ کے ان الفاظ کی وجہ سے کہ ان کے علاوہ میں
قیاس پر عمل ہو گا اور اس کے اس قول کے پیش نظر
کہ خلاف قیاس پر قیاس نہیں ہو سکتا اور فتح
کے قول کہ اس کے علاوہ منوع ہوں گے اور
تبعین کے قول کہ اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا

اور یہ نہایت ہی واضح ہے (ت)

یا اس کا گمان صحیح تھا فوراً کہیے تو اس صورت میں ہی اس بتانے کا محض مفاد بے حاجت واقع ہوتا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدۂ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لا جرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترک واجب و لزوم سجدہ سہوہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرفیع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے فعل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ بخیر کہ سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت مٹتی ہوئی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو پنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے اس سے پہلے نہ خلل واقع کا از الہ تعالیٰ نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے انظر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہو جائے تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدۂ اولیٰ کی طرف جودنا جائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصل حکم کی رو

رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثم اقول وبالله
التوفیق لا یبعد ان یموت قام
فی القیل لا ارادة کقولہ تعالیٰ
یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی
الصلوۃ فاذکروا الذکر الخ للتحقیقۃ
کقولہ تعالیٰ وانه لما قام
عبد اللہ یدعوہ الیہ وهذا جمہ
حکم ترفع حسن ان شاء اللہ تعالیٰ
والا فلا شک ان الدلیل مع
الکفر الخ وانه ہو قضیۃ مذهب
الامام والامام محمد رفیع
اللہ تعالیٰ عنہما فعلیہ
ملیک التعلیل فان قیل
فی القیل لو اراد الارادة فما
الموجب لتخصیص المسئلة
بالذکر فانہا معلومة من
اطلاق قولہم لو عرض
للامام ثم الخ اقول بل
کان لتوہم ان یتوہم
عدم الجواز ہننا مطلقا
کما یتوہم من ظاہر لفظ
البداشع لا یمسح للامام اذا قام

بخلاف امام ابو یوسف کے ان کے نزدیک الفاظ ذکر
میں نیت کا دخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس یعنی المجتہد
کا قول اگر اس نے سبحان اللہ کہا یا لا الہ الا
اللہ، اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر کسی عمل کا
حکم ہو تو ان دونوں کے نزدیک نماز کا سد ہو جائیگا
اس سے مراد طرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں
اقول وبالله التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے کہتا ہوں۔) یہ بھی ممکن ہے کہ مجتہد کی
جہارت میں قائم کا معنی ارادہ ہو جیسا کہ مدنی
کے اس ارشاد گرامی میں ہے "اسے بل ایمان !
جب تم نماز کا ارادہ کرو" اور روایت کفرخی میں تحقیق
معنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "جب
اللہ کا بند کفر برپا کرے پھر وہ کہے گا کہ آپ
نے دیکھا یہ نہایت ہی اچھا تعاقب ہے ان مشاہد
اللہ تعالیٰ اور نہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل
کفرخی کا ساتھ دیتی ہے اور یہی ضابطہ ہے امام اعظم
اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب کا اس
بنیاد پر اس پر اکتفا کرنا چاہئے، اگر سوال ہو کہ
جہارت میں اگر ارادہ مراد ہے تو اس مسئلہ کا خصوصاً
کیوں ذکر ہو؟ کیونکہ اس کا علم تو فقہائے اس
قول اگر امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو کے اطلاق سے
بی ہر باب ہے اقول (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں

الی الاخرین حیث لم یفصل و الماوی
 علی الوهم ان المقتدی
 لا یعلم علی قیام الامام بفور
 بل یتاخر و ذلك عن افاضته
 فی القیام و لو لحطت کما هو معلوم
 مشاهد فمندی ذلك یسبح ثم الامام
 لا ینبہ بفور ما بدأ المقتدی
 بحرف التبییح بل یتاخر و لو
 لحظت ثم هو سبما لا یتذکر
 بسجود السماع والتنبہ علی تبییحه
 بل قد یحتاج الی شئ من
 المتامل فهذه ثلث وقفات و
 الامام اذا نهض نهض و لم
 یکن قیام تدرج یقتضی مکثا
 معتدایہ فریما لا یتنبہ بتبییحه
 الا بعد ما فات وقت العود لاسیما
 علی قول من قال بغواته اذ
 اقرب الی القیام کما هو
 مختار صاحب البدائع و
 الهدایة والوقایة والکنز
 وغیرهم من الجلة الکرام
 وانت کان الاصح العبرة بتمام القیم
 کما اعتمد فی مواهب الرحمن و نور الایضاح

گویا کوئی وہم کرنے والا یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہاں مطلقاً
 قمر نہایت ہے جیسا کہ بدائع کے ان الفاظ کے ظاہر
 سے وہم کیا جاسکتا ہے کہ امام جب آخری رکعت کی
 طرف کھڑا ہو جائے تو سبحان اللہ نہ کہا جائے
 تو یہاں انہوں نے کوئی فرق نہیں کیا اور یہاں
 فشا و ہم یہ بات ہے کہ مقتدی فی القیام امام کے
 قیام پر مطلق نہیں ہوتا بلکہ قیام کی طرف داخل ہونے کے
 بعد مطلع ہوتا ہے اگرچہ کچھ لحاظ ہی ہوں جیسا کہ معلوم
 و مشاہد ہے تو اس وقت مقتدی سبحان اللہ
 کہے گا پھر امام بھی مقتدی کے قمر پر فی القیام متوجہ
 نہیں ہوتا بلکہ معاملہ متاخر ہوتا ہے وہ ایک لمحہ
 بعد ہی ہو، پھر بعض اوقات اسے صرف سماع اور
 توجہ دلائے ہیں، یہیں آجاتا بلکہ کچھ نہ کچھ غور و فکر کا
 محتاج ہوتا ہے، تو یہ تین وقفے ہونے تو امام جب
 کھڑا ہوتا ہے تو کھڑا ہو جاتا ہے اس میں ایسی تدریج
 نہیں جو قابل ذکر ٹھہرنے کا تعاضد کرے بعض اوقات
 مقتدی کی تسبیح سے بھی متوجہ نہیں ہو پاتا مگر اس وقت
 جب ہونے کا وقت ختم ہو چکا ہو خصوصاً اس قول کے
 مطابق جو کہتے ہیں کہ جب قیام کے زیادہ قریب ہو تو
 رجوع فوت ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب بدائع، ہدایہ
 وقایہ، کنز اور دیگر مبطل القدر فقہانے اختیار کیا ہے
 اگرچہ اصح یہ ہے کہ اعتبار کامل قیام کا ہے جیسا کہ اس
 پر مواہب الرحمن، نور الایضاح، تنویر الفتح،

والتنوير وانفتح والدر المختار وغيرها
وجعله في الدر ظاهر المذهب و اذا
كان الامر على ما وصفنا لك فحسب
ان يتوهم كونه عينا مطلقا فيحكم
بفساد صلوة به على الاطلاق فحسب
الحاجة الى التصحيح بذلك فان
المسوع هو كونه مفيدا حين وقوعه
وهو كذلك في فور القيد ولربما يرد
لهود به بل ربما يقع وهذا حسبه
ولا يضره ان تعجل الامام ولم يلتفت
كما اذا فتح ولم ياخذ قال قلت يحتمل
ان الامام لما ظن ان صلواته تمت
لعله يتعمد الكلام او المذهب
او الضحك قبل ان يسلم
قلت هذا في غاية البعد ولا
يتوقع من المسلم بل هو
اساءة ظن به والفقير
لا يفتي على ناد ففلا عما
عسا له يقع قط بل
هو احتمال على احتمال لا
ظن الامام تمام الصلوة
ايضا غير معلوم كما قد منا
فكانت شبهة الشبهة
ولا عبرة بها اصلا هذا
ما وقع في الحلية

در مختار وغیر میں اعتماد کیا گیا ہے اور در میں اسے
ظاہر مذہب قرار دیا ہے، اور جب معاملہ اس
طرح ہے جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے
تو قریب ہے اس کے مطلقاً حیث ہونے کے وہم
پر مطلق فساد نماز کا حکم کر دیا جائے لہذا اس کی
تصریح کی حاجت و ضرورت پیش آئی کیونکہ اس کے
وقوع کے وقت لقمہ کا مفید ہونا قابل اعتبار ہے
اور علی الفور قیام کے وقت لقمہ میں یہ صورت ہے اور
یسا اوقات لوٹنے کی امید کی جاتی بلکہ بعض اقدار کے
وقوع ہوتا ہے اور مفید ہونے کے لئے یہی کافی ہے
اور امام کا جلدی کرنا اور متوجہ نہ ہونا نقصان دہ نہیں
جیسا کہ اس صورت میں جب لقمہ دیا مگر امام نے
بریا۔ اور آپ سواں کریں (قدہ لہما ہونے پر سلام
سے پہلے لقمہ دینے میں فائدہ ہے) کیونکہ ممکن ہے
امام نے گمان کیا ہو کہ نماز مکمل ہو گئی ہے پھر وہ اذیت
طور پر قبل از سلام کلام کرنے یا چلنے جانے یا ہنسنے کا
ارادہ کر لے قلت (میں کتابوں) یہ نہایت
ہی بعید ہے اور اس بات کی کسی مسلمان سے توقع
نہیں بلکہ کسی مسلمان کے ہارے میں ایسا گمان کرنا
بھی گناہ ہے اور کسی ناد و معاملہ پر فتویٰ نہیں ہوا کرتا
چہ جائیکہ جس کا امکان کبھی وقوع نہ ہو بلکہ یہ
احتمال در احتمال ہے کیونکہ امام کا اتمام نماز کا گمان
کرنا بھی معلوم نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا لہذا یہ تمام
کے گمان کے بعد کلام وغیرہ کا گمان شبہ کا شبہ ہے لہذا
اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وہ ہے جو حلیہ میں

بقلا عن المحيط الرضوی اذا افتتح علی
 امامه يجوز مطلقا لان الفتحة و انت
 كان تعینا و لکن التعلیم لیس بعمل
 کثیر و انه تلاوة حقیقة فلا ینکون مفسدا
 وان لم ینکن محتاجا الیه اه **فاقبول**
 یجب اس یحمل فیہ لآتم التعلیم علی
 العهد ای هذا التعلیم من المقتدب
 لامام کمثل لام الفتحة فلیس المراد
 الا هذا الفتحة لا مطلقا و لو صحت غیر
 مقتدب من امامه و ذلك لان کون مطلق
 التعلیم من العهد القلیل باطل بداهة
 و تشهد به فروع فی المذهب متواترات
 بل قد نص فی الفتحة فی نفس مسئلة الفتحة
 ان التکرار لم یشرط فی الجملة ای انت
 الجاهل الصغیر لم یشرط لافساد التکرار
 الفتحة بل حکم به مطلقا قال وهو المعجم
 و کذا اصححه فی الحاشیة و قد علم هذا صحت
 مذهب الامام فانه اذا جعل کلاما قلیلا و
 کثیرا سواء فاعرف و ثبت و بالله التوفیق
 هذا ما عندک و الله سبب حسنہ و
 تعالیٰ اعلم۔

محیط رضوی کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام کر لقمہ دینا
 ہر حال میں جائز ہے کیونکہ لقمہ دینا اگرچہ تعلیم ہے لیکن تعلیم
 عمل کثیر نہیں ہے اور یہ تو حقیقت میں تلاوت ہے نہ
 یہ مفسد نماز نہیں، اگرچہ اس کی احتیاجی نہ ہو۔
اقول یہاں پر لفظ تعلیم کے لفظ لام کو بعد خارجی
 ماننا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد وہی تعلیم ہے جو
 مقتدی کی امام کے لئے جو صیبا کہ الفتحة کے لفظ نام
 کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں لقمہ سے بھی غرض ہی لقمہ مراد
 ہوگا ہر لقمہ نہیں کہ اگرچہ وہ غیر مقتدی کا امام کہنے پر ہوا،
 اس لئے کہ ہر تعلیم کا عمل قلیل ہونا یا بہتہ باطل ہے اور
 اس پر مذہب کی فروعات بڑی قوت کے ساتھ
 گردن مارفتہ میں اس مسئلہ لقمہ میں تصریح ہے
 کہ جامع میں تکرار کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے
 نماز فاسد ہونے کے لئے تکرار لقمہ کو شرط قرار نہیں دیا
 بلکہ مطلقا حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح
 اسے حاشیہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہب امام کے
 حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب ائمہ نے اسے کلام
 قرار دیا ہے تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم
 ہوگا، اسے اہل طرح جان لرا اور ثابت رہو، اور
 ترقی اللہ ہی سے ہے یہ ہے جو کچھ میرے پاس تھا
 اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی زیادہ جانتے والے ہست

مسئلہ ۱۶۲ از کلمۃ نل مرقی کل ۱۵ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کے

کلام ہو جاتا اور نفس نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظی نفسہ ذکر انہی یا قرآن ہی جو اگرچہ اپنے عمل ہی میں ہو، مثلاً کسی عورتی نامی شخص سے نمازی نہ کیا، حالت تکبیر میں نہ پڑھو (اسے عورتی یا تیر سے یا تھ میں کیا ہے)، نماز جاتی رہی اگرچہ یہ، لفظ آخریہ کریم ہیں۔ یا التہیات پڑھو، یا التہیات کے قریب پہنچا مؤذن نے اذان میں شہادتیں کہیں اس نے نہ بنیت قراءت تشہد بلکہ بنیت اجابت مؤذن اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا عبد اللہ و رسولہ کہا نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ ذکر اپنے عمل ہی میں تھا۔ بحر الراء میں ہے :

اذا ذكر في الشهادتين عند ذكر
المؤمنين الشهادتين فقصداً
الاجابة اهـ

جب دوران شہادتین کا ذکر مؤذن کے ذکر
شہادتین کے موقع پر کرتا ہے تو نماز فاسد ہو جائیگی
اگر اذان کا جواب مقصود ہو (مست)

اور شک نہیں کہ جب نمازی نے اللہ اکبر یا سمع اللہ لہو حمدا صوف اس اطلاق کی نیت سے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ۔ تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ پایا جاوے اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اس کے افعال مخصوص معلوم ہیں نہ کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص وارد ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے، یہ دونوں باتیں مجروح قصد اعلام صلوٰۃ سے زائد ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صور استثناء میں داخل نہیں اور حکم فساد نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفع صوت کلام نہیں قرینا فساد متحقق نہ ہوا ورنہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سلف نے جبکہ اُن بکیروں کی نسبت جو تکبیرات اختلافات میں گمانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لئے کھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا ہے اسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے ان کا قصد اقامت جہاد نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا، نہ رقص و ہود ہوتا ہے تو یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا دوسرے یہ کہ اس جزو بد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے ان کا قصد نہ ہو مگر یہ حروف تو خود اُسی قصد سے بڑھانے لئے ادا ہیں یہ وہ الفاظ بقصد فی دہ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہئے۔ فتح الغیر میں درایہ ست کبریاں کسلے رفع صوت کا جواز نقل کر کے اشارہ فرمایا،

تکبیرات میں آواز بلند کرنے کا اصل مقصد اختلافات کی اطلاع ہے، رہا وہ مخصوص انداز جو ان شہروں میں معروف ہے اس کا مقصد نماز ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ مکبرین حاجت اطلاع سے بڑھ کر چہنئے میں الغیر کرتے ہیں اور لغو کو سمجھانے کے لئے مشغول ہونا لغو نہیں ہے جہاد کا قیام نہیں اور چہنما بھی کلام کے ساتھ ملتی ہے اور یہاں تو واضح ہے کہ تکبیر کا مقصد لوگوں کو تعجب میں ڈالنا ہے اگر وہ بہ کتا کہ لوگوں میری اچھی آواز اور سر پر خوش ہو جاؤ۔ تو اس نے نماز فاسد

مقصود اصل الرفق لا بلاغ الاختلافات
 ۱۔ خصوص هذا الذي تعارفوه في هذا
 البلاد فلا يبعد انه مفسد فلا نهيم يا نقون
 في الصياح شيا وة على حاجة الامبلاغ
 ولا شغل التحيريات النظم اظهاسا
 للصنعة التخميت لا قامة للعبادة والصياح
 ملحق بالكله وهما معلوم ان قصد
 اعجاب الناس به ولو قال اعجبوا
 من حسن صوتي و تعري مرع

فیه افسد و حصول الحروف لائمه صحت
التکحیلین و مختصرا وقد اقره فی النهج و
استحسنه فی الحلیة فقال وقد اجد
فیما اوضح واخاد۔

کردی ہوئی اور اظہار لہجی سے حروف کا حاصل ہونا
فرضی ہے اور اختصار آسان سے نہرنے ثابت رکھا اور
تعلیم میں اسے ان الفاظ سے سراپا گیا کہ وضاحت
میں یہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ (ت)

علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں،

ای، المحقق لم یجعل مبنی الصاد مجسود
لرفع بل سیادة الرفق ملحق بالکلام
بالصباح المشتل علی النغم مع قصد
الظهاره لذلك والاغراض من اقامة
العبادة فقول المحقق والصباح ملحق
بالکلام ای الصبح المشتل علی ما ذکره
بدلیل سوانح الکلام ولواحقه الخ
اُسی میں ہے،

محقق نے بعض بلند آواز کو فساد کی علت قرار
نہیں دیا بلکہ بلندی میں ایسی زیادتی کو جو فقر پر مشتمل
پہنچنے سے مل جائے اور اس کے اظہار کا اور اقامت
عبادت سے اعراض کا قصد بھی ہو نہ، محقق کا
قول کہ الصباح ملحق بالکلام اس سے وہی چٹنا
مراد ہے جو مذکورہ امور پر مشتمل ہو اس پر سابق ولاحق
کلام مشابہ عادل ہے الخ (ت)

فی حاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتجریب
النغم والتکحیلین والصباح، الزائد علی
قدرة الحاجة لا مقصد القرية بل لیعجب
الناس من حسن صوتہ و نغمه مفسد
من وجہین الاول ما یلزم من التکحیلین
من حصول الحروف بالمفسد غالباً و
الثانی عدم مقصد اقامة العبادة الخ
اقول وللجهد الضعیف فی بعض حکام
العلامة الشامی هنا کلام بیفته علی
هاشیه وکن المرمی۔

کلام محقق کا حاصل یہ ہے کہ نغمہ، الحان اور ایسا
چٹنی جو قدر حاجت سے زیادہ ہو، میں مشغول ہونا
جس کا مقصد قربت و عبادت نہ ہو بلکہ لوگوں کو
حسن آواز کی وجہ سے مسحور کرنا جو قریہ عمل دو وجہ سے
مفسد نماز ہے اول یہ کہ الحان سے ایسے حروف
کا حصول ہو جاتا ہے جو غالباً نماز کے لئے مفسد
ہوتے ہیں، ثانی یہ کہ یہاں مقصد عبادت نہیں (ت)
اقول (میں کہتا ہوں)، اس جہد ضعیف کو
علامہ شامی کے اس مقام پر بعین کلام میں اعراض
ہے جسے میں نے رد لکھا، کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (ت)

سُبح فتح القدر باب الامامة
سُبح سائل ابن عابدین رسالة تنبيه ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام مطبوعہ سیل کینڈی لاہور ۱۳۶۲ھ
۱۳۶۲ھ

یا الجذر بحکم لفظ بقصد مقصد نہ ہو تو مجرد رفع صوت سے کسی معنی زائد کا انا وہ مقصد نہیں و لہذا اعلان جملہ

رسالہ القول التبلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا :

فی کون الصیاح بما هو ذکر صدقاً بالکلام
نظر لانت المقصد للعلاقة المنقولة
لا عزیمۃ القلب انہ ملخصاً
نہ کو رہ چکنے کو کلام کہنا محل نظر ہے کیونکہ مقصد نماز
وہ ہوگا جو محفوظ ہو ارادۃ قلب مقصد نماز
نہیں اسے ملخصاً (ت)

رد المحتار سنن الصلاة میں حاشیہ البراءة از ہری سے ہے :

ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت
الامام فبذلح المؤذن فسدت صلاته لعدم
لاحتیاج الیہ فلا وجہ لہ اذ غایتہ انہ
رفع صوتہ بما هو ذکر بصیغۃ وقد ان
العموی و اظن ان ہذا النقل مکذب
علی الطحاوی فانہ مخالف بقواعده
واللہ سبخنہ و تعالی اعلم و عبد جلیلا
اتم و احکم ۔

طحاوی سے جو کچھ منقول ہے کہ دو گون تک امام کی
آواز پہنچ رہی ہو اس کے باوجود مؤذن بھی پتھار دے
ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہاں احتیاج
ہی نہ تھی ۔ اس (منقول) پر کوئی دلیل نہیں زیادہ
سے زیادہ یہ رفع صوت جو ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے
امد شیخ حموی کہتے ہیں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ
یہ قول امام کل وی کی بہت غلط طور پر مفسوب ہے
کیونکہ یہ قواعد کے مخالف ہے اور واللہ تعالی اعلم
اسی کا علم کامل و اتم ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۵ از کلمۃ فقہاری ج ۳ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے
فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں ، میںوا تو احووا

الجواب

ہو گئی اگرچہ بلا ضرورت ایسی تاخیر سے گنہ گار ہو اور وجہ ترک واجب اعادۃ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق
مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعل امام
کے ساتھ کمال مقدار پر محض بل فعل واقع ہوتا ہے یہ عین طریقہ مسنونہ ہے اور چار سے امام اعظم رضی اللہ

رسالہ القول التبلیغ فی حکم التبلیغ

رد المحتار باب صلاۃ الصلاة

مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر

۳۵۱/۱

قدیٰ حز کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔

دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام کے بعد ہی واقع ہوا اگرچہ بعد فراغِ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ خطا مقتدی قعدہ اولیٰ میں اگر مل اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التیمات فدیٰ پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جاٹے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیام امام کے بعد اختتام واقع ہو گا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت بشرطہ تخیل در اگر بلا ضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا مل فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آٹے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اُس پر وعید بشدید وارد، مگر نمازیوں کو بھی صحیح ہو جائے گی جہاں امام سے شرکت ہوئے اور اگر اسی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے یا یا کہ اس نے سر اٹھایا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اُس کا اعادہ کیا تو نماز اس نہ ہوگی کہ اب فرض مت جنت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہو اور نماز باطل۔ رد المحتار میں ہے،

و تكون المتابعة فرضاً بمعنى ان يأتى بالفرض مع امامه او بعد كما لو ركع امامه فركع معه مقارناً او معاً او شاركة فيه او بعد ما وقع منه فلو لم يركع اصلاً او ركع و رفع قبل ان يركع امامه ولم يعد معه او بعد بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلثة انواع مقارنة بفعل الامام مثل ان يقارن احرامه لاحرام امامه و من كونه

اور متابعت امام اس معنی میں فرض ہے کہ مقتدی فرض کو بجائے خواہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد مثلاً امام نے رکوع کیا تو مقتدی اس کے ساتھ ہی رکوع کرے یا بعد میں کرے مگر اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور یا اس کے سر اٹھانے کے بعد کھڑے، پس اگر مقتدی نے بالکل رکوع ہی نہ کیا یا رکوع کیا مگر امام کے رکوع جانے سے پہلے سر اٹھایا اور امام کے ساتھ دوبارہ شامل نہ ہوا یا اس نے امام کے بعد کو غنیک تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ الحاصل متابعت امام تین طرح کی ہے فعل امام سے مقارنت، مثلاً امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیر تحریمہ، اس کے رکوع

لرکوعہ و سلامہ و سلامہ و یدخل
فیہا ما لو رکع قبل اصابعہ و دام حتی
ادرکہ اصابعہ فیہ و معاقبہ
لا بتداء فعل امامہ مع المشاركة
فی ہاقبہ و متراخية عنه فمطلق
المتابعة الشاملة لهذه الانواع
الثلاثة یكون فرضا فی الغرض و
واجبا فی الواجب و سنة فی السنة
عند عدم المعارض او عدم
لرؤم المتعاقبة كما قد مناه والمتابعة
المقيدة بعد ما لا یخیر و التراخی الشاملة
للمقارنة و المعاقبہ لا تكون فرضا بل
تكون واجبة فی الواجب و سنة فی السنة عند عدم
المعارض و عدم لرؤم المتعاقبة ایضا و المتابعة
المقارنة بلا تعقیب و لا تراخی سنة عند لا عندھا
الی آخر ما افاد و اجاد علیہ رحمۃ الملک الجواد۔
اقول و فی التقسیم الذی ذکرہ ولی المحقق
العاضل و الذی ابداه هذا العبد الظلم
الجاهل فروع تقنین و مالی الاقسام و حد فهو
مرجح۔ الله تعالیٰ یجعل ثلثا مقدرة و معاقبہ
و متراخية و ادخل المتقدمه التي آلت الی
المشاركة فی المقارنة و العبد الضعیف قسم
هكذا متصلة و منفصلة و متقدمة و ادخل

کے ساتھ رکوع اور سلام کے ساتھ سلام، اس
میں یہ صورت بھی شامل ہو جائے گی کہ جب امام سے
پہلے رکوع کیا مگر طریق کیا حتیٰ کہ امام نے اس کو
رکوع میں پایا اور فعل امام کی ابتداء سے معاقبہ
ہو اور آخر تک شرکت رہے اور امام سے متفر ہو
عدم معارضی اور عدم لزوم مخالفت کے وقت مطلق
متابعیت جو ان تینوں اقسام کو شامل ہے، فرض
میں فرض، واجب میں واجب اور سنت میں سنت
ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور متابعت
بلاخیر و تراخی جو مقارنت اور متابعت کو شامل
ہے فرض نہیں بلکہ واجب میں واجب اور سنت
میں سنت ہوگی بلکہ معارض نہ ہو اور لزوم مخالفت
بھی نہ ہو۔ اور متابعت بمعنی مقارنت بلا تعقیب
تراخی امام کے نزدیک سنت ہے صاحبین کے نزدیک
نہیں، آخر کلام تک جو نہایت سی مفید اور عمدہ ہے۔
اقول (میں کہتا ہوں) فاضل محقق کی تقسیم اور
اس جہد ضعیف اور ظلم و جہول کی تقسیم میں میں
تقنین ہے کہ تمام اقسام کا مالی واحد ہے،
فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنی متابعت کی تین اقسام مقارنت،
معاقبہ اور متراخی کر کے مقدمہ کو یہ مشارکت کی
طرت راجع متقی مقارنت میں داخل کر دیا۔ جہد ضعیف
سنی تقسیموں کی ہے متصل، منفصل، مقدمہ۔
اور متراخی اور معاقبہ کو منفصل میں داخل کیا، اور

المتراخية والمعاقبة في المنفصلة وجعل
المتقدمة قسما بعيانها وذلك لاقب
رأيت المتقدمة تبين المقارنة لانها
مفاعلة من الطرقت فكما ان تاخرو
المقتدى يخرج من العقر ان حتى جعل
المعاقبة قسما للمقارنة فكذلك تقدمه
والضاريت احكام المتابعة المجرئة ثلثة سنة
وكرهية لا ضرورة وكرهية شديدة مطلقا
فاجبت ان تنفرد الاحكام بحسب الاحكام
بمخلاف ما صنفه هو ورحمته الله تعالى فان
المقارنة على ما افاد تشتمل اكمل مطلوب
واشتمل مضر وب اعني المتصلة و
المتقدمة كما سمعت وعل كن في سر
واحد والحمد لله .

اسی میں ہے :

قال في شرح المنية متابعة الامام من
غير تاخير واجبة فان عارضها واجب
يأتي به ثمر تابع كما لو قام الامام قبل
ان يتم المقتدى التشهد فانه يتسمه
ثم يقوم امره ملخصا .

در مختار میں ہے :

لو وقع الامام رأسه من الركوع او
سلك رد المختار باب صفة الصلاة

مقتدی کو ایک مستقل قسم بنا دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں
نے مقدمہ کو مقارنت کے قیام پائا کیونکہ یہ جانیں سے
ہے پس جیسا کہ مقتدی کا موخر ہونا اسے مقارنت سے
خارج کر دیتا ہے اسی لئے معاقدہ کو مقارنت کے مقابل
قرار دیا گیا ہے اسی طرح مقتدی کا تقدم بھی اس کو
مقارنت سے خارج کر دیتا ہے نیز جب متبعیت
کی قسموں کے کل احکام میں نے تین پائے سنت ،
کراہت (جب ضرورت ہو) ، مطلق کراہت شدیدہ ،
توحش احکام کی تعداد کے مطابق اقسام کی تعداد کو
پسند کیا ۔ اور افضل محقق کی تقسیم میں ایسا نہیں ہے ،
کیونکہ ان کی مقارنت والی قسم (دو متضاد صورتوں ،
جن میں سے ایک انتہائی کامل مطلوب ہے اور
"سری" تالی ، پسندیدہ ، یعنی مقصد اور مقدمہ
پر مشتمل ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے بہر صورت
حاصل ایک ہے ، الحمد للہ ۔

شرح المنیہ میں فرمایا ہے متابعیت امام بغیر کسی تاخیر
کے واجب ہے اگر کسی واجب کا متابعیت کے
ساتھ تعارض ہو جائے تو اسے بے لائے پھر متبعیت
کرے مثلاً مقتدی کے تشهد مکمل کرنے سے پہلے امام
نے قیام کر لیا تو مقتدی تشهد مکمل کر کے قیام کرے
(احتیاجاً دت)

اگر امام نے رکوع یا سجود سے سر اٹھایا حالانکہ
مطبوعہ مصطفیٰ آبادی مصر ۳۴۷/۱

السجود قبل ان يتم الناموس التبعيات
الثالث وجب متابعتہ بخلاف سلاصہ او
قيامہ لثالثہ قبل تمام الموت والقشہ
فانہ لا يتابعہ بل يتجہ لوجوبہ

رد المحتار میں ہے :

قوله فانه لا يتابعہ الا ای ولو خافت ان
تعوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح
به في الطهيريۃ

رد المحتار میں ہے :

سجود السهو يجب حل مقتد بسهو
امامہ لا بسهو اصلاً (ملخصاً)

رد المحتار میں ہے :

قال في الدرر ثم مقتضى كلامهم انه
يعيد في ثبوت الكراهة مع تعدد
الجزء قلت فاذا كانت هذا في
السهو فالعمد أولى بالاعادة مع
تصريحهم بانها هي سبيل كل صلاة
أدیت مع كراهة التحريم والله تعالى
اعلم

مقتدی نے تین تین تسبیحات نہیں کہی تھیں تو مقتدی
پر امام کی متابعت لازم ہے بخلاف مقتدی کے تشہد
مکمل نہ کرنے کی صورت میں جب امام سلام پھیرے
یا تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے تو اب مقتدی
متابعت نہ کرے کیونکہ تشہد واجب ہے (ت)

قوله فانه لا يتابعہ الا یعنی اگرچہ اسے یہ خوف
ہو کہ امام کے ساتھ تیسری رکعت فوت ہو جائیگی
جیسا کہ ظہیر میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

امام کے ٹھوکر جانے کی وجہ سے مقتدی پر سجدہ سہو
لازم ہوتا ہے مگر مقتدی کے ٹھوکرے کی وجہ سے
سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)

تیسری ہے کہ کلام فقہار کا تقاضا ہے کہ مقتدی
نماز کو ثبوت کراہت کی وجہ سے لوٹائے اس کی
وجہ یہ ہے کہ امام کی متابعت کی وجہ سے نقصان
پڑا نہیں ہو سکتا اور قلت جب یہ صورت ہو جس
تو ہمیں بطریق اولیٰ اعادہ ہو گا اور اس پر تو فقہاء کی
تصریح ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی جائے
اس کا اعادہ واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۷۵/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	فصل اذا اراد الشروع في الصلاة كبر	سلك الدر المختار
۳۶۶/۱	مصطفیٰ آبادی مصر	باب صفة الصلاة	سلك الدر المختار
۱۰۶/۱	مطبوعہ مجتبائی دہلی	باب سجود السهو	سلك الدر المختار
۵۴۹/۱	مصطفیٰ آبادی مصر	سلك الدر المختار

مسئلہ ۹۶۶ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولانا شمس علی صاحب طالب علم قادری رضوی

۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا پڑھی مقتدی کے مرتبہ عادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل گیا نماز قاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اس میں جواب امام مقتدی نہیں دیتا بلکہ احتمال امر الہی لہذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ ۹۶۷ از میرٹھ لائی کرئی کوٹھی حافظ عبدالحکیم صاحب مسئلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب

۲۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

(۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے عروسی مسجد کا مؤذن۔ جہتہاں مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے۔ محمد ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھ کر تا ہے اگر محمد کے خیال میں زید ۱۰۰۰ سے کچھ غلط پڑھا اور محمد مقرر کیا ہوا سامع سمجھو یا غلط پڑھا اور محمد نے بھی سمجھو یا زید نے صحیح پڑھا اور محمد نے سمجھو یا غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور محمد نے بھی سمجھو یا غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمد شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلط مغضوب نماز ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالت قرات میں کرنی چاہئے یا بعد اختتام نماز کے ورنہ یا کرنی چاہئے یا اختیاراً قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمد کی خاموشی اس کے لئے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں؟

(۲) شرح شریعت میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لئے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت واذنی دوسرا شخص امام کو فتح نہ کر سکے کسی جہتہاں مسجد کا ایک ایسی بات کہ جو شرعاً مستحقی اولیٰ یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوم اور ملکیت اور اعلیٰ شخصیت کی وجہ سے حکماً بند کر دینا یعنی در صورت خلاف مذکور حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اُس کو انہیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کر چکا ہو، بیلنا تو جرداً۔

الجواب

امام جب ایسی غلطی کے جو موجب فساد نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے
اُن میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جلتے جانتے والے کے سب مرتکب
حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی،

وذلك لان الغلط لما كان مفسداً كان
المسكوب عن اصلاحه ابطالاً للصلاة
وهو حرام بقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم
وجوبہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح
کرنے پر غاموشی نماز کے بطلان کا سبب ہے اور
اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے
کہ تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو (ت)

اور ایک کا بتنا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط ہے کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی
بتانا فرض ہو گا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو در ثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے
سے امام کا اپنی غلط یا د پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی صحیح کو نہیں مانتا اور اس کا حتمی ہوتا ہے کہ متعدد
شہادتیں اس کی غلطی پر گوریں تو یہاں فرض ہو گا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا
بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے،

وذلك لان اصلاحه هنا فرض
ما لا يتم الفرض الا به فهو فرض
اقول ونظيره ان الشهادة فرض كفاية
فان عدم الشاهد انه اسرع قبولاً عند
القاضی وجب عليه الاداء عیناً وان
كان هناك من تعیل شهادته كما
في الخانية والفتة والوهانمية و
البحر والدون وغيرها۔

اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز
جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے
اقول اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے
اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے
ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم
ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول
کی جاسکتی ہو غانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور
دروغیرہ۔ (ت)

اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کہ نماز مکروہ تحریمی ہو تو اُس کا بتانا ہر مقتدی پر

ملہ القرآن ۳۳/۴

ملہ بحر الرائق کتاب الشہادات

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۴-۵۸

واجب کفار سے اگر ایک بتا دے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے
ورنہ سب گنہگار رہیں گے۔

فان قيل له مذهب آخر وهو سجود السهو فلا يجب الفتح عيناً قلت بلى فان ترك الواجب معصية وان لم يأتها فمبطل وهو دفع المعصية واجب ولا يجوز التفرير عليها بناء على حابري جرحه كما لا يخفى.

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لغو دینا واجب نہ ہوگا، قلت کیوں نہیں، کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہ بھگتا نہیں ہوتا اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات

اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کر لیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (تہ) اور اگر اس غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی جازت ہے ھو الصبیح کما لھن علیہ فی الدروغیہ من الاسفار الغری (یہی صحیح ہے جیسا کہ اس پر دروغیہ میں تصریح ہے۔ ت) مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الواجب اقول مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلط کر کے خود متنبہ ہو اور یاد نہیں آتا یا دکنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکھے گا نماز میں کرہت تو نہ ہوگی اور سجدہ سہو واجب ہوتا۔

فی الدر المنثور اذا شغل الشك فتنفسك قدر اداء ركعي ولو يشتغل حالة الشك بقراءة فوجب عليه سجود السهو۔

در مختار میں ہے جب کوئی شک میں پڑ جائے اور وہ ایک رکعت کی ادائیگی کے مقدار پر غور کرتا رہے اور حالتِ شک میں قرأت میں مشغول نہ ہو، تو

اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا (ت)

تو اس صورت میں جب اُسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراباً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُد اُد کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب دُکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے،

۹۰/۱	مطبوعہ مطبعہ مجتہبی دہلی	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	رکۃ در مختار
۱۰۳/۱	” ” ” ”	باب سجود السهو	رکۃ در مختار

وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَذُنٌ يَكُونُ صَيَانَتُهُ مِنَ الْبَطَلَانِ
وَهِيَ فَرِيضَةٌ غَيْرُهَا وَقَوْعُهُ مَقْنُونٌ لِلْعَادَةِ
لَا مَقْطُوعٌ بِهِ فَيَنْزِلُ فَيَسْهُلُ يَنْظُرُ إِلَى الْوُجُوبِ

وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا بطلان سے بچانا ہے
جو کہ فریضہ ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف
ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجود صورت میں یہ فرض ہے
مرتبه وجہ پر آجائے گا۔ (ت)

علیہ میں ہے :

نَصْرُ الْقَاضِي فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ عَلَى
أَنَّهُ الْأَصَحُّ وَعَلَلَهُ هُوَ وَغَيْرُهُ بِأَنَّهُ لَوْلَاهُ يَفْتَحُ
مَرْبُوبٌ يَجْعَلُ سَانَهُ مَا يَكُونُ مَقْصُودًا أَهْ أَقُولُ
وَلَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مَا فِي الْحَلِيَّةِ أَنَّهُ كَمَا يَكْرَهُ
لِلْأَمَامِ الْجَامِعِ الْقَوْمِ إِلَى الْفَتْحِ عَلَيْهِ يَكْرَهُ
لِلْمَقْصُودِ أَنْ يَفْتَحَ عَلَيْهِ مِنْ سَاعَتِهِ قَالَ
فِي الذَّخِيرَةِ لِأَنَّهُ مَرْبُوبٌ يَتَذَكَّرُ الْأَمَامَ مِنْ
سَاعَتِهِ فَتَكُونُ قِرَاءَتُهُ حَتَّى قِرَاءَتِهِ مِنْ
غَيْرِ حَاجَةٍ أَهْ فَاغْنِ هَذَا حَيْثُ لَمْ
يَحْشِ الْعَسَادُ مَا أَذْأَخْشَى كَمَا ذَكَرْنَا فَحَاجَةٌ
وَأَيُّ حَاجَةٍ -

قاضی نے شرت جامع صغیر میں اس کے اصح ہونے کی
تصریح کی انہوں نے لودیر جگہ طائے علت یہ بیان
کی ہے کہ اگر وہ فقرہ نہیں دیتا تو بعض اوقات امام
کو زبان پر ایسے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں جو نماز
کے لئے مقصد ہوتے ہیں اقوال (میں کہتا ہوں) ،
یہاں وہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جو علیہ میں ہے
کہ جس طرح امام کا قلم کو فقرہ پر مجبور کرنا مکروہ ہے
اسی طرح مقتدی کا قلم لغو امام کو فقرہ دینا بھی مکروہ
ہے۔ ذخیرہ میں ہے اس لئے کہ بعض اوقات امام
کو اسی وقت یاد پڑتا ہے قرآن کے جیسے مقتدی کی
قرأت بغیر حاجت کے ہوگی اور لیکن یہ وہاں ہے کہ
جہاں فساد کا خوف نہ ہو، اگر وہاں فساد کا خوف ہو جیسا کہ ہم
نے ذکر کیا ہے تو اب فقرہ کی حاجت ہوگی اور وہ کوئی
بھی ہو سکتی ہے۔ (ت)

اقول اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا
چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وہ آگے دواں ہو جائے اگرچہ اس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم
کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت رہتا ہے بعد
سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویح میں اُسے الفاظ کریم کا صحیح طور پر اعادہ کرے مگر اولیٰ بھی بتانا ہے کہ

لَمْ يَلِيَهُ الْفَلْ شَرَحَ خَيْرَ الْمَصْلِيِّ

لَمْ يَلِيَهُ الْفَلْ شَرَحَ خَيْرَ الْمَصْلِيِّ

واستعملها منه سكوته ولهذا الوقت على
امامه بعد ما انتقل الى آية اخره
لا تقصد صلاته وهو قول عامة الشايخ
لا اطلاق المرخص اه محضوا۔

یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے اور اختصاراً (ت)
حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز و ابتر کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سبب کو حاجت ہے
قتنیہ پھر تجر پھر بندیہ میں ہے، وقت المراهق کا لبالہ (تمیز دار بچے کا قلم دینا بالغ کے قلم کے حکم میں ہے۔)
قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اسی کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی پہنچے
جا طہ زنیال سے یہ قصد کہے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کو شرعاً مٹھانے عام مقتدیوں کو دیا کیونکہ سبب
ہر سکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد دیا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلنا دینا
محنت حرام ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے:

ولا تعبدوا الا الله لا يحب المحدثین۔
زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے
والوں کو۔

اور فرماتا ہے:

ومن اظلم من من عبد مسلجداً لله ان
يدكر فيها اسمي۔
اس سے بڑھ کر ظلم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان
میں نام خدا لپیٹنے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی
فقد اذی اللہ شیء رواہ الطبرانی
فی المعجم الاوسط حین

سہ بکرا ان باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا
سہ فتاویٰ ہندیہ فیہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سہ القرآن ۱۹۰/۲

سہ ۱۱۳/۲

شہ الترغیب والترہیب من تخلفی الرقاب یوم الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۰۴/۱

مجمع الروائد بحوالہ المعجم الاوسط باب فیمن تخلفی رقاب الناس الا ۔ دار الکتاب بیروت ۱۰۹/۲

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن

روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود ترکیب ہونا دوسرا الزام ہے، اللہ عز وجل فرماتا ہے،
یا ایہا الذین آمنوا لا تقولون ما لا
تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا
ما لا تفعلون ۝

اس بیان سے جہدہ ارج سوال کا جواب منکشف ہو گیا بیشک غلو کو سب صورتوں میں عین نماز
میں بتانے کا حق حاصل ہے کیسے ہو جائے اختیاراً، جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب یعنی خاموشی میں
گنہ ہوگا خصوصاً اُس حالت میں کہ غلو غلط بتائے کہ ایسا تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف عبادت
واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور ضرورت اصلاح نماز جاری رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔
تو اصل پر رہنا چاہئے تو غلو سے اگر قصد اعتدال و واجب توفیق اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے غلط
کو سہ گام، نیز کہ امام غلط یا صحیح ترکیب شناس نہ رہا نہ کمال یا اس سے تعلم ہوگا اور یہ خود
مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائز ہے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی، لہذا اس فساد کا انسداد فوراً واجب
ہے، بجز الائنی میں ہے،

القیاس فسادہا بہ وانما ترک للہ حاجۃ
فعند عدمہ یبقی الاصل علی اصل
القیاس ۱۱۱ مختصراً۔
قیاس کے مطابق نماز اس کے ساتھ فاسد
ہو جائے گی البتہ حاجت کی بنا پر قیاس متروک ہے
جب حاجت نہیں تو معطل اصل قیاس کے مطابق
ہی ہوگا احد اختصاراً (ت)

اور اگر سہو غلط بتایا تو یہی ہر حکم کتابہ قضیہ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے اقول مگر فقیر امید کرتا ہے کہ
شرح مہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تفسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر
نہیں اور غالباً قاری اسے لیتا یا اس کے انتقال کے لئے اوپر سے پھر غلو کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو
فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحدیج حد فوج بالانص (دین میں تسنگی کا
مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ت) بہر حال یہ حکم قابل غور و محتاج تحریر تام ہے تو اندیشہ فساد سے تحفظ

لہ القرآن ۳/۶۱

بجز الائنی باب ما یفسد الصلوۃ و ما یکرہ فیہا
مطبعہ ادبیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷

کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً تہجد و تہجد چاہئے واللہ
صباحہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶۹ از میر محمد کمال کرتی بازار مسئلہ حاجی شیخ علامہ الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی
اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے
موافقی لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے
موافقی اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے
غرض کہ امام کو کبھی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ مشکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی
کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بار بار تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو
محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہ پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات
امام اور سنے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری طاعت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے
باعث نماز میں بے صفی پیدا ہوتی ہے ان امور پر غلطی کا علمائے کرام المس بات کی اہمیت دیتے ہیں کہ اور
حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ صحیح سمجھ لیں اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ
واقع ہوگا تو نماز دہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقہ کراہت کی وجہ سے نماز دہرائی جائے، ایسی صورتوں میں
ان حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی قسم میں
کہ جب ان کو ایسے شہادت کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو بولنے کی اہمیت بھی نہ دی جائے
کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اس کو کما حقہ اگاہی ہو جائے گی اور ایسے مواقع میں شبہ نہ نہیں
بلکہ یقیناً اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بیہودا تو جودا

الجواب

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا،

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، رد المحتار میں ہے،

یکروہ ان یحدث من ماحثہ فی لغو لقمہ دینا مکروہ ہے۔ تنہا ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو
اب نظر کریں اگر غلطی مضبہ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان
کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفید معنی نہیں تو بتانا کچھ

ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الاھربا المعروف یسقط
بالایحاش کہ فی الفتاویٰ العلمیگیویۃ وغیرھا (وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ماقول ہو جاتا
ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت۔ بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے
سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حدوت اُس گجر اہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد
ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا

(۲) قاری کو پریشان کر کے کی نیت حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
یشعروا ولا یمنظروا ویسودوا ولا تقصروا بلکہ لوگوں کو خوشخبری یاں سعاد و نفرت نہ دے۔ آسانی
پیدا کر دینگی نہ کرو۔ (مت)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شبیہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقت یہود کے اس فعل میں داخل ہے
لا تسمعو الھدایا القرآن والغوا فینہ (اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔ مت)

(۳) اپنا حفظ بتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ بر رو کرنا ریا ہے اور ریا حرام ہے خصوصاً نماز میں۔
(۴) جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو تو محض شبہ پر نشانہ نہ کرنا جائز نہیں بلکہ صبر واجب۔ بعد سلام تحقیق کر لیا جائے۔
اگر قاری کی یا صحیح نکلے فہا اور ان کا یہ دنیا کا شہادت ہو نہ تو تکمیل تم کے نہ مافظ استغناء کا اور کسی
رکعت میں اعادہ کر کے اگر مست کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقت کلام ہے اور نماز میں کلام و مفسد نماز اگر بغیر دست
اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو بیچ میں شک واقع ہوا اور محرم حرج وہ ہے ہذا احسرام ہوا
جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام خدا کرے گا
تو اس کی اور سب کی فساد فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر قہام جائز نہیں ہو سکتا۔

(۵) غلطی کا مفسد معنی ہونا جتنا سے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان
میں جو ملے گئے جاتے ہیں اُن میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہو گا
کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقت فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان
مور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا۔ صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود
مشبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور حرجیاء و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ نائیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے
کہ مودی ہیں اور مودی کا دفع واجب۔

سہ صحیح البخاری باب ما کان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یؤلّم بالوعظ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶
لہ القرآن ۱۶/۱

درختار میں ہے: ویض من کل صوف و لوبانہ (ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ از مکتوبہ ڈاک خانہ خدی شریف جہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب

۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ

ذات فیض سمات قبلہ از باب علم و کعبہ اصحاب علم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ اخلاذ رہے۔ بعد سلام نیاز و شوق قدم بوسی کے عرض پرواز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بوجہ شرعی شریفین و حدیث نبوی کے ہے کہ اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، ذیل کے سوال کا جواب برائے پس ڈاک، ہم لوگوں کو مکروہ بیت اور گناہ سے بچا ہے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھتے وقت مقتدی کا نغمہ درمیان قرأت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اس حالت میں نماز ٹوٹی یا نہیں؟ وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام مکتوبہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے خانبختی طالب علم تھے اتفاق سے قرأت میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً نغمہ دیا معاذ اللہ انہوں نے نماز سلام کے ساتھ تنگ کر کے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ وضو میں نغمہ دینا جائز ہے فرضوں میں نغمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں۔ دتی ہے میری رائے یہ ہے کہ نماز سے اُن صاحب سے ہاں تشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا کیا ثبوت۔ ملاحظہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسری نماز فرض یا واجب کسی میں نغمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اس کی بابت برائے پس جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا نغمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحن اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہے تو سجدہ سہو آئے گا جس نے نغمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برقی ورجلہ سے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از مکتوبہ ڈاک خانہ گیارہ گلی لاٹ میں اسٹیشن بکسر مسئلہ حاجی عبداللہ خان

۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا نغمہ

دینا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ سہو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا قوجہ و

الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جبکہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز ہاتھ رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب مکروہات الصلوة

(مکروہات نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۲۰ از کلکتہ فوجداری بالخانہ دکان ۳۶ مسدہ بن پ مرز غلام قادر بیگ صاحب

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گراہ
اونچی جگہ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ میتھوا تو جسرودا

الجواب

امام کا دوستوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے،

فی معراج الدراریہ من باب اذ تھاجۃ الاصحاب
ما روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال اکبرہ للاصحاب ان یقوم بین المسامرین
او زاویۃ اونا حیتۃ المسجد او الی ساریۃ
لانہ یخلاف عمل الامۃ
معراج الدراریۃ کے باب الامامت میں ہے کرامیہ
کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی
منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام کا دوستوں
کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کی ایک جانب یا
ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ
امت محمدیہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (ت)

اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اذا امر السجدة القوم فلا يقم في مكان
يرفع من مقامهم او نحو ذلك
یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو
اُن کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔

الرد داؤد و ابن جہان و حاکم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
وهذا لفظ الحاکم في مستدرک ان
رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم نهى ان يقوم الامام فوق
يبقى الناس خلفه
حاکم کی اپنی مستدرک میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور
پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع
فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں
پھر ہمارے اللہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
ظاہر الروایہ میں اس کی امامت بلند و پستی کو کسی مقدار

معیق مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام قوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً
باعضد کراست جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابو بکر صغیر کا شانی قدس سرہا رہنے پر کتب میں صحیح اور امام
صحت علی الاطلاق کمال الدین محمد بن امام صاحب شیخ القدر وغیرہ محققین نے اوپر وارح فرمایا اور یہی اطلاق
احادیث کا مفاد قراسی پر فتویٰ اور اسی پر اعتماد، ولہذا فیہ دلالت علی وجاہ ارموزہ وغیرہ میں حکم کراہت
کو مطلق رکھا، در مختار میں ہے،

كراه العزاد الا قام على الدكان للنهس و
قدر الا ارتفاع بذراع ولا بأس بما
دونه وقيل ما يقع به الا متيانه وهو
لا وجه ذكره الكمال وغيره
امام کا اونچی جگہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس
پر نہی وارد ہے اور اونچائی کی مقدار ایک ذراع
ہے اس سے کم ہو تو کوئی عرج نہیں، بعض کی
راے میں اتنی اونچائی مکروہ ہے جس سے
امین پیدا ہو، یہی مختار ہے کمال وغیرہ نے اسے
ذکر کیا۔ (مت)

سنن ابی داؤد باب الامام يقوم مكانه ارفع من مكان القوم مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۸۸/۱
مستدرک علی الصحیحین نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان يقوم اماماً فی المطبوعہ اسلامیہ بیروت ۲۱۰/۱
کتب در مختار باب ما یفسد السنۃ وما یکو فیہا مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجاہرت ۹۲/۱

روایت میں ہے،

قوله وقيل ان هو
ظاهر الرواية كما في البدائع قال
في البحر والمحصل ان التصحيح
قد اختلف والاولى العمل بظاهر
الرواية واطلاق الحديث اه و
كذا ما جمعه في الحلية.

امام حکم العلماء ابریکر بدائع میں فرماتے ہیں،

الصحيح جواب ظاهر الرواية لمادوى ان
حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى
عنهما قاه بالسدائن يهوى بالناس
على دكان فحذبه سلمان الفارسي رضى
الله تعالى عنه ثم قال ما سد عب
اصابك اطلاق العهد ام لميت اما
سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم يقول لا يقوم الامام على مكان
نشر ما عليه اصحابه وفي رواية
اما علمت ان اصحابك يكرهون ذلك
فكان تذكرة حين جذبتى

بات کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے اس وقت یہ بات یاد آگئی جب
تم نے مجھے کھینچا۔ (مت)
غیر میں ہے،

يكره ان يقوم بغيره في مكان اعلیٰ
سے روایت ہے باب ما يضر الصلاة

قوله وقيل ان هو
روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ بحر میں کہا ہے الفرض صحیح
میں اختلاف ہے لیکن ظاہر روایت اور
اطلاق حدیث پر عمل بہتر ہے اور حلیہ میں اسی کو
ترجیح ہے۔

(مت)

ظاہر الروایہ کا جواب صحیح ہے کیونکہ حضرت حذیفہ
بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں
مروی ہے کہ وہ مکان میں تشریف رکھنے کے لئے
اونچی جگہ کھڑے ہوتے تو حضرت سلمان فارسی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نیچے کھینچا اور فرمایا
کیا ہوگا کیا وقت زیادہ گزر گیا ہے یا آپ بھول
گئے یا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ امام ایسی
جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جدا
ہو جائے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں ہے
کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھی اس
جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جدا

یہ مکر وہ ہے کہ امام اکیس ایسی جگہ کھڑا ہو کہ قوم
مصلحتی ابوبی صمد

کے بدائع الصنائع فصل واما بیان ما یستحب فیہا وما یکرہ " " " " ۲۱۶/۱

من مکان المقوم اذ لم یکن بعض القوم معه ^{یہ} سے بلند ہو چکا اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی نہ ہوں۔ (ت)

نقائے کے مکروہات الصلوٰۃ میں ہے، و تخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت) شرح مدار شمس الدین محمدی ہے،

(تخصیص الامام) ای انفرادہ (بمکان) (تخصیص امام سے مراد) اس کا الگ ہونا ہے (بمکان) یا تو اس کا مقام قوم سے اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا الخ اس کی تفصیل یہی ہے (ت) مکان القوم الخ ویأتی تمامہ۔

ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتا (جب فتویٰ میں اختلاف ہو ت) ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے، بکراۃ میں ہے،

اذا اختلفت الصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا ^{یہ} جب نصیح اقوال میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہوتا ہے (ت)

اور علماء فرماتے ہیں جب روایت و روایت مطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں۔ علامہ حسینی نے فقیر میں فرمایا،

لا یعدل عن الدرایۃ ما واقفہا روایۃ ^{یہ} اس روایت سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو روایت کے موافق ہو۔ (ت)

یہاں جبکہ میں ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لا جرم قول ہی ہے کہ ادنیٰ ما بہ الامتیاز (جس سے کم از کم امتیاز پیدا ہو جائے۔ ت) بلکہ یہ بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو مخوف ہے فلان فی اعتبارہ حر جاد الحور مدفوع بالنقص (کیونکہ اس کے اعتبار کرنے میں حرج و تنگی ہے، در تنگی نصوں کی وجہ سے فرق ہے۔ ت) یونہی اگر پہلی صفت امام کے ساتھ ہر باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں

لہ غنیۃ المصلیٰ بمشکرہ ان یصل علی بساط فیہ تصاویر ^{یہ} مسجد مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۶۶
 ۱۹۴/۱ - مکتبہ اسلامیہ حسنہ سابقہ قاضی ابراہیم
 ۲۶/۲ - ایچ ایم سعید پبلی کیشنز کراچی
 ۲۹۵ - سہیل اکیڈمی لاہور

كما قد مانع المنية وغيرها وقال في
الدر المختار لم يذكر لو كان معه بعض
القوم في الاصل فراه - اقول وسبما
يشير اليه ما في حديث الحاكم وبقوله
الناس خلفه فافهم -

جیسا کہ ہم نے غیر وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور
در مختار میں فرمایا ہے کہ اصح قول کے مطابق اگر امام
کے ساتھ کچھ لوگ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اور اقول
اس کی طرف حدیث حاکم کے یہ الفاظ اشارہ
کرتے ہیں "اور لوگ اس کے پیچھے ہوں" اس
کو سمجھ - (ت)

اور شک نہیں کہ تین گز بلندی قطعی قیاساً باعث امتیاز ہے کہ بر شخص متکبر اولیں فوراً تفاوت تین جان لے گا
تو مذہب معتدل پر اس کی کراہت میں شبہ نہیں بلکہ ظاہر تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کی کراہت میں
یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مستقیم میں برادر مقتدی صحن میں شرف نقایہ میں بعد مبارکتہ نہ گورہ ہے ،
واما بان یکون فی صفة ، وہم فی وسط
الدار مثلاً کما فی الجوہر واما بان یقوموا
فی المسجد والامام فی طاق یتخذ فی
المحراب لک

یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہروں میں اس کا حکم نہ آتا
مگر وہ ہر حال میں بر جہدی نے شرح نقایہ میں فرمایا
یدخل فی تخصیص الامام مکان قیامہ
فی الطاق ای المحراب بحیث یکون
قدماً علیہ والتقدم علی القوم وان
کان تخصیصاً لہ بمکان لکنہ مستثنی
شروعاً

جب ایسے فرق کر بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں مالا کر مکان واحد زمین برابر ہے جس میں فی نصب اصلاً

- | | | | | |
|-------|--------------------------------|----------------------------------|-------|-------------------------------|
| ۹۲/۱ | مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی بھارت | باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا | ۱۲۴/۱ | کتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران |
| ۱۲۴/۱ | مطبوعہ فنی نو کشور بھارت | فصل ما یکرہ فی الصلوۃ | ۱۳۰/۱ | مطبوعہ فنی نو کشور بھارت |

کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کرسی، مکان یا چرتہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گز ہو یہ وجہ اولیٰ تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرق و تفاوت موجود اور والان و صحنی کے فرق میں تو سرے سے درج ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں "ارشاد امام عظام صدر الشریعہ قدس سرہ و تخصیص الاحام بمکان (۱) م کا جگہ مخصوص کرنا۔" میں داخل ہیں حذا کا اللہ خیر جزاء کیا دو لغظوں میں تمام صو کا احاطہ فرمایا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کر دیا فالحمد للہ رب العالمین پس ثابت ہوا کہ جہاں والان مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا۔

اولاً یہی ہیں السائر تین قیام امام،

ثانیاً مقتدیوں پر بلندی ممتاز،

ثالثاً اس کا زیر برکت اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولیہ
التوفیق وهو سبب خیرہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ
جل مجدہ اتھوا حکم۔

مسئلہ ۱۷۲۱ از شہر کسٹن برلین مسؤل محمد ظہور محمد صاحب

۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

- (۱) بعض شخص نماز میں رکعت کے بعد سجدہ کر جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پانچوں انگشتوں سے اوپر کھڑکیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟
- (۲) ہاتھوں کی کہنی کھڑکی کر آستینیں اوپر کھڑکیا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے؟ کس درجہ کی وہ نماز ہوگی؟ زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلادیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاحادہ ہوگی اگر نہ پھر سے گناہ گار رہے گا، در مختار، علیہ وغیرہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۵ از برقی مدسہ منظر اسلام مسئلہ احسان علی مظفر پوری طالب علم بتاریخ ۱۳ شوال ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

- (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں؟
- (۲) امام قزاق یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دروازہ کر سکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے یا اس صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اٹھ لینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر تذل و انکسار کی نیت سے سر پر بند رہنا چاہے تو نہ اٹھا
افضل۔ در مختار میں ہے :

سقطت قنسوته فاعادتها افضل الا اذا
احتاجت لتكوير او حمل كثير
نمازی کی ٹوپی گر جائے تو اس کا اٹھانا افضل ہے مگر
اس صورت میں کہ جب یا نہ سننے کی حاجت ہو یا عمل کثیر
لازم آ رہا ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

الظاهر ان افضلية اعادة تها حيث لم
يقصد بتركها التذلل
تظاہر یہی ہے کہ اس کا اٹھانا تب افضل ہے جب
اس کے ترک میں تذلل کا ارادہ نہ ہو۔ (ت)

(۲) اگر کسی خاص شخص کی خاطر اپنے کسی ملاؤ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی
بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میخشی علیہ الصلوٰۃ
یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا مل اس نے غیر خدا کے لئے کیا اور اگر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل
حسن پر مسلمان کی اعانت اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا
کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے انکی ہو تو رکعت میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جب نہ
بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا تو
بڑھا دینا مطلوب اور جہاں نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کرتا رہے اس کے لئے

قد سنون پرنہ پڑھائے بلکہ اگر پڑھائے موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت منوع و ناجائز، المسألة دوارة فی الکتب و لسطحها الشامی من صفة المصلوة و ما قلت عطر التحقیق (یہ مسئلہ کتب فقہ میں تحریر ہے) شامی نے اسے صفت مصلوة میں تفصیلاً بیان کیا اور جو کچھ میں نے بیان کر دیا ہے یہ تحقیق کا عطر و نچوڑ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷۰ یکم ذیقعد ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہ دس منیع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہونے سے نماز پڑھا کر اُستین اتار دیا کرو، جواب دیا کہ کس کا قول ہے، کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، یحییٰ کی حدیث ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں، اور حایل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷۱ از برقی محلہ ذخیرہ مسئلہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کر لگے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جُڑا باندھ کر نہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی۔ ٹھڈا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف نہیں الرجل ہے، عورت کے بال عورت میں پریشان ہوں گے تو انگشت کا خوف سے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں سے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے مرد کے لئے کلفت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گرے اور اُس کے ساتھ سجدہ کریں کف فی المرققا وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا، ھو مختص بالرجال دون النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

سُئلہ العجم البکیر حدیث ۵۱۳ مروی عن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۲/۲۳

مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رافع رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۸/۶

فت، حدیث کے الفاظ یوں ہیں، فہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل رأسہ معقوصاً۔ نیز احمد

مسئلہ ۹۶۹ از موضع مانیہ والہ ڈاک خانہ قاسم پور گدھی ضلع بجنور بر گزہ افضل گڑھ مرسلہ سید کفایت علی ولد
حایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا اور چادر بدی پر قائم
رہی مگر سر پر اتر کر کندھے پر گرنی تھی میں نے یہ مسئلہ نہایت بھی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا
اگر چادر کو مٹا میں یا کھڑے ہونے سے گرجا سے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پر رکھ لینی چاہئے، اگر نہیں رکھے گا تو نماز
مکروہ ہوگی اور بھیت چادر اوڑھنے کے ٹپنی کے دوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل
میں آیا تھا مگر غریب خانہ آکر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کاندھے پر
اوڑھتے ہیں میں نے اُسی سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے میں سر پر سے اوڑھنی چاہئے اگر سر پر گرجا سے تو ہاتھ سے سر
پر رکھ لینی چاہئے، انھوں نے کہا نماز پڑھتے میں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی اب اس مسئلہ کا غور، مستحضر ہو
تحریر کیجئے - بینوا توجروا -

الجواب

ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں،

لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى قَدَمٍ لَا يَجْعَلُونَ عَاشِمَهُمْ
تحت سر واثمهم یعنی فی الصلوۃ یشعوا واللہ
اللہ تعالیٰ اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا
جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے
نہیں کہتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷۰ از سرودی کلاں ڈاک خانہ کچھ ضلع فیضی تال مرسلہ محمد حسین غورو ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا
نہیں؟ اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا، اور چھوٹا رومال جس
سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث
میں ہے،

فرق ما بین المؤمنین المؤمنین العاصی علی
القلوب لی
ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے
عاصی لوگوں پر ہوتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۱ از شہر عباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئلہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب

۲۶ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جائگے میں کچھ حفت بوئی یا نماز پڑھتے ہیں کچھ
شیطان خیال آیا اور تنہوں کے سامنے عورت کی طرح کودیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک
منٹ کے بعد اُس خیال کو دور کیا اور نماز تمام کی اب اس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کثرا ہوا تھا ورنہ منی یا ندی
نکل ہے ایک ذرا سا یہ خیال اس کو تھا لیکن پیشاب اس کو لگا ہے غسل کرنا ہو گیا نہیں ہا اور اس کی
نماز کیسی ہوئی؟ اُس کا خیال ہے کہ کچھ پر غسل نہیں اور نمازیں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نمازیں
پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا سب کیسا ہے؟ بینوا تو جدوا۔

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ غسل واجب نہ ہوا قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اور سوائے
قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طیبہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہ تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور
جبکہ صورت مذکورہ میں ندی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہو گئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے
مٹانہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا
نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے جناب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی
رہے گی جبکہ چہارہ عضو کی قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو نہ جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہ نہ ہو مٹانہ ہو یہ سب اسی
صورت میں ہے کہ واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائیگا جب تک ندی نہ نکلے نہ غسل
واجب ہوگا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۲ از جمشید پور ڈاکٹر خاص ضلع سنگھ جھوم آفس کار کیسے مسئلہ حمید اللہ

۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اُس میں نشست و برخاست

پروری طور سے ہوتا ہے بینوا تو جوہر ۱۔

الجواب

پتلون پہنا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۸۳ مکروہ بنہ یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

سجدہ درست ہے اعد نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۴ مرزا اصف علی خاں بکس منڈی، بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے درمیں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جوہر ۱

الجواب

امام کا درمیں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار عن معراج الدراية عن سیدنا
الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ والحق میں حررات الدرایہ کے حوالے سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے منقول ہے۔ ت، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۵ جراثیم پن کرپاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کتا ہے کہ جبکہ ان کے پننے سے
ٹخنے بند ہو گئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ بینوا تو جوہر ۱

الجواب

زید کا قول غلط ہے، مرنے سے پن کر نماز پڑھنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۶ از سرکار پاک پن شریف ضلع ملٹری درگاہ اقدس مسئلہ امام علی شاہ صاحب

۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق، حق، حق۔ جناب مولانا السلام علیکم، مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی
بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی
اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دبیر سکندری میں نکل دیا جائے تاکہ سب لوگ
دیکھ لیں۔ زیادہ نیاز الکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب

لا تكرر الصلوة خلف الحجرة الشريفة
الا اذا قصد التوجه الى قبرة موسى عليه
السلام عليه وسلم
بقدر شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر
اس صورت میں جب تو جسے مقصود ہی آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف ہو۔ ۱۹

امام ابن قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ قاری مرقاۃ
المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر قسطنطینی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین سیادی پھر امام جلیل علامہ محمود سیوطی
عمدة القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر مکی
شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محمدی محدث و جلوی لغات الفنیج میں فرماتے ہیں،

وهذا لفظ الاولین من اتخذ مسجدا
في جوار صالح او صلى في مقبرة و قصد
الاستطعام بروحه او وصول اثر من
اثار عبادته اليه، لا لتعظيم له و
التوجه نحوه، فلا حرج عليه الا ان ي
ان موقدا استعمل عليه نصلا و
السلام في المسجد الحرام عند الخطيب
ثم ان ذلك المسجد افضل مكانا
يتحرى المصل للصلوة فيه
یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قریب میں
مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی
روح سے استفادہ واستعانت کا قصد کیا یا یہ کہ
اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے، اس لئے کہ نماز
سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف
سر ہو، چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا دیکھتے
نہیں کہ سینا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حلیم کے پاس ہے
پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز
کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیری کے لفظ یہ ہیں،

خروج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او
صالح و الصلوة عند قبره لا لتعظيمه
والتوجه نحوه بل لوصول مدد منه
حتى تكمل عبادته ببركة مجاورته
یعنی کسی نبی یا ولی کے قریب میں مسجد بنانا اور ان
کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا نہ ان دونوں سے
بلکہ اس لئے کہ ان کی مدد ملے پہنچے ان کے قریب کی
برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ

۱۹ مسلک قسطلانی مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ اردکتاب العربیہ بیروت ص ۲۲۲
۲۵ شرح طیبی علی مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد و مواضع الصلوة مطبوعہ دار الفکر الاسلامیہ بیروت

لا تکره الصلوة الى جهة القبور الا اذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة لخاشعين وقع بصره عليه۔
 قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جبکہ نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو دجائے سجدہ پر نظر ہو تو قبر پر نظر پڑے (ت)۔

یہ قلب و بایست پر کیا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا عامل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے ہیں نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز پڑھا کر ابست جائز کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے، و لھذا ہا للہ صرب العلین۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ یہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز کے تعلیم قبر کا ارادہ یا بی سے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت جہادست قبر ہو تو صریحاً شرک کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ منظر کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعلیم کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت جہادست کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ منظر کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا قصور ہے۔ یہ بھی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار اکرم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دور ہے تو فاسد نیت سے باز رہے اور ترک دستہ اگر نیت سے باز رہے کہ نماز و نیاز کا جماع لازم ملور ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہم جمل محمداتہم و احکم۔

مسئلہ ۹۹۹ از موضع سرزبان ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲۲ جب ۱۳۴۱ھ

(۱) دھڑ، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز خانہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون فرض استت، مستحب واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کبھی بدوہر اسنے کے یا سجدہ سہر کے قابل ہو جاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا سال علیحدہ علیحدہ ترتیب تحریر فرمایا جائے۔

(۲) زید تمباکو کھانے پیچے کی اکثر اشیاء یا نہ ہو نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟

(۳) زید اکثر زانی، کبیل، چادر کی گھڑکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں؟ مینو اتوجروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہئے علم سیکھے

یہ باتیں آجائیں گی۔ فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی، اور سنت مکروہ کا ترک بہت بڑا ہے اور غیر مکروہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ فرض کے ترک میں پھر پڑنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصل نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں اور واجب مجہول کر چھوٹا تو سجدہ سہو کا حکم ہے اور قصد چھوڑا یا مجہول کر خیر مانتھا مگر سجدہ سہو نہ کیا تو اس سادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔

(۲) ۱۵ نماز ہو جائے گی مگر بدبو آئے تو کراہت ہے۔

(۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلہ اس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسئلہ از کلکتہ و حرم تلاء مدرسہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روایت میں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے؟ اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے ثروت کے لباس ریشم پہن کر امامت کیا کرے تو ساری بابت کی نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع ریشم کپڑا پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے کہ اسے تار کر پھر پڑھا واجب کہا ہو معلوم من الفقہ فی غیر ما هو محرم (جیسا کہ فقہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ مت) شرح مقدمہ فلسفہ نوید پھر فتاویٰ القرویہ میں ہے۔

تکبر بالصلوٰۃ فی ثوب الحریر و علیہ ایضاً لانه محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوٰۃ ففیہا اولیٰ فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان النہی لایختص بالصلوٰۃ انتہی اقول وقولہ وعبہ ایضاً مبتن علی قولہما من حرمة احتراش الحریر واکلا فہو جائز عند الاطہار الا اعظم رضی اللہ تعالیٰ

ریشم کپڑے میں اور اس کے اوپر نماز مکروہ ہے کیونکہ جب نماز کے علاوہ اسے پہنا حرام ہے تو نماز میں بطریق اولیٰ حرام ہوگا، اگر ان میں نماز داکی تو صحیح ہوگی کیونکہ نئی نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں انتہی اقول اس کا قول "ریشم کپڑے پر بھی" صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ریشم کا بچھونا بنانا بھی حرام ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز

عند كل ان المحرم لم يسهل ولا سائر وجوه الاستفاد حكما في رد المحتار وغيره لعدم تكرار الصلاة عليه وان جازا احتراشه لاداء الصلوة ليست موضع الترفه وهذا الكراهة تنزيها.

ہے کیونکہ ریشم کا پہننا حرام ہے باقی نفع کی صورتیں منع نہیں جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے، ہاں اگر سپر اس کا بچھنا بنانا جائز ہے مگر اس پر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ نماز تعیش کا مقام نہیں اور یہ کراست تنزیہی ہوگی۔ (دست)

جبکہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشم پہننا حرام کیا تو خود اس کے دبا میں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا تو حق سلطانی میں مجرم ہو وہ خود بارگاہ سلطانی میں اس کے حضور گھر سے ہو کر کئی کیسی صریح مباحی اور بادشاہ کا موجب ناراضی ہوگا واللہ تعالیٰ اور پڑ ظاہر کہ نماز نام کی یہ کراست نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو ان سب کی نمازیں خراب و ناقص ہونے کا یہی طعن باعث ہو اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق مختار ہے

پے ادب تنہا نہ خود راہ اشعت بہ

بلکہ آتش در ہمسہ آفاق زد

(پے ادب تنہا ہے آپ کو ہی تباہ ہیں کرتا بلکہ اس ایک کی جگہ ادبی تمام عالم کو برباد کر دیتی ہے)

طبیعت ہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا جائز ہے جیسے ریشم کمر بندیاں، مفرق ٹوپی یا وہ کپڑ جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل ٹوٹا چارائٹل سے زیادہ عرصہ کا بریا یا تھوڑا پاؤں میں تانبے سے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھتے یا کان میں بالی یا بندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھیاں اگرچہ ایک تار کی ہو یا سانسے چار تانبے چاندی یا کپڑے کی انگوٹھیاں یا کپڑے سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو مردوں کو بھی حرام ہیں انھیں پہن کر ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی۔ ان مسئلہ کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۱ از بابین کپڑی منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین دہلوی ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا ہے اور ان کپڑوں سے نماز

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو کیا بہت تحریمی یا تنزیہی یا بلا کسی فساد کے یہ بینوا توجروا

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے ہنسا حرام سخت حرام اشد حرام اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب مجرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز العباد سیدی علامہ اسماعیل نابلسی شرح درود غریب پھر علامہ عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندریہ شرح طریقہ کبیر میں فرماتے ہیں :

ما فعله بعض ارباب الحديث بد مشق لسا
من بنت البدة بسبب اخذ بلد من الاخر
من لبسهم شري الاخر نج في رؤسهم و سائر
بدنهم وجعلهم اسارى في القيود و عذب
ذلك في البدة على مر عهده حسن وهو
والعياذ بالله كفر على الصريح و خطا
عظيم على القول المرجوح اما اذا اند من
الجهل المورد موارد السوء

و مشق شہر کی خوبصورتی کے وقت بعض ارباب صنعت
نے فرنگیوں سے شہر کو قبضہ میں لیتے وقت جشن مناتے
ہوئے مذاق کے طور پر فرنگیوں کا لباس سرور جسم پر
بنا کر (کچھ لوگوں کو) قید میں ڈال دیا شہر میں پھرایا اور
اس سے خوش ہوئے (اللہ کی پناہ) یہ صحیح قول کے
مطابق کفر اور قول مرجوح پر غلط عظیم ہے اللہ تعالیٰ
جہالت کے ایسے بُرے مواقع سے محفوظ
رکھے۔ (د ت)

انگریزی میں تاثر خانیہ سے ہے، نکرہ الصلوة مع البراس (ٹوپی والے جبہ میں نماز مکروہات)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

عنه ذكره في النوع الثامن من المباحث
اول من القسم الثاني من الصنف الثاني
اولت الاسان وهو نوع السخريه ١٢ منه (د)
عنه هكذا هو بالعين في نسختي الحديث
١٣ منه (د)

اسے نابلسی نے بحث اول کی قسم ثانی کی نوع ثامن میں
انکات زبان کی صنف ثانی کے تحت ذکر کیا اور یہ ق کی
قسم ہے ۱۲ منہ (د ت)
میرے پاس جو حدیقہ کا نسخہ ہے اس میں یہ لفظ
ع کے ساتھ ہے ۱۳ منہ (د ت)

سے احادیث النذر النوع الثامن من الانواع الستين
سے فتاویٰ ہندیہ فیما یکرہ فی الصلوۃ وما لا یکرہ

مطبوعہ قوریہ رضویہ فیعل آباد ۲۳۰/۲
نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۹/۱

مسئلہ ۹۹۲ از ملک اپر برہما چھاؤنی ملکینہ مرسلہ حاجی ہادی یا رمال ۶ صفر ۱۳۱۶ھ
کی فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت سے لیکن آستینیں چڑھا کر
کُسنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے، کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں، اس کا جواب بمع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے، درمختار میں ہے،
مکروہ مطلق ثوبہ و مکروہ کفہ ای دفعہ و لولہ تراب
کم شمس کم او دین
کپڑے کا لٹکانا اسی طرح کپڑے کا اٹھانا بھی مکروہ ہے
اگرچہ کپڑے کی وجہ سے بر جیسے کرتی آدمی آستین اور
واسن اٹھا لے۔ (ت)

روا مختار میں ہے

حرر اخبار الرضی صلی اللہ علیہ وسلم ان الکراہۃ
فیہ تحریر بیئۃ۔
شیخ حیران دین رضی اللہ عنہ کی عبارت اس بات کی مفید ہے
کہ اس میں کراہت تحریری ہے (ت)

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اموت ان اجمع علی سببہ ۵۰ و ۵۱
لا کف شمس ولا ثوباً روا کا البستۃ عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جئے سبب ۵۰ و ۵۱
بات کا حکم ہے کہ بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا
اٹھاؤں۔ اس روایت کو صحاح ستہ نے حضرت عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹۳ از میر تقی مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کُسنی تک چڑھی برقی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں؟
بیجاوات و جدوا۔

الجواب

مکروہ ہے اور سخت و شدید مکروہ ہے، صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

۹۱/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	سہ الدائمہ
۳۷۳/۱	مطبعہ البابی مصر	مطلب مکروہات الصلوۃ	سہ رد المختار
۱۹۳/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	باب احضار السجود	سہ صحیح مسلم

وسلم فرماتے ہیں :

امريت ان لا يجد على سبعة اعضاء وان
لا كف شعرا ولا ثوبا۔
مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات
کا کہ میں بال، اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا، اٹھاؤں۔ (تہ)

صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

امريت ان لا كف الشعر والثياب۔
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا
نہ کروں۔ (تہ)

تمام تہن مذہب میں ہے ، مکروہ کف ثوبہ (کپڑوں کو اکٹھا نہ کرنا مکروہ ہے ۔ تہ فتح المستدرک و
بحر الرائق میں ہے ،

يدخل ايضا في كف الثوب تشير كميته۔
کپڑا اٹھانے میں آستینوں کا چڑھانا بھی داخل ہے۔
رد المحتار میں ہے ،

كراهة كف اي رفعه ولو لترا ب كشمركه
او ديل۔
کپڑے کا اٹھانا اگر چڑٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے
جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا (تہ)

رد المحتار میں ہے ،

حرر الخیر الرمی ما یحید ان الکراہة
فیہ تحريمية۔
شیخ خیر الدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے
کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (تہ)

تفسیر میں ہے ،

یکر ان یکف ثوبه وهو في الصلاة بعمل
تلیل بان یرفعہ من بیت یدیه او
من خلفه عند السجود او یدخل فیها
قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے
بایں طور کہ نیچے یا آگے سے سجدہ کے وقت
اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہر سنے داخل ہونا

۱۹۳/۱	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	باب اعضاء السجود	سہ صحیح مسلم
"	"	"	سہ "
۲۴/۲	ایچ ایم سعید کینی کراچی	باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیها	سہ بحر الرائق
۹۱/۱	مطبع حقیقی دہلی	"	سہ الدامختار
۳۶۳/۱	مصطفیٰ الیابی مصر	مطلب مکروہات الصلوة	سہ رد المحتار

دست کش پر بھی تو وہ اس کی نماز بھی ہو گئی یا نہیں یا اس کا اعادہ کرنا چاہئے یا کیا ؟

الجواب

نماز ہو جائے گی مگر کراہت لترك السنة (ترک سنت کی بنا پر - ت. اعادہ چاہئے علیٰ وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۹۹۵ از ماہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کبریاں - مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب

۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ ٹرے کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھول باندھتے ہیں ان کو کانچ کھولنی ضرور ہے کہ تیز دھول ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے، میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر میں پڑھ سکتا اس پر چہ آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے، پس میں مقدم کر تکلیف دیتا ہوں حکم شرع بیان فرمائیے، اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاکو مشرکین ہوتو میں موقوف کروں کیونکہ میرا حقدو آپ کے قول پر ہے بمقتدا آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مقدم یہاں صاحب قدس سرہ العزیز سے

ہر شہر زخوباں منم و خیال ہے

چکم کہ چنگم بدخونکہ بکس نکا ہے

(تمہارا شہر خوبصورت حضرات سے بھرا ہے۔ میرا ذوق اپنا ہے، میں کیا کروں کہ بدخونکہ کسی پر بھی ایک نگاہ نہیں ڈالتی)

زیادہ نیاز

الجواب

مکرمی سلم اللہ تعالیٰ اجواب مسئلہ انہی لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عہد سے کہ حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے سے نہ کھول کر اہت نماز کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اموت ان لا اکف شعرا ولا ثوبا (مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں بال اکٹھے نہ کروں ورنہ کپڑا اٹھاؤں۔ ت)

سلم صحیح مسلم باب اعضاء السجود والنہی عن کف الثوب مطبوعہ نور محمد صح المطابع کراچی ۱۹۳/۱

غنیۃ شرح خیر میں ہے :

يَكْرَهُ انْ يَكُنْ ثَوْبٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ بِعَمَلٍ
قَلِيلٍ بَانٍ يَرْفَعُهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اَوْ مِنْ
خَلْفِهِ عِنْدَ السُّجُودِ اَوْ يَدْخُلُ فِيهَا وَهُوَ
مَكْهُوفٌ كَمَا اِذَا دَخَلَ وَهُوَ مُشْتَرَاكٌ
وَالَّذِي يَلْبَسُ

نماز میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا اٹھانا مکروہ ہے یوں کہ
آگے یا پیچھے سے پنا کپڑا اٹھائے یا نماز میں کپڑا
چڑھائے ہوئے داخل ہونا اور یہی حکم ہے جبکہ نمازی
آستین یا دامن چڑھائے ہوئے ہو۔

(مت)

اور ساری یاد دہانی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لئے خود بھی کراہت
سے خالی نہیں کما حققتہ فی کتاب الہی من فتاویٰ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب الغفر
میں کی ہے۔ مت یاد راگروہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احترام کو کہہ کر پچھے گھڑنے میں ہے
ورنہ تہمید تو میں سنت ہے اور گنہگاروں سے اوپر تک ہر ماچلبے اس سے زیادہ بھی مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم
یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نہ رہے فرض و وتر سنت فجر
بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہوئے پر اصل قدرت نہ ہو نہ دھوپ کی ٹیک نہ کسی آدمی
یا لکڑی کے سہارے سے اور اگر کسی ایسا ہو کہ ایک بار سنا شخص کو کہہ کی دین تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر
اتحادی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے تو فرض ہے نہ تکبیر تحریر کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے
تو بیٹھ جائے۔ آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز میں کپڑا نہ پڑھتی اور سیدھے کھڑے
ہو کر گھر کو راہی ہوئے۔ یوں نمازیں قطعاً مائل ہوتی ہیں بلکہ عینی دیر میں قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو
اتحادی قیام ہر رکعت میں فرض ہے، یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بینا فی فتاویٰ وہاں التوفیق
شم السلام۔

مسئلہ ۹۹۶ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں مسجد کے روبرو رکھ کر نماز
ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہن یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے اگر مسجد کے
بلبروکہ کر کپڑے وغیرہ سے چھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں جوتیاں یا نہیں، اور کس حدیث سے جوتیوں
کو مسجد کے روبرو رکھنا منع کیا ہے؟ اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے؟ معمولی جوتیاں

جو شخص پنے پھر تپا ہے پتے جوئے مسجد میں چلا آئے اور پختے جوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں؟ کن
بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا؟ مینو اتوجروا۔

الجواب

سنن، بی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں،

اذا صلى احدكم فلا يضع عليه عن يمينه
ولا عن يساره فتكون عن يمينه خيرا
الا ان لا يكون احد وليضعهما بين
مرجليه رواه الحاكم ايضا والبيهقي.
جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوئی اپنے دائیں طرف
نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اُس
کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی
ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے
ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے، اسے بھی حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔
دوسری روایت میں اس حالت کے لئے یوں حدیث آئی،

فلا يؤذيهما احداً - رواه الثلاثة المذكورون
وابن حبان - رضي الله تعالى عنه -
کسی کو، یا نہ رکھے۔ مذکورہ تینوں محدثین اور ابن حبان
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔

ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی،
لا تضعهما عن يمينك ولا عن يسارك
فتؤذي المنيكة والناس - رواه الخطيب
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما
عن النسي صلي الله تعالى عليه وسلم.
دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی، بائیں
کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انھیں ایذا
ہوگی۔ اسے خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے حوالے سے رسالت اکبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

علماء نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وہیہ نوع اہانتہ لہ جس کی طرف جو تار کھا جائے اُس کی

۹۶/۱	مطبوعہ آفتاب عام پریس لاہور	سنن ابو داؤد باب المصل، وضع عليه يمينه
۲۵۹/۱	دار الفکر بیروت	سنن المستدرک علی الصحیح کتاب الصلوۃ
۴۴۹/۹	دار الکتاب العربیہ بیروت	سنن تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن حمزہ نمبر ۵۰۴۸
۴۴۵/۶	مکتبہ صیغیہ کوئٹہ	سنن مرقاۃ المفاتیح حدیث ۷۷۷ کے تحت مذکور ہے

ایمانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقدہ فی المرقاۃ (یہ علامہ طیبی نے فرمایا اور مرقاۃ میں نقل ہوا ہے) اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا کان احدکم یصلی فلا یبقی قبل وجہہ
فان اللہ تعالیٰ قبل وجہہ اذا صلیؐ مرواہ
ما لک فی الموطا عن امت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما وطریقہ الشیخات فی
الصحیحین۔

جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھو کے
کہ نمازی کے سامنے اللہ عز وجل کا فضل و جلال و
وجہت ہوتے ہیں۔ اسے امام ہانک نے موطا میں امام
نافع سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
اور اسی سند سے بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں
روایت کیا ہے۔

الترمذی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،
یجب علی المصلی اکر اقبلتہ بما یکرم
بہ من یناجیہ من المخلوقین عند
استقبالہم بوجہہؐ ذکر ابن بطال
ونقلہ فی ارشاد الساری

یعنی نمازی پر واجب ہے کہ مغنیں کے سامنے کھڑے
ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی
ادب اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عز وجل
سب سے زیادہ حق بالتعظیم ہے۔ اسے شیخ
ابن بطال نے ذکر کیا اور ارشاد الساری میں مذکور ہے۔

ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیحہ کہ اللہ النفس اور
اسی ارشاد علما کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مزید عقلیہ شرحہ سے معلوم کہ قرین و تعظیم کا مدار معرفت و
عادت پر اس قدر ہے

وقد حققہ المصولی العلامة خاتم المحققین
سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی
اصول الہشاد۔

اس کی تحقیق علامہ خاتمہ المحققین سیدنا والد گرامی
قدس سرہ الماجد نے اصول، ارشاد میں فرمائی
ہے۔ (دست)

اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جوتا
سامنے رکھے جب ادب گنا جائے گا فقیر نے پچشم خود دیکھا ہے کہ کعبہ معظمہ پر پھوہا رہی تھی میزاب رحمت سے

۱۸۲/۱ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی
۲۱۹/۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت

۱۔ موطا امام ہانک النہی عن البصاق فی القبلة
۲۔ ارشاد الساری شرح البخاری باب حک البزاق بالیوم المجدد

موسیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دؤر سے رکھتے تھے استسماٰی جوتا ہیں کہ دروازہ مسجد تک تشریف لاسے پھر دوسرا جوتا اپن کر مسجد میں جاتے تھے

فَكَفَى الْيَهُودَ فِي الْبَحْرِ عَنِ التَّجْبِيسِ وَادَا لِمُؤَدَّارِ
عَلَى الْعُرْفِ فَلِحُكْمِ الْحَفْظِ الْأَمْنِ مَعَ
ثَبُوتِهِ عَنْ سَيْدِ الْمَسَادِينِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ كَتَوَلَّى الْكَلَابِ تَدْوِيرَ
فِي الْمَسْجِدِ وَوَضْعِ السَّرِيرِ وَادْحَالِ الْبَعِيرِ
وَضَرْبِ الْخَيْمَةِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ فِيهِ وَلَنَا
مِرْسَالَةٌ فِي الْبَابِ مِمَّنَا هَاجِمًا لَاجِمًا
لِتَوْقِيفِ حُكْمِ الصَّلَاةِ فِي النِّعَالِ وَآخِرُ
نَفِيسَةٍ حَادِدَةٍ فِيمَا تَصَانُ عَنْهُ الْمَسَاجِدُ

اسے پھر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا
بلا طرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ ممنوع ہے باوجود
اس کا ثبوت سید المتادین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں
آنا جانا چارپائی کا بچانا، اونٹوں کا داخل ہونا،
بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے غیر نصب
کھانے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک
رسالہ "جمال الاجمال لتزقيت علم الصلوة في النعال"
اور دوسرا "نفيسة حادثة فيما تصان عنه المساجد"

لکھی ہے ۔

ہاں اگر باتیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے بیچ میں جو فرقہ نماز میں جوتے ہے
یعنی چار انگلی اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے

هذا كله ما ظهر لي تفقها وبس قدر مت
ظهر ان لا دور وبقية حديث الحطيب
المذكور وان سيقم ان سيقم من انضجعت
لان الاحكام ههنا بالعرف - والله تعالى
اعلم -

یہ تمام وہ جو مجھے ازراہ تفقہ حاصل ہوا، جو ہم نے
تفہمت گوئی اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حطیب
کی ذکر کردہ حدیث کا یہ عمل نہیں اگرچہ تسخیم بھی کرنا چاہا
کہ یہ روایت ضعف سے خالی ہے مگر نیکو ان احکام کا
مداورث پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۹۹۷ھ ربیع الآخر ۱۳۶۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمہ اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچتے رہیں
علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پیستے ہیں اور دھوتی جو کہ نگار پہنتے ہیں اس کو
پہن کر نماز مکروہ ہے یا کر مکروہ تحریمی، حکمش چیست؟

الجواب

وہ دردی پس کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سچہ بردرج مسنون سے مانع ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں

میں ہے :

او الحی ط ذ، استوجر علی خیاطۃ شیء
حزنی الفساق ویعطی له فی ذلک
کثیرا اجر لا یتحب له ان یمکن لانه
اعانة عن العصبیة۔
جب کسی درزی کو فاسقوں کے لباس سینے پر
انحرث دی جائے اور اسے اس پر اجر کثیر دیا جائے
تو یہ عمل اس کے لئے بہتر نہیں کیونکہ یہ گناہ پر
معاذنت ہے۔ (ت)

اور دھوئی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہر دو غیر زہود کپڑے کا پیچھے ٹکڑا سنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے
بس ہے لہذا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کف ثوب او شہو (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے کپڑے یا بال جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ت) ہاں پیچھے نہ گھر سیں تو وہ دھوئی نہیں تہ بند
در اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سینکڑا نماز پڑھتا ہے تو مقتدیوں
کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ بیسوا تو جروا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قمیص چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اس کی اور مقتدیوں
سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے درمیانے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے ہیں اُن کے لئے در نہ یہ خلاف
اولیٰ در کہ بہت سے نہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز
پڑھنا و پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر آگے در کے چوڑے یا کٹری کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور
یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں اور بعض در لیسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے
اور کہتے ہیں کہ یہ در بچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے ؟
بیسوا تو جروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص نہ نامام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جُدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے

ہو کر اپنی غارت پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو درمیں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً
عینہ بریں رہا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

كُنْ تَقِيًّا هَذَا عَلَى مَعْنَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہم اس عمل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی نقلی ہری حیات میں بچا کرتے تھے (مت)

کما بقیشا لا فی فتاواننا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔ مت) یہ حکم منفرد
مقتدی کے لئے تھا، رہا امام اُس کے لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ درمیں کھڑے
ہونا مکروہ ہے تا مارغانیہ و رد المحتار میں امام سے ہے،

انی اکرہ للامام ان یقوم بینه
میں امام کے ستروں کے درمیاں کھڑا ہونے کو
المسار یتین۔ (مت) مکروہ سمجھتا ہوں۔ (مت)

اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ عمل خلاف امت ہے کما فی المعراج وغیرہ (جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے۔ مت)
اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تھا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے
تو یہ مکروہ ہے کما نص علیہ القیست فی شروح النقایۃ، جیسا کہ قیستانی نے شریعت نقیہ میں اس پر نص
دار کی ہے۔ مت۔ در کا اُس پاس کے دروں سے آگے علاوہ اس سے بہت کا دفع نہیں ہو سکتا البتہ امام
در کے باہر کھڑا ہو اور مجدد در کے اندر کرے تو در کرہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں
لان العبرة للقدّر حکما نصوا علیہ (کیونکہ اعتبار قدر کا ہے جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے۔ مت)
مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے
تو کھڑا ہوا بیٹے اور مجدد بنندی پر کیا یہ بنندی اگر دو خشت بنار یعنی ۱۲ انچ یعنی پاؤں کی قد ہوئی جب تو نماز ہی
نہ ہوگی کما نص علیہ فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں اس پر نص وارد کی گئی ہے۔ مت) اور اگر اس
سے کم ہوئی جب بھی کراہت سے حالی نہیں، لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی میں قدر جس میں امام مجتہدہ
کر سکے زمین کا کٹ کر صحن کے برابر کر دی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اس کی کرسی ہوئی زمین میں مجتہدہ کرے
سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا مٹری وغیرہ کا چوتہ بنا دیتے ہیں اس سے اگر چہ

۹۸/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الصفوف میں السواری	سنة سنن الہدایہ
۴۸/۱	مصطفیٰ البانی مصر	باب مکروہات الصلوۃ	مکرم رد المحتار
۹۲/۱	مطبع مجتہدائی دہلی	باب فی بعض الصلوۃ	مکرم در مختار

دوکر بستیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اُس کا مسجد پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور
عارض ہوتی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بعد اقرار کھڑ ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدر المختار و هو
الاصح المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے اور یہی اصح و مختار ہے۔ ت) اور مشابہت یہود ہے، اور
حدیث میں فرمایا،

لا تشبهوا بالیہود وقد قالوا انہم یقیمون
اما مہم علی دکان متنازعین خلفہ۔
یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو، اور منقول ہے
کہ یہود اپنے ائمہ کو بلند جگہ کھڑ کرتے تھے تاکہ وہ
مقتدیوں سے ممتاز ہو جائے۔ (ت)

ترجما: کار وہی ہے جو دُپر بتایا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰
تبیان الصواب فی قیام الامام فی المحراب
 (محراب میں قیام امام سے متعلق درستگی کے تاج)
 (محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)

مستند از جبل پر قریب مسجد کوئی مرشد بولتا مروی شد محمد بنہ اسلام صاحب قادری برکاتی
 ۶ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

حمد و صلوة کے بعد کیا فرماتے ہیں ہمارے سربراہ و
 آقا، مرشد، ہمارے آج اور کل کے لئے ذخیرہ،
 دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، اللہ رب العالمین
 کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، مسلمانوں پر
 اللہ کی نعمت، قیمتی علمائے زیادہ صاحب علم
 فضلہ سے افضل، تاج الحقین، سراج المدققین،
 فتاویٰ اور اصحاب فتاویٰ کے شیخ، صاحب
 مقامات کاملہ اور کمالاتِ زاہرہ و باہرہ، صاحب
 محبتِ قاہرہ، مجدد مائتہ حاضرہ، علامہ اجل و اکمل
 نہ کھلنے والے عقدوں کو کھولنے والے، علوم کے
 سمندر، مخفی رازوں کے واضح کھولنے والے، مد
 الشریعہ، سنت کو زندہ کرنے والے، عظیم محدث و

امام بعد ما یقول سیدنا و سندنا و مولانا
 و مرشدنا و الذخر لیمنا و عدنا و وسیلتنا
 و برکتنا فی الدنیا و الدین اُمیۃ من
 آیات اللہ رب الفہم نعمۃ اللہ علی
 المسلمین اعلم العلماء المنبحرین
 افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین
 سراج المدققین مالک الثروة العنا و عب
 المدققین اذ و المقامات العاخرة و الکمالات
 الزاہرة الباہرة صاحب الحجۃ القاہرۃ مجدد
 المائتۃ الحاضرۃ العلامة الاجل الابجیل ہلال
 عقدہ ما لا ینفخ بحر العلوم کاشف السیر
 المکتوم صدرا شریعۃ فی السنۃ المحمدیۃ

الفقیہ العدیہم النظیم التحریرو لانا الت
لوا مع افکارہ توضیح خواص
المشکلات و انوار اسرارہ محل العضلات فی
حد الصرام۔

سوال اول امام راتب اگر محراب راگزاشته در
مسجد یا در محلی با آرائے وسط قیام نماید آیا این ترک
مقام معین و مقام در غیر محراب مکروه باشد یا نہ
بر تقدیر اول انچه در کتاب مستطابہ و القاء در باب
الامامۃ مکررست و انظار اہل انہدای الامام
المراتب لجماعۃ کثیفۃ لشلایلم عدم
قیامہ فی الوسط فلولو لیلزم ذلک لایکرہ فیما
لمراد منه و بر تقدیر ثانی انچه در میان کتاب مکررست
الصلوۃ مسطور است و مقتضای انہ الامام
لو ترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو کانت
قیامہ وسط الصف لانتہ خلاف حمل
الامۃ و هو ظہر فی الامامہ المراتب دون
غیرہ والمنقرۃ لہما المستفاد عنہ از
جہارت اولی مفهوم می شود کہ ترک محراب
سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم
قیام فی الوسط باعث کراہت است
پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نموده در
غیر محراب بجا آید وسط صف

فقہ، جن کی مثالیں نہیں، آپ کے افکار عالیہ ہمیشہ
نہایت ہی مشکل پیچیدگیوں کو واضح کرتے ہیں، اور
آپ کے اسرار کے نور اس مقصد کی مشکلات روشن
کرتے ہیں۔

سوال اول مقررہ امام اگر محراب چھوڑ کر مسجد
یا محلی مسجد محراب کے مقابل درمیان میں کھڑا ہو
تو کیا مقام مقررہ کا چھوڑنا مکروه ہے یا نہیں؟
اگر مکروه ہے تو رد المحتار کے باب الامامۃ کی اس
جہارت کے خلاف بر یہ ہے کہ یہ اس امام مقرر کے لئے
ہے جو جماعت کثیرہ کا بڑا تاکہ اس کا وسط میں کھڑ
نہ ہونا لازم آئے اور اگر ایسی صورت نہیں تو کراہت
نہیں، کا کیا معنی ہوگا، اور مکروه نہیں تو اس کتاب
کے باب مکروہات نماز میں تحریر ہے اور اس کا
تقاضا یہ ہے کہ اگر امام نے محراب چھوڑ دیا اور دوسری
جگہ کھڑا ہو گیا تو مکروه ہے اگرچہ اس کا قیام صف کے
درمیان میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا یہ عمل امت کے
عمل کے خلاف ہے اور یہ بات مقررہ امام میں واضح
ہے مگر غیر مقررہ امام اور منفرد میں نہیں، تو اس کا مفہوم
کیا ہوگا؟ پہلی جہارت سے یہ سمجھ آ رہا ہے کہ ترک
محراب کراہت کا سبب نہیں بلکہ وسط میں کھڑا نہ ہونا
سبب کراہت ہے لہذا اگر مقررہ امام بھی محراب ترک کر دے
اور کسی اور مقام پر اس کے محاذات میں صف کے درمیان

رد المحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب
رد المحتار مطلب اذا ترددوا حکم بین سنتہ و بدعتہ
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸
۱/۲۳۹

قیام نماید در مسجد باشد یا در صحن مسجد یا جماعت
قلیل کہ از عدم محاذات وسط صفت لازم نیاید
مکروه نباشد و از جہارت اخروی مستفاد می شود کہ
امام یا نائب را ترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقاً اگرچہ
یا از آن وسط صفت باشد و بہر گاہ کہ بود اندرون مسجد
یا بیرون مسجد در صحن و غیرہ مکروه باشد لانہ خلاف
عمل الایمان و ظاہر حمایتی علی التہنؤب و
التثانی بینہما فکیف التطبیق۔

سوال دوم قیام امام در محراب بطوریکہ مصدح
قہما سے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ است یعنی قیام
خامس جہ و مسجدہ فبہ پر حکم دارد مبارک است
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ در جامع صغیر می فرماید حسن
یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
لا بأس ان یکون مقام الامام فی المسجد
و مسجدہ فی الطاق و یکثر ان یقوم فی
الطاق **وہکذا فی الہدایۃ و**
در کتاب الآثار می فرماید و اما نحن فلا نسوی
بما ان یقوم بحیال الطاق ما لم یدخل
فیہ اذا کان مقامہ خامس جامعہ و
مسجدہ فیہ و هو قول ابی حنیفۃ
رحمۃ اللہ علیہ فیفہم
من ہذا العبارۃ است

کھڑا ہو خواہ مسجد کے اندر ہو یا صحن مسجد میں یا جماعت
قلیل ہو تاکہ وسط صفت کی عدم محاذات لازم نہ آئے
تو یہاں کہ بہت نہ ہوگی اور دوسری جہارت سے پتا
چلتا ہے کہ مقرر امام کا محراب کو ترک کر کے غیر محراب میں
کھڑا ہونا خواہ صفت کے وسط میں ہو اندرون مسجد
یا صحن مسجد میں ہر جگہ مکروه ہے کیونکہ یہ عمل امت کے
خلاف ہے اور ان دونوں جہارت میں بخاطر تعارض و
مناجات سب ان میں تطبیق کیسے ہوگی؟

سوال دوم امام کا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا
جو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یعنی خود
خارج میں کھڑا ہو اور مسجدہ محراب میں گھسے کیا حکم
رکھتا ہے صراح یا سنت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے
بیان سنیر میں فرمایا کہ امام یعقوب نے امام اعظم
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ امام کا مسجد
میں کھڑا ہونا محراب میں مسجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں
البتہ محراب میں کھڑا ہونا مکروه ہے اور وہاں
میں بھی اسی طرح ہے اور کتاب الآثار میں امام محمد
رکھتے ہیں کہ یہ معاملہ ہمارا تو اگر امام محراب کے گوشے
میں کھڑا ہو بشرطیکہ اس میں داخل نہ ہو اور اس کی
قیام گاہ اس سے باہر ہو اور مسجدہ اس کے اندر ہو
تو ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں اور امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے، ان تمام جہارت

الاذن والرحضة فيه وازاكثر كتب معتبرة فتنية
 بہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و شروح
 معتبرہ مشہورہ بکبرۃ قیام الامام فی الطاق و لا یکرہ سجود
 فی الطاق اذا کان قائما خارجا عن المحراب اما ملخصا
 عینی کتوز ، لا مسجود فیہ و قد مر
 خارجا عن المحراب و مختصا در مختار ، لا یکرہ ان
 قام الامام فی المسجد و یجد فی الطاق
 اما مختصا و اقیستاف و غیرها من
 العبادات المتقاسمۃ بها
 مشعور ہیں معنی خواہند شدہ از ایں تصریحات
 معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح
 جائزست نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک
 محراب و قیام در غییر ایں پنج کہ بتہ لازم بیاید
 اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در رد المحتار
 از معراج الدرایہ و بسوط نقل می نمایند
 السمت ان يقوم في المحراب
 ليعتدل الطرفان ولو
 قام في احد جانبي
 الصف يكره الا انهما السنن ان
 يقوم لاصح من وسط الصف الا ترى

یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجازت و رخصت
 ہے ، اور اکثر کتب فقہ جو معتد ہیں ان سے بھی مطلق
 جواز مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مشہور متون اور شروحات
 میں درج ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے
 مگر محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جبکہ وہ خارج محراب
 کھڑا ہو اور تلخیصا عینی کتوز ، محراب میں اس کا سجدہ
 مکروہ نہیں جبکہ اس کے قدم محراب سے خارج ہوں
 ابو اختصار ، در مختار میں ہے اگر امام مسجد میں کھڑا ہو
 اور سجدہ محراب میں ہو تو کراہت نہیں انہو اختصار ،
 تنستانی اور دیگر کتب میں ایسی ہی قریب المعنی عبارات
 ہیں جن سے یہ معنی مترشح ہوتا ہے ، اہی تمام تصریحات
 سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا محراب میں مذکورہ طریقہ
 پر کھڑا ہونا جائز و مباح ہے صفت و مندوب نہیں
 لہذا محراب کا ترک اور دوسری جگہ کھڑے ہونے سے
 کراہت لازم نہیں آتی ۔ لیکن علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ
 علیہ نے رد المحتار میں معراج الدرایہ اور بسوط سے
 نقل کیا کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ
 دونوں اطراف میں اعتدال ہو جائے ، اگر کسی ایک جانب
 کھڑا ہوا تو کراہت ہوگی لہذا وہاں یہ بھی ہے امام کا
 وسط صف کے مقابل کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نے

۲۳/۱	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	سہ عینی علی اکثر
۹۲/۱	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما یفسد الصلوۃ الخ	سہ در مختار
۱۹۴/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گندھارا موسی ایران	فصل ۳۳ جامع الرموز للفتاوی فصل ۳۳	۳۳ جامع الرموز للفتاوی فصل ۳۳
۵۶۸/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	مطلب فی کراہت قیام الامام فی غیر المحراب	سہ رد المحتار

ان المحاربين ما قصدت الا وسط المساجد
وهي عيت لمقام الامام في الضم
والاصح ما روي عن ابي حنيفة انه قال
اكره ان يقوم بين السارين اوفى زاوية
اوفى ناحية المسجد او الى سارية لانه
خلاف عمل الامة قال عليه الصلوة و
السلام توسطوا الامام الخ وازناتار غانير
مي آرنيد ويكره انت يقوم في غير
المحارب الا بضرورة ونيز مي سترماينه
يفهم من قوله اوفى سارية كراهية
قيام الامام في غير المحارب ويؤيد
قوله قبله السنة انت يقوم في المحارب
وكذا قوله في موضعه آخر والمسنة ان
يقوم الامام امره توسط الصف الخ
آخر ما هو المقول والمذكور فيه كل
ذلك يدل على انه السنة للامام انت
يقوم في المحارب ويكره ان يقوم في غيره
فما صورة التطبيق بين هذا والا قول المختلفة
او الترجيح لو احد على وجه يتبين
به، لصواب والحكم الصحيح آيا امام راتب

نہیں دیکھیں کہ محراب میں مساجد کے درمیان بنائی جاتی
ہیں جو امام کے مقام کا بھی تعین کر دیتی ہیں اور اصح
قول جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ میں ، ام کا دو
ستونوں کے درمیان یا زلیوہ یا مسجد کے گوشے یا
ستون کی طرف کھڑا ہونے کو تا پسند کرتا ہوں کیونکہ
یہ عمل امت کے خلاف ہے۔ حضور عید الصلوۃ و
السلام سے فرمایا ، امام کو درمیان میں کھڑا کرو ۔
تا ز غانیر میں ہے کہ امام کا ضرورت کے بغیر۔
محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔ یہ بھی فرمایا کہ
امام صاحب کے قول "یا سترت کی طرف" سے
مطلوبہ ہوتا ہے کہ غیر محراب میں امام کا قیام مکروہ ہے
اس کی تائید اس پہلے قول سے ہوتی ہے کہ محراب
میں کھڑا ہونا سنت ہے ، اسی طرح دوسرے مقام
پر ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام وسط صف کے مقابل
کھڑا ہو ، اس بار سے میں جو کچھ منقول و مذکور ہے
وہ تمام اس پر دال ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا
ہونا سنت ہے اور غیر محراب میں قیام مکروہ ہے ،
تو اب ان مختلف اقوال میں تطبیق کیسے ہوگی یا ان
میں سے کسی ایک کو ترجیح کیسے دی جائے تاکہ درست
راے اور حکم صحیح واضح و متعین ہو جائے ، کیا امام کا

۵۶۸/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کتب گراچی	باب الامامة	رد المحتار
۶۴۶/۱	" " " "	باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا	رد المحتار
۵۶۸/۱	" " " "	مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحارب	رد المحتار
"	" " " "	" " " "	"

محراب کے محاذی صحن مسجد میں قیام جیسا کہ ہمارے
علاقے میں متعارف ہے بنا بر اعتبار مسجد صحنی و
شعوی جائزہ شدہ یا بوجہ دیگر فال مستول
من الحضرة العلية البهية السنية الرضوية
الطهرية القدسية ان تستفيض بتحقيق المقام
وتوضيح المرام بحيث يتكشف به المشكل و
يحل به المعصل فطمئن به الا وهام۔

بینو اتوجروا۔ فقیر حقیر مستہام غلام تراپ الاقدام اذل خدام المحضوہ عالی مقام احقر الطبر محمد عبد السلام
سنی حنفی قادری جیلپوری عفی عنہ۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم ہم اس کی حمد بجا لاتے
ہیں اور اس کے رسول کریم کی خدمت میں صلوة وسلام
معرض کرتے ہیں۔ حمد و صلوة کے بعد اسے روشن ضمیر
سر پادایت مولانا الفاضل الکامل العباسی
العالم نقی نقی لائق تام، پاکیزہ ہستہ، سنی، قیمتی،
جمیل، بزرگ، اللہ تعالیٰ ان کو عزت و اکرام سے
زندہ رکھے، ہمیں اور ان کو جنت میں داخل کرے
یا ذا الجلال والاکرام آمین۔ اور سالی کردہ مبارک
مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ
علامہ شامی کی دو عبارات میں منافات کی نفی مقصود
ہے کہ ایک جگہ امام کے صحن میں عدم توسط کو
حلت کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترک محراب کو، حتیٰ کہ
اگر امام صحن کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے اگرچہ محراب
میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر
ترک محراب کو مکروہ کہا ہے حتیٰ کہ اگر امام محراب چھوڑ کر

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ ونصلی
على رسولہ الکریم۔ اما بعد برضیہ عنہ فی تخیر
مولانا الفاضل الکامل العالم العباسی السنی
الحنفی الرقی الصنی ازکی الذکر السنی السنی الجلیل
المولوی الشاہ محمد عبد السلام قادری البرکاتی
السنی الحنفی سلسلہ اللہ تعالیٰ بالعرف والاکرام و
السلامة والسلام وحی یرسلہ اسلام وجعلہ و
ایام دار السلام آمین آمین یا ذا الجلال والاکرام
مستتر نیست کہ مسئلہ مسئلہ سامی برچار سوال
اشمال دارد یکے نفی تنافی ازہ و عبارت علامہ شامی
کہ چلتے بناتے کراہت و نفی امام عدم توسط
صحن زاد اشته است نہ ترک محراب را تا آنکہ اگر
میانہ صحن ایستہ کراہت نبود اگرچہ ترک محراب گریز
و دیگر نفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستہ
کراہت باشد گو میانہ صحن یا شش و دوم دفع

تذایع از تنصیحات متون وغیرہ کے قیام در نفس
محراب را مکروہ فرمودہ اند و بازائے اوستادن
را چنانکہ سجدہ در محراب بقدر لفظ لا باس بہ کہ
مفید مجرہ اہانت عاری از فضیلت بلکہ در غالب
اطلاق مشہور کراہت است تعبیر نمودہ ' و تصریحات
مبسوط امام خواہر زادہ و معراج الدرایہ و تاتارخانیہ
وغیرہ کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش
موجب کراہت و اسارت، سوہ آنکہ امام را تب
ر ترک محراب با وضعت توسط صفت در مسجد
صیغی خواہ شش متوی مکروہ باشد یا خیسر، چنانکہ
آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ
سجدہ در دون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت
سنت یا محض مباح، دوسو پیشین مشہور
متشکل سنت عبارت اول شامی کہ ترک محراب
را جبہ ایراث کراہت نہ داشت با نصوص متون
موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لا باس
بہ گفتند پیدا است کہ ترک مباح کراہتہ ندارد
و عبارت دومش با قول مبسوط و جامعہ مشایعت
نماید کہ قیام فی المحراب چون مسنون سنت نفس
ترکش ہر آئینہ مکروہ و زیون سنت و سوال
سوم نیز از ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ او نیز از
کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستثنی می راند
و اگر نیکو بنگرند سوال چہ دم نیز از ہمیں گریبان
سر برزدہ زیر آنکہ چونکہ تصریحات ائمہ مذہب قیام
در نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت

دوسری جگہ کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے خواہ وہ در میان
صفت ہی کھڑا ہوا ہو، دوم متون وغیرہ کی
نصوص کے درمیان اختلاف کا تذایع ہے کہ بعض میں ہے
کہ محراب میں قیام مکروہ ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہونا
اور سجدہ محراب میں گھٹنے کی صورت کو اس میں کوئی حرج
نہیں کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو اس بات پر دلالت ہے
کہ یہ مباح ہے اور فضیلت سے عاری ہے بلکہ غلبہ
طور پران کا اطلاق کراہت پر ہوتا ہے، دوسرے متون
مثلاً مبسوط امام خواہر زادہ، معراج الدرایہ اور تاتارخانیہ
وغیرہ میں ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے
اور اس کا ترک کراہت و اسارت کا موجب ہے تیسرے
یہ کہ امام مقررہ کا محراب کو چھوڑنا خواہ مسجد صیغی ہو یا
شون رچہ صفت کے درمیان ہی کھڑا ہو مکروہ ہے
یا نہیں۔ چہ دم یہ کہ امام کا محراب کے سامنے اس طرح
کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب کے اندر ہو سنت اور سب
فضیلت ہے یا صرف مباح، پہلے دونوں سوالات
ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، امام شامی کی
پہلی عبارت کہ امام کا ترک محراب مکروہ نہیں ان نصوص
متون کے موافق ہے کہ امام کا مقابل محراب کھڑا ہونا
میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترک مباح میں کراہت
نہیں ہوتی، دوسری عبارت شامی کی مبسوط وغیرہ
کتب کے مناسب موافق ہے کہ جب امام کا محراب
میں کھڑا ہونا مسنون ہے تو اس کا ترک بہر طور مکروہ
ہوگا۔ تیسرا سوال بھی ماسی تشاہد کی بنا پر پسیدہ ہو کہ
ترک محراب کی کراہت و عدم کراہت ہے یا نہیں اگر

یا مستحب کراہت کنندہ مراد نباشد مگر قیام
بازائے اوقربا پس سوال اور دوستی فضیلت و
اباحت محضہ رائج شود بخالف ما فی المتن
والبسوط پس گرہ کہ این حبس باید کشود
بہین ست کہ معنی قیام فی المحاسب و
حکمش در حق امام اہل کراہت و اباحت و
استجاب حبیت و سرچہ منع شود در
کلمات کرام این چہ تنہا فی
ست ۔

اے محسن جانتے ہیں تو چوتھا سوال اسی سے جنم لے گا
کیونکہ جب ائمہ مذہب کی تصریحات ہیں کہ محراب میں
کھڑا ہونا مکروہ ہے تو اب ہر صورت فضیلت یا
عدم کراہت کا حکم نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں
جب قیام محراب کے مقابل ہو پس ان دوستوں کی
وجہ سے فضیلت و اباحت محضہ کا سوال متون اور
بسوط میں تخالف و تضاد کی طرف رائج ہو گیا یہاں
اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ امام کا محراب میں
کھڑے ہونے کا معنی و مفہوم کیا ہے ، امام کے حق
میں اس کا کیا حکم ہے مکروہ ، مباح یا مستحب ہے
جب ان بزرگوں کے کلمات سے یہ واضح ہو جائیگا
تو (پھر دیکھنا ہے کہ) منافات کیا ہے !

فَقَدْ قَالَ اِنَّهُ سَأَلَ كَرَّهَ ، كَتَا ہے کہ سے
سنت قرار دینا اور اس میں کوئی حرج نہیں " کہنا
اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے
کیونکہ " لا باس بہ " کے کلمات دفع دہم کے لئے بھی
آجائے ہیں اگرچہ وہ کام سنت بلکہ واجب بھی ہو ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے : " صفا و مردہ
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو بیت اللہ
کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ
ان دونوں کا طواف کرے " حضرت عروہ بن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبہ
عجبہ ربیعہ بنی النضر عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالیٰ ان کے

فقیر گردید یغفر اللہ لہ) امام دفع
تدفع میان حکم سنت و تعبیر جلا پاس بنظر
نظارہ خود آسان ست کلمہ لا باس گاہے برائے
دفع تو جم پاس آید مگر آں کار خود سنت بلکہ واجب
باس قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمردوۃ
من شعائر اللہ فمن حجہم البیت
او اعتمر فلا جناح علیہ ان
یطوف بہما عروہ بن ابی ریحہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما قال الشیخ ام المومنین محبوبہ
عجبہ ربیعہ بنی النضر عائشہ صدیقہ
بنت صدیق علی اللہ تعالیٰ علی بعلہا الکریم

وایہا وعلیہا وسلم را نیز آیت پر سید و گفت
 ہوا اللہ ما علی احد جناح ان لا یطوفنہ
 بالصفا والمروة ام المؤمنین شہرہ بدینی
 ما قلت یا ابنی انما انت ہذا
 لوکات کما اولتہا علیہ کانت
 لا جناح علیہ انت لا یطوفنہ
 بہما وکنہا انزلت فی الانصار
 کانوا قبل انت یسلموا یطوفنہ
 لمناة الطاغیة التی کانوا یعبدونہا
 عند المثل فکانت من اهل
 یتخرج ام یطوف بالصفا والمروة
 فلما اسلموا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم عن ذلک قالوا
 یا رسول اللہ انما کنا نخرج ان نطوف
 بین الصفا والمروة فانزل اللہ
 تعالیٰ ام الصفا والمروة
 من شعائر اللہ الایة وقد سن رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الطواف
 بینہما فلیس لاحد ان یتروک
 الطواف بینہما نظر کردنی ست ام المؤمنین
 چہاں نفی حرج را بردن تو ہم حرج خود آورد و ہم مردہ
 را یک دم ولیل ساطع رو کرد کہ اگر چنان بود سے
 لا جناح علیہ ان لا یطوفنہ خود سے

مہلک فلو انہ ان کے والد گرامی خود ان کی ذات پر رحمت و
 سلام نازل فرمائے سے اس آیت مبارکہ کے پاس
 میں پوچھتے ہوئے کہ اللہ کی قسم صفا و مردہ کا طواف
 نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں تمام المؤمنین نے فرمایا
 اسے بھتیجے! تو نے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنی
 یہی ہوتا جو تو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یوں
 ہوتے نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرے
 لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام
 سے پہلے مقام مشرک میں مناة کی عبادت کیا کرتے
 تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا
 و مردہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا جب انصار
 اسلام لائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے
 عرض کیا کہ ہم صفا و مردہ کے طواف میں حرج محسوس
 کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ
 صفا و مردہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں (الایة) تو رسول
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفا و مردہ کے درمیان
 طواف کو سنت قرار دیا تو اب کوئی ان کے طواف
 کو ترک نہیں کر سکتا۔ دیکھا ام المؤمنین نے نفی حرج
 کوہ فیج تو ہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عروہ کے
 وہم کو واضح دلیل سے رد کر دیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا
 تو الفاظ یہ ہوتے "نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں
 کا طواف نہ کرے" ان کا طواف کرے کے الفاظ

نه ان يطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است
 تر از فعل کہ او خود لازم و موجب است زیرا کہ
 واجب را در ترک حرج باشد و
 ثبوت حرج در آن مستلزم انتفاء سے آن
 از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت
 لزوم نباشد بلکہ مؤکد و معتبر آن است از معنی
 شریعت را بالطف و انحصار فقط ادا فرمود
 ولہذا چون عودہ این حکایت پیش ابو بکر بن عبد الرحمن
 بن عمار بن ہشام برو ابو بکر گفت ان هذا
 لعلو آیت را سبب دیگر از اہل علم آورد کہ
 ذکر اللہ تعالی الطواف بالیت ولم یذکر
 الصفا والمروة فی القرآن قالوا
 یا رسول اللہ کیا طوفان بالصفا والمروة
 وامن اللہ تعالی انزل الطواف
 بالیت فلم یذکر الصفا فہل علینا من
 حرج امن طوفان بالصفا والمروة
 فانزل اللہ تعالی امن الصفا و
 المروة من شعائر اللہ الاية
 قال ابو بکر فاسمع هذه الاية نزلت
 فی الفریقین لو داء الشیخان یرد
 نیز از ہماں دایست کہ لا یخفی
 در رد المحتار باب ما یکرہ فی
 الصلوة قبیل احکام المسجد

نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی ترک سے حرج کی نفی
 ہے۔ فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں، فعل تو خود
 لازم واجب ہے کیونکہ ترک واجب میں حرج ہے اور
 اس میں ثبوت حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس
 فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات لزوم کے ثبوت کے
 منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے
 والا ہوتا ہے، اس مبارک معنی کو انہوں نے کتنے
 احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا یہی وجہ ہے
 کہ جب یہ بات حضرت عودہ نے ابو بکر بن عبد الرحمن
 بن عمار بن ہشام کے سامنے رکھی تو انہوں نے کہا
 علم یہی ہوتا ہے، اسی آیت کے نزول کا سبب
 اہل علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا مگر صفا و مروہ
 کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ
 نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ
 کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروہ کا طواف مستحب کرنا
 صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،
 ”بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں“ ابو بکر نے
 کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے
 میں نازل ہوئی ہے (ابو بکر بن عبد الرحمن) یہ دوسرا
 بھی اسی (دفعہ دوم) معاملہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ
 واضح ہے۔ رد المحتار میں احکام مسجد سے تھوڑا سا

است، قد یقال ان لا یاس هنا
للدفع صایتو هم ان علیہ یاس
فی عدم الاجابة نیز در اوائل ادراک
الضریفة گوید لیست حکمة لا یاس
هنا بخلاف الاولی لان ذلک غیر مطرود
فیها بل قد تاق بمعنی یحبس
ہم در باب العیدین فرمود کلمة لا یاس
قد تستعمل فی السندوب کما فی البحر
من العناثر والجهاد ومنہ هذا
الموضحة یجائز از آرد کہ قیام فی الطاق را
مکرہ منسبہ بود نہ قوم می شود کہ شاید این چنان
قیام کہ سببہ در طاق افہ نیز مکرہ باشد
ولیع ای التباس را لا یاس آوردہ ۔ اما
فنی تنافی از وہ کلام شامی فاقبول
محقق شامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب
کلام امام امام الکلام و کلمات علمائے کرام از
جسوط و رایہ و تاتار خانسیہ آوردہ مقتضائش
و انہو کہ قضیہ ایس سخن کر است ترک محراب است
مرام را مطلق اگر چہ میاتہ صفت
استہ ایس الطلاق ما بنظرہ
وہ تخصیص بود ، یکے مستفاد از حکم

پہلے باب مایکوة فی الصلوۃ میں ہے یہ
کہا گیا ہے کہ اس مقام پر "لاباس" کا ذکر اس
وہم کے ازالے کے لئے، کہ یہاں حرج ہے اور اک الغریضہ
کی ابتداء میں ہے لا یاس کا کلمہ یہاں خلافت ادا کرنے
کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ معنی غیر یقینی ہے
بلکہ وہ تو بعض اوقات وہوب کا معنی دیتا ہے اور
باب العیدین میں بھی فرمایا لا یاس کا کلمہ مندوب
کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ تاجر کے باب
النجاة اور باب الجہاد میں ہے اور نہ کورہ مقام
اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے
جو طاق میں قیام کو مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا
شاید اس طرح کہ اگر کو سببہ طاق میں کرنا بھی مکروہ
ہے لہذا اس کو لا یاس کے ساتھ دفع کر دیا ۔ رہا
معاظہ امام شامی کی دو عبارات میں منافات ہونے
کا فاقبول (تو میں کہتا ہوں، محقق شامی علامہ
شامی نے دونوں مقامات پر امام کی گفتگو جو کلام کی
امام ہے اور دیگر فقہاء کرم کی جسوط، و رایہ اور
تاتار خانسیہ کے حوالے سے جو عبارات نقل کی ہیں ان
کا مقتضی یہ ہے کہ امام کے لئے محراب کا ترک بر حال
میں مکروہ ہے خواہ صفت کے درمیان ہی میں کہہ
بر اس کے اطلاق کے لئے ان کی نظریں دو شخص میں

۳۸۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	سہ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا
۵۶۶/۱	" " " "	سک " باب اہر اک الغریضہ
۶۲۱/۱	" " " "	سک " باب العیدین

منصوص و آن تخصیص امام غیر راتب است اسے در مسجد محلہ زیر کہ فرق احکام راتب وغیر او ہا بجا است امام جب القوا سارع والجوا مع العامة و امثالہا سلام راتب لہا و امنہ کان فلا یصل لہ علی حیرہ بل اکل فیہا سواء ولذا کانت کل جماعة فیہا جماعة اولی و کانت الا فضل فی کل جماعة ان تقدم با دان واقامة جدیدین کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرہا و بیہا فی فتاویٰ علما تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب معنی بعد جماعت اولی وہ مسجد محلہ امام دیگر باید کہ زحراب مدول نماید اقول و لعل ذلک ابانۃ لشرف الاولی و تنبیہا علی ان من تأخر أخر عن اشرف القامات و ایضا قد تأوی حق المسجد فلا یکرر فی صلوۃ مرتین لحديث لا یصلی بعد صلوۃ مشیتا رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رخص الله تعالى عنه من قوله و نأمر حکام الامام محمد انه عن النبي صلى الله تعالى عليه و سلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح

ہیں ایک تو حکم منصوص سے مستفاد ہے اور وہ تخصیص غیر مقررہ امام جب مسجد میں ہو کے اعتبار سے ہے کیونکہ مقرر اور غیر مقرر کے درمیان فرق مسجد محلہ ہی کے اعتبار سے ہے۔ رہا معاملہ مساجد شوارع یا عام جامع مسجد کا تو وہاں امام مقرر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اسے دوسرے پر فضیلت نہیں بلکہ اس میں تمام برابر ہیں اسی لئے وہاں کی جماعت جماعت اولی ہوتی ہے اور ہر جماعت میں افضل یہی ہے کہ وہ نئی اذان و تکبیر کے ساتھ ہو اس پر قانید وغیرہ میں تصریح ہے کہ مقرر امام یعنی جماعت اولی کے بعد مسجد محلہ میں دوسرے امام کو محراب سے مدول کرنا چاہئے اقول شاید اس میں پہلی کے شرف کا اطلاق ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ہر وہ شخص جو جماعت اولی سے مؤخر ہو جاتا ہے وہ افضل مقامات سے بھی مؤخر ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ مسجد کا حق او اہل بیت تھا لہذا نمازیں دو دفعہ تکرار اس حدیث کی بنا پر مناسبت نہیں کہ نماز کے بعد اس کی مثل نہ پڑھی جائے، ابن ابی شیبہ نے اسے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے اور امام محمد کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، محقق علی الاطلاق نے فتح میں

و محمدنا اعلو بذلک منّا اھ و قد حملہ
 علی الجماعة الثانیة الامامان الجلیلان
 فخر الاسلام و فخر الدین قاضی حان قل فی
 المحرف لاحاصل ان تکرار الصلوة امت
 کان مع الجماعة فی المسجد علی هیئته
 لاوی فمکرونة الزوفی و فی المدح و عن
 الغنیة عن البزار تریة عن ابی موسی
 اوالمکنت علی الھیئة الاولى لا تکرر
 و لا تکرر قل و هو الصحیح و بالعدول
 من المحراب تحکف الھیئة و فیہ عین
 التماسخانیة عن الولوالجیة و بہ ناخذ
 این تخصیص چون مبنی بر تخصیص و در رد و با این
 نمود و در مکروہات خود سخن در آن لغز و در
 آغوش بجلد فاختتم هذه العائدة لپہ کثرت
 دوم آنکہ از حکمت و علتش استنباط خواست
 و تحقیقش علی ما قول چنانست کہ معبود و متوارث
 از زمان برکت تو امان حضور سید الانس و الجن
 و علی آلہ افضل الصلوة و السلام قیام امام در
 محراب است فاما ظاہر ای سنت مقصود یعنی نہایت
 بجلد غیر و اصل سنت توسط امام در صحن است
 حکم بالغة سیادتک بیان بعضہ ان شاء اللہ تعالی
 و لهذا حائکہ قیام در محراب

فرمایا امام محمد تم سے زیادہ جانتے والے ہیں، دو
 بزرگ امام فخر الاسلام اور فخر الدین قاضی حان نے
 اسے دوسری جماعت پر محمول کیا ہے۔ تجربہ میں حاصل
 یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت محلہ مسجد میں پہلی حالت پر
 تو مکروہ ہے الخ و در لغت میں غیریہ و ہاں بزاز سے
 امام ابو یوسف کے حوالے سے ہے کہ جب پہلی حالت
 کے مطابق نہ ہو تو کراست نہیں و رد کراست ہوگی فرمایا
 یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کر لینے سے حالت
 بدل جاتی ہے اور اس میں تاخیر نہ وہاں و لا الخیر
 سے ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے یہ تخصیص چونکہ دونوں
 جگہ پر لغویں فقہاء پر مبنی تھی اس لئے اس کی تصریح
 کر دی اور مکروہات میں اس پر خود کچھ نہ فرمایا بلکہ اس
 کے آخر میں یہ جملہ کہہ دیا "اس فائدہ کو عقیدت جان تو
 دوسری (تخصیص) اس کی حکمت اور علت سے
 مستنبط ہوتی ہے اس کی تفصیل میرے نزدیک ہے
 کہ معبود سید الانس و الجن صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ افضل
 الصلوة و السلام کی ظاہری حیات سے امام کا محراب
 میں کھڑا ہونا آ رہا ہے لیکن ظاہری ہی ہے کہ یہ سنت
 بذاتہ مقصود نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مقصود ہے بلکہ اصل
 سنت امام کا صحن کے درمیان کھڑا ہونا ہے ای
 عظیم حکمتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا تذکرہ
 آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ لہذا وہ جگہ جہاں محراب

۱/۶ ص ۵ مصطفیٰ ابیانی مصر

۲/۶۲ ایک رقم سیدہ کینی کراچی

۱/۶۹۱ مصطفیٰ ابیانی مصر

۱۰ باب التور والذوال

۱۰ بکر اراقی

۱۰ مطلب فی کراستہ تکرار الجماعة فی المسجید

باتوسط صفت بر طرف افتہ اعنی جمع میان ہر دو
 نتوان کرد آنجا توسط صفت اختیار کنند و قیام محراب
 را ترک و چند شلا مسجد صیفی و جنب شتوی باشد
 و مردمان بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بعقوف صلوة
 یہ یک شہ آئی گاہ را امام را حکم است کہ محراب گزارشتہ
 بکہر دیوار ایستہ تا میانہ صفہا باشد **ف**
مد المحتار عن معراج الدراية عن
مبسوط الامام بکرخ و اهر زاده السنه
ان يقوم في المحراب ليعتدل
الطرفان و لو قام في احد جانبي
الصحن يكره و لو كانت المسجد
العقبي بجنب الشتوی و امتلا المسجد
يقوم الامام في جانب احسانه
ليستوي القوم من جانبيه و
الاصح ما روى عن ابی حنیفہ انی قوله
قال عليه الصلوة والسلام توسطوا الامام
پس ایستاد بحدیث و آن فرغ نفس غاصه
بعد از ان مقال کہ السنه انت يقوم في
المحراب و تميلش بان کہ ليعتدل الطرفان و
تعقبش بقول او و لو قام في احد جانبي الصحن
يكره ایں بہر دو دلیل روشن است بر آنکہ اصل مقصود
توسط امام است نہ نفس قیام فی المحراب

میں کھڑا ہونا اور وسط صفت دونوں میں نہ ہو سکتے ہیں
 تو وہاں امام وسط صفت کو اختیار کرے اور محراب
 میں قیام کو ترک کر دے شلا مسجد صیفی شتوی کے
 پہلو میں ہوا کہ لوگ کثیر ہوں اور دونوں مساجد کی
 دو صفیں ایک ہو جائیں تو امام کے لئے حکم ہے کہ وہ
 محراب کو چھوڑ کر دیوار کے پاس کھڑا ہوتا کہ صفوں کے
 درمیان ہو جائے، **رو المحتار عن معراج الدراية و ان**
مبسوط الامام بکرخ و اهر زاده سے ہے کہ امام کے لئے
محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف
میں برابری ہو جائے، اگر صحن کی ایک جانب کھڑا
ہو اتویہ مکروہ ہے اور اگر مسجد صیفی، شتوی کے
پہلو میں ہو، مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی جانب
کھڑا ہوتا کہ لوگ دونوں طرف برابر ہو جائیں اور اصح
طور پر امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا امام کہ درمیان میں کھڑا کرو، پس
اس حدیث سے استدلال اور اس پر اس فرغ کا
ذکر کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اس کی علت
یہ تاکہ دونوں اطراف برابر ہو جائیں اور اس کے
بعد یہ قول ذکر کرنا کہ اگر امام کسی صحن کی ایک جانب
کھڑا ہو اتویہ مکروہ ہو گا۔ یہ تمام کے تمام اس بات
پر روشنی دلیل ہیں کہ اصل مقصود امام کا درمیان
میں کھڑا ہونا ہے محراب میں کھڑا ہونا مقصود نہیں

آرے عاصب آنست کہ محراب بمقام تعدیل ارضیں
 ست چوں صفت کامل باشد خود ظاہرست و آن گاہ
 بترک محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل نقد وقت ست
 ورنہ در عاصم صاحبہ اشکال صفت برپس
 آیند کلاں موجود متوقع می باشد و زیادتش بنجیکہ
 توسط موجود ازیم باشد پس ترک محراب تعرض
 بترک سنت و مخالف صفت عمل امست بود
 و احکام فقہیہ بر امور غالبہ افساسب یا پد انہیں
 امر حکم بنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر
 مسجدہ در جائے خالی بعبہ از مرد و مرد باشد
 کہ چہیں چند کساں در وہ حاضر اند و آن بقدر زیادت
 اصل متوقع نیست آن جا اگر امام راتبہ در گوشہ
 از مسجد میانہ صفت موجود ایستہ ظاہر می ست سنت
 نباشد نیز اگر سنت قولیہ و سطو الاصلام
 خود ادا شد و سنبت فعلیہ مبتنی بر ہمیں
 حکمت بود و ایں جا از عدم ترقیع زیادت
 مذکور خود را بمرض مخالفست انگندن لازم
 نیست و فعل متوارفت از زبان اقدس
 در مسجد ست از اشہر و اخصر صاحبہ
 بود، چو مسجدے خالی را بر آن قیاس نتویں
 کردہ و کراہت حکم شریعتی ست بے دلیل
 شرعی رنگ ثبوت نسب بد پس
 ظاہراً ایں صورت نادر تر باشد
 ایں سنت مطلقاً ملامت شامی و
 ایں جبملہ مطالب را با وجہ کلام

ہاں اغلب یہی ہے کہ محراب ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں
 دونوں جانبوں میں برابری ہوتی ہے۔ جب صفت عمل
 ہو تو خود ظاہر ہے کہ اس وقت محراب کو چھوڑنا موقع پر
 سنت مقصودہ کو ترک کرنا یعنی وسط کا ترک لازم آئیگا
 ورنہ عام مساجد میں بعد میں آنے والے حضرات سے
 صفت کا مکمل پورا ترقیع ہوتا ہے اور صفت مذکور کے ہیں
 لیکن توسط موجود ہونے پر کوئی حرج نہیں پس اس صورت
 میں محراب کو ترک کرنا سنت کا ترک اور امت کی مخالفت ہوگی
 اور احکام فقہیہ اکثر طہ پر امور غالبہ پر جاری کئے جاتے
 ہیں اسی وجہ سے امام کے محراب میں کھڑے ہونے
 کو سنت قرار دیا گیا ہے، اب اگر بے آباد مسجد
 ایسی جگہ ہے جو گزرگاہ اور جائے دُور سے دور
 ہے اس میں چند لوگ اکٹھے ہیں اب اس سے
 زیادہ الزام ترقیع بھی نہیں تو امام اس مسجد کے
 کسی کو نہ میں موجود صفت کے درمیان کھڑا ہو سکتا
 ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت کے خلاف نہیں
 کیونکہ سنت قولیہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو"
 پر عمل ہو رہا ہے اور سنت فعلیہ بھی اسی حکمت پر
 مبنی ہے اور اس جگہ زیادہ کی عدم ترقیع سے مخالفت
 میں ڈالنا لازم نہیں آتا، اور آپ کی ظاہری حیات
 سے جو معمول چلا آرہا ہے وہ مشہور اور آباد مسجد
 میں ہے اس طرح کی تمام مسجد کو اس پر قیاس
 نہیں کیا جاسکتا، کراہت حکم شرعی ہے جو کسی شرعی
 دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت کا
 ظہور نادر تر ہے، علامہ شامی کا علی نظر یہی ہے
 اور ان تمام مطالب کو انہوں نے نہایت ہی اختصار

دریں دو لفظ اور افسر مرد و النظاران هذا
فی الامامہ الراتب للجماعة کثیرۃ

فمعنی قوله الامام

الراتب ای امام الجماعة الاولى و هو
الثانی و هو فی مسجد المحلة ظاهر و
فی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ
اولیٰ فاکل فی حکم الراتب فی مسجد
المحلة ومعنی قوله لجماعة کثیرۃ
ای واقعة او متوقعة و کذا قوله لثلاث
یلزم ای حالاً او صلاً ظناً واحتمالاً
هذا ما يعطيه الفقه فی تفسیر
کلامہ و تعیین مرامہ واللہ تعالیٰ
اعلم با حکامہ لکن از ای کہ بر عدل و
تخصیص اول اینجانبانہ کہ مفید او باشد
بدست نبود باستظهار خودش بودن او تصریح
نمود و در آخر خبر امر بتاکل فرمود زیرا کہ می تواند
کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام را در نفس
قیام امام راتب فی الخراب حکمت باشد پس
حرم بکلم ستران نمود کہما هو داب العلماء فی
ایجاب شہد این را تنافی نتوان گفت
کہ جائے بر منصوص و مفادیر منصوص اقتضای
درزیدہ و جائے بر راستے خود استظهار
منصوص و اگر نموده لفظ راتب ترک و

کے ساتھ ان دو الفاظ میں بیان کر دیا ہے لہذا ہر
یہی ہے کہ یہ مقرر نام اور جماعت کثیرہ کے لئے ہے
امام راتب سے مراد پہلی جماعت کا امام ہے دوسری
کا نہیں اور یہ بات مسجد محلہ میں ظاہر ہے اس
کے علاوہ مسجد میں ہر امام مراد ہے کیونکہ وہاں کی
تمام جماعتیں اولیٰ ہیں لہذا وہاں کا ہر امام مسجد محلہ
کے امام مقرر کے حکم میں ہوگا، جماعت کثیرہ سے
مراد نفس ان میں کثیر موجود ہوں یا ان کی
توقع ہر اس طرح اس کا قول "تاکہ لازم نہ آئے"
حالت یا مآل، ظناً اور احتمالاً مراد ہے جو شکی کے
کلام کی تفسیر و مقصد کی تفصیل کے بارے میں علما
سواء اللہ تعالیٰ اپنے احکام کا سب سے زیادہ
حکم ہے لیکن اس وجہ سے کہ تخصیص اول کے خلاف
اس جگہ کوئی ایسی نص جو انہیں مفید ہوتی ان کے
ہاتھ میں نہ تھی تاکہ اپنے اظہار کی صورت میں اس
کی تصریح کرے اور آخر میں "خود کرد" فرمایا کیونکہ
ہو سکتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ہاں محراب میں امام راتب کے نفس قیام میں
کوئی حکمت ہو۔ لہذا اس پر جہتاً حکم جاری نہیں
کیا، علما کا ایسے مقامات میں بحث کا یہی طریقہ
رہا ہے۔ قرآن سے منافات نہیں کہہ سکتے ایک جگہ
پر حکم منصوص اور بعض سے مستفاد پر مفسر آہستہ اور
دوسری جگہ خود اپنی رائے کا اظہار ہے اس ترک و

اظہار و اقتصار و استظهار و کلام شراح و محشیین
و خود علامہ شامی پور یافتہ می شود فانیہم اذا
لہم یجر مواہب استظہار و المہیات لہم
المشی علیہ و انما یمشون علی النصوح
و ینقطعون الیہ و یقفون لہ یدہ -

اب تحقیق کلام و تفسیر و احکام محراب و قیام
فاقول و بآلہ التوفیق و بہ الاعتصام
حضرت علامہ منزہ از صوریست جلالتہ آلامہ و
توالست لہما وہ دریں علم ہر شے را
صورتی دارد است و بہ صورت یا حقیقت
نہادہ مشرع مطہر در غالب احکام
مطلع نکتہ حقیقت شے را داشت و
صورت را نمیدہ مہمل نگذاشت اسے بسا
احکام کہ تنہا بہ صورت میرود و گاہی مجموع
حقیقت و صورت بہیات اجتماعیہ طورہ
می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم
لا یخفی علی مشکم پس چنانکہ مسجد را
حقیقتیست و آل بقعہ مخمصرہ موقوفہ
للمصلوۃ مغزۃ فی جمیع الجهات عن حقوق
العبادست کہ بیچ بنائے عمارت را در سنگ
ما بیش مدخل نیست ف الخانیۃ و
فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن
الواقعات للامام الصدور الشہید
مرجلہ ساحتہ لا بناء

اظہار و اقتصار و استظهار کے متعدد نظائر شامی
محشیین اور خود علامہ شامی کے ہاں کثرت کے ساتھ
موجود ہیں کیونکہ جب تک فقہاء کو اپنی راستے پر جزم
نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے وہ احکام منصوصہ
پر چلتے ہیں انہیں کی طرف انقطاع اور رجوع کرتے
ہیں اور انہیں پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

اب رہ گیا معاملہ محراب و قیام کے احکام و
تفسیر کا تواتر کی توفیق اور اس کے سہارے سے
میں کہتا ہوں اس ذات اقدس نے جو صورت سے
منزہ ہے اس کی قدرتیں اور نعمتیں مسلسل ہیں اس
کائنات میں ہر شے کو اس نے صورت بخشی ہے
اور صورت کو ایک حقیقت دے رکھی ہے شریعت
مطہر نے کام میں لے کر اغلب طور پر شے کی حقیقت
سے یکو صورت شے کو بھی بے فائدہ نہیں چھوڑا
بہت دفعہ احکام صورت پر جاری ہوتے ہیں اور
بعض اوقات حقیقت و صورت دونوں کے مجموعہ
پر بحیثیت اجتماعی احکام لاگو ہوتے ہیں، فاضل
لوگوں کے ہاں یہ نہایت ہی واضح اور آپ جیسے
لوگوں سے مخفی نہیں جیسا کہ مسجد کی حقیقت ہے
جس سے مادہ و بقعہ ہے جو ناز کے لئے مخمصرہ
وقف شدہ ہو اور ہر لحاظ سے بندوں کے حقوق
سے علوہ کیا گیا ہو اس کی حقیقت میں عمارت
کا کوئی دخل نہیں، خانہ اور مندر یہ میں ذخیرہ سے
و ہاں امام صدر الشہید کی واقعات کے حوالے
سے ہے کہ ایک آدمی کی کھٹی حکمتی جس میں کوئی

حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص پر وہ مخصوص سے عبارت ہے، درج ذیل آیات اور احادیث میں یہی صورت مراد ہے "اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں اور مساجد گرا دی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر گم کیا جاتا ہے" وہ لوگ جنہوں نے مسجد خراب کر دیا اور حدیث "مساجد منڈی بناؤ ان میں بگڑے نہ رکھو" اسے پہنچی ہے حضرت اسس ابو ابن شیبہ نے ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا حدیث "مجھے مساجد مزیق کرنے کا حکم نہیں دیا گیا" اسے ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ مسجد کو سونے کے پانی کے ساتھ نقش و نگار کرنا کا تعلق صورت مسجد کے ساتھ

المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والکثر احادیث و احکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت اسست اور صورت سے کہ عبارت از بنائے مخصوص پر وہ مخصوص در ایہ کریمہ ولو لا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت السوابع و مساجد می ذکر فیہا اسم اللہ کثیرا و کریمہ و الذین اتخذوا مسجدا صورا و حدیث ابنو المساجد و اتخذوا حاجتا و رواۃ التبیق عن انس و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حدیث ما امرت بتثیید المساجد رواہ ابو داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسئلہ نقش و نگار مسجد بآب زر و غیرہ مراد ہمیں صورت

سنة القرآن ۳۰/۲۲

سنة القرآن ۱۰۴/۹

سنة السنن الکبریٰ للبیہقی باب کیفیت بناء المسجد
سنة السنن ابو داؤد باب فی بناء المسجد

مطبوعہ دار صادر مدینہ منورہ
آفتاب عالم پریس لاہور
۲۳۹/۶
۶۵/۱

ست چنان محراب صورتے وارد و آن طاق معین
 و در ہر قبلہ است و تحقیقش کہ این صورت بر آن علم
 باشد بر صحت است۔ مسجد برائے قیام امام
 ملحوظ بدوئی ظاہر آئندہ در عرض مسجد (کہ
 خط عمودست بر خط مار از مصلی بقبلہ چنانکہ
 در دیار ما جنوباً شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث
 و سطو الامام و شد و الحلل رواہ
 ابو داؤد و ترمذی البیہقی و ہریرہ و ترمذی
 اللہ تعالیٰ عنہ و ترمذی و ترمذی
 و حکمت در آن تعمیل و اعتدال
 و قرب و تبعہ رجال و سماعت قرأت
 و الطمانتہ انتقال و سریان یومہ و یومہ
 شمال از امام ست دوم آئندہ در جہت
 قبلہ تا حد تیسر شری و عادی ہر چہ
 تمام تر قرب قبلہ باشد لحدیث
 کائنات بہمن مصلی رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 و بیئ المجید از صمد الشافعی رواہ
 لائتہ احمد و الشیخان عن سہیل بن سعد
 مرضی اللہ تعالیٰ عنہ و
 حدیث لایزال قومیتاً خیر و حتی

ہی ہے۔ اسی طرح محراب کی ایک صورت ہے کہ
 وہ طاق جو قبلہ کی دیوار میں جوتا ہے اور اس کی
 حقیقت جس پر یہ صورت علامت ہے وہ جگہ ہے جو
 قیام امام کے لئے دو لحاظ سے ہو، اس میں ایک لحاظ
 یہ ہو کہ عرض مسجد میں ذکر گزرنے والے خط پر خط عمود
 ہو جو نمازی سے قبلہ کی طرف گزرنے والے خط پر
 جیسا کہ ہمارے علاقے میں جنوباً شمالاً، وسط
 میں واقع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "امام کو
 در میان میں کھڑا کرو اور صفوں کے رکنے بند کرو"
 اسے ابو داؤد نے حضرت البرہرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اور انس بن مالک نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم سے روایت کیا ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے
 کہ لوگوں کے قرب و تبعہ میں برابری ہو تاکہ قرأت
 سننے، امام کے اوپر نیچے انتقال پر اطمینان و
 دامن بائیں و گوں پر فیضان میں آسانی ہو جائے
 دوسرے لحاظ یہ کہ جہت قبلہ میں جو تاکہ حد شری و عادی
 تمام تر قبلہ سے اقرب ہو اس حدیث کی بنا پر کہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور دیوار
 کے در میان بکری کے گزرنے کی جگہ موقوف، اسے
 امام احمد، بخاری و مسلم نے حضرت سہیل بن سعد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور یہ حدیث
 کہ ہمیشہ دو گدی پیچھے ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ

یُوْخِرُهُمُ اللّٰهُ عِزُّوْجِلُّ رُوَاةُ مُسْلِمٍ
وَابُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
عَنِ ابْنِ سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم
وَحَدَّثَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَا يَهْلِيْنَ
اَحَدُكُمْ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَجَوْهَةٌ سَوْدَاءُ
عَبْدُ الرَّزَاقِ فِي مَعْصُفَةٍ بِسُكُوتٍ وَرَفَعَهُ
تَوْسِيعٍ بِرَأْسِهِ مُقَدِّمًا وَفِي آيِنِهِ نَگَاوِ
عَدَمُ تَضْيِيقٍ بِرَأْسِهِ وَنَگَاوِ وَعَدَمُ تَضْيِيقٍ
پَارَةُ اَزْ قَبْلَةِ مَسْجِدِ بَاهِلِ اَوَّلِ وَتَغَاوُلِ حَسَنِ
بِقُرْبِ رُجْسَتٍ وَنَزْوِیْ رَحْمَانِ سِتِّ جِلِّ وَاَعْلٰی
فَاَمَّا اَحَدُكُمْ اِنْ اَقَامَ فِیْ صَلَوتِهِ فَاَنَّهُ
يُنَاجِیْ رَبَّہٗ وَاَمَّا مَرْبِیُّہٗ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَمَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ صَلَّی اللّٰهُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ پیداست و تَعْمِیْنِ اِیْنِ
مَوْضِعِ رَاِبِطِاقِ مَعْرُوفٍ بَلْکَہٗ بِرَیْجِ بِنَاہِزِ نِیَازِ نِیْسَتِ
تَا اَنَّهُ اَکْرَمُ مَسْجِدِ سَاخِجَتِ سَاوَدَہٗ بِاَشَدِّ اِیْنِ مَوْضِعِ
تَعْمِیْنِ وَتَحْدِیْدِ اَوْخُوْدِ تَعْمِیْنِ یُشَوِّدُ دَرِزْبَانِ عَرَبِ نِیْزِ مَعْنٰی
مَحْرَابِ بِاصْوَرِ طَاقِ جَنَّتِ نِیْسَتِ عَرَابِ مِزْکَانِ رَفِیْعِ وَحَدِّ

اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْھِیْنِ یُوْخِرُهُمُ وَاَسَیْ نَگَاوِ اَسَیْ مُسْلِمٍ
اِبُو دَاوُدَ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُمْ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سَیْ اَنْھِیْنِ نَبِیْ اَکْرَمُ صَلَّی اللّٰهُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ سَیْ رُوَایْتِ کِیَا۔ حَضْرَتِ ابْنِ سَعْدٍ
کِیْ یَہْدِیْثِ کَہْ قَمِیْنِ ہَرْگَزِ کُوْنِیْ نَمَازِ اِسْ طَرَحِ اَدَا
نَکَرِہِ کَہْ اِسْ کَہْ اَوْرِ قِبْلَہٗ کَہْ دَرْمِیَانِ بَیْکَا رِغَالِ
جَکَہٗ رَہِہٗ اَسَیْ عِبْدُ الرَّزَاقِ کَہْ مَعْصُفَتِ مِیْنِ ذَکَرِ
کِیَا سَیْ اَسْ مِیْنِ مَقَدِّمِیْنِ اَوْرِ ہَجْدِ مِیْنِ اَسَیْ وَاوْنِ
کَہْ لَیْ وَصَعْتِ، ذَاکَرِیْنِ اَوْرِ گَزِ رَہِہٗ وَاوْنِ کَہْ لَیْ
عَدَمِ تَنَگِیْ، مَسْجِدِ کَہْ قِبْلَہٗ کِیْ جَانِبِ کِیْ گُوشِہٗ کَا مَعْمَلِ
نَہْ ہونا، اللّٰهُ تَعَالٰی کَہْ قُرْبِ رَحْمَتِ کَہْ لَیْ نِیْکِ
خَالِہٗ سَیْ کِیْنِ کَہْ جَبِ کُوْنِیْ نَمَازِ مِیْنِ کُھڑا سوتا ہے تو
وہ اپنِ رَسْمِ سَیْ سَرْگُوشِیْ کَر دے ہوتا ہے اِسْ نَمَازِ
اَوْرِ قِبْلَہٗ کَہْ دَرْمِیَانِ اِسْ کَا رِبِ ہوتا ہے جِیسا کہ
بِخَاہِشِیْ وَاَسَیْ دُغِیْرَہٗ نَیْ حَضْرَتِ اِسْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی
عَنْہِ اَوْرِ نَبِیْ اَکْرَمُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ سَیْ ذَکَرِ کِیَا
مَحْرَابِ کُو طَاقِ مَعْرُوفِ یَا کِیْسِ اَوْرِ تَعْمِیْرِ کَا حَاجَتِ نَہِیْنِ
بَلْکَہٗ اَکْرَمُ مَسْجِدِ سَاوَدَہٗ مِیْدَانِ ہوتا ہے مَسْجِدِ کِیْ حَدِّ
خُوْدِ تَعْمِیْنِ ہوتا ہے اِسْ اَوْرِ عَرَبِیْ زَبَانِ مِیْنِ مَحْرَبِ
کَا اَطْلَاقِ مَعْرُوفِ طَاقِ پَرِہِیْ نَہِیْنِ ہوتا ہے ہَرْ پَلَنَدِ جَکَہٗ
حَدِّ مَجْلِسِ اَوْرِ گُھَرِ کِیْ اَعْلٰی جَکَہٗ کُو مَحْرَابِ کَا ہوتا ہے

۱۸۴/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۶/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۵۸/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۸۴/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۶/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۵۸/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

مجلس واشرف مراصب بیت را محراب مامنه لانہ
معایتنا فیہ ویتنازع علیہ فربما
ادی الی حرب و قتال و فی الحدیث
اتقوا ہذا المذابح یعنی المحارب
مروا الطیبرانی فی الکبیر والبیہقی فی
السنت عن عبد اللہ بن عمر و بن
لہاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المناوی
فی التیسر ای تجنبوا تحریک حید و
المجالس یعنی التث فی فیہا و محراب مسجد
عصب تفسیر اتر لغت و تفسیر از میں معنی ماخوذ
لانہ حیدر بالمقام و مقدمہ و اشرف
موضع فیہ لکونہ مقام الامام اوسط قطعہ
تلی القیمۃ لاجرم محراب را بطلق مقام فی المسجد
تفسیر کردہ اند در مجمع بحار الانوار است دخول
محرابا لہم ہو لموضع العالی المشرف و حدیث
المجلس ایضا ومنہ محراب المسجد و ہو
صدرہ و اشرف موضع فیہ ومنہ تخرج المس
کان یکرہ للمحارب ای لم یکن یحب ان یجلس
فی صدر المسجد و یترفع علی الناس
در قاموس فرمود المحراب الغرفۃ و حدیث اکرم

کہنکہ اس میں ایک دوسرے پر رشک کرتے اور
اس صحنہ میں جھگڑتے ہیں بسا اوقات جنگ قتل
تک فوجت جاپہنچتی ہے اور حدیث میں ہے ای
ذاب یعنی محاربوں سے بچو، اسے طبرانی نے کبیر اور
بیہقی نے سنن میں حضرت عبد اللہ بن عمر بن لہاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، شیخ مناوی نے
تیسیر میں فرمایا یعنی صدر و مجالس کی تلاش سے
بچو یعنی اس میں تنافس سے بچو۔ اتر لغت و تفسیر
کی تفسیر کے مطابق مسجد کا محراب بھی اسی معنی سے
ماخوذ ہے کیونکہ یہ صدر مقام اور اعلیٰ جگہ ہوتی ہے
اس لئے کہ امام کی جگہ قبلہ سے متصل ہے
وسط میں ہے، اسی لئے محراب کی تفسیر مسجد میں مطلق
مقام سے کی ہے، مجمع بحار الانوار میں ہے وہ ان
کے محراب میں داخل ہو اوروہ محراب بلند و
عالی جگہ ہے، صدر مجلس کو بھی کہا جاتا ہے اسی
محراب مسجد ہے، حدیث صدر اور اعلیٰ جگہ ہے، اسی
پر حدیث ذیل ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنہ محارب کو پسند نہ کرتے یعنی لوگوں پر بلند اور
صدر مجلس کے طور پر بیٹھنا پسند نہ کرتے۔ قاموس
میں ہے محراب الماری، صدر گھر، گھر کا اعلیٰ مقام

- ۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فی کیفیت بناء المساجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۴۳۹/۲
۲۔ فیض القدر بشرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۵۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۴/۱
۳۔ مجمع بحار الانوار باب المحارب مع الزام غشی نو کشور مکتبہ ۲۴۹/۱

مواضعه وعقار الامام من المسجد و
الموضع ينظر به الطلک فيستباعدت
الناس ورمز رازی منتخب صحاح ست المخراب
صدر المجلس ومنه مخراب المسجد ورمز راج
ست محارب پیشگاه پائے مجالس ومنه
مخراب المسجد ورمز مصباح النیر ست المخراب
صدر المجلس ويقال هو اشرف المجالس
وهو حيث يجلس الملوك والسادات و
العظماء ومنه مخراب المصباح ورمز العروس
ست المخراب الغرفة وموضع العالي نقله
الهردي في غريبه عن الامامی وقال
الزجاج المخراب ارفع بيت في الدار و ارفع
مكان في المسجد وقال بوسيد المخراب
اشرف الاماكن قال ابن الاثير سمی
مخراب المسجد لانفراد الامام فيه وبعده
من القوم وفي لسان العرب المخراب
صدر المجلس ومنه مخراب المسجد
ومنه مخراب غمدان باليمن
والمحمراب القبلة ومخراب

مسجد میں امام کی جگہ اور اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں
بادشاہ تنہا بیٹھا ہوتا کہ لوگ دور رہیں مخراب
رازی منتخب صحاح میں ہے کہ مخراب صدر مجلس کو
کہا جاتا ہے اور اسی سے مخراب مسجد ہے ورمز
میں ہے محارب مجالس کی اگلی جگہ اسی سے
مخراب مسجد ہے۔ مصباح النیر میں ہے مخراب
مجلس کے لئے ادنیٰ جگہ کو کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ جگہ
ہے کہ وہاں بادشاہ، سادات اور بڑے
لوگ بیٹھتے ہیں، اسی سے عید گاہ کا مخراب ہے۔
تاج العروس میں ہے لفظ مخراب کو ہر وی نے
غریب میں اسمی سے نقل کیا اور زجاج نے کہا
کہ گھر کا سب سے بلند مقام مخراب کہلاتا ہے اور
مسجد میں بلند جگہ۔ بوسید نے کہا مخراب بزرگ
جگہ ہے۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ مخراب کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیل کھڑا ہوتا ہے
اور لوگوں سے دور ہوتا ہے لسان العرب میں
ہے کہ محارب سے مراد جائے صدر ہے اسی سے
مخراب مسجد ہے، اسی سے مخراب مسجد ہے،
اسی سے یمن میں غمدان کے مخراب اور مخراب قبلہ

۵۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	۱/۵۵	سہ القاموس باب الباء فصل الحاء
۸۸/۱	دار العلم للناشرین بیروت	۱/۸۸	سہ الصحاح
ص ۲۴	مجیدی کانیپور	ص ۲۴	سہ الصحاح
۱۶۸/۱	مختصرات دار الهجرة قم ایران	۱/۱۶۸	سہ مصباح النیر تحت لفظ الحرب
۲۰۴/۱	احیاء التراث بیروت	۱/۲۰۴	سہ تاج العروس فصل الحاء من باب الیاء

المسجد ایضا صدورہ واشرف موضع
 فیہ والمحراب اکرم مجالس الملوك عن
 ابی حنیفۃ وقال ابو عبیدۃ المحراب سید
 المجالس ومقدّمها واشرفها قال وکذا لک
 هو من المساجد اذ ملخصاً در معالم التنزیل
 فرمود المحراب اشرف المجالس ومقدّمها و
 کذا لک هو من المساجد در انوار التنزیل سست
 (المحراب) ای الغرفة او المسجد او اشرف
 مواضعه ومقدّمها سمی به لانه
 محل محاربه الشیطان کانہ
 (ی سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف
 موضع من بیت المقدس در شرح او
 غایۃ القاضی سست ذکر للمحراب معانی
 المشهور منها لا خیر ولذا اقتصر
 علیہ اخیراً فی قوله کانہ کانہ
 (المحراب) الغرفة وهی اشرف
 المجالس در نفس کبیر سست
 (المحراب) الموضع العالی الشریف
 وقیل (المحراب) اشرف المجالس

مسجد کا محراب بھی اس کی اعلیٰ واشرف جگہ
 ہوتی ہے یہ امام ابو حنیفہ سے ہے۔ ابو عبیدہ
 کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلیٰ واشرف جگہ ہوتی
 ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں اور ملخصاً
 معالم التنزیل میں ہے محراب سے مراد مجالس
 کی اعلیٰ اور مقدم جگہ ہے اور مسجد میں بھی محراب کا
 معاملہ ایسا ہی ہے۔ انوار التنزیل میں ہے
 (محراب) یعنی کمرہ یا مسجد یا کمرہ و مسجد کی اعلیٰ و
 اشرف جگہ مراد ہے یہ نام رکھنے کی وجہ سے
 کہ یہ شیطان سے محاربہ کی جگہ ہوتی ہے گریا
 (سیدتنا مریم علیہا السلام) بیت المقدس
 کی اعلیٰ جگہ پر پیدا ہوئی، اس کی شرح
 غایۃ القاضی میں ہے کہ محراب کے متعدد معانی
 ہیں ان میں سے مشہور آخری ہے اسی نے
 ماتن نے اس آخری معنی پر کانہ وضع کیا
 کے الفاظ سے اقتصار کیا۔ جلالین میں ہے
 (محراب) کمرہ، یہ مجالس کی اعلیٰ جگہ ہوتی ہے
 تفسیر کبیر میں ہے محراب سے مراد بلند و اعلیٰ
 جگہ ہے، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے

۳۰۵/۱	مطبوعہ دار صادر بیروت	فصل الحاء المملک	سلسلہ لسان العرب
۳۴۲/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی بیروت	سورہ آل عمران	سلسلہ معالم التنزیل علی ہامش التاج
۵/۲	مطبوعہ مجتہبی دہلی	ۛ	سلسلہ انوار التنزیل (بیضاوی)
۳۳/۳	دار صادر بیروت	ۛ	سلسلہ حاشیۃ الشہاب المعروف غایۃ القاضی
۴۸/۱	مطبوعہ مجتہبی دہلی	ۛ	سلسلہ تفسیر جلالین

اعلیٰ وارفی جگہ ہے۔ کثافت میں ہے محراب کا معنی کمرہ
 بعض کے نزدیک مجالس کے لئے اعلیٰ و اشرف جگہ
 مراد ہوتی ہے۔ محراب کے بارے میں تمام ائمہ فنی
 کی بیزارت جن سے واضح ہو رہا ہے کہ اس سے مراد
 جگہ ہے طاق وغیرہ کی صورت کا نام نہیں بلکہ اثاثی
 بھری سے پہلے مساجد قدیمیں اس کا وجود نہ ہوتا تھا
 سب سے افضل مسجد حرام اس سے اب تک
 خالی ہے اور ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری
 حیات، خلفاء راشدین، امیر معاویہ اور عبد اللہ بن
 زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں
 صورت محراب نہیں تھی بلکہ ولید بن عبد الملک مروانی
 نے اپنے دور امارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے
 کہ یہ سب کے مدوہ امام کی جگہ پر علامت کے طور پر
 محراب کا ہونا بہتر ہے خصوصاً بڑی مساجد میں
 تاکہ ہر وہ غور و فکر نہ کرنا پڑے اور رت کو بغیر روشنی
 کے امام کو پایا جاسکے اور امام کے محراب میں مسجد کی
 وجہ سے مقتدیوں کو دست بھی مل جاتی ہے تو جب
 محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کا رواج ہو گیا اور
 تمام بلاد اسلامیہ میں یہ معروف ہوا تو یہ یہاں دلوں
 کا نام وال کو دیا گیا ہے۔ سید محمودی قدس سرہ نے

دار فہما در کثافت ست غوفۃ و قییل
 اشرف السجاس و مقدر مہا این ست
 معکم عبارات ائمہ فنی کہ از جہا نفیس موضع
 نشان می دہند از صورت طاق و چسپاں
 از نشان دہند کہ او خود حادثہ ست در
 مساجد قدیمہ تا سال ہشتاد و ہشت ہجری
 نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام
 ہنوز ازاں خالیست و در مسجد اکرم بیتہ عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز نہ زمان اقدس بود نہ
 بعد خلفائے راشدین نہ بعد امیر معاویہ و عبد اللہ بن
 زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبد الملک
 مروانی زمانہ امارت خود اصلت کردہ است و
 تا کہ حاکم بر آن غیر نیست عدم تمام نام ثنت
 ظاہرہ قبیلہ ہاشمہ کہ در توسط صفت خاصہ
 بمساجد کبار حاجت بنظر و آذمودن نیست و بشب
 نیز بہ روشنی در رک شود و براسے مقتدیوں مسجد امام
 در طاق فراخی فراسے ہم نماید چون کار مثل مصالح
 بود و رواج گرفت و زان باز در عامہ بلاد اسلام
 معدود شد پس اطلاق محراب بر آل نام مبین برآ
 مبین ست اعویسیۃ الدل باسم المدلول سید محمودی

اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی ان تصریحات سے یہ بات
 (باقی صفحہ آئندہ)

عند بتصریحات هؤلاء الکبراء رحمہم اللہ

قدسی سرفہ در خلاصۃ الوقت و در فضل بیستم باب چہارم
 فرید ریجی عن عبدالمہیمن بن عباس
 عن اسیہ ماتت عقلت و لم یس فی المسجد
 شرفات و لا محراب فادول من احد مث
 المحراب و الشرفات عمرو بن عبد العزیز
 جہد فصل دوم از لسنہ بود لہیکن للمسجد
 محراب فی عہدہ صلی اللہ تعالی علیہ
 وسلم و لا فی عہد الخلفاء بعدہ حتی
 اتحد عمرو بن عبد العزیز فی امساة
 المولید امام مسند فی در فتح الباری شرح صحیح بخاری
 آور و قدی المکرمانی من حدیث امہ
 صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کانت یقوم
 بجانب المنبر لای و لہیکن لمسجدہ عمر
 امام عینی و در عمدة القاری شرح بخاری فرمود

خلاصۃ الوقت کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا
 یحییٰ نے عبدالمہیمن بن عباس انھوں نے اپنے والد
 سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ شہید
 ہوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے سب سے
 پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن
 عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، اسی کی دوسری
 فصل میں ہے کہ رسالتناہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
 کی ظاہری حیات اور خلفائے راشدین کے دور
 میں محراب نہ تھا حتیٰ کہ امارت ولید بن عبد الملک
 میں عمر بن عبد العزیز نے بنوایا۔ امام عسقلانی فتح الباری
 شرح البخاری میں فرماتے ہیں کہ امام کرمانی نے لکھا ہے
 کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر کی ایک جانب
 کھڑے ہو کر پڑھتے تھے وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔
 امام عینی نے عمدة القاری شرح البخاری میں سنہ ۱۲۱

(بقیہ ما شیء صفحہ گزشتہ)

تدانی ظہر ان ما وقع فی الفتح مسالہ
 القیام فی الطائف انہ نبی فی المساجد
 الحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ
 تعالی علیہ وسلم ہ سہو فلیتنبہ
 ۱۲ منہ غفرلہ (م)

واضح ہو گئی کہ فتح القدر میں امام کے محراب میں
 کھڑے ہونے کے بیان میں جو کہا گیا کہ یہ محراب سب
 مساجد میں رسالتناہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی
 ظاہری حیات سے ہیں سہو و مجہول ہے اس پر
 متنبہ رہنا چاہئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۵۲۵/۲	مطبوعہ احیاء التراث بیروت	الفصل السابع عشر	سلف وفاء الوفاء
۲۴۰/۱	" " " " " "	محراب المسجد النبوی و فی صنع	سلف وفاء الوفاء
۱۲۱/۲	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	قدیمہ فی ان یكون بنی و الصلوة والسترۃ	سلف فتح الباری شرح بخاری
۳۶۰/۱	فرید ریجی مسکو	باب ما یفسد الصلوة و ما یکرہ لہا	سلف فتح القدر

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت
 یقوم بجانب المنبر لانه لم یکن لمسجد
 محراباً علامہ شیخ عقیق محدث دہلوی قدس سرہ
 العزیز و درجہب القلوب شریف فرمایہ در زمان
 آل مروصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب
 کہ الآن در مساجد متعارفست نبود ابتداء سے
 آن از وقت عصر بن عبد العزیز ست و در وقتیکہ
 امیر یمنہ منورہ بود از جانب ولید بن عبد الملک
 اموی آہ ہمد آن ست طولی مسجد در زمان
 ولید و نیست ذراع بود و عشر عرض آن یکصد و
 شصت و ہفت ذراع دوی در تکلف و تصنع عمارت
 باقصی الغایہ کوشید و علامت محراب کہ الآن در
 مساجد متعارفست اسانست و پیش از ان
 نبود آہ مختصراً ازین تقریر منیر مستنیر شد کہ بیج مسجد
 شستوی خواہ صغری تا آنکہ بقعہ سادہ موقوفہ
 للصلوۃ نیز از محراب حقیقی تہی نہ توان بود و بمون ست
 مقام امام متوارث از زبان امام الانام علیہ و علی آلہ
 افضل الصلوۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب
 راست گفتہ اند مراد ہمیں ست نہ قیام
 در محراب مصوری یا باز آئے آن
 کہ او خود در زمان سنت بود و جائیکہ

تصور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو
 میں قیام فرماتے کیونکہ اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا
 علامہ شیخ عقیق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز
 جذب القلوب میں فرماتے ہیں یہ محراب جو آج متعارف
 ہے رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبی ہری
 حیات میں نہ تھا اس کی ابتداء ولید بن عبد الملک
 اموی کے دور میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے کی
 جبکہ وہ یہ نہ طبع کے گورہ تھے آہ اور اسی میں ہے
 کہ ولید کے دور میں مسجد کا طول چار سیکس یا تھ
 اور عرض ایک سو پندرہ سٹ یا تھ تھا اور عمارت بنانے
 میں تکلف و تصنع سے انھوں نے کام لیا اور علامت
 محراب جو آج کل مساجد میں متعارف ہے اس دور
 میں نہ تھا آہ انحصراً اس پر نور تقریر سے یہ بات
 آشکارا ہو گئی کہ کوئی بھی مسجد خواہ شستوی ہو یا
 صغری جب سے وہ وقف ہوئی ہے وہ محراب حقیقی
 سے خالی نہیں ہوتی اور یہی وہ مقام ہے جو امام
 الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ والسلام کی طاری
 حیات سے امام کی جگہ بننا ہا لہذا جس جگہ بھی
 علماء نے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت
 کہا ہے وہاں یہی محراب حقیقی مراد ہے نہ کہ محراب
 مصوری میں قیام مراد ہے یا اس کے برابر جو اس وقت

سے عمدۃ القاری شرح بخاری قدیم غیبی ان کیوں میں المصنی والسنۃ مطبوعہ دارۃ الطبائع المیریہ بیروت ص ۲۸۰
 ۱۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ششم و بیان عمارت مسجد شریف نبوی مطبوعہ مکتبہ تعمیر چونکہ لکراں لاہور ص ۷۳
 ۲۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ہفتم و بیان تغیرات و زیادات کہ بعد از وصفت لکراں لاہور ص ۸۸

مکر وہ گفتہ مراد و محراب صوری استادان
ست بوجہیکہ پائے اندر قضاے او باشد بدلیل و
آن اشتباه حال امام ست بر قول و تشبہ
پر یہود و مشبہ اختلاف مکان
بر قول اصح و وجہ اطلاق
محمد۔

بھی سنت تھا، اور جہاں علامہ نے محراب میں امام
کے قیام کو مکر وہ قرار دیا ہے وہاں محراب صوری
میں کھڑا ہونا ہے اس طریقہ پر کہ اس کے پاؤں
محراب کے اندر ہوں اس پر دلیل ایک قول کے
مطابق امام کے حال کا مشتبہ ہونا اور ایک قول
پر یہود کے ساتھ تشابہ، لیکن اصح قول کے مطابق
مکان کا مختلف ہو جانا ہے اور یک وجہ امام محمد کے
قول کا اطلاق ہے۔

اقول مشتبہ ہونے کی علت میں نظر و
اشتباہ ہے کیونکہ یہ اکثر طور پر حاصل نہیں ہوتا مگر
اس صورت میں جب صفت زیادہ لمبی ہو اور یہ
اشتباہ قیام فی المحراب کے بغیر بھی حاصل ہو جائے
ہے بلکہ اس وقت بھی جب محراب اور عمارت نہ ہو
اور یہ بھی معاملت کر کیا تمام مقتدیوں کا امام کو
اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ نظر
کی ایک حد ہے جس سے تجاوز نہیں ہوتی، تو جس
طرح محراب کے اندر کھڑے ہونے پر امام کے بعد
کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتا اس طرح اس کے بغیر
بھی بعد کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ نظر نہ آئے اور
اگر محض اطلاع کافی ہے خواہ وہ بالواسطہ کسی
مقتدی کے ذریعے ہو تو محراب میں کھڑے ہونے
سے اشتباہ کا پیدا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور
بلاشبہ آخری بات (وجہ) ہی معتبر ہے ورنہ
ہر وہ شخص جو صفت اول کے بعد والی صفت میں ہو
اسے اشتباہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسی طرح

اقول فی تعدید الاشتباہ
نظر و اشتباہ فانہ لا یحصل غالباً الا
اذا اتمد طول الصفت و هو یحصل
بدون القیام فی المحراب بل مع
عدم المحراب والبناء اصل و ایضا ان
سبب اطلاع الكل بنظر نفسه قامت
النظر له حد لا یتجاوزہ فکما یجوز
عند قیام الامام فی المحراب لبعده
ما یعجز ایضا بدونہ علی بعد
اخر و ان اکثری بالاطلاع ولو بواسطہ
من معہ فی الصلوۃ فلا معنی للاشتباہ
بالقیام فی المحراب ولا شک ان
الاخیر هو المعتمد و الا
لعمدین لكل من
بعد الصفت الاول بعد من
الاشتباہ ولا لمن فی
طرف الاول علی بعد

يستمع النظر الا بالتظامت عند
القبلة ورواهاست صوم محمد
في الجامع الصغير بالكراهة
ولم يفصل فاختلف المشاشة
في سبها ففصل كونه يصير
ممتازا عنهم في المكاتب
المحراب في معقب بيت
آخر و ذلك صنيع اهل الكتب
واقترع عليه في الهداية و
اختاروا الامام السرخسي و
قال انه لا وجه وقيل اشتباها
حاله على من في يمينه
ويسار ففصل الاول يكره
مطلق وعلى الشافعي لا يكره
عند عدم الاشتباها وايد الشافعي
في الفتح بامتنان الامام
في المكاتب مطلوب و تقدمه
واجب و عناية اتفاق الملتين
في ذلك و امر تضاه في الحلية و ايد
لكن ناسا في البحر بامتنان
مقتضى ظاهر الرواية الكراهة
مطلقا بان امتين الامام المطلوب
حاصل بتقدمه بلا وقوف في مكان
آخر و لهذا قال في التلويح
وغيرها اذا لم يضيق المسجد

اسی کو بھی جو صف آوں کے اطراف میں اتنا دور
کھڑا ہو کہ نظر سے دیکھ نہ پائے۔ اشتباہ کو دور
کونے کے لئے ان کو اپنے قبلہ سے انحراف ضروری ہوگا۔
رواہتا میں ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں اس
محراب میں ہونے پر کراہت کا حکم لگایا ہے اور
کوئی تفصیل نہیں دی اس لئے سبب کے بیان
میں مشائخ کا اختلاف ہوا، ایک یہ ہے کہ امام
ایسی صورت میں ممتاز ہو کر یوں ہو جاتا ہے جیسے
وہ کسی دوسرے کمرے میں ہے اور پہل کتاب کا
طریقہ ہے۔ ہاں میں اسی پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔
امام سرخسی نے اسے ہی پسند کیا اور کہا یہ ممتاز
ہے۔ بعض نے کہا کہ امام اپنے دائیں بائیں مقتدیوں
پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت میں ہر حال میں
کراہت ہے اور دوسری صورت میں جب اشتباہ
نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ فتح میں یہ لکھتے ہوئے
دوسری کی تائید کی اور کہا کہ امام کا ممتاز مقام پر
کھڑا ہونا تو مطلوب ہے اور اس کا مقدم ہونا
واجب ہے اور اس میں دونوں فریق متفق ہیں
اسے علیہ میں پسند کیا گیا اور اس کی تائید کی
لیکن کبیر میں یہ کہتے ہوئے اس سے اختلاف
کیا کہ ظاہر روایت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حال
میں کراہت ہو اور یہ کہ امام کا مطلوبہ امتیاز آئے
ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے یہ اس کے دوسرے
مقام پر کھڑے ہونے پر موقوف نہیں ہے اسی لئے
دوالجیرہ وغیرہ میں ہے کہ جب مقتدیوں پر مسجد

بمن خلف الامام لا ينفي له ذلك
لا يشبهه بتأيت المكانات اذ يعني
وحقيقة اختلاف المكان تمنع الجواز
فتشبهة الاختلاف توجب الكراهة
والحراب وانت كان من المسجد
فصورته وهياكله اقتضت شبهة
الاختلاف اذ ملخصا قلت اى لان المحراب
انما نى علامة لمحل قيام الامام ليكون
قيامه وسط الصف كما هو السنة
لان يقوم في داخله فهو وان كان
من بقاع المسجد لكن اشبه مكانا
اخر ورث الكراهة ولا يخفى حسن
هذا الكلام فافهم لكن تقدمت
التشبه انما يكره في المذموم وفيما
قصد به التشبه لا مطلقا ولعل هذا
من المذموم مما صلا اهل
كلام الشافعي.

اقول ولا محل المترجي بعد
ما افادنا قلا عن الولوالجية وغيرها
به يشبه تباین المكانات وحقيقته
تفسد فتشبهته تکره بل لو عد
هذا دليلا بسواسه
لكنفى وشفى كما

تنگ نہ ہو تو امام کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ
دونوں مقامات کا جُدا ہونا لازم آتا ہے اور
حقیقتہً جگہ کا اختلاف جواز نماز سے مانع ہے اور
جہاں اختلاف کا شبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور
محراب اگر پر مسجد میں ہی ہے لیکن اس صورت و
جست سے شبہ اختلاف پیدا ہوتا ہے اور تلخیصاً
قلت (میں دشامی، کہتا ہوں) محراب کا
مقصد یہ ہے کہ وہ قیام امام کی علامت ہو تاکہ
اس کا قیام صف کے درمیان ہو یہ مقصد نہیں کہ
امام محراب کے اندر کھڑا ہو۔ محراب اگر چہ مسجد
کا ہی حصہ ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ
سے نہ اس سے کراہت ہوگی۔ اس کلام کا حسن
و اس سے اسے اپنی طرح محفوظ کر لو، لیکن چونکہ
غیر اہل تشبہ بڑی بات میں مکر وہ ہوتا ہے اور
اس صورت میں جب تشبہ مقصد ہو ہر حال میں
مکر وہ نہیں اور لیکن یہ مذموم میں سے ہے۔
(کلام شافعی ختم ہوا)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ "مشابہ"
کئے کا محل نہیں کیونکہ اس نے تو الجیہ وغیرہ سے
نقل کر دیا ہے کہ یہ عمل دو جگہوں کے متخالف
ہونے کے مشابہ ہے اور اگر تباین حقیقتہً ہو تو
اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تباین
کا تشابہ ہو تو نماز میں کراہت آئے گی بلکہ اگر اسے

لایخفی پیدا است کہ میں مشبہ و تشبہ و
اشتبہ ہمہ یا ہمیں در محراب صوری سست
نہ حقیقی اما قیام بحد ذات محراب صوری
آنجان کہ سجدہ در طاق افتد پس
فی نفسہ نہ کراچتے وارد لعدم الوجوه
للمذکورة من التشبيه و
التشبه والا اشتباه فیہ
نہ فضیلت لما قد من انہ
لم یکن فی اصل السنة
محراب صوری ولا محاذاتہ
پس نظر بذات خودش باشد جز مباح
ازینجاست کہ ایں راست نگفتہ و
چون مکروہ ہم نبود دفع توہم را کلا باس
آوردند آری اگر قیام بجل محراب حقیقی
موافق آید کما هو الغالب لا جرم
سنت باشد نہ ازاں رو کہ محاذات محراب
صوری سست بل ازاں جہت کہ موافقات
محراب حقیقی سست ازیں تحقیق انیق بحدانہ
روشن شد کہ اگر امام در مسجد صغی
بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافته
باشد و بیچ کراچتے برو نہ بود گو محراب صوری را
محاذی ہم مباشر چنانکہ صغی در عرض
ازید از شستوی باشد آنگاہ باید کہ از
محاذات طاق بجانب زیادست
میبیل کنند و بوسط صغی بایستد

مستقل دلیل بنایا جائے تو یہ کافی و شافی ہے
جیسا کہ واضح ہے اور یہ ظاہرات ہے کہ یہ
مشبہ، تشبہ اور اشتباہ وغیرہ تمام صورتیں محراب
صوری میں ہیں، نہ کہ حقیقی میں، محراب صوری کی
محاذات میں اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب
میں ہو فی نفسہ مکروہ نہیں کیونکہ وجہ مذکورہ یعنی
مشبہ، تشبہ اور اشتباہ یہاں نہیں ہیں، اور
نہ اس میں کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہم نے پہلے بتایا
کر دیا ہے کہ اصل سنت میں نہ محراب صوری ہے
اور نہ اس کی محاذات پس وہ اپنی ذات کے
حوالے سے سوائے مباح کے کچھ نہیں، یہی وجہ
ہے کہ اسے سنت نہیں کہا گیا، چونکہ مکروہ بھی
نہیں تو علماء دفع توہم کے لئے لفظ "لاباس"
لے آئے ہیں، اگر اس کی محاذات کا قیام
محراب حقیقی کے موافق ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا
ہے تو اب یہ سنت ہوگا مگر اس کی وجہ محراب
صوری کے محاذی ہونا نہیں بلکہ محراب حقیقی کے
موافق ہونا ہے، بحدانہ اس شرافت تحقیق
سے واضح ہو گیا کہ اگر امام مسجد صغی میں محراب
حقیقی میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ یقیناً سنت
کو پانے والا ہے اور اس پر ہرگز کوئی کرا
نہ ہوگی اگرچہ وہ محراب صوری کے محاذی نہ ہو
کیونکہ جب مسجد صغی عرض میں شستوی سے زیادہ
ہو تو اس وقت محراب کی محاذات میں جانب
زیادت کی طرف ہو کر صغی کے درمیان میں

محراب حقیقی قیام کردہ باشد بدستور و شستوی
نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گذاشتہ
بوسط شستوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست
آید در ولایت افغانستان از علاقے زمان کہ
قیام امام را در مسجد صیغی مکر وہ گویند دلیل بر آن
از ہماں مسئلہ سنیت قیام فی المحراب چوں در
سوا یکہ نزد فقیر ازان ولایت آمدہ بود و انہود
ناشی از اشتباہ معنی محراب است حسنہ زبان
اور محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت
کر دہ اند و دانستہ شد کہ قیام در صوری سنت
نیست بلکہ معنی حقیقیش طرد مکر وہ ہے سنت و انکہ
سنت است پر مسجد صیغی نیز فقہ وقت سنت
پس کراہت ارکباں امام ابن الہمام در بیع ایسی
را بہک ایضاً داد کہ منہود و لولہ
تبیین (ای المحادیب) کانست
السنة ان يتقدم في محاذاة ذلك
المكان لانہ یحذف وسط
الصف و هو المطلوب اذ قیامہ
في غیر محاذاتہ مکروہ
اھ و اگر چنان باشد کہ صیغی
مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت
برہر و زیرا کہ آنجا محراب صوری نتوان یافت
و مجرد محاذات اگر چہ از دور بندہ نیست کما

کھڑا ہونا چاہئے تاکہ محراب حقیقی میں قیام ہو جائے
اسی طرح شستوی میں بھی اگر طاق وسط میں نہیں
تو امام طاق چھوڑ کر شستوی کے وسط میں ہو جائے
تاکہ محراب حقیقی کو پایا جاسکے، افغانستان کے
علاقے میں اس وقت کے علماء مسجد صیغی میں امام
کے قیام کو مکر وہ قرار دیتے ہوئے یہی دلیل
دیتے ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے کیونکہ
اس ملک سے فقیر کے پاس جو سوال آیا ہے اس سے
واضح ہوتا ہے کہ انہیں معنی محراب میں اشتباہ ہے
اور انہوں نے محراب صوری مقرر کیے ہیں مگر محراب
حقیقی سے غافل ہو گئے ہیں اور معلوم ہوا کہ
صوری میں قیام سنت نہیں بلکہ اسے حقیقی کہنا
ہدایت خود خرد ہے اور جو سنت ہے
وہ صیغی مسجد میں بھی درست ہے، پس یہاں
کراہت کہاں! امام ابن الہمام نے فتح القدر
میں اسے واضح کہتے ہوئے کہا کہ اگر وہ بنے ہوئے
نہیں (یعنی محاریب) تو سنت یہ ہے کہ اس
بلک کے محاذی کھڑا ہوا جائے کیونکہ وہ وسط صف
کے محاذی ہے اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محاذات کے
علاوہ امام کا قیام مکر وہ ہے اھ اور اگر ایسے ہو
کہ صیغی اقامت جماعت کی صلاحیت نہ رکھتی کیونکہ
وہاں محراب صوری نہیں اور صرف محاذات اگرچہ
دور سے جو محراب کی نشانی ہیں سچے ہیں کہ تو نے

علمت وقد اختلفوا به والا لم يحكموا
بكرهية قيام الامام في الصلوة
مطلقا وای برخلاف عمل و نیت جملہ امت
ست مسجد را برد و در جبہ سرا و گرا از بھیں
رو بخش می کنند کہ بہر موسم اقامت جماعت
ہر مسجد نتوانند اگر این پارہ از قیام امام
معلل ماند لا حسب جماعت را نیز لازم
باشدم در پارہ شتوی صفہا بستن کہ
فرد امام بہر جبہ خود مکروہ ست پس از صغی
ہمہو یا بند مگر بعض قوم در بعض احیان
آنگاہ کہ شتوی ہمہ آورده شود و این یقینا خلاف
نیت و قصد جملہ بانیان و عمل و قرار مشہ عامہ
مومنان ست باز در مسئلہ دراریہ و علائقہ
و تخیریر و خزائنہ المقتیین و غیرہ کتب معتبرہ ست
قوم حلوس فی المسجد الداخل
وقوم فی المسجد الخارج اقام
المؤذن فقام امام من اهل الخاسرج
فامهم وقام امام من اهل الداحد
فامهم قال من سبق بالشروح فهو
والمقتدون به لا كراهة في حقهم
چرا بلائے نمی جنس مطلقا سلب مستغرق نمایند چرا
نموند کہ امام مسجد صغی و مقتدیانش بہر حال
در گرد و گاہست اند زیرا کہ قیام

کجسا اور جیسا کہ انہوں نے اس کا اعتراف
کیا ہے ورنہ وہ صغی میں مطلقاً قیام امام کو
مکروہ قرار نہ دیتے حالانکہ یہ بات تمام امت کے
عمل کے خلاف ہے کیونکہ مسجد کے دو درجے
موسم گرما و سرما کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں کہ
ہر موسم میں ایک جگہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی تو
اگر یہ قصد قیام امام سے معلل ہو تو لازم ہوگا کہ
جماعت بھی شتوی حصے میں صغی بنائے
کیونکہ امام کا تنہا ہونا بذات خود مکروہ ہے تو اس
طرح صغی حصہ سے فائدہ صرف بعض اوقات بعض
لوگ اس وقت ہی اٹھا سکیں گے جب شتوی حصہ
پڑ ہو جائے گا اور یہ بات تمام بانیان صاحبہ کی
ہست اور اہل اور تواریث امت کے خلاف ہے ہندیہ
برازیہ، فلاحد، فہیریر، خزائنہ المقتیین وغیرہ کتب
معتبرہ میں ہے کہ کچھ لوگ مسجد کے اندر اور کچھ مسجد کے
حصے میں سے خود نے اذان کہی اہل خارج میں سے
امام نے جماعت کرائی اسی طرح اندرونیوں میں سے امام
نے جماعت کرائی تو جس نے پہل کر دی وہ امام ہو گا اور
تمام لوگ اس کے مقتدی ہوں گے ان کے حق میں کوئی
کراہت نہ ہوگی کیونکہ یہاں کافی جنس انہوں نے
استعمال کیا ہے جو مطلق سلب کا احاطہ کرتا ہے
انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ مسجد صغی کا امام اس کے
مقتدی بہر حال کراہت میں مبتلا ہونگے کیونکہ انہوں نے

فی المحراب را ترک گفتند بامحمد این خطا سے
خاشستہ ست کہ ولایتیان دیری حبسزد زمان
حدیث کردہ اندازیں باخبر بایہ بود۔

سخنی راندن ماند از استظهار علامت می
عالمہ اللہ باسطنی انامی اقوال انچه بالا گفتہ ایم
غایت توجیہ کلام آن حاصل علام بود و هنوز
گل نظر سے دیدن داد و ماثور و مورث چنانکہ
دانی ہماں قسیم امام در محراب حقیقی ست
و آن مقام اشرف موضع و صدر مسجد ست چنانکہ
شنیدی پس ترک ادبے عذر شرمعی عدول از
افضل و خلاف متوارث الحسن و فرنا مبسوط و لالت
بر آن نادر کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ
غایتش آنست کہ توسط صفت ست علیہم ہمہ تر
از آن ست چون ہر دو دست و گریبان شود اقلیاً
پرست توسط رو و پس انچه بدلی می چسبہ کلمات
ائمہ را بر اطلاق آباء اشتق اگرچہ در کمال غرل
باشد غییر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحراب
محراب حقیقی محراب اشتق ست ہذا اخرا کلام
فی ہذا المقام وقد انضج بہ کل صراحہ
و لکشف بہ جمیع لاوہام و التامت کلمات
الاعۃ اکرام و ما توفیق الایان اللہ الملک العلما و
السلام مع الاکرام علی مولد عبد السلام واللہ
سبحنہ و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

چرمی فرایند علمائے دین و فضلاء شرع متین

محراب میں قیام کو ترک کیا ہے حاصل کلام یہ کہ یہ
بہت بڑی غلطی ہے جو کس دور میں ان علما میں
پیدا ہوتی ہے اس سے باخبر ہونا چاہیے۔

در محاطہ علامہ شامی کے مختار قرار دینے کا تو
میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس حاصل
علام کے کلام کی غایت توجیہ ہے اور جو کچھ منقول
متوارث ہے وہ امام کا محراب حقیقی میں قیام ہے
اور وہ مقام سب سے اعلیٰ اور صدر مسجد ہوتا ہے
جس کا آپ پر مذکور ہے لہذا اس کا ترک بغیر کسی عذر کے
افضل سے اعراض اور متوارث محل کے خلاف ہے
اور مبسوط کا جزئیہ اس پر دلالت نہیں کرنا کہ یہ مقام
فی نفسہ مقصود ہمس ملکہ مادہ سے زیادہ یہ کہ صفت کے
در بیان کلام ہونا سنت عظیمہ ہے کیونکہ جب دونوں
میں تعارض ہو تو وسط میں کھرا ہونا سنت اور محراب
جو کجا، دل گئی بات یہ ہے کہ ائمہ کے کلام کو اپنے
اطلاق پر رکھیں اگرچہ کز ورسی بات ہے تاہم اس
سے محلہ کی مسجد میں چلے امام کا حقیقی محراب کو چھوڑنا
مرا ہے، یہ اس مقام میں آخری کلام ہے اور
اس سے پورا مقصد واضح ہو گیا اور تمام ائمہ کا
کلام موافق ہو گیا و ما توفیق الایان اللہ الملک
السلام و السلام مع الاکرام علی مولدنا
عبد السلام واللہ سبحنہ و تعالی اعلم
و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)
پھر ام سلمہ مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلاء شرع متین

اسی مسئلہ میں کہ نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر نکال کر اس کی بائیں جانب کو دائیں کا ندھے اور اس کے دائیں حصہ کو بائیں کا ندھے پر ڈالتا ہے حتیٰ کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت و سر میں تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بیت حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک پٹہ میں سے طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کا ندھوں پر تھیں۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو حالت سمت میں ڈال لے۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں صورت اشتغال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دیکیں کا ندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کا ندھے

اندر میں صورت کہ شفعہ مصلیٰ ردائے خود را بدین نوع پوشد کہ اولاً وسط را در برابر پشت نہاد و ہر دو سرش را تحت البلیں بیرون آوردہ باز بجانب چپ بر منکب راست و طرف راست را بر منکب چپ افکند حتیٰ کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سر میں رسد این صورت در حالت صلوة مشرعاً جائزست یا نہ؟

جائزست فی الصلوة عن عمر بن ابی سلمہ عن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مثلاً بہ فی بیت ام سلمة و اصحابہ فیہ عن عائشۃ و لبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخلف بایم طرف فیتہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ و راشعۃ اللمعات می فرماید صورت اشتغال آنست کہ طرفے راست از جامد کہ ہر دو سرش راست است گرفتہ ہر دو سرش چپ بنید از دو طرف چپ

کہ بروش چپ است از زیر دست چپ
گرفته بروش راست بنید و پستر بند و ہر دو
طرف را بر سینہ و غالباً، حقیق بہ بستر
ہر دو طرف بر سینہ بر تقدیر نیست کہ گوشہاے
چہ دراز نہ باشد و ہم و اشدن بود و اگر دراز
بسیار باشد احتیاج بہ بستر نباشد چنانکہ از
لباس فقرائے عین ظاہر میگردد و لہذا در عبارت
بعض شایعین، یہ قید واقع نشدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۱۳ از ملک ہنگامہ ضلع عین سنگہ مرسلمہ عبدالحکیم
۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوترہ جو صحن میں ملا صق بیچ کے درمیں جو کچھ بلند ہی ہوتی ہے
اُس پر نثار جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کے اگر ادا کر دیا جائے تو نماز جائز
ہوگی یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے۔

لمشاہدۃ الیہود فامہم یجعلون لامام
عین دکانت متاناً اعمین خلفہ
والاصوات لا تقدیر، بل عند
ما یقیم بہ الامتیاں یکرہ حکما فی الدن
اور اگر اسے دور کر دیں تو امام اگر درمیں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے

لقول امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائی
اکبرۃ الامام ای یقوم بین الساریتین
جہاں سے امام جنی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ ہے
کہ امام کے دوستوں کے درمیان کھڑا ہونے کو

۱/۳۴۴ مطبوعہ نورین رضویہ مسکن
۱/۹۲ مطبوعہ مجتبیٰ دہلی
۱/۳۲۰ مطلب فی کراہتہ قیام الامام فی غیر الجواب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

کما فی البھراج۔ ناپسند جانتا ہوں جیسا کہ معراج میں ہے (تہ)

اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کسی کی بطنی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی در المختار سرحدیہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ تہ) تو جب صحن میں صحنوں کے لئے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی بقدر سجدہ کھڑے کر عاقل کے مثل بنائیں اور اتنا کرا صحن سے جو رکریں تمام صحن میں کھڑا ہو کر اس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ انارونی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مسئلہ حافظ عبد الحکیم صاحب مدرس

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قیل یا پڑھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب میں فرق کیا الّا قرآن پڑھنے سے۔ جینو اتوجروا۔

الجواب

ترتیب الخلفہ سے نماز کا عادیہ واجب ہونہ سجدہ سو آئے۔ ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصد کرے گنہگار ہو گا ورنہ نہیں اور اگر سجدہ کی سورت پڑھاں بت حق ہاں سے اوپر سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہو گا کیونکہ اس نے قصد کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اُس کا حق ہو گیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہو گا۔ روا التمار میں ہے :

قراءت میں سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے، چھوٹے بچوں کے لئے ضرورت تعلیم کے پیش نظر جائز ہے تاکہ آسان ہو ط۔ خلاف ترتیب یا تھوڑا فاصلہ اس وقت مکروہ ہے جب دانستہ ہو اگر بخیر کرے جو تو مکروہ نہیں شرعاً علیہ، اور جب کراہت ختم ہو تو مشروع سے اعراض مناسب نہیں۔ خلاصہ میں ہے کسی ایک نے سورت شروع کی اور دوسری کا ارادہ کیا جب ایک آیت یا دو آیات تلاوت کیں تو اس نے چاہا کہ یہ سورت چھوڑ دے اور وہ شروع کرے جس کا ارادہ تھا تو یہ مکروہ ہے الخ

ترتیب سور فی القراءۃ من واجب مت التلاوة والما جواز للصغر تسهیل لا لضرورة التصدیغ التعلیسی او الفصل بانقصیر انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سهوا فلا شرم المیة ، واذا انتفت الکراہۃ فاعراضہ حلت التی شریع فیہا لا ینبغی ، وفی المحدثۃ اختلفت سورۃ و قصیدۃ سورۃ اخصرعب فلما قرأ یتۃ او آیتین من دان یتروک تلك السورۃ ویفتتح التبع امرادھا یکرہ الخ

وفي العتحة ولو كان اي المقر وحرفا واحدا
في رد المحتار منهم قالوا يجب الترتيب في
سورة الفاتحة فلو قرأ منكوسا اثم لو كان
لا يلزمه سجود السهو لان ذلك من
واجبات القراءة لا من واجبات الصلوة
كما في المحرر باب السهو الشامي اقول
وبه يظهر ما في فتاوى الشريعة الإسلامية
الدين والسد ذلك العلم بحر
العلوم من حيثها الله تعالى بايجاب السجود
فيه بآية على وجوبه فانه خلاف
لسقول المنصوص عليه في كتب المذهب
وقد كانت يتوقف فيه المولى بحر العلوم
قدس سره ، والله تعالى اعلم

مشتمل ۱۰۵
۲۱ ذیقعد ۱۲۲۲ هـ

اور فتح میں ہے کہ اگرچہ پڑھا ہوا محض ایک حرف ہو الخ
رد المحتار میں ہے کہ فقہائے فرمایا ہے کہ قرآنی صورتوں
میں ترتیب ضروری ہے اگر کسی نے خلاف ترتیب پڑھا
تو وہ گنہگار ہوگا لیکن اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوتا
کیونکہ یہ واجبات قرات میں سے ہے نماز کے
واجبات میں سے نہیں جیسا کہ تحریر کے باب السہو میں ہے
شامی، اقول (میں کہتا ہوں) ، اسی کے ساتھ
یہ بھی واضح ہو گیا کہ تطبیق نظام الہی والد گرامی
علیہ السلام بحر العلوم رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمادی
کہ اس صورت میں سجدہ سہولاً لازم ہے کیونکہ یہ عمل
واجب ہے یہ کتب نے سبب میں منقول لغوی کے خلاف
ہے اور اس میں بحر العلوم قدس سرہ نے توقف سے
کام لیا ہے ، لہذا تعالیٰ اعلم (ت)

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اُلٹی دُنیٰ اڑھ کر نماز پڑھی تو
وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعداء ہوگی یا فاسد وغیرہ؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب

واجب الاعداء اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے، کپڑا اٹھا پہنا اڑھنا خدات معناد میں داخل ہے اور
خلاف معناد جس طرح کپڑا پہن یا اڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت
اتقی باؤب و تعظیم ہے۔

واصل كراهة الصلوة في ثياب مهنته
قال قف العذر وكراهة صلواته في ثياب
اصل یہ ہے کہ کام و مشقت کے لباس میں مکروہ ہے
اور میں ہے نماز کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا

معاذ اللہ! **اقول** وہ نظر
 طاهر عات انکشاف شئی من بعد الروح
 و بطنہ لا اعادة فيه اذ اکان عاتقة
 مستوریت و انما نهی التبی علی اللہ
 تعالیٰ عیب و سلو علی اذ اصلی فی ثوب
 واحد و لیس علی عاتقة منه شئی ولا شک
 ان اس سال اطراف مثل الشایة من
 دون ان یزر ازاره، نحایشبه السدل
 نفس هیأة و لا مدخل فیہ لوجود
 القميص تحته و عدمه لمان السدل
 سدل و ان کان فوق القميص و رأیتنی
 کتبت عن هامش ما نصه **اقول** النظر کان
 ففی کرهته القیم اما التحزی فی فلا شئی فی ثوب

ہو جو بدن و عاتق دسے **اقول** میں کہتا ہوں،
 اس میں نظر ہے کیونکہ انسان کے سینے اور بطن کے
 کسی جیسے کا ظاہر ہونا اس میں کوئی برائی نہیں جسکے
 اس کے کاندھے مستور ہوں اور ساتھ ساتھ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے اس صورت میں ایک کپڑے میں نماز سے
 منع فرمایا ہے جسکے اس کے کاندھے پر کوئی شئی نہ ہو اور
 اس میں کوئی شک نہیں کہ اطراف کا گھومنا بھی جائز
 کے بغیر سدل کے مشابہ ہے اس میں نیچے قمیص اور عدم
 قمیص کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سدل سدل ہی ہوتا ہے
 اگرچہ قمیص پر جو اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے
 حاشیہ پر لکھا ہے **اقول** نظر تب ہے کہ اگر کراہت
 تو ہی سوا اگر تہہ ہی ہو تو اس کے ثبوت میں کوئی
 شک نہیں۔ (د۔)

ہاں اگر قصہ ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل ہے پڑا ہی جائے اور اس کا ادب و اجلال ہو جائے تو کراہت و
 حرمت درکنار معاذ اللہ اسلام ہی نہ رہے گا۔ کما قالوا فی الصلوة جاسوا النوا من اداکان للاستہانة
 (جیسا کہ علماء نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو شستی و کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرتا ہے۔ ر۔ ت۔) والعیاذ
 باللہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے مخلوہ سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے،
 تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

فی حدیث سنت ہوا، حدیث میں ہے:

لفرق بینا و بین المشرکین العمامہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فترق ٹوپیوں پر

۶۴۰/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی	باب ما یضد الصلوة	سہ رو مختار
۵۲/۱	مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی	باب اذ اصلی فی ثوب واحد	مجمع بخاری
۳۴/۱	المجمع اسلامی مبارک پور انڈیا	مکروہات الصلوة	مجمع ترمذی و مختار

علی القلاسی

علامہ باندہ مناسے۔ (ت)

وقرر الشیخ قدس سرہ فی النہج

اور شیخ قدس سرہ نے لغات میں ثابت کیا ہے

انہ تعصم مشرکی العرب ثابت معلوم فالنہج

کہ مشرکین عرب کا علامہ باندہ مناسے ہے، اب

اننا جعل لعمادہ علی القلاسی و ہم

معنی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپوں پر علامہ باندہ مناسے ہیں اور مشرکین

یتعممون بد و نہاد۔

ٹوپوں کے بغیر۔ (ت)

پھر اگر کوئی چھوٹا ہو کہ ایک دو پیچ سے زائد نہ کر سکے تو یہ سنت علامہ کا بھی ترک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از رام پور مسئلہ جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

(مع رسالہ نعم الجواب فی مسئلہ المحراب)

خلاصہ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفاً کہ اس تکلیف و گرمی سے بچے بھی مر جاتی ہے اور بیہوشی ہوتی خوف ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں سمجھتا تو جود

الجواب

تحریر فقیر جواب مولوی محضر اللہ خان صاحب و تائید مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ المجیب خیر او شیب و ایدی الغاضد المؤید بنصرہ القریب (جواب دینے والے کو اللہ جزائے خیر دے اور اس فاضل کو مدد قریب سے فائزے۔ ت) فی الواقع زید کا قوس محض باطل و جہالت اور اس کی پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز و جماعت نماز کو اس درجہ اضرار صریح ضلالت ہے، فقیر نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تنقیح تمام اور محراب کی تحقیقی و صوری اقسام اور حدیثاً و فقہاً ان کے احکام اور تحقیق مرام و ازالہ اوہام بفضلہ تعالیٰ برد جبہ کافی و شافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ حدیث و بزازیرہ و مقدمہ و نظیریہ و خزائنہ الحقیقین وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے،

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقہام کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ خارج مسجد میں مؤذن نے تکبیر کی اہل خارج میں سے امام نے جماعت کرائی

رے سنن ابوداؤد باب فی السلام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۸/۲

مشکوٰۃ المصابیح کتاب الباس ایک ایم سی سی کمپنی کراچی ص ۳۷۲

مامن اهل الخارج فامهم وقدم امام
من اهل الداخل فامهم من لم يصب
بالشروع فهو والمقتدون به لا كراهة في حقهم
امام ابن امير الحاج صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، المسجد الخارج صحن المسجد (مسجد
خارج سے صحن مسجد مراد ہے۔ ت) دیکھو کسی قریب ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھتی جماعت کرنی امت کر لی اصلاً
کسی طرح مکروہ نہیں

لان السابق بالشروع في العمرة المذكورة
ان كان امام الخارج وهو الذي هو و
مقتدون كلهم في الصحن كان هو المحكوم
له بقول الاثمة هو والمقتدون به
لا كراهة في حقهم ولا هذا لنفي الجنس
فتفيد نفي حائل كراهة عنهم وهو
المقصود - والله تعالى اعلم

مسئلہ از ماہر و مطہر کبرہ محلہ مدرسہ دہری محمد طیب صاحب م مجموع الحرام ۲۲۳
جوئیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو سلمہ سعید بن یزید
اردی نے خبر دی کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تیسریں
پہننے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا

حدثنا آدم بن ابی ایاس قال ان ابو سلمة
سعید بن یزید الازدی قال سالت انس بن
مالک اکان السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یصلی فی تعلیہ قال نعم
آدم بن ابی ایاس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو سلمہ
سعید بن یزید الازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیہ میں نماز ادا کی ہے؟
انہوں نے فرمایا ہاں۔ (ت)

لے فتاویٰ ہندیہ فصل فی بیان من ہوا حق بالامامة
علامۃ الفتاویٰ الفصل الخامس فی الامامة والقيادة
۸۴/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۲۵/۱ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ
۲ علیہ العمل شرح فیتہ العمل

اسی میں ہے،

منہا (ای من الفرائض) السجود بجمہتہ
وقد میہ ووضع اصبع واحدة متھما
شوط۔

غنیہ میں ہے،

وسجد ولم یضع قدمیہ علی الارض
لا یحوز ولو وضع احدھما جائز۔
غنیہ میں ہے،

المرا د من وضع القدم وضع اصبعیہا
قال التز اهدی و وضع من رؤس القدمین
حالة السجود فرض فی محقق المکرخ
سجد و یضع اصبع من جلیہ عن الارض
لا تجوز و کذا فی الخلاصة والبرازی وضع
القدم بوضع اصبعه وان وضع اصبع
واحدة ووضع ظهر القدم بلا اصبع
ان وضع مع ذلك احدی قدمیہ صح
والا فلا فہم من هذا ان المراد بوضع
الاصابع توجیہہا نحو القبلة لیسکون
الاعتقاد علیہا والا فهو وضع ظهر القدم
وقد جعلہ غیر معتبر و هذا مما یجب
التنبیہ لہ فان اکثر الناس عنہ
غافلون۔

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیٹ فی اور
قدین پر سجدہ کرنا ہے اور ان دونوں پاؤں میں سے
ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)

اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا
اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا (ت)

قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے۔
زاد ہی نے کہا حالت سجدہ میں دونوں قدموں
کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔
مختار کرتی ہیں سے اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں
کی انگلیاں زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔
اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ بزازہ میں قدم رکھنے
سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت
انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی
ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح و نہ نہیں، اس سے
یہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد
انہیں قدم کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ
قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا
ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ
اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (ت)

۴۰/۱	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت	باب صفۃ الصلوۃ	سئلہ در شمار
۲۶۱	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	باب فرائض صلوۃ بحث السجود	سئلہ نیزہ المصل
۲۸۵	سہیل اکیڈمی لاہور	فرائض صلوۃ	سئلہ غنیۃ المستمل شرح نیزہ المصل

بحر اراتنی و شربلا یر میں ہے :

السجود فی الشریعة وضع بعض الوجہ
مما لا سحرية فيه وخرجه بقولنا لا سحرية
فيه ما اذا رفع قدميه في السجود فانه
لا يصح لان السجود مع رفعهما
بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاحلال
ویکفیہ وضع اصبع واحدة فلوله يصح
الاصبع اهلا ووضعه ظهرا لا يقدم فانه
لا يجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع
اه متقطعا

جوہرہ نیرہ میں ہے :

من شرط جواز السجود ان لا يرفع قدميه
فان رفعهما في حال سجوده لا تجزیه
السجدة وان رفع احداهما قال في
المرتبة يحزیه مع الكراهة ولو هي
على السدكان وادى من جلبيه عن الدكان
عند السجود لا يجوز وكذا على السوير
اذا ادلى من جلبيه عنهما لا يجوز

فتح القدیر میں ہے :

ما افتراض وضع القدم فلان السجود

شریعت میں سجدہ یہ ہے چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس
میں تحریت نہ ہو لا سحرية فيه اسے وہ صورت
خارج ہو جاتی ہے جس میں دونوں قدم حالت
سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالت سجدہ میں
ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہوتا تعظیم و عزت کے
بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں
ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے پس
اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر
پیش قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے
رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے (تخصیصاً) (ت)

جواز سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم
زمین سے اٹھے ہوئے نہ ہوں اگر حالت سجدہ
میں اٹھے ہوئے ہوتے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا
اور اگر ان میں ایک رکھا ہوا تھا تو مرتبہ میں ہے
کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا، اگر کسی نے اونچی
بلکہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے
لٹکا دیئے تو جائز نہیں، اسی طرح چار پائی سے
اگر پاؤں نیچے لٹکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)

قدم کا زمین پر لگنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کا

سے بحر اراتنی باب مفت الصلاة
رکعہ جوہرہ نیرہ شرح قدوری

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
کتبہ امادیر، ملتان

۲۹۳/۱
۹۳/۱

موجر فحش یا سلاعیب، اشبه منه بالتعظیم
والاجلال ویکفیه وضع اصبع واحدة وقف
الرجل ووضع القدمین فرض فانت رفع
احدهما دون الاخری جازو یکره

شرح نقایہ قمستانی میں ہے :

الصحيح ان رفع القدمین مفسد كما
في القنیه

فتح اللہ المعین میں ہے :

وضع اصبع واحدة من القدمین
شروط

اُسی میں ہے :

يفترض وضع واحدة من اصبع
القدم

صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو
فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ قنیه میں ہے۔ (دست)

قدمین کی ایک انگلی کا کُلنا شرط
ہے۔ (دست)

قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگنا
فرض ہے۔ (دست)

اُسی میں زیر قول کمز وجه اصابع الرجال نحو القبلة (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف
کے زمین پر ٹکایا جائے۔ دست) فرمایا :

خص اصابع الرجال بالذكر مع ان
اصابع اليدين كذلك حتى يكره
تحويلها عن القبلة اما خصها
وضعها موجهة كما
ذكره فروع فندع ونصه

مطبوعہ فوریر رضویہ سسکٹر ۲۶۵/۱

مکتبہ اسلامیہ گنجدقا موسی ایرت ۱۲۰/۱

ایچ ایم سید کمپنی کراچی ۱۶۹/۱

" " " " ۱۹۱/۱

باب صفة الصلوة

فصل فی فرائض الصلوة

باب صفة الصلوة

" " " "

فتح القدير

جامع الرموز

فتح اللہ المعین

" " " "

قال السراهدی و وضع رأس من القدمین
حالة السجود فرضاً و فی مختصر
الکرخي سجد و رفع اصابع الرجلین عن
الارض لا يجوز قال و فهم من هذا
ان السرا و وضع الاصابع توجیهها نحو
القبلة لیکون الاعتماد علیها و الا فهو وضع
نظیر القدر و هو غیر معتبر و کذا المحلی
عن المنیة الخ۔

نور الایضاح و مرقی الفلاح میں ہے ،
من شرط صحة السجود وضع شئ من
اصابع الرجلین موجهاً بباطنه نحو
القبلة و لا یکنی لصحة السجود وضع
ظاهر القدمین
رد المحتار میں ہے ،

و کذا قال فی الهدایة و اصا وضع
القدمین فقد ذکر القدری انه فرض
فی السجود اه فاذا سجد و رفع اصابع
رجلیه لا یجوز کذا ذکره الکرخي و الجماع
و نو وضع احدهما جائز قال القاضی حان و
یکون قال فی المجتبى قلت ظاهر ما فی مختصر
الکرخي و المحيط و القدری انه اذا وضع
احد نهما دون الاخری لا یجوز و قد رأیت فی

یہ میں زاہدی نے کہا حالت سجدہ میں قدمین کی
انگلیوں کے سروں کا لگنا فرض ہے ، مختصر کرخي
میں ہے کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین
پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں اور فرمایا اس سے یہ بھی
سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے لگانے سے مراد انھیں
قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ
تو پشت قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں انہی علی میں
نیز سے یہی ہے ۔ (دست)

صحت سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبضہ
کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگنا شرط ہے
فقط ظاہر۔ قدم کا زمین پر لگنا کافی
ہیں ۔ (دست)

ہدایہ میں اسی طرح ہے ، رہا قدمین کا لگنا تو قدری
نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا
مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا
اسی طرح کرخي اور جماع میں نے کہا اور اگر ایک
انگل لگ گئی تو جائز ہے ، قاضی نے کہا مگر کثرت
سے ۔ مجتبیٰ میں ہے مختصر کرخي ، محیط اور قدری
کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو
تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں

بعض النسخ فيه روايتان احمد ومشي على رواية
الجوان برقم احد منهما في الفيص والمحلاة
وغيرهما، وذهب شيخ الاسلام الى ان
وضعهما سنة واختار في العناية هذه
الرواية وقال انها الحق واقرة في الدرر ودوجه
ان السجود لا يتوقف تحقيقه على وضع
القدمين فيكون افتراض وضعهما زيادة
على الكتاب بخبر الواحد لكانت مودة
في شروح الحديث وقال ابن قول هو
الحق بعيد عن الحق وبضد الحق
اذ لا رواية تساعد والدراية تنفيه لكانت
ما لا يتوصل الى الفرض الا به فهو فرض و
حيث تضافرت الروايات عن اشتباها
وضع اليدين والمركبتين سنة ولو تدرواية
بانه فرض تعيين وضع القدمين او احد منهما
لفرضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة
وهذا الولو ترد به عنهم رواية كيف و
الروايات في متوافرة او يؤيد ما في شرح
المجمع لمصنفه حيث استدلل على ان وضع
اليدين والمركبتين سنة باي ماهية السجدة
حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض
وكذا ما في الكفاية عن الرازي من ان
ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه
جزم في اسراج وفي الفيص ويقتض هذا وقال في المحلية
والاوجه على سوال ما سبق هو الوجه

میں دو روایتیں دیکھی ہیں احمد فقیہ اور غلام
وغیرہ میں روایت جواز پر عمل کیا ہے۔ شیخ الاسلام
کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے یا
میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق
ہے اور درمیان اسے ہی ثابت رکھا، وجہ یہ ہے
کہ سجدہ قدیم کے لگنے پر موقوف نہیں لہذا ان
کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبر واحد سے کتاب اللہ
پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی
تردید ہے کہ اسے حق کہنا ہی سے بعید ہے بلکہ
اس کا خلاف اسی ہے کیونکہ کوئی روایت ثابت
نہیں کرتی اور روایت اس کی نفی کرتی کیونکہ
ترخص تک پہنچنے سے وہ بھی فرض ہوتا ہے، اور
اس مقام پر اپنے اندر سے کثرت کے ساتھ روایات
ہیں کہ قدیم اور ہاتھوں کا زمین پر لگانا سنت ہے اور
فرض کی روایت نہیں تاہم پیش کی لگائے کیلئے دو یا ایک قدم کا
لگانا فرض نہیں اگر کوئی روایت ہوتی تب بھی یہ کہہ سکتے ہیں
میں بات کثیر ہیں اس کی یہ خود اس کی شریعت میں اس مسئلہ میں ہوتی ہے
ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ
سجدہ کی ماہیت پھر اور قدیم زمین پر رکھنے سے
حاصل ہو جاتی ہے لہذا اسی طرح کفایت میں زامدی
کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الروایۃ وہی ہے جس کا
ذکر فقہ الکرخی میں اور اسی پر سن میں جوہر ذاب اور فیص میں ہے
اسی پر فتویٰ ہے، حلیہ میں ہے کہ ششہ طریقہ کے
مطابق سابقہ حدیث کے پیش نظر وجوب ہی مختار
ہے اور یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور

لما سبق من الحديث ارجاء على ضواري ما حقه
 شيخه من الاستدلال على وجوب وضوع
 اليدين والركبتين وتقدم انه اعدل الاقوال
 فكذا هنا واحترافا في البحر والشرنابية
 قلت ويمكن حمل حمل من الروايتين
 السابقتين عليه بحمل عدم الجواز
 على عدم الحد لعدم الصحة ونفي شيخ
 الاسلام فرضية وضوعهما لا ينافي
 الوجوب وتصريح القدوري بالفرضية
 يمكن تأويله فان انهم قد يطلق على الوجوب
 تأويل ما مر من شرح المية للبحث فيه
 صحال لان وضع الجبهة لا يتوقف على
 وضع القدمين بل توقف على تركبتهما
 واليدين ابلغ قد عوى فرضية وضع القدمين
 دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والروايات
 المتطابقة انما هي في عدم الجواز كما يظهر
 من كلامهم لا في الفرضية وعدم الجواز
 صادق بالوجوب كما ذكرنا والاحاصل ان
 المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية
 والامر جسد من حيث السد لئلا
 والقواعد من الفرضية (مخلصاً) و
 الله تعالى اعلم۔

قوله ولو واحدة صرح به في

قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا
 کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے
 اور اسے تحریر اور شریانیہ میں سخت رکھا
 میں کتابوں کے یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں
 روایات میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول
 کریں نہ کہ عدم صحت پر، شیخ الاسلام کی
 ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب
 کے منافی نہیں، قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے
 اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات
 فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے، قابل شرح
 المیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابل
 بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قدیم کے رکھنے
 پر موقوف ہے نہ کہ تینوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا
 زیادہ واضح ہے ہندو قدیم کو زمین پر رکھنے کو فرض
 قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح
 ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدم جواز میں
 ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ
 عدم فرضیت میں، اور عدم جواز، وجوب کی
 صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر
 کیا ہے، حاصل یہ کہ مشہور کتب مذہب میں
 فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق رائج وجوب
 ہے (مخلصاً) واللہ تعالیٰ اعلم
 قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو، فیض میں

الفيض قوله نحو القبلة اقول وقيل
نظر فقد قال في الفيض ولو وضع ظهر
القدم دون الاصابه بان كان المكاتب
ضيقا او وضع احد منهما دون الاخرى
لهيئته جاز كما لو قام على قدم واحد و
ان لم يكن المكاتب ضيقا يكره اه
فهد اصريح في اعتبار وضع طاهر القدم
وانما الكلام في كراهة بلا عذر لكن برأيت
في المحل ان وضع احد منهما بان الشرطية
بدل او العاطفة اه لكن هذا ليس صريحا
في اشتراط توجيه الاصابه بل المصروح
به ان توجيهها نحو القبلة سنة يكره
تركها حكمة فب امر حشود
والقيمت في (ملخص)

یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدر سے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔

انا اقول وبالله العون حمدا
عدمه الجواز على عدم المحل في الصلاة
بعيد ولهذا اعترفتم ان المشهور
في كتب المذهب اعتماد الغرضية مع
قولكم ان تظاهر المر وايات انما
هو في عدم الجواز فلو لا ان
مراده المشائع السدائم هو
لاقتراض فمن اين يكون اعتماد الغرضية

اسکی کہ تصریح ہے قولہ قبلہ کی طرف اقول
اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت
لگی اور انگلیاں رنگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی
وجہ سے ایک قدم بگا دو برابر لگ سکا تو جائز ہے
جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان
تنگ نہ ہو تو کراہت ہے اور یہ عبارت اس بات
پر تصریح کہ پشت قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے
کہ بلا عذر یہ مکروہ ہے لیکن میں نے غلامی میں دیکھا ہے
کہ وہاں او وضع کی بجائے ان وضع حدیث
ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں
کے متوجہ کرنے کا شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ
تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت
ہے لہذا اس کا ترک مکروہ، جیسا کہ برجندی اور قستانی
میں ہے۔ (ملخصاً)

میں اللہ کی مدد سے کتابوں نماز میں عدم جواز کو
عدم علت پر محمول کرنا معیہ ہے اسی لئے تم نے
اعتراف کیا کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے
یا وجود اس کے کہ تعارض قول ہے کہ اکثر روایات
عدم جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور و معروف فرض قرار
دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتب مشہور میں کیسے
ہو گیا، پھر محل میں گنجائش ہے کہ "لہ یجوز" کہا گیا
اور ضمیر مثلاً رفع قدیم کی طرف لوٹ رہی ہو جب

مشہور اور فی کتب المذہب شمس للحمیل مسانغ
 حیث یقال لمریح جزو الضمیر لیس مع القدمین
 مثلاً ادا قیل لمریح جزو الضمیر للصلوة تعین
 مفید المبدء الحق وثبوت المهریة بالمعنی
 المقابل للوجوب وهو كذلك فی غیر ما کتب
 منها مختصر لکرجی کا تقدم هذا وجه و شاف
 منه اضافة عدم الجوهر للوجود كما مضى عن
 الجوهرية والثالث اظهر منه التعبير بعدم الاجزاء
 كما سلف عنها ايضا فهو مفسر لا يقبل التأویل
 والمراد به كذا الحكم بالفساد كما سمعت عن ج مع
 الرمز عن القیة والخامس مقابلتهم عدم
 الجوار هذا بحکم الجوار علی ما ادا رفع
 احدی النقض میں کہ فی التمسح والوحید
 والجوهرية وغیرها من الیاف فب امرافقة
 الجوانر بمعنی العضة الاثری نههم حکموا
 علیہ بالکراهة والمراد کراهة التحریم
 كما هو المحمل عند الاطلاق و
 حکم هو قضیة الدلیل هما قال جواز
 بمعنی الحل منتف في ایضا و
 السادس قد مر فی عدة کتب کالمخلاصة و
 المیزانية والغنیة والبحر الرائق ونور الایضاح
 ومرآة الفلاح وغیرها كما سبق بعد مر العدة
 وهو صریح فی المراد والسابع مثله المحکم
 بالشرطیة كما فی الدرر والجوهرية وابی السعود
 نور الایضاح ومرآة الفلاح وغیرها وآشاعن

”لحدیث جزم“ کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف
 لوٹے جس سے عدم صحت کا تعین ہو جاتا اور اس
 فرضیت کا بھی جو معنی وجوب کے مقابل سے اور
 متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکفر
 بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا یہ ایک صورت ہے نہ
 دوسری اس کے مثل کہ عدم جوار کی سجدہ کی طرف اضافہ
 جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے تفسیری جو کہ
 واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ دیکھے آیا
 یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ تو بخوبی
 اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الروا
 سے قیہ کے حوالے سے پراسا ہے۔ پانچویں یہ کہ
 انہوں نے مقابلہ عدم جوار کا جوار کے ساتھ کیا ہے اور
 تا نکاح علم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم
 اٹھا ہوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے
 اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد
 ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اسے مکروہ
 کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ المذاق
 کے وقت بوا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی
 یہی ہے تو جواز بمعنی حلست یہاں بھی نہ ہوا، چھٹی
 کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزازیر، غنیہ، بحر الرائق
 نور الایضاح، مرآة الفلاح وغیرہ میں اسے عدم صحت
 کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔
 ساتویں اسی کی مثل حکم بالشرطیہ ہے جیسا کہ در، جوہرہ
 ابرسعود، نور الایضاح اور مرآة الفلاح میں ہے۔
 آٹھویں شرن جمیع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے

مہرہ فی شرح المجمع والکافی والفتح و
البحر وغیرہ کما مرید دخول ذلك فی حقيقة
السجود شرعا وکل قاصد لا یعارض بالمعنی
المخاص غیر قبل التویل الذی اندیت ص ۵
فکیف یکن من جاع جمیع تلك الصرائح فی
مات ۵۵۵ با زیاد الواضحة فانی یشاقی التوفیق و
من این یسوع ترك النصوص المذهب الف
بحث ابداء العلامة ابن امیرالمحج وانف
تبعه البحر والشربلا فی علی ما قضت منهما
لا نفسهما من حمهم الله تعالی و البحر صرح
هه و قبله بان السجود مع رفع القدمین
تلاعب والشربلا فی قد جزم فی متنه و شرحه
یا قراض وضع بعض الاصله والمحققین
لاطلاق اعمروا فقه من تیسده ابن امیرالمحج
وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلك ثم النظر
فی دلیل العلامة ابراہیم الحلبي مد فوع بما
قد منا عن العترة والبحر والشربلا فی ان السجود
مع رفع القدمین با سلاعب اشبه منه بالتعظیم
ولا سلم ان كذلك الیدان والركبتان وکون
توقف وسم الوجه علی وضعه تینا مبلغ
من توقف علی وسم القدمین مع ظهور
ضعفه فی الیدین فلا حاجة فی وضعه الی
وضعها اصلا وکذا فی الركبتین فانت
الواقع ههنا التساوی لا لا بطنیة
نحت لا نبی الکلام علی موقف

جیس کہ گزر اگر یہ ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے
اور یہ تمام امور یہاں فرض معنی خاص کیسے فیصلہ کن
ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے دفع
انکاری ہیں اس پر ان کو کیسے محول کیا جاسکتا ہے یہ
توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ
ابن امیرالمحج کی بحث کی گئی کس کس سے
نکل اگرچہ بحر اور شربلا میں اس کی اتباع کی گئی ہے
علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تصادف ہے بحرے یہاں
اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے
اٹھانے ہوئے سجدہ مذق ہے۔ شربلا میں
نے تین اور شرح میں کچھ انگلیوں کے ٹکانے پر جزم
کیا ہے اور محقق علی الاطلاق اپنے سٹ گرد
اس امیرالمحج سے زیادہ صاحب علم و فقه ہیں
اور انہوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور
وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے پھر عد مد ابراہیم الحلبي کی
دلیل پڑھائیں اس سے تم کو پتا ہے جزم نے پہلے فتح
بحر، شربلا میں کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھانے
ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ
قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور
گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا ٹکٹ
فستہ میں کے ٹکٹ سے ان پر زیادہ موقوف ہے
یاد جو اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے
کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت
اصلاً نہیں اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ
یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی

وضعه الوجه بل على توقفت
 السجود المطلوب الشرعي عليه
 وهو الذكوب يكون على جهة التعظيم و
 لاجلال ولا تعظيم اذا وضع الوجه ورفع
 التذمين كما افاد المحقق على الاطلاق
 فعن هذا كان وضع القدم مما لا يتوصل
 الى الغرض الا به فكان فرضنا لا يجزم له تنفرد
 العلامة المحمدية بهذا التعليل بل سبقه
 اليه امام جليل وهو الامام ابو البركات
 المسفي قال في شرح رية السكا في وضع
 القدمين فرض في السجود لا لا يمكن تحقيق
 السجود الا بوضع القدمين اه فلم يقتل
 لا يمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود
 اما قول العينية نحو القبلة وقد تبعه
 عليه العلامة المشربلا في مسراتي
 انظار والمحقق العلافي والعلامة نوح
 اخندي والعلامة ابو السعود الانصاري وقد
 تلونا حديث نصوصهم جميعا فاقول
 حمل على ما فهمتم بعيد من مرامهم كل
 البعد وكيف يروونه وهم مصرحون
 بانفسهم ان توجيه الاصابه سنة يكره
 تركه فلو يحتج عليهم بالبرجندك و
 القهستاني لم لا يحتج عليهم بهم

بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ
 کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو
 اور اس میں تعظیم و توقیر ہو۔ اگر اس صورت میں
 جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اٹھے ہوئے ہوں جیسا
 کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا
 فرض کی تکمیل کے لئے ضروری نہ ہو تو وہ لا محالہ داخل
 ہوگا اور علامہ علی اس تفسیر کے بیان کرنے میں تہا
 میں بلکہ اس سے پہلے ایک ماہر تفسیر جن کا اتم کرلی
 ابراہیم لکھتے تھے سب نے بیان کی ہے۔ شرح
 وایہ اسکا فی میں فرمایا سجدہ سے میں قدموں کا لگانا
 فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود قدمین کے رکھے کے غیر
 ممکن ہیں اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ چہرے کا رکھنا
 نہیں تہا بل کہ سجدہ کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غیرہ کا
 قول "قبلہ کی طرف" تو اس کی علامہ مشربلا نے
 مراقی الفلاح میں، مدق حلائی، علامہ نوح اخندي
 علامہ ابو السعود انصاری نے اتباع کی ہے۔ درہم
 نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے۔ قول ان
 کی عبارات کو ترجمہ نے بھی ہے وہ ان کے مقصود
 کہیں وہ ہے اور یہ مراد لے بھی کیے جاسکتے ہیں
 حالانکہ خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا
 قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت اور اس کا ترک مکروہ
 ہے۔ پس برہندی اور قہستانی کے حوالے سے
 ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے، کیوں نہ ان کے

قَالَ الْعَلِيُّ قَبِيلُ فَعَمِلَ النَّوَاعِلُ يَعْنِي كُلَّ شَيْءٍ لَمْ يَدَّ كَوْنَهُمْ مِنْهُ أَوْ وَاجِبٌ قَدْ ذَكَرْنَا فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ مِمَّا سَوَى مَا عَيْنًا هَهُنَا هَهُنَا سُنَّةٌ فَهِيَ أَدَبٌ لَكِنْ هَذَا التَّعْيِيمُ فِيهِ نَظَرٌ وَفَانٌ مِنْ جَمَلَةِ ذَلِكَ وَضَمُّ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ فِي السُّجُودِ وَهُوَ سُنَّةٌ وَكَذَا الدَّاءُ الصَّبِيحِيُّ وَمَجَافَاةُ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخْذَيْنِ وَتَوَجُّبُهُ لِأَصَابِعِهِمْ نَحْوُ الْقَبْلَةِ فِيهِ فَاِنْ كُلُّ ذَلِكَ سُنَّةٌ لِمَا تَقَدَّمَ مِنْ أَدْلَتِهِ هَذَاكَ وَقَالَ الشُّرَيْبَانِيُّ مَتْنًا وَتَسْرُحًا يَكْرَهُ تَحْوِيلَ أَصَابِعِهِ يَدَيْهِ أَوْ رُجْلَيْهِ عَنِ الْقَبْلَةِ فِي السُّجُودِ وَغَيْرِهِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِتْرَالَتِهَا عَنِ الْمَوْضِعِ الْمُسْنُونِ وَقَالَ الْعَلِيُّ لَا يَسْتَقْبِلُ بِطَرَفٍ صَبِيحٍ مَرَجْلِيَةٍ الْقَبْلَةَ وَبِكْرَةً إِنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ بَلْ إِمَّا ارَادَ أَوْ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مَا أَلْفَعْنِي إِلَيْكَ الْمَعْدَمُ عَزَّ جَلَالُهُ إِنْ يَقُولُوا يَفْتَرِضُ وَضَمُّ بَطْنٍ لِأَصْبَعٍ وَلَا يَكْفِي وَضَمُّ ظَهْرِهَا وَلَا مَرَأَسَهَا الْكَائِنُ عِنْدَ ظَهْرِهَا لَا نَحْلُ الْأَوَّلُ يَكُونُ وَضَمُّ ظَهْرٍ الْقَدَمِ وَقَدْ اسْقَطُوا عَنْهُ الْأَعْتِبَاءَ وَعَلَى الْمُشَافِقِ

خلاف خود ان کی جہارات سے احتجاج کیا — علی نے فصل الزواجل سے تھوڑا پیٹے منسہر دیا کہ زواجل سے مراد ہر وہ شئی ہے جس کا فرض یا واجب ہونا نہ کو نہ ہو اور جن اشیاء کو ہم نے صفت الصلوۃ میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب ہیں لیکن یہ تعمیم محل نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکنا بھی ہے حال نکلہ سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رُکنا کا پیٹے دور رکنا، حالت سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ و داخل کی سنت پر سنت ہیں شریعتی نے متن اور شرح میں کہا حالت سجدہ وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت کی خلاف ورزی ہے۔ علانی نے کہا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت ہوگی، اللہ تعالیٰ نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگل کا باطن لگانا فرض ہے اس کا ظاہر اس کا سر جو باطن والا حصہ ہے نکالنا کافی نہیں کیونکہ پہل صورت میں عدم ک پشت پر سجدہ ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے، دوسری صورت میں

اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد ہے جسے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے تاکہ اسی پر اعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اسے معتبر تسلیم نہیں کیا گیا، یہاں فقہار نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگر حالت سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوبا و شمالا استقبال قید کے لئے اسے بھیغیہ نہ کہ وہ معنی مسنونہ جو انحراف کے منافی ہے اور اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنی لیا جائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلام ہے اور چہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے، اس شخص کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمدتاً سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رو کئے بغیر سر ان پر ٹیک لگا سکے تو یہاں اطلاق لازم و مراد ملزم ہے، رہا معاملہ سنت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے اور وہ یہ ہے جس کے ترک میں کراہت و اساءت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو عابد و منعم ہے اور یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قدمین میں انگلیوں کا باطن ہے اور جو تم نے فیض سے نقل کیا ہے کہ ملاحد، وجیز، علیہ، غفر، ہندبہ

يكون وفيها مجرد اعني الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع طهر القدم وقد جعله غير معتبر وانما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المعنى ان اراد في سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكنه ذلك الا توجيهها نحو القبلة اعني بالمعنى المفترض في الاستقبال مستدابين الجنوب والشمال لا بالمعنى المسنون الثاني للانحراف، وكذا ان مراد توجيهها للقبلة بالمعنى العظام لحيث ان له الا باصابة بطنها الارض وهذا ظاهر جدا جديدهما تلازم في صلوة وان كان يمكن خارجها لمن سجد غلطا او عند العير القبلة ان يعتمد على بطنها وهي على خلاف جهة القبلة، فكان هذا من باب اطلاق اللازم واردة الملزوم، اما السنة فجعلها على مسامحة القبلة من دون انحراف، وهذا الذي ليس في تركه الا الكراهة والاساءة، هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام والحمد لله الملك المنعم وذلك ما نقل لامام ابن امير الحاج في المحلية عن التحقيق مقر اعليه المستبر في القدمين بطون الاصابع لم اما ما تقدم عن الفيض في العبارة في الخلاصة والوجيز والمحلية والعمية و

وغيرها بلا خلاف بات الشرطية دومت اد
الطبعة فاذا في نسخة الفيض تصحييف و
قد اعتريه العلامة البرجندى في
شرح النقاية فيتنبه وبالجملة فتحرر
مما تقدم ان الاعتقاد في السجود على بطن
احدى اصابع القدم المشروفة في المذهب
المعتمد المقتضى به و لا اعتماد على بطون
كله او اكثرها من كتبنا، لقد بين لا يبعد
ان يجب لها حرة في الحية وتوجيها نحو
القلبة من دون انحراف سنة المفتن هذا
التحرير المفرد السير فاعلنك لا تجد من
غير الفقير والله الحمد والمنة.

وغیرہا میں بالاتفاق ہے "ان شرطیہ ہے" او غلطیہ میں
ہے "اس" او "نسخہ فیض میں تحریر ہے" اور اس سے
علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکا کھایا ہے
اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔ اس تمام گفتگو سے شکار
ہو گیا کہ حالت سجد میں قدم کی دس انگلیوں میں سے
ایک کے باطن پر اعتقاد مذہب معتبر اور مفتی ہیں فرض
ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد
بغیر نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حدیث میں ہے اور قید
کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنت ہے اس
یکتا منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید
اس فقیر کے علاوہ کسی در کے ہاں تم کو نہ ملے، اللہ تعالیٰ
کے لئے ہی حمد و احسان ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ان بزرگوں کے تسلیم شاہی پابانی نور دوائے سنسکرت گائی وغیرہ خصوصاً جبکہ
نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر با اعتماد تمام بچے رو دیں گے تو ان بچوں کو پہن کر مذہب مفتی پر
پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و نا برازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے بچوں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑھتا
تھا وراور ہندوئش کے لئے تسبیح شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقی ہو یہاں تک کہ
صرف اکبر سے پرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحار الانوار میں زیر حدیث،

انما جلا شکا الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم جلا من الانصار فقال یا خیر من
یمشی بعل فرد، والفرد هو النعل
تصرف ولہ قطار ق وانما هو طارق
واحد والعرب یمدح بوقه النعال ویجعلها
من لباس الملوك
ایک آدمی نے رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے
کہا، اے ایک پرت والے بچہ تھے پہننے والوں میں
افضل ترین ذات، فرد اس فعل کو کہتے ہیں جس کا
ایک پرت ہو، اور عرب بچہ کی نرمی کو پسند کرتے
ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے۔ (ت)

در کتبہ ہوتی، اسی میں ہے :

يَكُونُ تَكْمِيْلًا لِرِعَايَةِ الْاَدَبِ فِي الْوُقُوفِ بَيْنَ يَدَيْهِ
تَعَالَى بِمَا امْكُنَ مِنْ تَجْمِيْلِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ
وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى خُذْ وَاذْيُتْ كُوْنُ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
اِشَارَةً اِلَى ذٰلِكَ وَاَنْ كَانَتْ الْمُرَادُ بِهَآ
مِنْ اَلْعَوْرَةِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ اَهْلُ التَّفْسِيْرِ
كَمَا تَقَدَّرَ ۛ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا
حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور
اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ”تم ہر مسجد میں جانے
کے وقت زینت اختیار کرو“ میں اسی طرف اشارہ
ہے اگرچہ اس سے مراد ستر عورت ہے جیسا کہ
مفسرین نے بیان کیا (ت)

امیر المومنین فاروق عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا
بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انھیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہنا نہ۔ فرمایا، تو اللہ
عزوجل زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو۔ علیہ پھر کھرا راقی میں ہے،
احتجہ لہ فی الذ خیرۃ بانه روی ان عسمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی عنہ من حدیثہ فقال ذلک
فقال ارایت لو ارسلتک الی بعض الناس
اکنت تمر فی ثیابک ہذہ فقال لا فقال
عمر فی اللہ الحق ان یتزینت لہ ۛ

ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے
دیکھا تو فرمایا یا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے
پاس بھیجوں تو انھیں کپڑوں میں چلا جائے گا؟
عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ
حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت
اختیار کی جائے۔ (ت)

بسم اللہ کلام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پہنانے
میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے ان سے نماز میں
کراہت ہو اور استعمال جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے ان سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بدراہت
عقل کے خلاف اور عریک خون انصاف ہے و لیس ہذا من باب القیاس بل کما تری استدلال
بفحوی الخطاب لایحوم حولہ شک ولا اذنیاب (یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ اذنیاب و خطاب سے آپ

استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔ (ت)

افقارہ دوم متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست سے کامل احتیاط و شواہد ہے، پھر یہی ہے۔
یکرمہ تقدیر الامعی لانہ لایستویٰ
النجاسة۔
کافی امام تسفی میں ہے۔

الامعی لایصون ثیابہ عن النجاسات
فالبصیر اولی بالامامة۔
در مختار میں ہے۔

ونحوہ الاعشی بھر (اس کی مثل اعشی ہے، نہر۔ ت)
رد المحتار میں ہے۔

الاعشی ہو من البصیر لادنیہا راقاموس و
هذا ذکرہ فی النهی تحت حد امس تعبیر
الامعی ہانہ لایستویٰ النجاسة بکے
اعشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یارات کو
نظر کم ہو یا ہے، قاموس۔ نہر میں نابینا کی علت
یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں
بچ سکتا۔ (ت)

ابوالسعود علی اکثر میں ہے۔

والامعی لانہ لایستویٰ النجاسة و هذا یقتضی
مکراہة امامة الاعشی۔
نابینا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ
تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی
مکروہ ہو۔ (ت)

۱۰۱/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی	باب الامامة	سہ اہدایہ
			سہ کافی شرح وافی
۸۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہد فی دہلی	باب الاتقی بالامامة	سہ الدر المختار
۴۱۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر	باب الامامة	سہ رد المحتار
۲۰۸/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الامامة	سہ فتح المعین حاشیہ علی شرح اکثر

طحاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے، وهو الذی لا یصلح لیلۃ (وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے۔ ت)

محل الصاف ہے کہ نمازی پر بیزارناہیا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جو قوی پر جنس ہیں گریا جانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہوتا یہاں نہ ہوتا صریح عکس دیا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادہ سوم علانے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضورؐ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کر سکتا ہے! اقول اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جہل امیں علیہ الصلوۃ والسلام حائز ہو کر عرض کرتے ہیں صلیہ کہ حدیث خلق نعل فی الصلوۃ سے ثابت ہے۔ عجیب بھارا لاف میں ہرگز "ن" فرمایا۔

یصلی فی الصلوۃ لا یؤخذ منہ لغبیرہ حضور علیہ السلام نے نعلین میں نماز ادا کی اس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی لایحق بدلتے دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کر سکتا۔ (ت)

افادہ چہارم بے جرم جاہل بہت مشکل بہت نامطلوبہ صرف ریشہ پر درویشی سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتبرہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک تو نعل وخت بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرم دار اور خشک ہو گئی ہو اس کے بعد اس قدر گر گئی کہ اس کا اثر زائل ہو جائے، اس وقت طہارت ہوگی اور ترجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جائے بشرط میں تر بھی مٹنے والے اثر زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرورت یہ ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار لفظی ہے تو بے جرم ہی مست کی بے دھوئے لطیف ائمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار لفظی کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان لا عبورۃ بالجث علی خلاف المنقول (اس کی تصریح کی ہے کہ خلاف منقول بحث کا اعتبار نہیں۔ ت) ہدایہ میں ہے ۱

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا
جسم جو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہو جائے
تو زمین پر گر گیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحساناً
ہے۔ امام محمد نے فرمایا یہ جائز نہیں قیاس کا
تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست نہ ہو تو دھوئے سے
پہلے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف نے کہا جب زمین
پر گر گئی اسی کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی نہ دیا
کے پیش نظریہ پاک ہو جائے گا اور مردی کا اطلاق
یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ سہی پر
ہیں اور اگر مٹی یا پورے پر لگ گیا اور خشک گیا تو دھوئے
جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا
حشر نہیں مثلاً شائبہ۔ (مختصر، ۱۰۷)

اکثر مشائخ قول ابو یوسف پر ہیں اور یہی
مختار ہے۔ (۱۰۷)

ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں، شمس المشرقی
نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۱۰۷)

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح
ہے اور غایہ، کافی و ردی میں تصریح ہے کہ

إذا أصاب الخف ثلجا سنة لها جرم كالردث
والعذرة والدم فحفت فذلك بالارض
جائز وهذا استحسان وقال محمد
رحمه الله تعالى لا يجوز وهو القياس
وفي الرطب لا يجوز حتى يغسله وعن
ابي يوسف رحمه الله تعالى انه اذا مسحت
بالارض حتى لم يبق اثر النجاسة يطهر
لعموم البلوى واطلاق ما يروى عليه
مشائخنا رحمه الله تعالى فان اصابه
بول فليس له يحو حتى يغسله
وكذا جعل ما لا جرم له
كالخمرية (مختصراً)

فتح القدير میں ہے،

وعلى قول أبي يوسف أكثر المشائخ
وهو المختار

غایہ میں ہے،

عليه أكثر من ثمانمائة قال شمس الائمة
المشرقية وهو صحيح وعليه الفتوى
عليه میں ہے،

في الخلاصة وعليه عامة المشائخ و
هو الصحيح ومن في الفتوى التحلية والكافي والرد

۵۶/۱	مطبعة المكتبة العربية كراچی	باب الانجاس و تطهيره	لہ البیاد
۴۲/۱	نوری رضویہ سکرم	” ” ” ”	فتح القدير
”	مطبعة نوری رضویہ سکرم	باب الانجاس و تطهيره	عن حاشیة علی حاشیة فتح القدير

علی ان الفتویٰ علیہ۔

فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

بحر الرائی میں ہے :

علی قوله اکثر المشائخ وفي النهاية والعناية
والنجية والخلاصة وعليه الفتوى و
في فتح القدير وهو المختار
تتویر الابصار میں ہے :

اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں نہایت ، عسیر ، غائیہ اور
خلاصہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے ، فتح القدير میں
ہے یہی مختار ہے۔ (ت)

یطهر خفت ونحوه تنجس بذی جبر
بدلك والا فیضل

اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شے صاحب جہم نجس
سے ناپاک ہو جائے تو وہ رگڑنے سے پاک
ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔ (ت)

طحاوی علی المراقی الفلاح میں ہے :

واحترن به عن خیر ذی الجبرم فانہ
یغسل اتفاقا ذکر الصیغی

اس سے اس نجاست سے احتراز ہے جو
حرم الی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے
بالاتفاق دھونا ضروری ہے ۔ اسے صیغی نے
ذکر کیا۔ (ت)

بحر میں ہے :

ان لم یکن لها جرم فلا بد من غسل
واشتراط ، لجرم قول الكل لا مند
اصا به بول فیس لم یجز حق یغسل
لا من الا حزام تشرب فیہ فاتفق
الحصل علی ان المطلق

اگر جسم والی نجاست نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے
اور جہم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لئے کہ اگر
پیشاب ٹپک گیا اور خشک ہو گیا تو دھونے کے سرا
جواز نہ ہو گا کیونکہ اس کے اجزاء اس شے میں
داخل ہو چکے ہیں سب کا اتفاق ہے اس بات پر

سہ علیہ لجل شرح فیہ فیض

باب الانجاس

کے بحر الرائی

۲۱۳/۱

مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلی کراچی

۵۳/۱

مطبع مجتبیٰ دہلی

ص ۸۷

مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۷

کے طحاوی علی المراقی الفلاح

مقید المومختصرا

مختار الخالق میں ہے :

الاصحاب انهم تفقوا على التقديس
بالجرم

غیر میں ہے ،

ان لم يكن له في طبيسته التي اصابته
الحنف جرم كالبول والخمر ونحوهما
فقد بد من الغسل بالاتفاق من طيب
كالماء او يابس

کہ مطلق مقید ہے المختصراً (ت)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق
ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (ت)

اگر اس نجاست کے لئے جسم نہیں جو موزے کو
گل مثلاً بول و شراب وغیرہ تو وہ خشک ہو گی
یا ابھی تر ہے اسے بالاعتناق و حذر ضروری
ہے۔ (ت)

روا مختار میں علامہ مقدسی سے ہے : البحث لا يقضى على المذهب (اختلاف مذہب
پر فائق نہیں۔ ت) اُسی میں ہے :

العرض في اشواط الطوائف اكثر السبعم
لا حلف و ن قال المحقق ان المصاحف
ان الذي ندين الله تعالى به ان لا يجوز
اقل من السبعم ولا يجبر بعضهم بشئ فانه
من ابعث المذاهب لاهل المذهب
قاطبة كما في البحر وقد قل تسليم
العلامة قاسم ان ابعث المذاهب
المذهب لا تعتبر

طوائف میں فرض سات پکڑوں کا اکثر ہے نہ کہ تمام اگرچہ
جس میں علامہ نے ۱۱ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تب جزا
و سے صاحب سات سے کم نہ کریں اور اس کی کار
کسی اور شئی سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ اباحت اہل مذہب
کے ہی لفظ میں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے ساتھ گرا
علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے
مخالفت اباحت کا کوئی اعتبار
نہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقبہ استنجہ کے پانی اور پیشاب کی
ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۲۳/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الانجاس	سہ بحر الرائق
۲۲۳/۱	۔ ۔ ۔ ۔ ۔	باب الانجاس	سہ مختار الخالق مشیة علی البحر الرائق
۱۴۸ ص	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی آس	سہ عینہ المستفی
۲۱۰/۲	مطبوعہ البانی مصر	باب نکاح الرقیق	سہ رد المحتار
۲۲۳/۲	مطبوعہ البانی مصر	باب الجنایات	سہ رد المحتار

مسئلہ

۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

4

کی فرماتے ہیں علامہ نے دین و دنیا میں شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تبا کو چنے والے کے منہ کی بومارز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہو جاتی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بیتوا تو جتوا۔

الجواب

منہ میں ہر بومارز کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کر لے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچتی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بد بومارز سے طائفہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے:

ان المثلثة تتأذى معايت ذی منہ موادم۔ طائفہ کو ہر اس شے سے اذیت ہوتی ہے جس سے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ریاست جاوہر مکان قبلہ الجبہ حق صاحب مرشد دار ۱۳۲۵ھ
کی فرماتے ہیں علامہ نے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں کسی مقام پر کھلی چلے تو کھجوا سے یا نہیں در اگر کھجوا سے تو کتنی مرتبہ؟

الجواب

ضبط کرے اور نہ ہو سکے یا اس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھجوا سے نہ کہ مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تیس بار نہ کھجوا سے دو بار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ مرسلہ احمد شہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ
کی فرماتے ہیں علامہ نے دین اس مسئلہ میں:

- (۱) اگر تہجد کے پچھلے سنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) تہجد کا پچھلے کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟
- (۳) دارھی میں ڈانٹا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟
- (۵) کسی چیز کی صورت (تصویر) اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟
- (۶) روپیہ چھید جیب میں رکھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

- (۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبی کریم کے پاس سے صبح فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم
 (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بائوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم
 (۴) درست ہے مگر دامن اس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم
 (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ وناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو وہ پے اشرافی میں ضرورت ہے
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ از شہر کنندہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لٹکائے یا کرتے کے بین
 جو سامنے سینہ پر گٹھ میں لٹے ہوتے ہیں بند لٹکائے ہوئے یا کرتے کی وہ گھنڈی جس کے کوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے
 بلکہ وہ نوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لٹکا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اگر کسی
 شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے نیچے میں چڑھیں یا یہ کھل گئے ہوں سے کہ کچھ لٹکھلا جو رہے تو کوئی
 حرج ہے یا نہیں؟ بیسوا نوجو وا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدا یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پننے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ
 جیسے اگر کھایا کرنا کندھوں پر سے ڈال دینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالنے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی قسمی ہیں کہ ان
 کی آستینوں میں موٹہ ہوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو
 بے پننے چھوڑ دیا یا رضائی یا چادر کہ ہے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دیا یا شال یا رد مال ایک شانہ پر اس طرح
 ڈال کر اس کے دونوں پتوں آگے چھوٹے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل ہاں شانہ پر ڈال لیا اور
 پایاں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا مخلوفا عادت پہننا جسے مہذب آدمی سمجھے یا بازار میں نہ کر سکے
 اور کرے تو بے ادب حقیفہ الحركات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے اگر کھاپہنا اور گھنڈی یا باہر کے بند نہ لگانا

یا ایسا کرتا جس کے پیش سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لنگانا کہ سینہ یا شانہ ٹھک رہے جبکہ اوپر سے انگرکھا رہے پہنے ہو
یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگرکھا پہنا ہے یا اتنے بوتام لنگائے کہ سینہ یا شانہ ٹھک گئے اگرچہ اوپر کا
بوتام نہ لنگانے سے گئے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام لنگائیں
جب بھی کھڑا نیچے ڈھلکے گا شانے ڈھلکے رہیں گے تو عروج نہیں اسی طرح انگرکے پر جو صدری یا چنڈ پہنتے ہیں اور صرف نام
ہیں ان کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معصوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی عروج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلاف
معتاد نہیں ہذا اما حملی من کلما تمہم والعلم بالحق عندی (یہ وہ ہے جو جہاد راستہ فقہاء سے بھرپور
واضح ہوا اہل حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت۔ درمختار میں ہے :

کریۃ تحریب سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا یس
معتاد وکذا النقاء بکمالی وراء ذکرہ
الحلی کشد وصدیل یوسلہ کتقیہ فو من
احدہما لم یکرہ کمالۃ حذر و خسار
صلوۃ فی الاصل

یاد مال دونوں کا نہ حوں سے لنگانا، اگر ایک
طرف سے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ اصح قول کے
مطابق ناسخ صدر درمختار سے باہر کا معاملہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے :

ای کے کلام کے ظاہر سے پتا چلتا ہے اس میں کوئی
وق نہیں کہ کپڑا انگرکے سے محفوظ ہو یا نہ ہو لہذا اس
صورت میں پی دے کوٹ میں کراہت نہیں ہوگی جو سر
پر ہو۔ اس کی تصریح شرح وقایہ میں ہے اور یعنی
جب اس نے گردن کو نہ باندھا ہو ورنہ کوئی سدل
نہ ہوگا وہ ردی قما میں جن کی آستینوں میں کندھوں کے
پاس سوراخ ہوتے ہیں، انگرکائی اس میں بھی ہوتی جگہ
سے ہاتھ نکالے اور آستین کو ویسے ہی ڈال لے
تو یہ مکروہ ہے اس پر سدل کا صدق ہے کیونکہ یہ

ظاہر کلامہم بہ لافرق بین ان یکون
الثوب محفوظ من الوقوع اولا فعلى هذا
لا تکرہ فی الطیب الذی یجعل علی السراس
وقد صرح بہ فی شرح الوقایۃ اھ ای
اد الوردۃ علی عنقہ والا فلا سدل والا قیۃ
الرومیۃ النقی تجعل لاکما ملھا خسوف
عند العضد اذا اخرج المصمل یدہ من
الخسوف و اس سدل الحکم میکرہ
لصدق السدل لانہ

اس رخ و من غیر لبس لاق لبس، الکعبہ داخل
الید و تمامہ فی شرح العتية، والشیء شی
یعتاد وضعه علی الکفتین کما فی البحر و
ذلت بحوالہ الشال فی ذیل طر فامنه علی
صدره و طر فاعلی طهره یکره، و فی الخمر ان
بل ذکر ابو جعفر اند لو ادخل یدیه فی
کیسه و لم یزبر امره فهو مستی لانہ
یشبه السدل اھ لکن فی الخلیہ فیہ نظر
ظاہر بعد ان یکون تحت قمیص او نحوہ
یستتر السدل اھ مختصراً و لنا فی ما قبل
فی الخبیۃ نظر قد مر۔ واللہ تعالی اعلم

بغیر پہننے کے چھوڑتا ہے اور استین کا پہننا ہاتھ
داخل کر کے ہوتا ہے اس کی تفصیل شرح غیہ میں ہے
بحر میں ہے شد (صاف یا پرنا) عادی شئی ہے
اسے کاٹھ سے پر رکھی جاتا ہے اس کی مثل شل ہے
جب اس کی ایک طرف اپنے سینے پر اور ایک طرف
اپنی پشت پر رکھی تو یہ مکروہ ہے، عز بن میں ابو جعفر
نے ذکر کیا اگر کسی نے دونوں ہاتھ استینوں میں
ڈالے اور ان کے مٹن بند نہ کئے تو یہ گناہ گار ہو گا
کیونکہ یہ سدل کے مشابہ ہے لیکن خلیہ میں کہا کہ جب
وہ قمیص یا ایسے کپڑے کے تحت ہو جو بدن کو ڈھکا
رہا ہو تو اس میں نظر ہے اھ اختصاراً جبکہ خلیہ کی
گھٹکوں نظر سے عیاں نہ کیجے ہم نے بیان کر دیا ہے۔

و تہ تانی علی

مسئلہ ۱۸ از کالج علی گڑھ کرہ ۲۰ مرسلہ محمد عبد المجید خاں یوسف ذی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اس میں
نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ؟ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے
وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جائیں، دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور جنت
معروف ہو کر ہونا چاہئے لہذا کیا مصافحہ ہو سکتا ہے اگر تصاویر اس جگہ ہوں یا احتیاط کیا اس قدر کافی نہیں
ہو سکتا ہے کہ صرف سامنے یا اس حد تک کے جہان تک نظر پڑے تصاویر ہادی جائیں اور پس پشت اگر
تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا کیا نقص پیدا ہو جائے گا؟ فقط

الجواب

جہاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ
نہ سر پریدہ ہونہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے نیچے نہ فرشتے پاؤں زمین نہ مخنی پوشیدہ جس کمرہ میں ہوا اس میں نماز مطلقاً

مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پچھو دہنے یا بائیں پھر پیچھے اور اس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبود کفار سے مشابہ ہونا تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر رکی یا لگا ہونا آگے یا جائے سجود پر جو تو اس کی عبادت سے مشابہ ہو بلا مکڑ رحمت کا اُس مکان میں نہ آنا مترادف حدیثوں میں سے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان الصلۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا بیہ شک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا صورت ہے۔
یا تصویر ہو۔

یہ وجہ اُن تمام صورتوں کو شامل اور وہ مذکور فی السؤال کا علاج کامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم
۱۹۱۰ھ از مجلہ ڈی بازار مسلسل فصل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ؟ قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا ہونا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے ؟ راہ سہروردی استفتاء بحوالہ عمارت کتب متداولہ معتبرہ فقہ ارقام فرماتیں۔
بینوا تو حروا۔

الجواب

ازار کا گٹھوں سے نیچے رکھنا اگر اسے تکبیر حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی، اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلاف اولیٰ۔ ضعیف بخاری شریف میں ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی : یا رسول اللہ ! میرا تہبند ٹٹک جاتا ہے جب تک میں اُس کا خاص خیال نہ رکھوں۔ فرمایا : لست ممن یصنعہ حیلاً (تم ان میں نہیں ہو جو براؤ تکبیر ایسا کریں، فتاویٰ علیگیر میں ہے) :

اسبال المرحل انوارہ اسفل من فکعبین کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلے اگر
انہ یکت الخیلا فقیہ کراہۃ تنزیہ تکبیر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ غرائب
کذا فی لفرزبکۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۰/۴ مطبوعہ دارالمنکبروت
۸۶۰/۲ باب فی جزائرہ من غیر خیلا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۳۳/۵ کتبہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التامع فی اللبس۔ ذرائع کتب خانہ پشاور

دونوں باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں، ہاں تراویح بین المقدمین یعنی تہنوی ویرا یک پاؤں پر زور رکھنے پر تہنوی دیر و دوسرے پر سنت ہے کما حقہ فی الحلیۃ و بیناء فی خاؤنا (تعیہ میں اس کی تفصیل ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ ت۔)

مسئلہ ثانی از قادی گئے ضلع میر جموں ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادی رزاقی کو مافی

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

آج کل دیار بنگالی کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر نہنگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی ادانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عارضی انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عارضی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سسر پر ٹولی رکھ چھوڑ دیا ہے تو کیا تنگ سرفرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز بڑا ہوگی یا مکروہ ہوگی، اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سر و کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امین مہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں تنگ سسر نماز پڑھی ہے یا نہیں، اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی بھی سر کو نہنگا رکھا ہے یا نہیں، اور جو فیانے عظام کی کتابوں میں تنگ سسر نہنگا تہذیب اور آدابہ آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں، ایجاب جواب دہ

الجواب

حضور آقہ تسلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کرمہ نماز مع کلاہ و عمامہ ہے اور فقہاء کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر برہنیت تو اضیع و عارضی ہو تو جائز اور بوجہ کسل مو تو مکروہ، اور معاذ اللہ نماز کو بے قہ راہ و ہکا بچ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تو اضیع بتاتے ہیں تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بدگئی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ نماز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہر کرام سب سے ثابت، بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کچھ زیادہ تار میں اسی طرح پھیسرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً مکروہ بلکہ مجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضیع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ، مجمع البحار وغیرہ میں ہے،

الخروج عن عادة البلد شہرة و مکروہ ہے اہل شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے (ت)

صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲۱: از شہر کتبہ محلہ سہوائی ٹولہ مسئلہ حافظ جہر اللہ صاحب ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ
 بسمہ الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے منہ سے سہواً
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور دوسرے مقتدی نے عمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضور ان
 دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہئے
 نہ عمداً ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عز وجل کا نام پاک سن کر حکم ہے کہ عذراً یا جل جلالہ یا اس کی مثل کلمات تعظیفی کے حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علی افضل الصلوٰۃ والسلام یا اس کے
 مثل کلمات درود کے محقر یہ دونوں وجوب بیون نمازیں نماز میں سوائے کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 مقرر فرمائے ہیں اور کی اجازت نہیں خصوصاً جہر یہ نمازیں وقت قرات امام مقتدی کا سنتنا اور خاموش رہنا
 واجب ہے یہی امام کے خطبہ پڑھتے میں جب عز وجل اور سیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسا کہ علیہ آئیں
 سامعین دل میں کلمات تہنیر درود کہیں زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں نماز میں نام الہی سن کر جل و علا
 یا نام مبارک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً یا قصداً اور اگر بقصد
 جواب تو قصد ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں، در مختار میں ہے:

سمع اسم الله تعالى فقال جل جلاله او
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فصرى عليه
 او قرأ الا لام فقال صدق الله ورسوله
 فسد ان قصد جوابه آه قال العلامة الثماني
 ذكر في البحر انه لو قال مثل ما قال
 المؤدى ان اراد جوابه تفسد وكذا لو لم
 تكن نية لانت انتظاره اراد الاجابة
 وكذا لك اذا سمع اسم النبي صلى
 الله تعالى عليه وسلم فصرى

اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ یا حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کا نام سن کر درود شریف، امام
 کی قرات سن کر صدق اللہ ورسولہ کہا تو مقصود
 جواب تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور علامہ شامی
 نے فرمایا بحر میں ہے کہ اگر نمازی نے اذان کا جواب
 دیتے ہوئے اذان کے کلمات کہے تو نماز فاسد
 ہو جائے گی، اسی طرح اس صورت کا حکم ہے
 جب کوئی نیت نہ تھی کہ ظاہر جواب دینا ہی ہے
 اسی طرح جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عليه فهذا اجابة اه ويشكل
على هذا كلمة ما مر من التفصيل
فيسمع العاقل حق قول الحمد لله
تأمل استقصيد انه لو لم يقصد الجواب
بل قصد الثناء والتعظيم لا تفسد لان
نفسه تعظيم الله تعالى
والصلوة على النبي صلى الله عليه وآله
عليه وسلم لا ينافي في الصلوة كما شرح المصنف اه
كلام لعلامة ش

اقول والدي من التفصيل ان
بسمع عطية غيره ، لو قال الحمد
لله فان عطف الجواب احتلف المشايخ
اد التعميم قدس اوله يريد واحداهما
لا تفسد فهو و هو صحيح في شرح
المنية عدم الفساد مطلقا
لانه لم يتعارف جوابا قال بخلاف
جواب السائر بالحمد لله التعارف اه
الشمس و رأيتني كتبت على قوله
عدم الفساد مطلقا
مانصه .

اقول لا بد من استثناء
اسادة التعميم كما لا يخفى

لا اسم گرامی شستا اور درود شریف پر حاوی یہ بھی جواب
ہی ہے اور اس پر گزشتہ گفتگو کے ساتھ
اعتراض ہوگا جس میں فرق کیا گیا تھا کسی نے
چینک سن کر الحمد لله کہ غور کرو، جو واضح
کر رہا ہے کہ اگر مقصود جواب نہ ہو بلکہ اللہ کی ثنا و
تعظیم ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی
تعظیم اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
میں سلام نماز کے مافی نہیں شرعاً لمیہ اور علامہ
شامی کا کلام حقہ ہوا۔

اقول میں کتابوں، جو تفصیل پہنچے
گزری کہ اگر غیر کی چینک سننے والے نے الحمد لله
کہا تو اگر مقصود جواب تھا تو اس میں مشائخ کا
اختلاف ہے یہ مقصود تعظیم ہی تو نماز فاسد
ہو جائے گی یا دونوں میں سے کوئی بھی مقصود تھا
تو نماز فاسد نہ ہوگی نہر، اور شرح ضیہ میں بات
کو صحیح قرار دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی نماز فاسد
نہ ہوگی کیونکہ یہ جواب متعارف نہیں بخلاف اس صورت
کے جب خوش کن بات پر الحمد لله کہے تو یہ جواب
متعارف ہے اور شامی نے یاد دلاتا ہے کہ اس کے
قول عدم الفساد مطلقاً پر یہ لکھا تھا
اقول یہاں ارادہ تعظیم مستثنیٰ کرنا ضروری ہے
جیسا کہ واضح ہے اور تفصیل اس سے متعلق نہیں

حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو توفیق کہا کرے فرد گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز سے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جاسے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے، رد المحتار میں ہے: **فَعَالِيَهُمُ الْمُتَنَجِّسَةُ** (لوگوں کے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ ت) پھر ٹیٹ غالباً ایسا پھسلا ہوا ہوتا ہے کہ مسجد سے میں، انگلیوں کا پیسٹ زمین پر پھیلنے نہ دے گا تو ادب درکار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ **وَهُوَ تَعَالَى اَعْلَمُ** مسئلہ **اعلم**، از کتابہ فیض بدایوں مرسلہ نسیم خاں، ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور دوسری میں سورہ دہر اس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف اٹا پڑھا دوسرا پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں گرا بہت تو نہیں آئی، کہ کچھ عورت نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو کراہتیں ہوتیں: ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل اور دوسری مفت اشہ کو مست ہے۔ قرآن مجید کو محکم کس طرح یا گناہ و سخت نامائز سے حدیث میں ہے ایسا شخص خواتین نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا دل الٹ دے۔ **وَهُوَ تَعَالَى اَعْلَمُ**

مسئلہ **۱۰۲۴** ردھام پور ضلع بکھرہ مرسلہ حافظ سید بیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے محراب میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ مینوا قوجروا

الجواب

مسجد سے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرضین کے قبل و بعد کے سنن مذکورہ میں بھی برہنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

افضل صلوة المرء فی بیئۃ الا الکسوة یتہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے (تہ) مگر فرضین بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے۔ چند بار ایسا ہو تو غاسق

۹۵۴/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب صلوة الجنائز	لے رد المحتار
۲۶۶/۱	۰ نور محمد اصح المطابع کراچی	باب صلوة النافلة	لے صحیح مسلم

مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
لا صلوة لجوار المسجد الا في المسجد۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰۲۵ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بیضا تو جہودا
الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ماقول ہو جائیگا لکن الفادہ جہودا (کیونکہ فساد نماز
میں باہر ہے۔ ت) مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی للاشتغال علی المحرمہ (حرام چیز اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے) کہ
جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کا صلوات فی الاصر من المغصوبۃ سواہ بسوا، (جس طرح مفصوبہ
زمین پر نماز کا حکم ادیب برابر ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۲۶ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو
تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو
کس قسم کا خلل ہے؟ بیضا تو جہودا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، علامہ مستجابات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکن رکراہت بھی
نہیں آتی،

وذلك لان التعميم من سنن التروا شد و
سنن التروا شد حکمها حکم المستحب۔
در مختار میں ہے،

لہذا ادب ترکہ لا یوجب اعادة ولا عتابا
کترک سنۃ التروا شد لکن فعلہ افضل
نماز کے آداب میں جن کا ترک اساتذہ و عقباء لازم نہیں
کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن ان کا
بجالاتا افضل ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

السنة فوعان سنة الهدی و ترکھا
سنن الدارقطنی باب البحث لجوار المسجد علی الصلوة قیلاً
سنت کی دو اقسام ہیں، سنت ہدٰی اس کے
مطبوعہ نشر السنۃ طہان ۲۲۰/۱
مطبوعہ مجتبیٰ دہلی بجات ۴۳/۱

یوجب اساءة وکراهة کالجماعة و
لا دان والاقامة ونحوها وسنة الزوائد
ونزکها لایوجب ذلك کیرالنسب صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم فی لباسہ والنفل و
منہ المندوب یشاب فاعلم ولا یسقط تارکہ
کذا حقیقۃ العلامة ابن کمال فی تعبیر
التقیح وشرحه فلا فرق بین النفل و
سنن الروائد من حیث الحكم لانه یدیکرہ
ترك کل منهما وقد مثلوا اسئۃ الزوائد
بتطویرہ علیہ الصلوۃ والسلام القنوادۃ و
المرکوع والسجود ولما لو تکی مکملات الدین
وشعائرا سمیت سنة الزوائد بخصلاف
سنة المهدی وھی السنن المؤکدة القریبة
من الواجب الحق یضلل تارکہا آھ ملخصا
واللہ تعالی اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد ابراہیم علیہ السلام خراجہ قطب بریلی

۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اس سے
گھر یا کچھ اور کچھ اہواز جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائیگی
یا نہیں؟ اور اس شخص سے یہ جائے نماز کے واسطے کچھ انکان جائز ہے یا نہیں؟ بادیل وحوالہ کتب تحریر
کریں۔ بینوا توجہوا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں درگزر کی ہیں، ایک یہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات
پر ہوتی ہے مسجد کرمات و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جائے نماز

ترک سے اساءت وکراہت لازم آتی ہے مثلاً جماعت
اذان اور تکبیر وغیرہ سنت زوائد اس کے ترک سے
اساءت وکراہت لازم نہیں آتی مثلاً آپ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم کا لباس پہننا، نفل و مندوب کے معاملہ
بھی یہی ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا مگر
تارکہ گنہگار نہیں۔ علامہ ابن کمال نے تعبیر التقیح
اور اس کی شرح میں اسی طرح تحقیق کی ہے پس
نفل اور سنن زوائد میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں
کیونکہ کسی کا بھی ترک محکومہ نہیں، فقہائے بعض اوقات
سنت زوائد کی مثال نماز میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم کا قرائت، رکوع اور سجود کو لیا کرتا بھی دی ہے
جب وہ وہیں اور شعائر دین کا حصہ نہیں تو انھیں
سنت زوائد کہہ جاتا ہے بھلاف سنت ہری کے وہ
سنن مؤکدہ ہوتی ہیں جو واجب کے قریب ہیں ان کا
تارکہ گمراہ ہے احقر فیضاً۔ واللہ تعالی اعلم (ت)

بچا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اُس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے ، اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر الواقع نہ ہو سکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہو جائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے اداائے فرض و ابرا ئے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ، دوسری نفع فقیر کو دہ جائز نماز بعد از نماز کسی غالب ظلم اور فقیر پر تصدیق کر دی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدیق کی گئی اُس کی ملک ہے کرتاد وغیرہ جو چاہے بتائے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ کمالا ینحی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۸

۲۱ ربیع الاول شریفہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین برمسند میں کہ برائے نماز ظہر و عشاء یا جماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے؟ بدینا تو جو روا
الجواب

نفل کی نیت چاہئے،

فان الفريضة في الوقت لا تكرر، وفي الحديث لا يصلي بعد الصلوة مثلهما
کیونکہ وقتی فریضہ میں تکرار نہیں، حدیث میں ہے نماز کی مثل نماز کے بعد اذان کی جائے۔ (ت)
اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفريضة في الوقت لا تكرر، کیونکہ فریضہ ایک وقت میں تکرار نہیں ہوا کرتا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۹

از موضع سریناں صلح بریلی مرسد امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۲۱ھ
نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے۔ یونہی نیا جوتا بھی اگر اس کا پنجا آٹا کرانہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا

پیٹ زمین سے نہ گئے وہ ایسا ہر گز تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

منتہیٰ سلمہ از بریلی مرسلہ داب سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان المبارک - ۱۳۱۱ھ

آج کل وتر باجماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تنہا بھی بہتر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرار ہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا شل نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت میں اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامہ مسلمین کا اس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثنائی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الرویہ ہے۔ رد المحتار میں زیر قول درمختار الجماعۃ فی دستور رمضان مستحبۃ علی قول (ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ ت) فرمایا،

وغير مستحبة عن قول: خير ليعيدها وحدها
فی بیتہ و هما قولان مصححات و سیاتی
قبیل اور لك الغریضۃ ترحیح الشافی
بانه المذهب۔
ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ
اخص گھر میں تنہا ادا کرے، اور یہ دونوں اقوال
صحیح قرار دے گئے ہیں مختصراً اور اک فریضہ
— ستر سہ پتے آئے گا کہ دوسرے قول کو ترجیح
دے کر یہی مذہب ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے،

هل الافضل في الوتر الجماعة ام المنزل
تصحیحان یکی نقل شارح الوہبانیۃ
ما یقتضی ان المذهب الشافی و اقرب
المصنف وغیرہ۔
کیا وتر میں جماعت افضل یا گھر میں ادا کرنا دونوں کی
تصحیح ہے لیکن شارح وہبانیہ نے جو نقل کیا ہے
اس کا تقاضا ہے کہ دوسرا قول مذہب ہے اور اسے
مصنف وغیرہ نے بھی ثابت رکھا ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

مرجع الکمال الجماعة بانه علی الله
تعالیٰ علیہ وسلم کانت او تروہم
کمال نے اس بنا پر جماعت کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو وتر پڑھانے

ثم بين العذر في تأخره مثل ما هنس في
التراويح فالوتر كالترايح فكما ان الجماعة
فيها سنة فكذا ذلك الوتر بحر وفي شرح الغنية
المرحبة ان الجماعة فيها افضل الا ان
سنيها ليست كسنية جماعة التراويح اه
قال الخبير الرضوي وهذا الذي عليه
جماعة الناس اليوم اه وقوا المعنى ايضا
بانه مقتضى ما مر من ان كل ما شروع
بجماعة فالمسجد افضل فيه اه ما في
مراد المحتد اقول في هذه التقوية
عندي نظر فانه لو كان المراد ان
ما جاء بجماعة فالمسجد افضل فيه
فمنسوخ فان كل فقد يجمع بجماعة
ما لم يكن على سبيل التداخي مع
ان الافضل فيه البيت وفاقا وان كانت
المراد ما ندب فيه الشروع الى الجماعة
فمسند لكن هذا اول المسئلة فلا استناد
به صريح المصادرة فليست اهل -

پھر جماعت چھوڑنے پر وہی حکمت بیان کی جو نماز تراویح
میں تھی تو ترکا حکم تراویح والا سب جس طرح ان
میں جماعت سخت ہے اسی طرح و تروں میں بھی
بحر۔ شرح المفید میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت
وتروں میں افضل مگر اس کی سنیت تراویح کی جماعت
کی طرح نہیں اور خبر علی نے فرمایا اسی پر آئے لوگوں
کا عمل ہے اور محشی نے بھی یہ کہتے ہوئے اس
کی تائید کی جو مشقہ اصول کا اتفاق بھی یہی ہے کہ
ہر وہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وہ
مسجد میں افضل ہے اور رد المحتار کی عبارت ختم
ہوئی اقول اس کی تائید میں میرے نزدیک
نظر ظاہر ہے اگر مراد ہو کہ ہر وہ نماز جو جماعت کے
ساتھ مشروع ہے اس میں مسجد افضل ہے تو یہ لغوی
ہے کیونکہ جن تراویح کی علی سبیل التداخی جماعت
نہ ہوں ان کی جماعت جائز ہے حالانکہ ان کی ادائیگی
بالاتفاق گھر میں افضل ہے، اور اگر مراد یہ ہو کہ
جس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت نے
مستحب قرار دیا ہو تو یہ مسلم ہے لیکن یہ بعینہ سوال
ہے اسی کے ساتھ استناد کرنا صراحتہ مصادره
علی المطلوب ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

باجہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس
پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۔ از کلکتہ دھرم تلامذہ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۴
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشرہ کی نماز فرض جس میں مصلی تہجد گزار
 یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو اس کو نماز درجاعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟
 بینوا تو جہودا۔

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ
 تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے
 کافی السدرہ حواشیہ و بینات فی فتاویٰ (جیسا کہ درود اس کے حواشی میں ہے اور ہم نے
 اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) بہر حال ضروری کسی کے نزدیک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۳۲۔ از سرور ضلع ایٹہ محلہ ملک زہراں مرسلہ مرزا حامد حسین صاحب

۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت؟
 اگر سنت ہے تو موکدہ یا غیر موکدہ؟ اس کا تکیہ کیا ہے؟ یا نہیں یہ قصد ترک کرنے والا، مفصل مع
 احادیث رقم فرمائیے گا۔ بینوا تو جہودا۔

الجواب

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم و اہم، قرآن و احادیث حضور پر نور سید المرسلین
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال۔ علامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے
 گنا اور سنت موکدہ سے جدا کرکے، تو اس کا تارک اگرچہ فضیل کیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں۔ بحار اربع
 و مشکوٰۃ و در مختار و فتح اللہ المعین السید ابوالسعود الاذہری میں ہے، الصدوبات صلوٰۃ اللیل
 (رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے، من تحیۃ المسجد
 ندب صلوٰۃ اللیل (تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت) غنیۃ شرع فیہ میں ہے،
 من النوافل المستحبات قیام اللیل (نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

فتح المعین حاشیہ علی شرح المنکر باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۴/۱

مراقی الفلاح مع حاشیہ الخطاوی فصل فی بیان النوافل۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶-۱۵
 غنیۃ مستطی شرع فیہ المصلی فصل من النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سیل انڈیا لاہور ص ۳۲۶

علیہ میں ہے:

مشی صاحب الحادی القدسی علی انہ
صاحب الحادی القدسی کی رائے یہی ہے کہ
وندوۃ۔
وات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

الا حسن انما الحسن المؤقتہ بذکر صدوۃ
الصبحی والمستحب تذکر الہجہ
وقتی سن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں
تہجد کا ذکر ان کا احپا تمام ہے اور مخصا
(ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکور علی جہۃ النقل میں اس کا استحباب ہی مصرح
ہو بعض علامہ نے مکتبہ شاہ عبدالعزیز علیہ السلام ابو عمر ابن عبدالبر و امام ابو زکریا نووی جانیہ سنیت لکھے۔ اور بعض
انہ بعض جس بصری وغیرہ سلمانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کما ینفہر بمطالعہ حمدۃ القاری
و شرح المنوطا للزرقانی وغیرہما (جیسا کہ حمدۃ القاری، شرح التوحید للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے
پتا چلتا ہے۔ ت، قول وجوب کو تو حمود علامہ نے نام لیا اور ذوات اور من لعت اجماع بتاتے ہیں
کما فیہما و فی مشروح مسلم لیسوی و بیہری بقسطی و نمو اہب للزرقانی وغیرہما
(جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم لیسوی، شرح بخاری للقسطلانی اور تراجم للزرقانی وغیرہ
میں ہے۔ ت، اور ہمارے علماء وجوب و سمیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں شرح نقایہ تمستائی
میں ہے۔

شأن رکعات بتسلیمۃ او تسلیمتین للہجہ
وقیل لہ رکعات سنۃ وقیل قرصہ
کما فی المحيط
تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات
ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنیت ہیں بعض
کے نزدیک یہ فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن النہام نے سنیت و استحباب میں تردد اور بالآخر
جانب اول میل اور انہیں کے اتار سے ان کے تکیہ علامہ علی نے علیہ میں اسے اشہد فرمایا، یہ ن

سلہ علیہ العمل شرح غیۃ الصلی

مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنجینہ قاموس ایران ۲۰۴/۱

سلہ جامع الرموز فصل التہجد
سلہ ایضاً

۱۱۱ م کی پنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص یا آنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف استیجاب ہی کا ادا وہ فرماتے ہیں۔ مستند ان کا مواظبت فعلیہ حضور و لاسیما اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد عرض ہونے نہ ہونے پر ہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُست کے لئے سنت ہو گا ورنہ مستحب۔

۱۱۲ م قدس سرہ نقی ان صفہ صلوة الیل فی حقنا السنۃ او الاستحباب یتوقف علی صفتہا فی حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان كانت فرضا فی حقہ فہی مندوبۃ فی حقنا لان کالدلۃ القولیۃ فیہا اسما تعید مندوب والمواظبت الفعلیۃ لیست علی قلع و عقر سنۃ فی حقنا وان كانت تطوعا فسنۃ لنا۔

۱۱۳ م امام ابن ہمام قدس سرہ نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ اولہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے۔ اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنت ہوگی۔ (ت)

اب اسی ہنسی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جہور مذہب مختار و منصور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں رضیت سے اسی پر ہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوعہ وارد

۱۱۴ م قال اللہ تعالیٰ یا ایہذا المرسل قم الیل وقاں تعالیٰ ومن ایل فتہجد بدیۃ رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا: رات کو تہجد ادا کیا کرو۔ (ت)

۱۱۵ م ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امیر الہی سے اور امیر الہی مفید وجوب و لاینافیہ قولہ تعالیٰ نافذہ قالنا فسلطۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافذ فرمان اس وجہ کے منافی نہیں

۱۱۶ م سے فتح تقدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ فوریر رضویہ سکھر ۱۹۹۱/۱

۱۱۷ م سورۃ القرآن ۴۱/۲

۱۱۸ م سورۃ القرآن ۱۷/۴۹

النَّبَاةُ عِثْرًا لِدَاةٍ فِي حَرِّ النَّفْثِ اَوْ هَب
 وَرَجَاتٍ بَتَّ حَصِيصٍ اِيْجَابًا بَتَّ خَامِتٍ
 اَبْرَأَتْنِ اَعْطَمَ دَرَجَاتٍ وَاَكْبَرُ تَقْصِيْلًا
 مَلَّ مُؤَيَّدًا قَوْلُهُ تَعَالَى لَكَ قَوْلٌ اَلَا مَبْرُورٌ
 اِيْهَا الْهَبُ مَرْسُومًا يَعْطَى التَّقْيِيْدُ بِالْمَجْرُورِ
 ذَلِكُ فَامَّا اَدَاكُنْ اَسْفَلَ الْمَتَعْرِفِ يَكُوْنُ
 كَقَوْلِكَ لِيْهِ وَلِغِيْرِهِ ۞

کیونکہ تاخذ کا معنی زائدہ ہے اب معنی ہو گا کہ آپ
 کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر
 یہ لازم واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے
 درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں
 بلکہ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس رُشْد و نَصْر
 سے ہو رہی ہے، امام بن ہمام کہتے ہیں کہ بعض
 اوقات مجرور لک کے ساتھ مقید کرنا اسی
 بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ

ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں (ت)
 طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حصار اللہ سے
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ هُنَّ عَنْ فَرَاغٍ وَهِنَّ كَمِ سَنَةِ
 الْبُوتِ وَالسَّوَالِكِ وَ قِيَامِ لَيْلَةٍ

تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنت
 ہیں، بوت و سواک و قیام شب۔

اقول والحديث ان لم يصححه
 فقد استظهر بظاهر الكتاب العزيز، وقد نظر المحقق
 نفسه في العمدة القدیرة لمرأة المعقود ان الحديث
 ضعيف يصح مرجحاً لا مثبتاً بالاحالة قال
 مؤلفه ابن مسعود مرجحاً لا مثبتاً

اقول میں کتابوں، اگرچہ یہ حدیث
 حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے
 اس کی تائید ہو رہی ہے اور خود محقق نے فتح القدیر
 میں مسئلہ معقود کی بروی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث
 ضعیف کسی شی کی اصل کو ثابت نہیں کر سکتی البتہ مرجح

سلف فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکسٹر ۱/۲۹۱

۱۱۱ تفسیر و تفسیر بحوالہ معجم اوسط و سنن بیہقی زیر آیہ و سن ایل متجددہ ناقلہ ملک مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۱۹۶۲

تفسیر خازن سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے مطبوعہ مکتبۃ ابی بنی مصر ۲/۱۴۳

کنز العمال بحوالہ بیہقی الاکمالی من وقت الترمذی ۱۹۵۵ مکتبۃ التراث الاسلامی موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/۴۰۰

معجم الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب ما یاء فی الحقائق مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۸/۲۶۸

المعجم الاوسط حدیث ۲۲۹ مکتبۃ الساعفۃ الریاض ۲/۱۶۵

سلف فتح القدیر کتاب المغتود مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکسٹر ۵/۳۵۲

ہی سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت دوسرا مرجع ہے (ت)

اقول وہہنا موافقة سلطات المفسرين موحدة آخر (اور یہاں سلطان مفسرین
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی موافقت ایک دوسرا مرجع ہے - ت) ابو جعفر طبری
حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ،

أمره صلى الله تعالى عليه وسلم بقيام
الليل وكتب عليه دون اتمه بـ
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام
شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا اُمت پر نہیں۔

امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں ،

كانت صلوة الليل فرضاً على النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم في الاصل
على الامة ، ثم صار الموحوب مسموحاً
في حق الامة ، ولفي في حق النسبي صلى
الله تعالى عليه وسلم اهـ ملخصاً
ابتداءً قیام شب سرور عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور آپ کی اُمت دونوں پر فرض تھا پھر اُمت
کے حق میں وجوب مسموع ہو گیا لیکن رسالتاً شب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی
رہا (ملخصاً ت)

فتح القدير مي ہے ، عليه كلام الامويين من صاحب (ہمارے مشائخ اصحابین
کی رائے یہی ہے - ت) شرح مواہب زرقانی میں ہے ، هو قول الاكثر وهاك (اکثر علماء
اور امام مالک کا یہی قول ہے - ت) مواہب میں ہے ، هداها صاحبها الرافعي ونقله
النووي عن الجمهور (رافعی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے - ت)
شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں ،

فما رآنا من كتب من شدة براعته
مختار ہی ہے کراؤت سے یہ مسموع ہے اور

سہ تفسیر ابن جریر طبری المستقی جامع البیان
المواہب اللدنیۃ بحوالہ طبری الباب الثالث فی ذکر تہجد صلی علیہ وسلم مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۸/۴
سہ معالم التشریل علی حاشیۃ الحازن زیر آیۃ ومن ایل فتجدہ ا
سہ فتح القدير باب المناقل مطبوعہ مکتبہ فوریر رضویہ سکھر ۲۹۱/۱
سہ شرح الزرقانی علی مواہب الباب الثالث فی ذکر تہجد صلی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۲۵۵/۴
سہ مواہب اللدنیۃ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر و قد
 حقق ذلك في موضعه
 سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں یہ
 وجوب تمام عمر باقی رہا اور اس کی تحقیق اس کے
 مقام پر چھوٹی ہے۔ (ت)

قریوں بھی منیت تہ ثابت نہ ہوئی، اور وہی مذہب و استحباب توبہ بقول تہور و مشرب و مختار و منصور ہا
 اتبول شک نہیں کہ تہجد ابتدا سے امر میں حضور اقدس صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلام علیہ اور حضور کی امت سب پر
 فرض تھا کہ شہادت پہ سورۃ المزمّل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ اس پر سورہ مزمل
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گواہ ہے۔ (ت) تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف امت کے حق میں ناسخ
 بدلیل اجماع امت ثابت وان لو فعلوا سند الاجماع (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں تہ
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں دعویٰ نسخ کو بھی کوئی ایسی سی روشنی مل چاہئے جو اپنے افادہ
 میں احتمالات سے منزہ ہوں فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجتہ لیکونکہ
 احتمال استدلال کو ختم کر دیتا ہے اور امر محتمل حجت نہیں ہو سکتا۔ (ت) حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 ان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی
 اولیٰ هذه السورۃ فقد رسی صلی اللہ علی
 علیہ وسلم واصحابہ حولہ و اصلک اللہ
 خاتمہا اثنی عشر شہراً فی السماء حتی
 انزل اللہ فی آخر هذه السورۃ التخیف
 فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فرض یصحۃ
 مرواۃ مسلم و ابوداؤد والنسائی۔

ان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی
 اولیٰ هذه السورۃ فقد رسی صلی اللہ علی
 علیہ وسلم واصحابہ حولہ و اصلک اللہ
 خاتمہا اثنی عشر شہراً فی السماء حتی
 انزل اللہ فی آخر هذه السورۃ التخیف
 فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فرض یصحۃ
 مرواۃ مسلم و ابوداؤد والنسائی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں و ہذا علامہ ذرقانی نے شرح مواہب
 میں فرمایا: دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے) حضور اکرم کے حق
 میں فرمایا: دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے) حضور اکرم کے حق

۵۰۶/۱	مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ مشکوٰۃ	باب صلوٰۃ اللیل	۱۵۶/۱	نور محمد اصبح المطابع کراچی
۲۳۴/۱	نور محمد کارخانہ آرام باغ کراچی	باب قیام اللیل	۲۵۶/۱	مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر
۲۵۶/۱	مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر	باب الثالث فی ذکر تہجد صلی علیہ وسلم		

میں نسخ پر، قوی نہیں ت) رسائل الارکان مولانا بکر العلوم میں ہے :

هذا لا يقنع به القائل بلفريضة لانه
يقول لعل امر المؤمنين اسادات امة
مملوكة الليل كانت فريضة على الامة
ثم نسخها الله تعالى عن الامة وصارت ففلا
واما عليه صلى الله تعالى عليه وسلم
فبقيت لفريضة كما كانت يظهر من
حاشية سورة المزمل **اقول** كانه يريد
قوله تعالى عمران لو تحصوه فتاب عليكم
وقوله تعالى عمران سيكون هنك مرجع
الحدود يصرون في الارض ينتعوت من
فمنزل الله فانت الظاهر ان
الخطاب فيه للامة .

جو حضور پر فرضیت تہجد کا قائل ہے وہ مومنین
وہی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہو سکتا
کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ
پہلے قیام شب اُمت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہو کر
نفل ہو گیا۔ رہا ماحد سرورہم سلمی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ فاترہ سورۃ سے
ظاہر ہو رہا ہے **اقول** شاید اس سے ناک
مراد فاترہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا : وہ جانتا ہے اسے مسلمان فاترہ سے رات کا
شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تو پر رات
فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان آؤہ جانتا ہے کہ
سعریب تہجد پر چار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر
کریں گے اللہ کا فضل تلاش کریں گے۔ کیونکہ ظاہر
یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے اُمت،
تہ اقول ہیں احوال کافی غرضاً جبکہ وجہ مدیدہ اُس کا پتا چلتا ہو **اولاً** اسی حدیث

میں لفظ **ابوداؤد** دیوں ہیں :

قال (ی سعد بن هشام) قلت حدثني
عن قيام الليل قالت الت ثقفراً
يا هذا المزمل قال قلت بلطف قالت
فانت اول هذه السورة نزلت
فتم اصحاب رسول الله صلى الله

اس (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا کہ میں نے عرض
کیا کہ مجھے قیام شب کے بارے میں بیان کیجئے تو
اُمّ المؤمنین نے فرمایا کیا تو نے سورۃ یا ایہا المزمل
تمہیں پڑھی، عرض کیا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا اس
سورۃ کا ابتدائی حصہ جب نازل ہوا تو حضور کے اصحاب

تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامہ
وحس خاتمہ فی السماء اثنت عشر
شہرا ثم نزل آخرہا فصر قیامہ
اللیل تطوعا بعد فریضۃ شیخ
ثانیاً خود ام المومنین سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض
امت کے لئے سنت تھا۔

ثالثاً اسی طے اس جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نسخ ذکر فرمایا حکم دوا ابوہ وذوہ
کہ ابوہ آؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ حالانکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت
ماتے ہیں کہ تقدیر (جیسا کہ صحیحہ گزرا۔ ت)

رابعاً جب ام المومنین کا ارشاد ایں تک پہنچا فرمایا، صدقت اکما یقینہ مسلمہ
والنساء (انہوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ ت) اور منسہر مایا
هذا و اللہ ہوالحدیث کا حدیث داؤد (اللہ کی قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابو داؤد کے
ہاں ہے۔ ت) اگر اس سے آپ نے سنا ہے تو میں نے سنا ہے۔

ثما قول (پھر میں کتابوں) کے تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ
اور سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اسے منسوخ فرما کر مطلق قیام کی فرضیت باقی
رکھی بقولہ تعالیٰ فتاب عیب کوفی قرؤا ما تیسر من القرآن (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم آنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ ت) اس کے
بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استجاب رہا ہے۔ جلالینی شریف میں ہے
خفف عنہم بقیہ ما تیسر منہ ثم نسخ
ذلک بالصوات الخمس
پرمقام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد
منسوخ ہو گیا (ت)

۹۰/۱	باب رفع الصوت بالقرآن	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۹۰/۱
۱۸۵/۱	باب نسخ قیام اللیل	" " " " " "	۱۸۵/۱
۱۹۰/۱	باب رفع الصوت بالقرآن	" " " " " "	۱۹۰/۱
۲۰/۳	سورۃ منزل	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی	۳۷۷/۲

کشف وارشاد العقل وغیرہا میں ہے :

عبر عن الصلوة بالقراءة لانها بعض
اركانها كما عبر عنها بالقيام والركوع
والسجود يريد فصلوا اما تيسر عليكم
ولم يعد من صلوة الليل وهذا
ما سخر للاول ثم نسخا جميعا لصلوات
الخمسة

یہاں نماز کو قرات سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرات
نماز کا رکن ہے جیسا کہ نماز کو قیام ، رکوع اور
سجود کے ساتھ تعبیر کیا ہے مقصد یہ ہنا کہ تم تنہا
نماز پڑھتے رہو جو تم پر آسان ہو لیکن قیام شب
نہیں چھوڑ سکتے ، اور یہ حکم ابتداء سے سورۃ کے لئے
ناسخ پھر پانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے
ناسخ قرار پایا۔ (ت)

تفسیر کرنی وقت مائت الیہ میں ہے اھذا هو الاصل الذی صحت (ت) ام المؤمنین یقیناً
ناسخ ، ول کا ذکر فرما رہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل ، پھر
اس سے استفاضت و نفیست کہاں حاصل ، ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دخول کسب
ثابت ہوا نہ ہرگز اس میں کوئی نقص نازل ، توضیح مذکور سے انتہائے وجوب پر تسک سر سے سے زائل
وہفت تحقیقات اخراجہ و فہرستینا بہا
بتوفیق اللہ العالی الاکبر فسر سالۃ
لنا صنف ہا بعد ورود هذا السؤال
فی تحقیق هذا المقال سینا ہا سرعایۃ
المنة فی ان المتعبد فعل مد سنة "فلینظر
ثمہ والحمد للہ علی کشف الغمۃ۔

محول دئے۔ (ت)

ثمرا قول وباللہ التوفیق فقیر کے نزدیک اسی بحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں
ہیں صدقہ لیل و نماز تہجد ، صلوة لیل ہر وہ نماز فعل کہ بعد فرض عشر رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

سہ تفسیر کشف سورة منزل مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران ، ایران ۱۴۹/۴
سہ تفسیر الفترحات الیہ الشیر باللہ مطبوعہ مصطفیٰ ابالی مصر ۴۴۴/۴

ماکان بعد صلوٰۃ العشاء فهو من الليل
 رواه الطبرانی عن اياس بن مغویة
 العزفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند
 حسن۔
 جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے
 اسے طبرانی نے سند حسن کے ساتھ تصرفت
 ایاکس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنت مذکورہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنت بعد یہ جو سنت فجر بھی داخل، صحیحین میں ام المؤمنین
 صریحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

کانت صلوٰۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فی شہر رمضان وغیرہ ثلاث عشرة رکعة
 باللیل و جنبہ رکعة الفجر
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب رمضان
 وغیرہ میں تیرہ رکعتیں تھیں، ان میں دو رکعت
 فجر کی بھی ہیں (ت)

اس معنی پر حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ لیل کو بعد قرآن نماز سے افضل بتایا،
 کما لمسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ یرفعہ افضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ
 صلوٰۃ للیل
 جیسا کہ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کے بعد افضل نماز
 ایت کی بات ہے (ت)

ورز جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنتی راتر سب مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع
 ہے کہ سنت فجر سنتی راتر سے بھی اعلیٰ و اجل اور نماز تہجد نفل کے بعد فرض عشاء قدرے سو کر طلوع فجر
 سے پہلے پڑھے جائیں، طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

انما تہجد المرء یصلی الصلوٰۃ بعد
 رقدۃ
 قدرے سو کر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد
 کہا جاتا ہے (ت)

معالم میں ہے، التہجد لا یكون الا بعد النوم (تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ت)

۲۷۱/۱	مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت	۷۸۷	حدیث ۵۵	المعجم الکبیر ترجمہ ۵۵
۲۵۵/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	۷۸۷	باب صلوٰۃ اللیل	صحیح مسلم
۳۶۸/۱	" " " "	۷۸۷	باب فضل صوم المحرم	" " "
۲۲۵/۳	مکتبہ فیصلیہ بیروت	۳۲۱۶	حدیث ۲۵۸	المعجم الکبیر ترجمہ ۲۵۸
۱۰۴/۴	مطبوعہ مصطفیٰ ابائی مصر	۱۰۴	من ایل فتجد	تشریح حاشیۃ الخازن تحت قولہ تعالیٰ ومن ایل فتجد

عیر میں قننی حسین سے ہے،

انہ فی الاصلہ ۳ صلوۃ التطوع قبل
اللیل بعد النورۃ۔
اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد ہوا افضل کی
ادائیگی کو تہجد کہا جاتا ہے (ت)

ولہذا رد المحتار میں فرمایا:

صلوۃ اللیل و قیام اللیل اعم من
التہجد یتلہ
رات کی نماز اور قیام لیل تہجد سے عام
ہے۔ (ت)

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت ہو کر رہ جاتا اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد
سنت ہو کر رہتی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہو سکتی اور سنت ہو کر رہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ
سنت ہو کر رہ ہے لہذا حکم المقدمۃ حکم ما ہی مقدمۃ لہ (کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے
جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ ت) اور سنت ہو کر رہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد
احرار کبیرہ شب بیداری کی عاقبت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت ہو کر رہ کی موجب مستحب
کیسی ہو کر رہ و ممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت ہو کر رہ کے فوست کا
موجب ہو مستحب نہیں ہو سکتا مذہب ہونا۔ ہمارے امام مذہب سنیہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
پینتالیس برس عشا کے دن سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس سال کا ترک سنت ہو کر رہ پر اصرار
فرمایا فقد ظہر الحق واسفر الفلق وبقیۃ الکلاہ فی ثلث السالۃ والحمد للہ رب
العالمین (حق واضح ہو گیا صبح طلوع ہو گئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے
صاحب جلال رب کی۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۳۳۔ مسئلہ کیا فرماتے ہیں علما نے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی
مسجد میں، اور رد افصہ کی مشابہت اور دفعہ کی تہمت سے بچے کہ مسجد میں پڑھنا ضرورہ لازم ہے یا نہیں؟
اور محدثوں میں گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف فرائض ہیں یا سنتیں بھی؟

الجواب

ومن اللہ سبحانہ توفیق الصدق والصواب تراویح وتہیۃ المسجد کے سوا تمام فرائض

ملہ علیہ الرحمہ شرح غیۃ المصلی

سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ ہوگا یا غیر راتبہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنْ صَلَواتٍ فِي بَيْتِكُمْ فَإِنْ خَيْرٌ صَلَوةٍ
المرء في بيته إلا المكتوبة. رواه البخاري
و مسلم۔

اور فرماتے ہیں:

صلوة المرء في بيته أفضل من صلواته
في مسجد يهدى إلا المكتوبة. رواه
ابوداؤد۔

اور خود عادت کرید سنیہ المسلمین کی اسی طرح تھی۔ احادیث صحیحہ سے حضور و آلہ کا تمام سنن کا شانہ
فکست آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز
پڑھاتے پھر گھر میں روفی اذین ہو کر دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما جوتے اور دو
رکعتیں پڑھتے اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر
باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم في صحيحه و ابوداؤد في
السنن واللفظ لمسلم عن عبد الله بن
شقيق قال سألت عائشة رضي الله تعالى
عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم عن تطوع فقال كانت كان يصلي في
بيتي قبل الظهر اربعين ثم يخرج فيصلي
بالنفس ثم يسجد حل

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت
کیا ہے مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے
میں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے
بار سے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے حجر سے
میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار
رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور

۱/۲۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶
۱/۱۲۹ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۲۹

فیصلی رکعتیں دکان یصلی بالناس
المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین
ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیعتی
فیصلی رکعتین، ثم ذکر صلوٰۃ اللیل
وایوترالی ان قالت وکان اذا طعم العجر
صلی رکعتین ثم ادا بوداؤد ثم یخرج
فیصلی بالناس صلوٰۃ الفجر.

لوگوں کو جماعت کروا سنے پھر حجرہ میں جلوہ افروز
ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی
جماعت کروا سنے پھر حجرہ میں تشریف لا کر دو رکعت
پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے پاس
تشریف لاتے تو دو رکعت ادا کرتے۔ پھر انھوں
نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب
طلوٰۃ فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعت ادا کرتے۔
ابرداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے
نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔ (ت)

اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھا۔ صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں
لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ
پڑھتے ہی نہیں،

فی الفجر عن النّاس بن یزید قال سمعت
مرأیت النّاس فی زمن عمر بن الخطّاب
اداءوا الفجر فاحموا حیضاً
حق لا یبقی فی المسجد احد کا تھم
یصلون بعد المغرب حتی یصیروا
فی اہلہم.

سیدنا عائشہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے
کے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب

سے صحیح مسلم باب جازان حد قانما وقاعد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۵۴/۱
سے سنن ابوداؤد باب تغریغ ابواب التلویح و رکعات السنۃ - آفتاب عالم پریس لاہور ۱۷۸/۱
سے فتح القدیر باب ادماک الفریضہ - مکتبہ قدیر رضویہ سکھر ۴۱۹/۱

عن کعب بن عجرة وابن ماجة عن
حدیث رافع بن خدیج والسیاق
لابی داؤد قال ابی الدی علی الله تعالی
علیه وسلم اتی مسجد بنی عبد الاشهل
فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلواتهم
راهم یسبحون بعدھا فقال هذه صلوۃ
البیوت ولفظ الترمذی والنائی عینکم
بهذه الصلوۃ فی البیوت. وابن ماجة
ارکعوا هاتین الم رکعتین فی بیوتکم.

بن حجر سے اور ابن ماجة نے حضرت رافع بن خدیج
سے روایت کیا ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عبد الاشهل کی مسجد میں
تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی
جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انھیں
نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ
گھروں کی نماز ہے۔ ترمذی اور نسائی کے الفاظ
ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔
ابن ماجة کے الفاظ ہیں یہ دو رکعات تم اپنے
گھروں میں ادا کیا کرو۔ (ت)

شیخ محقق علامہ عبدالحی محمد ثوبی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را در آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایستاد کہ ہمارے منزل
میں گزارند کہ مراد بوسے سنت مغرب است بعد از
فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم این یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز
نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد
نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل
غیر فرض در خانہ گزارند چنانچہ بود علی آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر فیجیہ یا عذیبہ
خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد گزارد
بعض از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را
در مسجد گزارد از سنت واقع نمی شود و بعض

حب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور علیہ
الصلوۃ والسلام نے انھیں فرائض کے بعد
نوافل یعنی سنتی مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے
دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ سنتی مغرب یا مطلق
نماز نفل گھروں کی نماز ہے انھیں گھروں میں ادا کرنا
چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ
نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر
کی صورت میں سنتی سے خصوصاً نماز مغرب کی سنت
مسجد میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علما نے فرمایا کہ
اگر کسی نے سنت مغرب مسجد میں ادا کی تو سنت
واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی

گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جهت مخالفت امر کہ
طاعت بر ش در وجوب است و چہرہ بر آئند کہ امر برائے
استحباب است لیکن
گنہ گار بھی ہو گا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے)
کی مخالفت کی ہے اور چہرہ کے نزدیک یہاں امر
استحباب کے لئے ہے الخوات.

گناہ اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو عمل فرماتے ہیں وہ کسی عذرہ سبب سے تھا کہ
عن الشیخ وبتثله قال العلامة ابن اخیو الحنفی فی شروح المعیة (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے
محرر اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح فیہ میں فرمایا۔ ت) معہذا ترک ایما نانا فی سنیت و
استحباب نہیں بلکہ اس کا مقررہ نہ کہ سب کہ موافقت محققین کے نزدیک امارت وجوب کما فی البعد
وغیرہ (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے دامائے سب سنن مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرمایا ہے "فرضوں کے
سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ما دارا سے فرض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد
میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں
میں پڑھا کر" "صکھا صرکک وبت" جیسا کہ یہ سب کچھ بیچے ہوئے ہے۔ ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں
پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مزع ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی
کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق
(حب کہ بیچے گزرا۔ ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تفصیل نہیں کرتے، چاہے میں ہے
والافصل فی عامة السنن والنوافل
المنزلی وهو المروی عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم
تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے
اور یہی بات رسالت مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

عام فقہائے عبارت کتاب (ج) مرجع مطلق
کعبا مرقا الکتب و بہ اختی
جواب دیات اور فقہ ابو جعفر نے اسی پر

سہ اشعة اللمعات باب من صلی صلوۃ مرتین فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۰۲/۱
سہ البدایہ جزء اول باب ادراک الفریضہ مکتبہ عزیز سیہ کراچی ۱۰۳۲/۱

العقیہ ابو جعفر قال الا انت یحشی
انت یشغل عنها اذا رجع فان
لو یخف فلا فضل البیت لہ

شرح صغیر میں ہے ،

ثم لسة في سعة الحجر وكذا في سائر
السنن ان ياتي بها اما في بيته وهو
الافضل او عند باب المسجد واما
السنن التي بعد الفريضة فانه ان تطلع
بها في المسجد فحسن وتعود بها
في البيت افضل، وهذا غير مختص بسما
بعد الفريضة بل جميع النوافل ما بعد
التراديج وتحية المسجد ۛ فصل في
المروى عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم انه كان يصل جميع السنن
والوتر في ليلته ملخص .

یہ کہتے ہوئے فتویٰ دیا ہے مگر اس صورت میں
کہ جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے
وقت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ
لے، ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے

پہر سفت، سنن فجر میں اسی طرح تنقیہ سنن میں
کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے
یادروازۃ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ
مستثنیٰ جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے
تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر
ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض
کے بعد ہیں بلکہ تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ باقی
تمام نوافل کو بھی اس ارکانا افضل ہے کیونکہ
رسالتناک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے
میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سنن دو ترکو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اور غنیمت

اور عیب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یہی حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت و وافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ
نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا خلاف اُن کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور
خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اُسے چھوڑتے جاتیں آخر افضلی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجلد امسل حکم
استہجائی یہی ہے کہ سنن قبلہ مثل رکعتیں فجر و بائی ظہر و عصر و عشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ
ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتیں نہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہے

کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے اس سن سے بازرگ کے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر اور اس سے ایک زیادہ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارہ بار اسے سن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے

قل تبارک وتعالیٰ ونکتب ما قد صوا و اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے : ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پہنچے صبیحہ و کل شیء احصینہ فی امام چھوڑ گئے اور ہر شی کو ہم نے کتاب میں شمار کر رکھا ہے ۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ فی خاصیت میں اصل نماز فوت نہ ہو ، اور یہ معنی عارضی انصیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں ، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کہ فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے) شب تک شب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار غلوں و فتن باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف اسی بی حد قانون مصالح کی رعایت اس پر مرجع ہے ، ائمہ دین فرماتے ہیں ، الخروج عن العادة شهرة و مکروہ (معمول کے سدھ کرنا شہرت اور مکروہ ہے ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۰۳۵ از لشکر گویا ہر محکمہ ڈاک مرسل مولوی نور الدین احمد صاحب غفرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ (۱) نفل کا سوائے تراویح و نماز کسوف و خسوف بجماعت غرض ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کسی کتاب کے بعض نمازیں نفل کی مثلاً صلوٰۃ قضا کے عمری (۳۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب برات بجماعت ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے ، جو از کس بنا پر ہے اور مخالفت کیوں ہے ، جن فتاویٰ کی روش سے جو از نکال ہے وہ کہاں تک معتبر ہے ؟

(۲) نفل دوم عاشوراء ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے ۔ اسی حکم میں

نماز خسوف بھی داخل کر وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو حکماً فی الشامی عن اسمعیل عن
 البرجندی (جیسے کہ شامی نے تمہیل سے اور انھوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے
 اما الجماعة فی صلوٰۃ الخسوف فظاهر کلام الحجم العفیر من اهل المذهب
 رہا صلوٰۃ خسوف کی جماعت کے بارے میں حکم تو
 اہل مذہب کے جم غفیر کے کلام سے یہی ظاہر ہے
 کرہتھا
 صرف تراویح و صلوٰۃ الکسوف و صلوٰۃ الاستسقاء مستثنیٰ ہیں

وذلك بوقاف اشتغال الاصل فالخلف
 فی الاخير فی الاستسقاء دون الجواز
 اصح مذہب کے مطابق تبارے نہ کا اتفاق
 ہے، اختلاف آخری (صلوٰۃ الاستسقاء)
 کے سنون ہونے میں ہے نہ کہ جواز میں، جیسے
 کہ درمختار میں تصریح ہے (ت)

تداعی مذہب اصح میں اُس وقت متفق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت
 نہیں،

فی الدرر یکبر ذلك لو علی سبیل التداعی
 بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر
 اح فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح فی
 اقتداء ثلثة الاصح عدم الکراہة
 درمختار میں ہے یہ مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی
 ہو مثلاً چار آدمی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر
 میں ہے اور، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے
 اگر تین نے ایک کی اقتداء کی تو اصح یہی ہے کہ
 یہ مکروہ نہیں۔ (ت)

نماز تناسخ غدیری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اُس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اُس میں یہ
 سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اُتر جاتی ہیں محض باطل و

۱۸۳/۶	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الکسوف	۱۸۳/۶
۱۱۸/۱	مطبوعہ مطبعہ محبتی دہلی	باب الاستسقاء	۱۱۸/۱
۹۹/۱	~ ~ ~	آخرباب الترتیب والنوافل	۹۹/۱
۲۱۱	نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی	عاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح	۲۱۱

بدعت سیئہ شیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں، نماز شب پر بات اگرچہ مشائخ کرام قدس سرہم نے بجااحت بھی پڑھی، قوت القلوب شریف میں ہے،

يستحب احياء خمس عشرة ليلة (۱) الى قوله) ليلة النصف من شعبان وقد كانوا يصلون في هذه الليلة مائة ركعة بآلف مرة قل هو الله احد عشر ا في كل ركعة ويسمون هذه الصلوة صلوة الحير ويتعبر فومئ بركتها ويجمعون فيها ويصليها جماعة (۲) برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احيانا اس نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (ت)

اور یہی مذہب علمائے تابعین سے نعمان بن عمار و خالد بن معدان اور احمد مجتہدین سے استحقاقی راہب و رحمة اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے مگر ہمارے شریعتی ائمہ قدس سرہم کا مذہب یہی ہے کہ جماعت بداعی ہو تو مکروہ ہے

كما نص عليه في البزازیة والتأخر خاوية والحدوى القدسی والحلیة والغنية ونور الايضاح ومرا في الفلاح والاشباه وشرو حها والدر المختار وحواشیه وغير ذلك من الكتب المعتمدة. جیسا کہ اس پر بزازیہ، تارخانیہ، الحدوی القدسی، علیہ، غنیہ، نور الايضاح، مرا في الفلاح، الاشباہ اور اس کی شرح، درمختار اور اس کے حواشی اور اس کے علاوہ دیگر معتد کتب میں تصریح ہے (ت)

(۲) عاشورایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب و مندوب مگر اس دن نوافل معینہ بطرق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کہ صرح بہ ابن الجوزی فی موضوعاتہ و اقراء عیہ فی الذلّی (اس کی تصریح ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں کی اور امام سیوطی نے الذلّی میں

اسے ثابت رکھا ہے۔ ت) موضوعاتِ کبیرہ طاعنی قاری میں ہے، مہلوقہ عاشوراء موضوع، لا اتفاق
(عاشوراء کی نماز بالاتفاق موضوع ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۳۶ از علاء جاکل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ

۱۴ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

کی فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب کی یا سنت کی
یا کیا؟ بینوا متوجروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضرور ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب
کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی میں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی
تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔

فی الدر المختار لا بد من التعین عند
النیۃ لضر من انہ ظہر او عصر و واجب
انہ وتر و نذر انہ مختصر و فی رد المحتار
ای لا یزعمہ تعین الوجوب و ان کان
حظاً یا ینبغی ان ینویہ لیط بق اعتق دة
الح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

در مختار میں ہے نیت کے وقت اس بات کا تعین
کہ یہ فرض ہے مثلاً یہ ظہر و عصر کی نماز ہے یا
واجب مثل وتر یا نہ رک کی نماز ہے ضروری ہے
اختصاراً، اور رد المحتار میں ہے کہ تعین وجوب
لازم نہیں، ہاں اگر وہ جنفی ہو تو مناسب یہی ہے
کہ اس کی نیت کرے تاکہ وہ اس کے اعتقاد
کے مطابق ہو جائے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳۷ از ملک بنگالہ ضلع چائیکام ڈاکخانہ بلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ

چرمی فرماید علمائے دین اندریں مسئلہ کہ جناب
قاضی ثناء اللہ صاحب در مالابہ منہ آورده اند کہ
اس مسئلہ میں علماء کی کیا رائے ہے کہ مالابہ منہ
میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ذکر کیا ہے کہ

۱۔ درالرفوعہ لملا علی قاری حدیث ۱۱۳۱
۲۔ در مختار باب شروط الصلوۃ
۳۔ رد المحتار
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۹
۴۔ مطبع معتبہ فی دہلی بھارت ۶۷/۱
۵۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۱۹/۱

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد میں قیام طویل فرماتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور پھٹ جاتے، یہ قول قابل اعتبار ہے یا نہیں، متورم ہونا اور پھٹنا دونوں صحاح ستہ سے ثابت ہیں یا صحاح کے علاوہ سے بعض علما کا یہ کہنا ہے کہ مبارک قدموں کا متورم ہونا تو صحاح سے ثابت ہے مگر پھٹ جانا ثابت نہیں، کس کا قول معتبر ہے، مسئلہ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور علما کہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلوٰۃ تہجد قیام بسیار می فرمودند حتیٰ کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تورم و خشق شدہ است! قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ و تورم و خشق در صحاح ستہ ثابت است یا خارج از صحاح بعض عالم میگویند کہ تورم در مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صوح ثابت است و خشق ثابت نیست قول کہ اگر کس معتبر است بینوا بسند الکتاب و وجودا من لہ الوہاب۔

الجواب

قاضی صاحب کا کلام درست و صحیح ہے اس کا انکار ناواقفیت سے پاؤں کا متورم ہونا اور پھٹ جانا دونوں ہی صحاح ستہ سے ثابت ہیں، یہ خبر شیخ ابی داؤد اور جامع صحیح امام بخاری میں مروی ہے کہ میں صدق بن فضل انھیں ابن خبیبہ انھیں زیادہ سننے بتایا کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدم متورم ہوئے، آپ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان الفاظ کے ذریعے مغفرت بخشش کی تو بخیری دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر، تو

ابن جاسن قاضی درست و سوسے است انکار نہیں ازنا بردہ روی ست، تورم و الشقاق بردہ صحاح ستہ بخاری شیخ ابی داؤد مروی ست و در جامع صحیح امام بخاری ست حدیثنا جسد قہ بین فضل انھیں نا اہل عیینہ ثنا زیاد انہ سمع النبی یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورمت قدمه فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اکون عبدا شکوہ آحد ثنا الحسن بن عبد العزیز ثنا عبد اللہ بن یحییٰ انھیں نا حیوۃ عن ابی الاسود

انه سمع عروۃ عن عائشة
 رضى الله تعالى عنها ان
 نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کانت یقوم من
 اللیل حتی تنعطر قد صا
 وقالت عائشة لوتعنم هذا
 یا رسول اللہ وقب خفیر اللہ
 لك ما تقدم من ذنبك و ما
 تأخر قول افلا احب ان
 اکون عبدًا شکورًا لحديث
 قال البخاری فی کتاب الصلوة
 تعطر قد صا العطور الشقوق
 انظر منه افشقت^{۱۵} ۱۵ واللہ تعالیٰ
 اعلم۔

آپ نے فرمایا، کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟
 حسن بن عبد العزیز انھیں عبد اللہ بن یحییٰ انھیں حیرۃ
 انھیں ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسالتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 رات کو قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے، میں نے عرض کیا،
 یا رسول اللہ! اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہو حالانکہ
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے معاملات پر
 مغفرت و بخشش کی ضمانت فراہم کر دی ہے تو
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں اس کا
 شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث کو امام بخاری
 نے کتابہ حصہ میں ذکر کر کے فرمایا، تفضل
 قد صا العطور کا معنی پھٹ جانا ہے کیونکہ انھیں
 اور افشقت دونوں کا معنی پھٹ جانا ہے ۱۵
 واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

مشعلہ از بریل محلہ مندرلی خاں کی بزریر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے
 ہو کر؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث
 زیادتی ثواب سمجھا؟ بینوا توجہوا

الجواب

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل

۱۵ صحیح البخاری سورۃ الحج زیر قول لیغفر لک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۲
 ۱۵ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۲/۱

نہیں، میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے تو اُمت کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳۹ کی فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو وتر بعد فرغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اٹھا دینا ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام ان کو پڑھنے خواہ و تروں سے پہلے یا بعد اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴۰ از ریاست اور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہو جائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنت وقت کے اندر قضا کر لے یا نہیں؟ اس میں بھی صاحب روایہ تحریر فرماتے ہیں کہ بدو کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا اگر اڑش ہے کہ اس کی تحقیق سے براہیسی ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علماء سے جو گفتگو ہوئی تو انہوں نے جناب کی تحقیق کی طرف قوجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انہیں ادا کر لے وہ ادا ہوگی نہ کہ قضا، درمختار میں ہے۔

بخلاف سنة الظہر و کذا الجمعة فانه ان خلاف فوت رکعة يتركها ويقتدى ثم ياتي بها على انه سنة في وقتها الظہر

بخلاف ظہر کی سنت کے، اسی طرح جمعہ کا معاملہ ہے، پس اگر نماز کی ایک رکعت نکل جائے کہ خطرہ ہو تو سنن ترک کر کے جماعت میں مشاغل ہو جانا چاہئے پھر ان سنتوں کو اپنے وقت یعنی ظہر میں ادا کرے۔ (د)

بحوالہ راجی میں ہے،

وحکم، لا رابع قبل الجمعة كالاربع

جمعہ کی پہلی چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے

سہ درمختار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۰۰/۱

قبل الظهر کمالاً یخفی

پہلی چار سنتوں کا ہے جیسا کہ واضح ہے (ستہ)

حاشیہ علامہ شمس الدین الرئی علی البحر الرائق میں فتاویٰ علامہ سراج الدین حنفی سے ہے،

فعلی ما قالوا فی المتن وغیرہ من ان
سنة الظهر تقضى، يقتضى ان تقضى
سنة الجمعة اذ لا فرق اذ ثم نقلت
مروضة العلماء عارده في منحة الخالق
ورد المختار۔

جامع الرموز میں ہے،

يتعلق سنة الظهر ولو حکما فيد خفيه
سنة الجمعة فتقتضى على الخلاف
سنة الظهر۔

رد المحتار شامی کا استدلال کہ،

قد يستدل للفرق بينهما بان اتي
في المتن، عده القضاء وقد استدل
قاضي خان بقضاء سنة الظهر بما عت
عائشة رضي الله تعالى عنها انت
النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان
اذا فاتت الا ربع قبل الظهر قصاهن
بعد فيكون قضاءها ثبت بالحدیث
على خلاف القياس۔

اس بنا پر کہ جو فقہانے کہا ہے کہ سنتوں وغیرہ میں اگر
ظہر کی سنتیں ادا کی جائیں اس کا تقاضا ہے کہ جمعہ
کی سنتیں بھی ادا کی جائیں کیونکہ ان میں کوئی فرق
نہیں اور پھر ائمہوں نے روضۃ العلماء سے وہ نقل
کیا جسے مؤلف الحنفی اور رد المحتار میں رد کیا ہے (ت)

ظہر کی سنتیں چھوڑ دی جائیں اگرچہ ظہر حکمی ہو تو جواز
ترک میں جمعہ کی سنتیں بھی داخل ہوں گی تو انہیں
بر خلاف سنت ظہر ادا کیا جائے (ت)

پس اوں بات کے درمیان فرق کے لئے یہ
استدلال کیا جاتا ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ سنتیں
میں قضا نہیں، اور قاضی خان نے ظہر کی سنتوں
کی قضا پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے رہ جائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ظہر کے بعد انہیں لو افریاء کرتے تھے پس ان کی
اداء خلاف قیاس حدیث سے ثابت ہوئی (ت)

۵۵/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب ادراک الفریضۃ	سنة بحر الرائق
۵۵/۲	" " "	قول حکم الاربع قبل الجمعة کے تحت	سنة حاشیہ مفتی الحنفی علی البحر الرائق
۲۲۳/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	فصل ادراک الفریضۃ	سنة جامع الرموز
۵۳۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر	باب " "	سنة رد المحتار

اس پر فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا :

اقول فيه ان الحاق سنة الجمعة بسنة
الظهير دليل المساواة فلا يضر كون
القبضاء فيهن على خلاف القياس لان
الحاق دلالة لا يختص بمعقول المعنى
كما نص عليه الاضاح ابن الهمام وغيره
من الاعلام بل لقائل انت يقول
ان سنة الجمعة من افراد سنة الظهير
فلا يحق فاقهم و بالجملة فالأحوط
لا يثبت بها خروجا عن العهد بيقين
والله تعالى اعلم۔

اقول بجمہ کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں کے ساتھ مساوات
کی بنا پر لاشعری کرنے میں ان کو خلاف قیاس قضا
کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ دلالت الحاق کے لئے
معقول یعنی ہونا ضروری نہیں جس طرح اس پر
امام ابن ہمام وغیرہ نے تصریح کی ہے بلکہ متاع
کے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ جمعہ کی سنتیں ظہر کی
سنتوں کا ہی فرد ہیں تو پھر کوئی الحاق نہ ہوگا ایسے
کچھ الغرض احتیاط یہی ہے کہ انہیں بولا جائے
تاکہ ذمہ داری سے بالیقین عمدہ برآ ہو جائے
واللہ تعالیٰ اعلم (ست)

مسئلہ ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، بن سعد میں کہ ایک شخص نے فوت حالت کے خوف سے سنتیں فجر کی
ترک کیں، درجاعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟
بیتنا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے اندر ترجمہ اللہ تعالیٰ
عنہم کا اس پر اجماع ہے حکم پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے
نہ اس سے پہلے۔ رد المحتار میں ہے :

اذا فاتت وجدها فلا تقصی قبل طلوع
الشمس بالاجماع لكرهية النقل بعد
العصر، واما بعد طلوع الشمس فكذا لك
عند هذا قول محمد احب الخب ات
يقضيها الى الزوال كما في الدرر۔

جب اکیلی سنتیں رہ گئی ہوں تو بالاجماع طلوع
آفتاب سے پہلے انہیں قضا نہ کرے کیونکہ اس
وقت اقل نماز مکروہ ہے۔ رد المحتار آفتاب کے بعد
تو شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام محمد فرماتے
ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے ان کا ادا کر لینا صحیح ہے
جیسا کہ درمیں ہے (ست)

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کرنا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہو گئیں، اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہو گز رہوں گی الا تروی الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سعى صلواتہ قبل الطلوع بعد العصر قضا (آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کہا بالاجماع طلوع آفتاب سے پہلے قضا نہ کرے، اس میں فرض کے بعد طلوع سے پہلے نماز کو قضا کیا ہے۔ ت، لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد فرائض کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ عرج نہ رہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۲ اذ اوجین مکان میر خادم علی صاحب السسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب

۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو ضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل گئے، ۴ میو او حروا

الجواب

اس صورت میں بال اتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و آگہ ہے، جب یہ جائے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بال اتفاق جماعت میں مل جائے گا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدر المنثور اذا خاف فوت رکعتی
الفجر لا شغل لہ بسنتہا ترکھا لکون
الجماعة اکمل الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
در مختار میں ہے کہ سنتوں میں مصروفیت کی بنا پر
فجر کے فرائض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو
انہیں چھوڑ دیا جائے کیونکہ جماعت ان سے
اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۳ از مقام یومہ قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسماعیل خان رجنٹ عہدہ بنگال ملک وزیرستان
مرسدہ عبداللہ خان صاحب سوار ۳۰ صفر ۱۳۲۰ھ

سے اے لغاتے تو جواب ہر سوال
مشکل ار تو حل شریعہ قیل و قال

(آپ سے طقات بھی ہر سوال کا جواب ہے اور بغیر قیل و قال آپ سے
سوال حل ہو جاتا ہے)

بعد متناہے قدمبوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت
کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشاء
پچھلے دو رکعت نفل میں دو پارے روز سنائے و سنس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں
بعد کو سب کی رائے سے عشاء کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا یہ یوم سنا ہو گا کہ بعض نے کہا
تھوڑی نماز درست نہ ہوئی اب آپ لکھئے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنانا درست
ہے یا نہیں؟ اب سہہ لکھتے ہیں و تروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست
نہیں ہے پھر کیا بند و بست کی جائے، اور جو اس طرحی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں؟ یہ بگ
پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل و تراویح و کسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا
زیادہ شخص مقتدی نہیں مکروہ ہے اور و تروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر
النزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قراءت طویل قدر سنت
سے اس قدر زیادہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرنے سخت ناجائز و گناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار
مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قراءت قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار
ہے تو اسی ایک کا لی نا واجب ہو گا اور قدر سنت سے بڑھا نا گناہ ہو گا، درمیان میں ہے:

يعمل بالناس من يملك اقامة الجمعة	وہ شخص جو جمعہ قائم کر سکتا ہے لوگوں کو مثل نفل کے
س رکعتیں کا نفل و صلوة الكسوف سنة	دو رکعات نماز پڑھا سکتا ہے اور صلوة کسوف
واختار فرب الاسرار وجوبها	سنت ہے اور اسرار میں اس کے وجوب کو
واختلف في استناف صلوٰة	مختار کہا ہے، نماز استسقاء کے سنت ہونے

الاستسقاء وهو بلا جماعة مستنونة بل هي
جائزة أمر منقطعاً.

اُسی میں ہے،

لا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة بخارج
من مضان اي يكره ذلك لو على سبيل
التداخي بان يقتدى اربعة بواحد
كما في الدرر.

رد المحتار میں ہے،

قوله يكره ذلك اشار الى ما قالوا ان
المراد من قول القدرى في مختصصة
لا يجوز الكراهة لا عدم اصل الجوار
لكن في الخلاصة عن القدرى انه
لا يكره ايداع في الحلية بها
اخرجه الطحاوى عن الموريت
مخرجة قال دفنا بابا بكر رضى الله تعالى
عنه ليلا فقال عمر رضى الله
تعالى عنه اني لما اوتو فقام
وصفنا وراءه فصل بنا
ثلث ركعات لم يسلم الا
في اخرهن ثم قال و
يكن ان يقال الظاهر

میں اختلاف ہے اور یہ بلا جماعت مستنونی بلکہ جائز
ہے (مختصاً) (ت)

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کو جماعت کے ساتھ
ادا نہ کیا جائے یعنی یہ عمل مکروہ ہے اگر علی سبیل
التداخی ہو یا یہ طور کہ چار آدمی کسی ایک کی قیادت
کریں جیسا کہ درمیں ہے (ت)

ان کا قول "يكره ذلك" علماء کے اس قول کی
طرف اشارہ ہے جو انھوں نے فرمایا کہ قدری کے
اپنی مختصہ میں قول "لا يجوز" کا معنی یہ ہے کہ
مکراہت ہے نہ کہ اصل جواز معدوم ہے لیکن
خاصہ میں قدری سے ہے کہ یہ مکروہ نہیں، اور
اس کی تائید طبرانی اس روایت سے کی ہے جو
طبرانی نے حضرت بشیر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کی ہے کہ ہم نے سیدنا ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کو دفن کیا تو حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے ابھی وتر نہیں
پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم ان کے پیچھے
صفت بنائی تو انھوں نے ہمیں تین رکعت پڑھائیں
اور ان کے آخر میں سلام پھیرا، پھر کہا کہ یہ کہنا

۱۱۷/۱	مطبوعہ مطبعہ معتبہ فی دہلی بھارت	باب الکسوف	۱۱۷/۱
۱۱۸/۱	" " " " " "	باب الاستسقاء	۱۱۸/۱
۱۱۹/۱	" " " " " "	آخر باب الوتر والنوافل	۱۱۹/۱

ان الجماعة فيه غير مستحبة، ثم ان كان ذلك احيايا كما فعل عمر رضي الله تعالى عنه كانت مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث وعليه يحمل ما ذكره القدوري في مختصره وما ذكره في غير مختصره يحمل على الاول والله تعالى اعلم.

در مختار میں ہے :

يكره تحريمها تطويل الصلوة على النجوم تراثا على قدر السنة الا وثب ما الكلام عليه في رد المحتار والمجتمعة وغيرهما وبالمبحث والتفصيل يظهر ما ذكرنا

پس اگر اس کا بند و بست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں،

(۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قراءت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گئے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے

هان الله لا يعمل حتى تملوا حكمنا في الصحيح عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ان الله تعالى لا يلال نيل ديتا یہاں تک کہ تم طلال میں ہو جاؤ، جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (ت)

اگر یہ معدود لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معنی نہیں اور لوگ بھی اگر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہو گا عند داعفت الوقوع في المحرام (حرام میں واقع ہونے)

۴۸/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید پکنی کراچی	باب الوتر والنوافل	سنہ رد المحتار
۸۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت	باب الامامة	سنہ در مختار
۱۹۴/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب ما یومر به من القصد فی الصلوة	سنہ سنن ابوداؤد

محکم ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ و تروں میں جماعت غیر مستحب ہے، اور اگر یہ بعض اوقات ہو تو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تو یہ مباح غیر مکروہ ہے، اور اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہے کیونکہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو مذکور ہے اسے بھی اسی پر محمول کیا جائیگا اور مختصر کے علاوہ میں جو مذکور ہے اسے پہلی صورت پر محمول کیا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نماز کا مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ ملنا کرنا مکروہ تحریمی ہے الا اس پر تفصیل کلام رد المحتار اور علیہ وغیرہ میں موجود ہے اور بحث و محیس سے وہ ظاہر ہو گا بذم نے ذکر کیا ہے (ت)

سے بچنے کے لئے۔ ت)

(۲) سنتوں، فطروں، وتروں میں عاقلاً قرار ت کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشاء کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر فطروں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا یا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسید ایک قرار ت طویل میں شرکت پہنچ گئی۔

(۳) سنتوں غلہ فطروں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قرار ت سب سنیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں، درمختار میں ہے :

فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الا قنءاۃ فی
صلوۃ مرغائب وبراءۃ و قدر الا اذا قل
نذرت کذا رکعتہ بعد الامام جماعتہ
قلت و تتمۃ عب سۃ البزازیۃ عن الامامۃ
ولای یبغی ان یشکلف کل هذا التکلف
لا امر مکرۃ ۳۰ - واللہ تعالیٰ اعلم
اشباہ میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے کہ نماز مرغائب
اور براءۃ اشبہ براءت کی نماز، اور قدر (شیر
قدر کی نماز) میں اقتداء مکر وہ ہے مگر اس صورت
میں جب کوئی یوں کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے
نذر کی ہے کہ میں اس امام کی اقتداء میں یہ رکعتیں
ادا کروں گا اور قلت بزازیہ کے باب الامامت
میں اختتامی عبارت یوں ہے کہ اس امر مکر وہ کے لئے یہ تمام تکلفات مناسب نہیں اور۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴۲ از احمد آباد گجرات دکن علامہ مرزا ابودردردہ اسلامیہ مسئلہ شیخ علامہ الدین صاحب

۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی
ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر ایام مخصوصہ مثلاً یوم عاشوراء وغیرہ میں نفل جماعت
جائز ہیں یا نہیں؟ اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

منصوص کتھے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں، آیا جماعت تہجد اور نفوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے؟ اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے یا کیا ہے؟ اللہ اعلم ما بینوا بحکم الکتاب تو جہود ایوم الحساب۔

الجواب

تراویح و کسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم و مشہور اور عامۃ کتب مذہب میں مذکور و مسطور ہے کہ بلا تلامی مضائقہ نہیں اور تلامی کے ساتھ مکروہ۔ تلامی ایک کلمہ کو بلا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلا کراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ، یہ تحدید امام شمس الامت سے منقول ہے کافی کا نص بجاہت یہ ہے،

(لا یصلی تطوع بجماعة الا قیام رمضان) وعن شمس الامت ان التطوع بالحیة انما یکون اذا کان علی سبیل استدائی او اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ واذا اقتدی ثلثة بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعة بواحد کسوف اتفاقاً۔

نفل جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں مگر رمضان کا قیام شمس الامت سے یوں منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس صورت میں مکروہ ہے جب علی سبیل التلامی ہو، اگر ایک نے ایک کی اقتدار کی یا دو نے ایک کی تو کراہت نہیں اور جب تین ایک کی اقتدار کریں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے ایک کی اقتدار کی تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (د ت)

اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں، الخطاوی علی مرقی الفلاح میں ہے، قوله اختلف فیہ والاصح عدم الکراہۃ۔ ان کا قول اختلف فیہ "اس میں اصح یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (د ت)

مگر انھیں امام شمس الامت سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں

چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت۔ فتاویٰ خلاصہ کا نص عبارت کتاب القلوۃ فصل خامس عشر میں یہ ہے،

اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداوى يكره في الاصل للصدر الشهيد اما اذا اهل بالجماعة بغسیر اذان واقامة في ناحية المسجد لا يكره وقال شمس الائمة العلواني رحمه الله تعالى ان كان سوى الامام ثلاثة لا يكره بالاتفاق وفي الاربع اختلف المشايخ و الاصح انه يكره له

اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت علی سبیل التداوی ہو تو صدقہ شہید کی اصل میں ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان تکبیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں، اور شمس الائمہ علوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح کراہت ہے (ت)

بالجمعة مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ، اور تین اور چار میں اختلاف نقل و مشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، ولہذا درۃ و قریہ پروردگار میں فرمایا،

یكره ذلك لو على سبيل التداوى بان يقتدى اربعة بواحد

اگر نفل کی جماعت علی سبیل التداوی ہو بایں طور پر کہ چار آدمی ایک کی اقتدار کریں تو مکروہ ہے (ت) پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفة التوارث (کیونکہ یہ طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ ت) نہ تحریمی کرگناہ و ممنوع ہو، رد المحتار میں ہے،

في الحلية الظاهر ان الجماعة فيه غير مستحبة ثم ان كان ذلك احياها كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان مذمما مكروها لانه خلاف التوارث ويؤيد ايضا ما في البدائع من قوله

حلیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے مکروہ ہے اور اس کی تائید بدائع کے اس قول سے

سنة خلاصة الفتاوى الفصل الخامس عشر في
سنة در مختار آغراب الوتر والنوافل

مطبوعہ مطبع خشى نوکشتور کھنور ۱۵۲/۱
مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۹/۱

ان الجماعة في الطلوع ليست بسنة الا
في قيام رمضان اه فان نفى السنة
لا يستلزم لكراهة ثم ان كان
المواظبة كان بدعة فيكره وفي حاشية
البحر المحير المصل على الكراهة في الفيا
والنهاية بامث الوتر فغل من وجه
و لنفل بالجماعة غير مستحب لانه
لم تفعله الصحابة في غير رمضان اه
وهو كما بصريح في انها كراهة تنزيه
تأمل الله اه مختصرا۔

بھی ہوتی ہے کہ جماعت، قیام رمضان کے علاوہ
نوافل میں سنت نہیں اہ کیونکہ نفی سنت کراہت
کو مستلزم نہیں پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ
بدعت و مکروہ ہوگی، خیر علی نے حاشیہ بحر میں
کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان
کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت
مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرم رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت
نہیں کرائی اہ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے
کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تاہل اہ اختصاراً

صلوة الرقاب و صلوة البرارة و صلوة القدر کہ جماعت کی رو کے ساتھ بکثرت بلاد اسلام میں
راتی متین متاخرین کا ان پر انکا اس نظر سے ہے کہ حرام سنت نہ سمجھیں و نہ اہ چیز گردی میں بعد بکثرت
کلام فرمایا۔

فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك
ليعلم الناس انه ليس من الشعب
في حسن

اگر ان نازوں کو کوئی اس لئے ترک کرتا ہے کہ
لوگ جان لیں کہ یہ شعار اسلام نہیں تو یہ اچھا
کام ہے۔ (ت)

اور بعض ناس کا غلو افراط سمجھ نہیں اور حدیث بروایت مجاہل انا موجب وضع نہیں
روضع حدیث موجب منع غل ہے، غل بالحدیث الموضوع اور غل بما فی الحدیث الموضوع میں زمین
آسان کا بل ہے، کما حققنا کل ذلك في منير العيون في حكم تقبيل الابهامین (جیہ کہ ہم نے
اس کی پوری تحقیق رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین میں کی ہے۔ مت) خصوصاً ان کا فعل
بجماعت اجلہ اعظم ادیبائے کبار و علمائے ابرار حتیٰ کہ ایک جماعت تابعین کرام و ائمہ مجتہدین اعلام سے
ثابت و منقول ہے، لطائف المعارف امام حافظ ابن الدین ابن دحب میں ہے :

سہ رد المحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۸/۲
سہ فتاویٰ بزاز علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب العقلة مطبوعہ نوری مکتب خانہ پشاور ۵۴/۲

وليلة النصف من شعبان كان التابعون
من اهل الشام كخالد بن معدان و
مكحول ولقمان بن عامر وغيرهم
يعظمونها ويجتهدون فيها في العبادة
وعندهم اخذ الناس فضيلتها وتعظيمها
وقد قيل انه بلغهم في ذلك آثار اسرائيلية
فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان
خفف الناس في ذلك ، فمنهم من
قبله ووافقهم على تعظيمها منهم
طائفة من عباد اهل البصرة وغيرهم
و اكثر ذلك اكثر العلماء من اهل بلخ منهم عطاء بن
ابي مليكة وعبد الرحمن بن يزيد بن اسلم
عن فقهاء المدينة وهو قول اصحاب مالك
وغيرهم وذلك كله بدعة ، واختلف علماء
اهل الشام في صفة احيائها على قولين
احدهما انه يستحب احيائها جماعة في
المساجد كان خالد بن معدان ولقمان بن
عامر وغيرهما يلعبون فيها احسن ثيابهم
ويتخفون ويكتحون ويقومون في
المساجد ليلتهم ذلك ووافقهم
اسحق بن عمار اهوية على ذلك
وقد ذكر بعد القول الاخر وهو
كراهة الجماعة دون الافراد
وان عليه امام الشام الاثر والحق
لكن فيه سقط في نسخته

يعني اهل الشام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان
وامام مکحول ولقمان بن عامر وغیرہم شب بارات
کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم
کرتے اور انھیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور
اُس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے ، کوئی کہتا ہے انھیں
اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے ، غیر جب
ان سے یہ امر شہروں میں پھیلے علماء اس میں مختلف
ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم
شب بارات کے موافق ہوئے اُن میں سے ایک
مردہ عابد بن اہل بصرہ وغیرہم میں ، اور اکثر علماء
نے اس کا انکار کیا ان میں سے ہیں امام عطاء بن
ابی ابی ملیکہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم فقہائے
مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ
یہ سب نو پیدا ہے ، علمائے اہل شام اس
رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو
قول پر مختلف ہوئے ، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں
میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے ، خالد بن
معدان ولقمان بن عامر وغیرہم اکابر تابعین
اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے ، بخور کا
استعمال کرتے ، سر مرنگاتے اور شب کو مسجدوں
میں قیام فرماتے ۔ امام عجمہ اسحق بن راہویہ نے
بھی اس بارے میں اُن کی موافقت فرمائی الخ ،
دوسرا قول یہ کہ مسجد میں اس کی جماعت مردہ
ہے اور یہ قول شام کے امام و فقیہ و امام امام
اوزاعلی کا ہے ۔ لیکن میرے پاس موجود نسخہ سے

فہم یتیسری نقلہ وی تفرع بما اذکسرة
عن الشونبلاط فانہ انما اخذہ
عنہ ۔

کچھ عبارت ساقط ہے اس کی عبارت نقل کرنا میسر
نہیں اس کی وضاحت اس سے ہو جائے گی جسے
میں شربنطالی کے حوالے سے ذکر کر رہا ہوں کیونکہ انھوں
نے اس سے اخذ کیا ہے۔

مرآۃ الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے :

انکرہ اکثر علماء . من اهل الحجاز منهم
عطاء وابن بن عسکرة و فقہاء اهل مدینة
واصبیہ مائت و غیرہم و قالوا ذلک کلمہ
بدعة و لم یقل عن النبی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم ولا عن صحبہ احياء
لیدتی العید جماعۃ و اختلف علماء الشام
فی صفة احياء . لیلة النصف من شعبان
عن قولین احدهما انه استحب احياءه
بجماعۃ فی المسجد طائفة من اعيان
التابعین کما لد بن معدان و نقمات
بن عمرو و اقلہم اسحق بن سراج و یوسف
والقول الثانی نہ یکرہ الاحتیاج لہا فی
المساجد بصلوۃ و هذا قول لا و تراخی
امام اهل الشام و فقیہہم و عالمہم

اہل تہذیب میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے
ابن میں سے ہیں امام عطاء و ابن ابی ملیکہ و فقہاء
حیثہ اور اصحاب امام مالک و غیرہم ۔ یہ علماء کہتے
یہ سب نو پیدا ہے ۔ نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و سلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری
منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے اور
علاء شام بیداری شب براءت میں کہ کس طرح
کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے ، ایک قول یہ ہے
کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب ہے
یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور
لحم بن عامر کا ہے ، امام مجتہد اسحق بن راہویہ نے
بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے ۔
دوسرا قول یہ ہے کہ مسجد میں اس کی جماعت مکروہ
ہے یہ قول اہل شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی
کا ہے ۔ (۱)

شیخ محقق اعظم علامہ ابنہ مولانا محمد الحنفی محدث دہلوی قدس سرہ باثبت بالسنۃ میں حدیث صلوۃ الرقاب
پر محدثین کا کلام ذکر کر کے ارشاد فرماتے ہیں :
هذا ما ذكره الصحاحون على طريقهم في تحقيق
یعنی یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد

الاساسيد ونقد الاحاديث ونجبا منهم امت
يبالغوا في هذا الباب هذه النعيا لعمامة و
يكفيهم ان يقولوا لم يصح عندنا ذلك و
واعجب من الشيعة حتى الدين النورى مع
سلوكه طريق الانصاف في ابواب الفقهية
ومن مآثره مع المحمية كما هو دأب
لشافعية فما نحن فيه اولى بذلك لنسبته
الى المشايخ اعظام والعلماء الكرام قدس
اسوارهم

وتنقيح آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا
تعجب ہے انہیں اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے
نزدیک درجہ صحت کو پہنچی اور زیادہ تعجب
امام محمد بن ابی بن خدی سے ہے کہ وہ توسل فقہ میں
راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے
ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث
کر رہے ہیں زیادہ انصاف و ترک افراط کے لائق تھا
اس لئے کہ یہ فعل او یا سے منہم و علمائے کرام قدس
اسرار ہم کی طرف منسوب ہے۔

پھر شیخ محقق حرر اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلوۃ الرغائب خود ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث
بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کر کے اور
اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا،

هذا الحديث صحيح وجدته في كتاب سري
ولم أجده في واحد من الكتب الستة و
الحديث مطعون فيه

یہ یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ
میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے۔

پھر فرمایا،

وقد وقع في كتاب بهجة الاسرار ذكر ليلدة
السناجب في ذكر سيدنا وشيختنا القطب
لرباني ونوثر الصمداني الشيخ محي الدين
عبد القادر الحسيني الجيلي في مرضي الله
تعالى عنه قال اجتمع المشايخ وكانت
ليلة السرغائب الى آخر ما ذكر من الحكاية

یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور
پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس
میں صلوۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شعیب رغائب
میں لایا راجع ہوئے الی آخر کلمات، نیز امام ابوالحسن
نور الدین علی قدس سرہ نے بسند خود حضرت
حایات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وستیہنا

وذكر ايضا انه نقل عن الشيخين القدوتين
 الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرحمن
 قالوا بكون الشيخ بقا بن بطوس حرير يوم الجمعة
 الخامس من رجب السنة ثلث واربعين
 وخمسمائة الى مدرسة والده الشيخ عي
 الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه و
 قال له الاساتذة توفي عن سبب بكوري اليوم
 اني رأيت الياسرحة نوراً اضاءت له لافق
 وعراقط الوجود ورأيت اسرار ذوى
 الاسرار فسمها ما يتصل به
 ومنها ما يمنع ما منع من الاقبال به وب
 اتصل به سر الاقباض نوراً مطلبت يتبع
 ذلك النور فاذا هو عبد الرحمن الشيخ عبد له ذ
 هاروت والكشف عن حقيقة فاذا هو نور
 شهودة قابل نور قلبه وتقادح هذات
 النور ان وانعكس ضياءهما على مرآة
 حاله واتصل اشعة المتقدحات من
 محيط جمعه الى وصف قربه فاشرق به
 الكون ولم يبق ملك نزل اليه الا ان
 وصفه واسمه عندهم الشاهد والشهود
 قلائد تيناه رضي الله تعالى عنه وقبلنا
 له اصلية الليلة صلوحة المرقا شيب
 فانشد به

اذا نظرت عيني وجوه حيايى
 فليكن صلاقي في لياى المرقا شيب

تاج الدين ابو بكر عبد الرزاق ابنائے حضور پُر نور
 سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی
 کہ روز جمعہ پنجم رجب ۸۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطوس
 قدس سرہ العزیز صبح ترائے کے مدرسہ انور حضور پر نور رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے درجہ سے کہ مجھ سے پوچھتے
 نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات
 ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور
 جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے
 اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور
 کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو ان
 سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دو بالا ہو جاتا ہے تو
 میں نے نور کیا کہ اس نور کا غراندہ طبع کیا ہے کہاں
 سے چمکا ہے ناکاہ کھلا کہ یہ نور حضور پر نور سیدنا شیخ
 عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب
 میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ
 یہ حضور کے مشاہد سے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے
 مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں
 کی روشنی حضور کے آئینہ مال پر منعکس ہوئی اور یہ
 آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھا سہ والے
 نوروں کے بقیے حضور کے مقام جمع سے منزلت قریب
 تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا
 اور جتنے فرشتے اُس رات اترے تھے سب حضور کے پاس
 آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہت بالا سر و شریعت میں
 فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات
 زمین پر نہ اتر اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن لصحابة جميعها۔
 عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور جمیع صحابہ سے اللہ رضی ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں
 کما عند مسلم عن امر المؤمنین الصلوة
 من رضى الله تعالى عنها قالت بعد ما ذكرت
 وترا صلى الله تعالى عليه وسلم ثم
 يصلى ركعتين بعد ما يسلم وهو قاعدا
 ولاحمد عن ابى امامة رضى الله تعالى
 عنه انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان
 يصليهما بعد الوتر وهو جالس
 جیسے کہ مسلم میں ہے حضرت ام اموشی صدیقہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر
 ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سلام پھرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعات
 نماز ادا کرتے۔ اور امام احمد نے حضرت ابو امامہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعات
 نماز ادا فرماتے تھے (ت)

اور کہیں ان میں قنود قیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا
 فلا بن ماجه عن امر المؤمنین ام سلمة
 رضى الله تعالى عنها انه صلى الله تعالى
 عليه وسلم كان يصلى بعد الوتر ركعتين
 خفيفتين وهو جالس فاذا اراد ان
 يركع قاه فركع
 ابن ماجہ میں ام موشیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا سے مروی ہے کہ رسالتناہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعات نماز، خفہ
 کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور جب آپ رکوع
 کا ارادہ فرماتے تو قیام فرماتے پھر رکوع کرتے (ت)

مگر بیٹھ کر پڑھنا دوامانہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لئے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان
 نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل
 پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا آخر صلواتکم باللیل وترا۔ رواہ
 اپنی نماز شب میں صبح سے آخر وتر رکھو۔ اسے
 صحیح مسلم باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی الخ

۱/ ۲۵۶ مطبوعہ اصح المطابع کراچی
 ۱/ ۵۳ دار الفکر بیروت
 ۱/ ۸۵ آفتاب عالم پریس لاہور
 ۱/ ۲۵۴ اصح المطابع کراچی
 ۱/ ۵۳ دار الفکر بیروت
 ۱/ ۸۵ آفتاب عالم پریس لاہور
 ۱/ ۲۵۴ اصح المطابع کراچی

وجوه ذاما سفرت عن جمالها

اضاءت لها الاكوان من كل جانب

ومن لوف الحب ما يستحقه

قد الذی لویات قط ہوا جیب

ہ نقلہ الشیخ قدس سرہ والسذی

سأکا العبد الضعیف عفر اللہ فی البهجة

لکریمة لہم ہکذا ولعرق ملک انزل

الیلۃ الی لارض وانا وصافحہ الخ

نکلیا برطینی تمام ملائکہ اللہ زمین پر آئے در محبوبہ قد

سے مصافحے کئے فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک

شاید مشہود ہے (شاید کہ مشاہدہ والے ہیں اور

مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے قساں

تعلی ان قراں الفجر کان مشہودا علی

قشہد المستکة دونوں شاہزادگان دو جہاں

نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پر نور کے پاس حاضر ہوئے

اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور صلوٰۃ اترنا

پڑھی (یعنی جس کے انوار پہلے یہ شب شب رغائب ہی تھی کہ جب کی نوچندی شب جمہ تھی) حضور پر نور رضی اللہ

تعالی عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے: جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہاں

رغائب میں میری غمان ہے۔ وہ چہرے کہ جب اپنے جہاں کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے

اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تعبیاں ہیں) واللہ

تعالی اعلم۔

۱۰۴۵ مسئلہ از ریاست جاوہر مکان جہانگیر خاں صاحب سرشتہ دار ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹہ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے

ہو کر؟ کتاب مالا بد مذہب ہندی میں صفحہ ۴۴ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹہ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، بیٹہ کر پڑھنے میں آداب ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں،

ان صلی قات فیہ افضل و من صلی

قاعد افضلہ نصف اجر القائم

البحاوی عن عمر ابن حصین

معاذ اللہ من السنن حدیث صلوٰۃ اللہ علیہ

صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

ان صلی قات فیہ افضل و من صلی

قاعد افضلہ نصف اجر القائم

البحاوی عن عمر ابن حصین

معاذ اللہ من السنن حدیث صلوٰۃ اللہ علیہ

صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

مسلم عن احمد المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
مسلم نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

امام نووی تہذیب پھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،
ہاتان الركعتان فعلهما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً للبيان جواز الصلوة بعد الوتر وبیان جواز النفل جالساً ولم يواظب على ذلك شیء
ای دو رکعات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تاکہ وتر کے بعد جواز نماز اور بیٹھ کر جواز نفل کا اظہار ہو جائے، البتہ آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی (دست)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ یہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لئے فعل ہوتا اور ہمارے لئے صاف وہ ارشاد قوی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو تصریحاً بیاں خصوصیت فرمایا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، "مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدمی ہے، میں حدیث اللہ میں ہاں ہوں، تو خود معذور ہوں جس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سر انور پر ہاتھ رکھا (اقول یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں)

وهذا بحمد الله منزح نفيس واختم يستغنى به عما اطل، الطيبي وابن حجر و
الحمد لله بابت عمدہ، نفیس اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس طرح گفتگو سے مستغنی کر دیتی ہے جو علامہ طیبی ابن حجر اور

محمد (فوجدتہ یعمل جالساً فوضعت یدی) بعد الفراغ من الصلوة ثم رأیت
(تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے سر انور پر ہاتھ رکھ دیا) شاید یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا معاملہ ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

سہ المراتب شرح مشکوٰۃ باب التصدیق لعل فصل اول مطبوعہ مکتب خانہ امدادیہ ملتان ۱۹۳/۲
صحیح مسلم باب جواز النفل قائمہ اوقاف الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۵۳/۱

وایقاری و وقعوا فیما کان لهم من مد و حة
علامی قاری نے کی اور یہ حضرات طرالت کے باعث

(بقیہ مشیہ صفحہ گزشتہ)

بن حجر جرم بہ وقال بعد فراغه
اذ لا یظن بہ الوضوء قبلہ (علی رأسه)
ای لیتوجه الیہ وکان کانت هناك
ما لم من انت یحضر بین ید ید
ومثل هذا الایسوی خلاف الادب
عند طائفة العرب لعدم تکلفهم
وکمال تأنفهم وکذا لک فی قولهم له
انت دون انتم السذع هو
مقتضی حسن الادب فی
معرض الخطاب لایتوجب عن
قائده العقاب وتکلف الطیب
هنا فی شروح الکتاب واورد
السؤال والجواب ونسب قلة
الادب الی الاصحاب وقال علی
وجه الاطناب فانت قلت الیس
یجب علیه خلافت ذلك
توقیر الیه علیه الصلوة والسلام
قلت لعله صمد رحمه لا عن قصد
الولع الاستغریب کونه علی خلاف
ما حدث عنه واستبعد لا
فامراد تحقیق ذلك فوضعه

پھر میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے اس پر
جرم کا اظہار کیا کہ یہ معاملہ فراغت کے بعد ہو کیونکہ
اس سے پہلے ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوچا ہی
نہیں جاسکتا (آپ کے سراقہ پر) یعنی آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اسکی طرف متوجہ ہوں اور گویا آپ کے
سامنے آنے سے وہاں کوئی رکاوٹ تھی اور ایسے
طریقے کو بعض عربوں کے ہاں عدم تکلف اور کمال محبت
کی وجہ سے خلاف ادب تصور نہیں کیا جاتا اور اسی
طرح بعض روایوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے
"انت" (تو) استعمال کرنا نہ کہ "انتھ" (تم)
جو کہ خطاب کے موقع پر حسن ادب کا مقتضی ہے اس
کے قائل پر خطاب کا موجب نہیں بتایا علامہ طبری نے
کتاب کی شرح میں اس مقام پر تکلف کرتے ہوئے
سوال و جواب وارد کیا اور صحابہ کی طرف قلم ادب
کی نسبت کی اور طرالت سے کام لیتے ہوئے سوال
کیا اگر تو کہے کیا ان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
تعلیم و توقیر کے پیش نظر اس کے خلاف عمل لازم تھا
جوابا کہا میں کہتا ہوں شاید ان سے یہ معاملہ
عدم دانستگی میں بڑا ہو یا ممکن ہے کہ انہوں نے
ان سے حادث شدہ واقعہ کے خلاف معاملہ کو
نہایت ہی اجنبی اور بعید تصور کیا اور اس کی تحقیق کا
(باقی اسکے صفحہ پر)

عنه و بالله التوفيق.

ایسی چیز میں واقع ہوئے جس سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے لئے مفید تھا (ت)

مضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اسے عبد اللہ بن عمر! کیا ہے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یذکر علی رأسہ وذلک انکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فسماء ونسبہ الی ابیہ وکن اقول عبد اللہ انت نصلی قاعدا فانه حال مقربا لجرعة الاشکال، ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عذقہ یفقدہ المستغرب الشئ المتعجب من وقوعه مع من استغرب منه ذلک فلا یمانی المتعارف الا ان ذلک خلعت الادب ونظیر ان بعض العرب کان ربما لمس لحيته الشریفة عند مفارقتها معه اھ وقد شوهد فی زماننا ان بعض اجلات العرب یسبک لحيته شویف مکة ویقول انا فذلک یا حسن والحد انہ قد یکون نعدہ معلقا فی اصبعہ ۱۲ منہ (م)

ارادہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سر اقدس پر رکھ دیا اسی لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا اور ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی اور اسی طرح حضرت عبد اللہ کا قول کہ آپ بیٹے کو نماز اور افراسیہ میں کیونکہ یہ جاں بہشت اشکال کو نچوڑ کر رہا ہے پھر میں نے بتا کر دیکھا کہ انھوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ عربوں کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی ان میں سے کسی سے ایسی چیز دیکھتا ہے جو نہایت اجنبی جو قوۃ ایسا ہی کرتا ہے تو رمتعارف کے منافی نہیں البتہ خلاف لایق ہے جو خلاف ادب ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض عرب گفتگو و ملاقات کے وقت آپ کی فارسی مبارک کو مس کرتے تھے اھ اور ہاں سے دور میں اس کا مشاہدہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ بعض بزرگ بڑے

شریف مکہ کی وارثی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اسے حسن میں تجھ پر فدا جلا نکراس کا جوتا اسکی، ٹھیکوں کے ساتھ لٹکس رہا ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

فت، حاشیہ کی یہ عبارت قرآنہ شرع مشکوٰۃ سے نقل کی گئی ہے مطالعہ کے لئے باب القصص فی السمل جلد سوم مطبوعہ مکتبہ اہل بیت عمان ص ۱۵۹ طالعہ ہو۔

نذیر احمد سعیدی

میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹے کی نماز آدمی ہے اور وہ حضور بیٹے کی طرح ہے ہیں۔ فرمایا، اجدد و لکھن
 لست کا حد منکھو ہاں بات دہی ہے کہ بیٹے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمہاری مثل نہیں میرے لئے ہر طرح پورا
 کامل اکل ثواب ہے یہ میرے لئے خصوصیت و فضل رب الابرار ہے۔
 مرقاة میں ہے،

یعنی ہذا من خصوصیات ان لا ینقص ثواب
 صلواتی علی ای وجهہ تکون من جملواتی و
 ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قال تعالیٰ
 وکانت فضل اللہ علیک عطیۃ و اللہ
 تعالیٰ اعلم۔
 آپ کہ مراد یہ ہے کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ میری نماز
 جس طریقہ پر بھی جو اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی
 کہ میری نماز میرے خاص تعلق سے ہے اور یہ اللہ
 تعالیٰ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آپ کی ذات اللہ سس پرستہ
 تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۶ از بھنڈی بازار کا رخا نہ کسی مرسلہ تھے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ التسمیٰ پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے؟

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور انکس میں بڑی معافی کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے
 کہ غیر وقت مکہ وہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں
 اور ٹیک دو پہر کو جائز نہیں اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اُس پر نگاہ نہ کرنا ٹھہرنے لگے
 اُس وقت جائز نہیں نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو
 اُس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے میں اُن اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے
 اور بہتر یہ ہے کہ ٹھہرے پہلے پڑھے حکما فی الہندیۃ عن المصنعات عن النعمانی (جیسا کہ ہندوستان میں
 مقصرات اور مکمل کے واسطے ہے۔ ت۔ اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اُس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے
 ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھ کر پندرہ بار سُبْحَانَكَ اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ

۱/۲۵۳ صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قانما وقاعدہ مطبوعہ فور محمد اصح المطابع کراچی
 ۳/۱۶۰ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب القصد فی اہل فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ ابراہیم علیا
 ۱/۱۱۳ غاوی ہندیہ باب التاسع فی التواضل نورانی کتب خانہ پشاور

واللہ واللہ اکبر پھر الحمد و سورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سنا و لا الہ الا اللہ کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار یہ ایک رکعت میں پچتر بار ہوا ، پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندہ بار پھر الحمد و سورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچتر ہوئے ۔ اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے ۔ سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں انھنکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قل یا ایہا الکفر وں چوتھی میں قل ھو اللہ ، یہ نماز ہر روز پڑھے ورنہ ہر جمعہ ورنہ ہر عینے ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۰۴۰ از اردو نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئلہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے
قعدہ اول میں درود شریف و دعا اور تیسری رکعت میں سبحانک اللہم پڑھے یا نہیں؟

ایک

پڑھنا بہتر ہے اور تمہاری ہے

نہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پچھلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں ثنا بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں ثنا اور تلوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذر مافیہ کو کر لیا

تھرا اور جہد کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں شتاہ بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں شتاہ اور تَعُوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذر مافی ہو کیونکہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے۔ (مت)

مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے لانہ ہوا المتواوٹ (کیونکہ طریقہ متواوٹ یہی ہے۔ ت) تو یہیں ہے، عشرون رکعتہ بعشر تسلیحات (جس رکعتیں و تسلسلہ کے ساتھ رکعتیں جاتی ہیں)

۹۵/۱	مطبوعه مطبع مجتبیائی و علی بجاارت	باب الورد والنواقل	سنة درختار
۹۸/۱	" " "	" " "	" " "

سراجیہ میں ہے :

کل تودیحة اربع رکعات بتسلیحتین
ہر ترویجہ چار رکعتوں کا دو سلاموں کے ساتھ
پڑھا جائے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوگی
اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ علیگیری میں ہے :

ان قعد فی الث نیتۃ قد رالتشہد اختفوا
اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نمازی بیٹھ گیا
فیہ فعلی قول لجمۃ یجوز عن تسلیحتین
تو اس میں اختفات ہے اکثر علماء کی رائے یہ ہے
وهو الصحیح ھکذا فی فتاویٰ قاضی خاں
کہ یہ دو سلاموں کے قائم مقام ہے اور یہی
صحیح ہے، فتاویٰ قاضی خاں میں اسی طرح ہے ۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتملہ مستور علی حسین صاحب از آتولہ محلہ خیل علیجان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب

۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں رزکوں کے منجے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہ نماز
کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں ؟ بظاہر کتب فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں
سزا پڑنا واجب ہے بلکہ واجب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اس کی نماز کو اہستہ تحریر سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے
کہ لڑکے کے ذرا عادیہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کر دے گا تو جہاں اس کے ذمے قضا
نہ آئے گی اور یہ اقتدار لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب یا صواب
بحوالہ تجارت کتب فقہیہ تحریر فرمائیے، اجر جزلی کے عند اللہ مستحق ہو جائے۔ بیخود اتوجروا

الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع و ممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لئے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل
البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف زکیو نکہ بالغ کے نوافل اس کے ذمہ لازم ہو جائے
ہیں لہذا اقویٰ کی بناء الاضعف پر صحیح نہیں۔ (ت) اور درمختار میں ہے :

ملہ فتاویٰ سراجیہ باب التراویح مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ بھارت ص ۲۰
ملہ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

صلوۃ العید فی القریٰ تکررہ تحریر ما کانہ
اشتغال بما لا ینفع
دیہاتوں میں نماز عید مذکورہ تحریر ہے کیونکہ یہ ایسے عمل
کا ارتکاب ہے جو صحیح نہیں۔ (ت)

اور مذہب ضعیف پر اس لئے کہ دن کے نفل میں اختفا واجب ہے، حدیث میں ہے، صلوۃ النہار علی جماعت
(دن کی نماز بہتری ہے۔ ت) در مختار میں ہے،

یجہی اکام صوجوباً فی الفجر و اولی
العث ثینت الی قولہ ویسئو فی غیرہا
امام فجر اور عشاء تین کی پہلی دو رکعتوں میں جہر کرے
(آگے چل کر لکھا) ان کے علاوہ میں امام ہسترا
پڑھے جیسا کہ دن کے نوافل کا معاملہ ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از قصبہ اردو علی گڑھ محلہ کڑہ بر مکان شیخ عبدالحق صاحب رسالہ دار
مستولہ شیخ عبدالحق صاحب زاہد نفی فی قادری ۴ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو
نوافل اشراق (دو لغایت جہر رکعت) اور ایک پیردن یا شنبہ پر جو نفل مارچاشت (دو لغایت بارہ
رکعت پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضعیفی لکھا ہے، لیکن
ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضعیفی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتاتے ہیں اور خود بھی عرصہ
چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضعیفی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پرزوریت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضعیفی کے نوافل نماز اشراق
اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علمائے تصدیق کر لینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں
اختلاف قبح ہو گیا ہے اس لئے استفتاء ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضعیفی، اشراق اور چاشت کے
نفل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے؟ بینوا متوجروا

الجواب

نماز ضعیفی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل
ہی پڑھے کون منع کرتا ہے مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے ہمت نکالنا ضرور مشنیع و معیوب ہے ہر شخص

۱۱۳/۱	باب العیدین	مطبوعہ مطبع مجتہاتی دہلی بھارت
۹۹/۱	کتاب الصلوۃ	فصل فی القراءۃ - مکتبہ عربیہ کراچی
۷۹/۱	باب صفۃ الصلوۃ	فصل بحکم الامام - مطبع مجتہاتی دہلی بھارت

دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، فرض اس میں کی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صبح میں فرمایا،

احب الاعمال الى الله ادمع وان قل يله الله تعالى كسب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ جو اگرچہ تھوڑا ہو۔

قرارت کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار، دوسری میں دو بار، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ، اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم مسترد آن کا ثواب ہو گا اور اپنی صورت میں جیت کا ہوتا۔ اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یا ہر اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اٹھنے پر اطمینان ہو اسے افضل یہ ہے کہ دو بعد تہجد پڑھے پھر دو کے بعد فضل نہ پڑھے جتنے فاضل پڑھنا ہوں دو سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر گھنٹے کے بعد میں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔

(۲) صلوۃ التسبیح میں سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہئے، گیارہ بار بتانے والا غلط ہوتا ہے مگر ہر قیام میں قرارت سے پہلے پندرہ بار ہے۔

(۳) صلوۃ التسبیح میں ہر رکعت کی نیت کی جائے۔

(۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے،

اللهم اني اسألك توفيق اهل الهدى	اے اللہ! میں تجھ سے اہل ہدی جیسی توفیق،
واعمال لبقين وهنا صحة اهل التوبة	اہل یقین جیسے اعمال، اہل توبہ جیسی نصیحت،
وعزم اهل الصبر وجد اهل الخشية	اہل صبر کا عزم، اہل خشیت کی محنت، اہل رغبت
وطلب اهل الرغبة وتعب اهل الورع	کی طلب، اہل ورع کی عبادت، اہل علم کا عرفان
وعرفان اهل العلم حق اخافك -	مانگتا ہوں کہ مجھے تیرا خوف نصیب ہو۔ اے اللہ!
اللهم اني اسألك مخافة تحب جزني	میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے
حسب معصيتك حق اعمل	ایسا خوف عطا فرما جو تیری نافرمانی سے روک لے

بطاعتك عملا مستحق به و صالك و حتى
اما صحتك بالنوبة خوفا منك و حتى اخلص لك
الصبيحة جبالك و حتى اتوكل عليك في الاصور
حسن ظن بك مبعوث خالق السموات
ساتھ مجھے حسن ظن نصیب ہوا اے خالق نور اتیری ذات تمام محبوب اور نقائص سے پاک ہے۔ (مت)

۵۱، سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی دینا ثور سنت دی ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ کفرون
اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم ترکیب پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ و فلاح عدا ہے
اور یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے۔

۶۱، وتر میں اخیر رکعت میں قل هو اللہ احد شریف پڑھنا ماثور ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے، بہتر
یہ ہے کہ پہلی میں سبح، سورہ بک الاعلیٰ یا انا انزلناہ اور دوسری میں کھرون تیسری میں اخلاص۔
واللہ تعالیٰ اعلم

۵۶، امام نے ٹھہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی
تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آئے گا یا نہیں؟ اور نماز سنت کا ثواب کم ہو جائے گا یا باطل ہو جائے گی؟

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی، یا اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے تو یہ بعد
میں ہے۔

و لو تکلم بين السنة و الفرض لا يسقط
ولكن ينقص ثوابها۔ واللہ تعالیٰ اعلم
اگر کوئی سنن و فرائض کے درمیان کلام کرتا ہے تو اس
سے سنن ساقط نہیں ہو جاتی مگر ان کے ثواب میں
کمی واقع ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مت)

۵۷، از ریاست جاوہر مکان عبد الباقی صاحب سرشت دار ۱۳۱۵ھ

کیا قرآن میں عدائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جائے تو پھر اعادہ سنتوں کا
کرے یا نہیں؟

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبل سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریر کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب و خروج عن الاختلاف کے لئے اعادہ بہتر ہے جبکہ اس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فخر کی سنتیں کو ان کا اعادہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ازین علی بحیث محلہ پنجابیاں متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالحکیم صاحب غزوہ جب ۱۳۱۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معتمدین شرع متین ان مسائل میں :

(۱) ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول عمارت سنتیں فراداً کر کے شریک جماعت ہو جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی غلات قاعدہ شریعہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایام گرام میں اندرونی درجہ مسجد میں تو بسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے ساتیان مسجد میں ہوا کرتی ہے بسا اوقات اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یہ بسبب شدت گرمی کے نمازی اندجانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں سنتوں کی آڑ میں سلتیں پڑھ لیتے ہیں اور بھی پانچ شخص تہہ رتیں دستروں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ دستروں کی سیس پائے اور بعض لوگ بوجہ عدم وقایت یا کم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو سنتوں بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملے اکثر بدو ان عامل کسی شے کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر اروزے اُس مسند فقیر کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو حرمہ موقوف حاصل ہے کہ مسجد سے طہن چار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش طہن ہے حد حاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں جو ایک باغ تھینا چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جگہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرہ مدرسہ میں طہن صحن مسجد کے واسطے ادھنے سنتوں فجر کے بچا دیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہات حاصل کر کے اُس چٹائی پر حرمہ رسہ میں خارج از مسجد بھی ہے سنتیں فراداً کر کے شریک جماعت ہوتے بائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدہ شریعہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زیادہ اس کو دو بنا پر ناجائز کہتا ہے ایک یہ کہ نمازی حسب مسجد کی فصیلوں پر ہو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو قیام مسجد کے صحن میں سے گزر کر حد رسہ کے صحن میں جو چٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شریعہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہو گا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہر اسے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے

ہیں دویہ میں کہ پانی لینے کا کنوئیں اور سقاوے اور پانی حاصل کرنے کا غسل خانہ یہ سب کہ احاطہ مسجد کے اندر میں مگر مسجد کے حدود و فصول سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر مسجد کو پانی لے کر طہارت و وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مسجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

(۲) دوسری وجہ مخالفت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پا پیشاب کریں یا خانہ میں اور غسل خانہ میں جاتے ہیں اور اُسی فرش صحن مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر ششم کی کچھ بھی فرش پر ہوتی ہے اور گناہ شب کی؛ ریش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھا، چٹائی کا ٹکس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز غراب کرنا سے حالانکہ ان فصل عبادات کی نماز ہے مسائل کتاب ہے پس ایسے مشکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بھی نہ لگنی ہے اس پر سنتیں ادا کرنا یا اس پر سے وضو کر کے جس حالت میں کہ نمازی کے بیرون وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرہ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہو گا یا نہیں؟ اور وہ چٹائی جس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز نہ ہوگی اور نیز اس نمازی کے جو وضو کر کے اُس پر مشکوک فرش سے گرا ہے پاک رہیں گے یا پاک ہو جائیں گے؟ اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے جہاں اُسے سنتوں فجر کے طریقہ نیک کا جاری کرنے والا ہو گا اور ثواب پاسے گا، اُسی وجہ بات مرقومہ صدر جہاں علت مخالفت زید کے ہیں، ان کی وجہ سے بعد اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنا یا نمازیوں کی نماز غراب کرنے کا باعث ہو کر عذاب پاسے گا یا اس قسم کے مشکوک پیدا کر کے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہو گا، بیان فرمائیے ثواب پاسیے۔

الجواب

زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں۔ مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلا شبہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی حاجت کا استفادہ وابستہ ہے وہ بعد اذان ملکہ خاص اقامت پر وقت باہر جاسکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنتی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے یہ کہ مشرورہ جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔

فی السور المحترکہ تحریریم للنہی
خروج من المسجد اذن
در محترمیں ہے کہ نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو چکی ہو

فيه حري عن الغالب والمراد دخول الوقت
اذن فيه اولا الا لمن ينقطع به امر جماعة
اخرى اذ كان الخروج لمسجد حيه ولم
يعلموا فيه او لاستئذان له من اولي
الوجه وصحت عزمة امت يعود بهرام
وفي المختار قوله للمعي هو ما في اجن
ماجة من ادراك الاذان في المسجد ثم
خرج لم يخرج له جهة وهو لا يريد الرجوع
فهو منافق ام وفيه عن لمعرو لو كانت
الجماعة يخرجون لدخول الوقت المستحب
كالصباح مثلا فخرج شورح وصل معهم
ينبغي امت لا يكره احقان وجرح بدلت
كله في النهل لانه كلامه عيب قوله لمن
ينقطع به له الخروج ولو بعد التشروع
في الاقامة بعد صوره في ثلث الدرد و
انقضت في وشرح الوقاية ام مختصرا

مگر وہ تحریمی ہے یہ غالب پر حکم ہے اور مرد و عورت
سب خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس شخص
کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت
کا استفادہ کرنا ہے یا اپنے محلہ کی مسجد کی طرف جانا
اور اسی ایک دو یا دو لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد
سے سبق لینا ہے یا وہ خط سننا ہے یا کوئی حاجت
ہے تو وہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو
تہرا مرد الخ میں قولہ للمعی (یعنی اس پر نہیں
وارد ہے) سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے
جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی
حاجت و ضرورت کے پلا گیا اور واپسی کا ارادہ
بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے اور اسی میں بکر
سے ہے کہ رُباعیت لوگوں نے اس نے مؤخر
کی کہ وقت مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز، تو کوئی
شخص پلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو
اسے مگر وہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہ ہی اس پر
کلام علماء کی وجہ سے جرم کا انہار کیا ہے، مان کا قول الا لمن ينقطع به امر جماعة (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے)
وہ محل مکتا ہے خواہ اقامت شروع ہو چکی ہو، اور اسی پر قی در، قسائی اور شرح وقایہ میں جسہ دم
کیا گیا ہے ام اختصاراً (ت)

یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی مستثنیٰ نہیں سنتیں بحال قیام جماعت بیرون مسجد پہنچنے کا حاجت شرعی
ہونا بھی ظاہر اور قصہ ربیع بھی بدیہی تو عدم جواز و حصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی
فی الدر المنقذ اذا اخاف فوت الوقت
لاشتغاله بسنتها تركها

والا دہل یصلیہا عند باب المسجد وقت
 مرد المختار فی خارج المسجد کما
 صرح بہ الفقہتا فی وقال فی العنایۃ
 لانه لو صلاھا فی المسجد کان مختلفا فیہ
 عند اشتغال الامام بالقبض یربہ و هو مکروہ
 ومثلہ فی النہایۃ والمہر ^۱ ۲۷ مختصرین ۔

ترک کرے ورنہ ترک کرے بلکہ انھیں مسجد کے دروازے
 کے پاس ادا کرے۔ رد المختار میں ہے یعنی مسجد سے
 باہر ادا کرے، جیسا کہ اس پر قسستانی نے تصریح کی ہے۔
 حنا یہ میں ہے اگر اس نے سسین مسجد میں ادا کیں تو
 یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت تو اسل
 پرٹھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل
 نہایت اور معراج میں ہے اور دونوں کتابوں کی جہارت
 اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت حسیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق، عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت
 تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انھوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطہر مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ میں مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں
 پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل الوصف طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسیٰ
 ثنا شیبۃ بن عبد الرحمن عن یحییٰ بن
 ابی کثیر عن شریک بن اسلم عن ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جاور الامام یصلی
 الصبح ولہم ینصی لہ رکعتیں قبل صلوة
 لصلیہ فصلاتہا فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا ثم انہ صلی مع الامام ففی ہذا الحدیث
 عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ صلاہ
 فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما من المسجد ^۱

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما آتے تو امام صبح کی نماز پڑھا دیتا تھا آپ نے فجر
 کی دو سنتیں بھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت
 حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں رکعتیں
 ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث
 نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرہ حفصہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما مسجد کا حصہ تھا۔ (ت)

۱۔ رد المختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبعہ نوری بھارت ۹۹/۱
 ۲۔ رد المختار باب ادراک الفریضہ - ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶/۲
 ۳۔ شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد الامام فی الصلوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۸/۱

بلکہ جب وہ ہمارے متعلق مسجد و مسجد کے اندر میں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فاصل سے
صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو اُن میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ مشکف کو جانا جب نہ
کر وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

یہی بات امام غزالی نے فرمائی کہ ام، مؤمنین کا حجرہ
مسجد کا حصہ ہے۔ رد المحتار میں بتایا ہے کہ اگر
مشکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف
فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس
کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ
منہ سے ہو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں
کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔ (ت)

وهذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرة
ام المؤمنین من المسجد فی رد المحتار
عن البدائع لو صعد ای مشکف المنارة
لم یفسد بالاختلاف لانها منه لانه یمنع
فیها من کل ما یمنع فیہ من البول ونحوه
فأشبهه تراویة من زوايا المسجد۔

چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر غریب بنانا محض پیروی اودام ہے شرع مطہر نے دوبارہ طہارت
ظاہر ایسے لیت و لعل کر اصل گناہ کش نہ دی

میسار اس کی تفصیل طریقہ محمدیہ و حدیثہ ندیم
ہے اور اسے عبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ عنہ "ما حل
من السكر لطیبة سکر دوسر" میں بیان کیا ہے۔ (ت)

كما قصد فی الطريقة محمدیة و حدیثہ
الندیة و بینہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ
لہ فی لاجل من السكر لطیبة سکر دوسر۔
رد المحتار میں تائید غانیہ سے ہے۔

اگر کپڑے یا بدن یا برتن کو نجاست لگنے میں شک ہے
تو وہ پاک ہوگا جبکہ نجاست کا یقین نہ ہو، یہی حکم
ان کنوؤں، عوضوں اور تالابوں کا ہے جو راستوں
میں بنائے گئے ہیں ان سے چھوٹے بڑے، مسلمان
اور کفار سبھی پانی حاصل کرتے ہیں (ت)

من شک فی انائه او لوبہ او بدتہ اصابتہ
نجاسة او لا فهو طاهر ما لم یستیقن و کذا
الاباسر و الحیاض و الحیاب الموضوعات فی
الطرقات و یستقی منها البطار و کلب
و المسمون و الکفارة

باب الرجل ینزل المسجد والنام فی الصلوة الخ	باب الرجل ینزل المسجد والنام فی الصلوة الخ	باب الرجل ینزل المسجد والنام فی الصلوة الخ	باب الرجل ینزل المسجد والنام فی الصلوة الخ
مطبوعہ: پچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۵۸/۱	مطبوعہ: پچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۵۸/۱	مطبوعہ: پچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۵۸/۱	مطبوعہ: پچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۵۸/۱
۳۴۶/۲	۳۴۶/۲	۳۴۶/۲	۳۴۶/۲
مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۱	مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۱
باب الاعتکاف	باب الاعتکاف	باب الاعتکاف	باب الاعتکاف
کتاب الطہارة	کتاب الطہارة	کتاب الطہارة	کتاب الطہارة

یہ ہے کہ نماز ہوگئی دسویں رکعتیں تراویح میں شروع ہوں گی مگر خلوت و مکروہ ضرور ہوئیں تیرہ کا قول لایکروہ (مکروہ نہیں۔ ت) خلاف صحیح ہے۔ غنیہ شرح قیصر میں قول المصنف ولا یکروہ لانه اکمل من خلاف لھا ذکر فی الخلاصۃ وغیرھا انه یکروہ (مصنف کا قول ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ اکمل ہے خلاصہ وغیرہ کے خلاف ہے کیونکہ وہاں لکھا ہے مکروہ ہے۔ ت) حلیہ شرح غنیہ میں ہے :

وهو مشکل بانه خلاف القول ود قانوا
بکراہۃ لمریدۃ علی ثمان فی مطلق التطوع
لیلا فلا ینکونو قائلین بکراہۃہ فیما کان
منہ مسنونۃ اولی فلا حرم ان فی التصاب و
حرانۃ الفتاوی و الصحیحہ انه لو تعدد
ذلک یکروہ والله تعالی اعلم۔

یہ مشکل ہے کیونکہ یہ مسئلہ کے خلاف ہے اور جب
انہوں نے رات کے فوافل مطلقہ کو آٹھ سے زائد
پر رابست کا حکم نافذ کیا ہے تو انہیں تراویح جو کہ
مسنون ہیں میں کر بست کا حکم بطریق اولی جاری کرنا
چاہئے۔ لا جرم تصاب اور حرانۃ الفتاوی میں ہے
کہ اگر کسی نے عمدتاً ایسا کہا تو مکروہ ہے۔ و نہ
تعالی اعلم (ت)

مسئلہ از پریلی ہیئت مدرسہ پنجابیاں مدرسہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سے مسئلہ میں کہ رات کے چھ نماز تراویح جب نریز
ناجائز اور جس ماقظ کا سن چودہ سال کا ہو وہ بروت میں داخل ہے یا خارج ؟ اور شرعاً حد بلوغ کی ابتدا
از روئے سن کے سال سے معتبر ہے ؟ بیتوا تو تجروا

الجواب

مسئلہ میں فتاویٰ مشائخ اگرچہ بجزت ہے مگر جامع و ارجح واقویٰ یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل
مطلق ہو تاہم بالغ کے چھ صحیح نہیں۔ ہدایہ میں ہے :

الخت رائہ لا یجوز فی الصلوٰت
کلیہ یہ

نہیں۔ (ت)

بکر الرائی میں ہے :

سے غنیہ مسئلہ شرح غنیہ المصلی فصل فی الزاقل
سے التعلیق النجلی لما فی غنیہ المصلی فصل فی السنن
سے البدایہ بکر الرائی میں ہے : باب الامت
مطبوعہ سہیل اکیڈمی ۷ ہر ۲۰۵
مطبوعہ مکتبہ قلندر جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹۹
مکتبہ عربیہ کراچی ۱۰۳/۱

وهو قول العامة كما في المحيط وهو ظاهر
 اثر حملہ کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر
 الرویۃ

اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ برس ہے اگر اسی میں سال
 میں اثر بلوغ یعنی نزال منی خوب خواہ بیداری میں واقع ہو جہاں وہ پندرہ سال کے شرعاً بالغ ٹھہرے گا
 اگرچہ اثر احمد ظاہر نہ ہو۔

في التنوير بلوغ الفلاح بالانزال فاما له
 وجود فيها شئ منها فحتى يمتد خمس عشرة
 سنة به يفتى وادنى مدته له اثنا عشرة
 سنة هو المختار اه مختصاً

تنویر میں ہے (ا) کا احتلام سے بالغ ہو جاتا ہے اگر
 احتلام نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوگا، اسی
 پر فتویٰ ہے، کم از کم مدت بارہ سال ہے، یہی
 مختار ہے (۱) مختصاً

پسر بارہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یمنی کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہو جانا اور نزال منی واقع ہونا
 بیان کرتا ہو اور اس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

في الدر المختار فان مر اهق بان بلغ هذا
 السن فقلنا هذا قاطع لا يرد عليه
 الظاهر كذا قيده في العمادية وغيرها
 فبعد سنن عشرة سنة يشترط شرط اخر لصحة
 اقراره بالبلوغ وهو ان يكون بحال يحتصر
 مثله والا لا يقبل قوله شرح وهبانية
 وهما حينئذ كبالغ حكما فلا يقبل
 جحد ولا البوع بعد اقراره مع احتمال
 حاله الزوال والله سبحانه وتعالى اعلم

در مختار میں ہے اگر وہ اس عمر تک پہنچے کہ قریب البلوغ
 میں اور ان کی کثرت میں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہر کوئی
 بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق
 کی جائے گی، اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے
 متیقہ کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار
 بلوغ کے لئے ایک اور شرط مکانی گنی ہے کہ اسی
 طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعویٰ
 قبول نہ ہوگا شرح و ہبانیہ، اور اب وہ دونوں
 بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے
 بعد ان کا انکار بلوغ قابل قبول نہ ہوگا۔ (۱) (۲) (۳)

لے برالائی باب الامامت
 لے در مختار فصل بلوغ الغلام
 لے یضاً

مطبوعہ ایچ ایم سید کمپنی کراچی
 مطبع مجتہبی دہلی

۲۵۹/۱
 ۱۹۹/۲

مسئلہ از اوین مسئلہ یعقوب علی خاں
چرمی فرمایند علمائے کرام دین مسند کہ غیر مقلدین
نماز تراویح را بدعت عمری قرار دادہ از بہت تخفیف
نمود یا ردہ رکعت میخوانند جائز است یا نہ؟ بینوا
توجروا۔

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ است و نہ محققین بترک سنت
مؤکدہ نیر آثم شود خاصہ چون ترک را عادت گیرد
عدوش نزو جمہور علمائے اُمت است رکعت ست
و در روایت از امام مالک سی و شش رکعت فی
الدر المنخت و القراویح سنۃ مؤکدہ
لمواظبة الخلفاء الراشدین و علی عشرون
سککۃ باز سنت امیر المؤمنین عفاً وق رضى الله
تعالى عنه عین سنت حضور پرورد سید عالم صلی الله
تعالى علیہ وسلم است سید عالم صلی الله تعالى علیہ وسلم
بما حکم باقتدائے ابو بکر و عمر فرمود رضی الله تعالی
عنہما تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین
نمود رضی الله تعالی عنہم احمد و ابوداؤد و
الترمذی و ابن ماجہ عن العصبی عن
بن ساریۃ عن ابي عبد الله تعالى عنه قال
قال رسول الله صلی الله تعالى علیہ وسلم
من لم یسبق سنۃ الخلفاء الراشدین
المہدیین عضو علیہا بالواجب الترمذی

۱۲ ربیع الاخری شریف ۱۳۱۱ھ
علماء کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین
سنة میں تراویح کو بدعت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
قرار دیتے ہوئے ان میں تخفیف کر کے گیارہ کر لی
ہیں یا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

تراویح سنت مؤکدہ ہے، محققین کے نزدیک سنت
مؤکدہ کا تارک کرنا ہے خصوصاً جب ترک کی عادت
بنالے۔ تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس
ہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کے
ہاں ان کی تعداد چھتیس ہے۔ درمیان میں ہے
تراویح سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاء راشدین نے
اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں، پھر
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت رسالت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابو بکر
اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدایہ
اور خلفاء راشدین کی اتباع سنت میں تاکید فرمائی
ہے۔ امام احمد ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے
حضرت عصبی بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر
میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے سے و انہو
اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تمام لو۔ ترمذی نے

وحسنه عن عبد الله بن مسعود و احمد
والقرمزي وابن ماجه والرويانى عن
حديثه بن ابيس بن عبدى عن انس
بن مالك رضى الله تعالى عنهم قالوا
قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
قتلوا بالذين من بعدى من اصحابى
بى بكونهم و انك اياي بى باكل سنت
امير المؤمنين فاروق اعظم رضى الله تعالى عنه را بكاريسى
روافض بدعت عربى نامند و مشهوران ايشان
نظام الله تعالى تفریح فضلات حضرت والايش
کنند جو ايش محول بروز جز ست و سيعلم
الذين ظلموا اى مقرب ينقلون لى
لله العفو والعافية - و الله سبحانه
و تعالى اعلم.

نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا اور آ
حسن کہا۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ و روایاتی نے
حدیث حدیث بن بیان اور ابن عدی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! تم
میرے بعد میرے صحابہ اربعہ و عمر کی اقتدا کرنا۔
یہ بیانک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کو بدعت عربی
کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے
حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب و
کتاب بروز جز ۱۰ اٹھیں دینا سرکا حضرت علی علیہ السلام
جان لیں گے کہ وہ کس طرف پٹکھائیں گے۔ اللہ
تعالیٰ سے غور و خیر کا سوال ہے۔ واللہ
صباحہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳ از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالیٰ سُنتا پڑھنا سنت
مذکورہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ ۱ اور بعد سُنتے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورہ فیل سے
آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بستی رکعتیں پڑھنا سنت
مذکورہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے ۲ ایک رات اسی ماہ حیام میں طبیعت میری نا درست
تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت؟ بینوا
تو جبروا۔

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سُنتا سنت مذکورہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام

یالی شہر مبارک میں جس رکعت تراویح پڑھنا سنتِ مکرہ ہے، تراویح اگر مانع ہو گئیں تو ان کی قضاء نہیں کل و ملک
مصحوح بہ فی الکتاب الفقہیۃ (ان تمام پر کتب فقہ میں تصریح ہے۔ ت، واللہ تعالیٰ علہ۔

مسئلہ ۱۰۶۳ از بگرام شریف محلہ میدانی پورہ مرشد حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحبِ حبیبی دامت برکاتہم
۳۶ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ
بوجودیکہ امام اور شریک بھی بانٹا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے، ہا کر اہل بیت اگرچہ سورہ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد
رکھنی نہیں پڑتی۔ رد المحتار میں ہے،

فی التجنیس واحتمار بعضهم سورۃ الاخلاص
فی مکمل رکعتہ وبعضہم سورۃ الفیل ای
البداءۃ منہا ثلث یعیدھا وھذا احسن
لئلا یشغل قلبہ بعد داسر کدہ
ورمختار میں ہے،

لاباس ان یقرء سورۃ ویعیدھا فی التنبیۃ
(الی قولہ) ولایکرہ فی النفل شی من ذلک
واللہ تعالیٰ اعلم۔
اس میں کوئی عرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے
اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ پڑھ دیا جائے
(یہاں تک کہ نفل میں ان میں سے کوئی شے بھی
مکروہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت)

مسئلہ ۱۰۶۵ از شہر کمنہ بریلی مرشد مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جہر سے بسم
پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا

الجواب

ہاں۔ فی المسلمہ وشرح الفوائد البیضاء مسلم اور شرح الفوائد میں ہے کہ بسم قرآن کی

۴۷/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	بحث التراویح	۴۷/۲
۸/۱	مطبوعہ مجتہدانی دہلی بھارت	آخر فصل بکرم الامام	۸/۱

من القرآن آية فتقرأ في الحتم مرة على
هذا ينبغي ان يقرأها في التراويح بالجمهور
مرة ولا تأدى سنة الحتم دونها. والله
سبحانه وتعالى اعلم.

۱۰۶۶ھ از صاحب گنج گیا **مسئلہ مولوی کریم رضا صاحب** یکم ذیقعدہ ۱۲۱۲ھ
(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الہ ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور انسان تک ایک ایک سورہ
ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الہ ترکیف سے انسان تک دوبارہ و تسلسل رکعتوں میں پڑھتے
ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر ترکہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟
(۳) کسی مافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منقولہ
پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منقولہ
پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟ مینو بالفقہ و
السنة والکتاب فونجروا من الله حسن العابد (فقہ اور کتاب و سنت کے مطابق بڑا
عنایت کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جائز ہے

في الهندية بعضهم اختار قل هو الله احد
في كل ركعة وبعضهم اختار قراءة سورة
الهيلى الى آخر القرآن وهذا احسن
القولين لانه لا يشبه عليه عدد الركعات
ولا يشغل قلبه بحفظها كذا في التجنيس
والله تعالى اعلم

ہند میں ہے بعض نے ہر رکعت میں قل هو الله
احد کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر
تک کو اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں
عدد رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی
ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے جیسا کہ تجنیس
میں ہے اور والله تعالیٰ اعلم (ت)

سنة نزاع الرخوت شرح مسلم المبروت مسئلة البسطة من القرآن مطبوعہ قم، ایران ۴/۲
لے فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع فی الترافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۸/۱

(۲) جائز ہے

في رد المحتار قال القهستاني فيقال ثلاث
صوات سبحن ذي الملك والملكوت سبحن
ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء
والجبروت سبحن الملك الحي الذي
لا يموت مدوح قدوس رب الملكة
الروح لا اله الا الله نستغفر الله نسالك
الجنة ونعوذ بك من النار كما في منهج
العباد آملوا الله تعالى اعلم۔

رد المحتار میں ہے کہ قہستانی نے کہا کہ تین دفع
یہ کلمات پڑھے جائیں: ملک و ملکوت کے مالک
تیری ذات پاک ہے اسے صاحب عزت و عظمت
اور جبروت و کبریا تیری ذات اقدس پاک ہے اے
مالک جو زندہ ہے اسی پر موت نہیں، تیری ذات
پاک ہے تو پاک و قدوس ہے ملائکہ اور جبریل کا
رب ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اللہ
تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے جنت کا سوال اور
دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں منجی العباد اھ و اللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیسویں رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت بن غزوہ
شرعی ترک کرے جتنا کہ کراہت و اسارت ہوا اور ان کی جہالت کی بنا پر، یہ میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر
اہل محلہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور ان میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا جماعت پڑھیں تو
حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں، رد المحتار میں ہے،
اہل التراویح سنتہ حیث فلو ترکھا
واحد کفر علیہ
رد مختار میں ہے،
والجماعة فيها سنة على الكفاية في
الاصل فلو تركها اهل مسجد اشوا، لا
لو ترك بعضهم۔

ان میں اجماع قول کے مطابق سنت کفایہ ہے، اگر
تمام اہل مسجد نے اسے ترک کیا تو گنہگار ہوں گے
اور اگر بعض نے ترک کیا تو گنہگار نہ ہونگے (ت)

۴۶/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	بحث التراويح	رد المحتار
۲۵/۴	" " " "	" " "	" "
۹۸/۱	مجتبائی دہلی بھارت	فصل فی التراويح	رد مختار

ردالمحتار میں ہے ،

ظاہر کلامہم ہذا ان المسنون کفاۃ اقامت
بالجماعة فی المسجد حتی لو اقاموا جماعۃ
فی سوتہم ولو تقم فی المسجد اثم الکلیۃ
یاں سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں
جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے اگر قیام نے گھروں
میں جماعت کے ساتھ ادا کیس اور مسجد میں اور نہ کیس
تو سب گنہگار ہوں گے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس وقت
کا موجب ہو اس کے قیام میں کراہت و اسارت ہے ورنہ فی نفسہ اس میں حرج نہیں بلکہ امام و بر دو قوم
کی مسجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعت و افراد ادا پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ
نہیں کہ ہرگز وہ مقتدیوں نے اگر بعض ترویحات تنہا اور بر سر فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ ان کی مسجد
میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہو گئی ہاں امام و دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھنا تو یہ
جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے۔

فی الہندیۃ اقامہ یصلی التراويح فی مسجدین
فی حاکل مسجد علی الکمال زیجسوز کہ فی
المحیط السرخسی والغتوی علی ذلک
کنانی المصنعات یلک
بندہ میں سے ایک امام دو مسجد میں قراویح
پڑھتا ہے تو یہ بات نہیں جیسا کہ محید سرخسی میں ہے
مفہمات میں ہے کہ قوی اسی پر ہے۔

(ت)

اور اگر ان میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اس کے لئے کراہت ہے کہ اس کی مسجد
میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہذا اس صورت میں یہ چاہئے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے
امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس صفت کی اقامہ کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی
ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے جو پاسے کی اور
اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقامہ ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی ہاں یہ
نا پسند ہے کہ ایک ترویح میں دو رکعت کا امام اور جو دو کا اور

فی الخانیۃ اقامہ التراويح یا ماہین فصلی
غایہ میں ہے تراویح دو اماموں نے پڑھائیں۔ ہر

کل امام قلیعة بعضهم جو ذوا ذلک
والصحيح انه لا يستحب وانما يستحب
ان يصلي كل امام ترويحة ليكون موافقا
عمل اهل الحرمين
سراج دہلی میں ہے

ان صلوا با ما بين قال المستحب ان
يكون انصراف كل واحد على كمال
الترويحة فان انصرف على قسيلة لا يستحب
ذلك في الصحيحين والله تعالى اعلم

۱۶۹۹ء از بدایں حلقہ کٹرہ براہم پورہ مدرسہ شیخ عبد الغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ
ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھتا ہے پھر وہی شخص دوسری
مسجد میں تراویح بیس رکعت پڑھتا ہے پھر وہی شخص تیسری مسجد میں تراویح بیس رکعت پڑھتا ہے اور مقیدین مسجد
دیگر کی تراویح سوجاتی ہے یا نہیں ، فقط۔

الجواب

فہم راجع میں امامت صحیح ہے تراویح سوجاتی ہیں مگر خلاف علماء و اختلاف نصیب و مخالفت طریقہ
منراثر سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

في الخاتمة والخلاصة والظهيرية وغيرها
اذ اهل التراويح مقتد يا بمن يصلي
المكتوبة او بمن يصلي نافلة غير التراويح
اختلاف في الصحيحين لا يجوزون الله و
في الهندية امام يصلي التراويح
خاتمة، خلاصة اور ظہیریہ میں ہے کہ سب تراویح
ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو قرآن پڑھا رہا ہے
یا اس شخص کی اقتداء میں جس نے تراویح کے علاوہ
نافل پڑھا ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے
صحیح ہی ہے کہ براہم پورہ اور ہند میں ہے کہ

سے فتاویٰ قاضی خاں باب التراويح مطبوعہ مطبعہ خشى نوکشتہ لکھنؤ، بھارت ۱۱۰/۱
سے سراج الودائع شرح قدوری
سے خلاصہ الفتاویٰ الفصل الثالث في التراويح مطبوعہ مکتبہ تبیینہ دہلی ۶۴

فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال
لا یجوز کذا فی محیط السرخسی والفتوی
علی ذلک کذا فی المضمرات کذا فی امامة
التنویر والدرر ومتفعل بفتراض فی
غیر التراویح فی الصحیحہ خانیہ و
کانہ لانها سنة علی هیأة مخصوصة
فیراعی وضعہا لخاص للخروج من العہدة
۱۰ فی مراد المحتسرات ما ذکرہ المصنف
هنا فی لعل لما قدم فی شروط الصلوة
بقوله وكفی مطلق نیة الصلوة لمفعل
وسنة وتراویح و ذکر انشاء هناك انه
المعتمد ونقلنا هناك عن المحرر انہ
ظاهر الروایة وقول عامة المشائخ
وصححه فی الهدایة و غیرہ و رجحہ
فی الفتح ونسبہ الی المحققین کذا فی
والفتوی متی اختلف مزاج ظاهر الروایة -
واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

۳ وہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھنا ہے جائز
نہیں، محیط سرخسی اور مضمرات میں ہے کہ فتویٰ
اسی پر ہے۔ تنویر اور درر کے باب الامامت
میں ہے کہ نقل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کی
اقتدار تراویح کے وہ صحیح ہے خانیہ، کیونکہ
تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ پر
ہونے کے لئے ان میں اس وجہ مخصوص کی رعایت کرنا
ضروری ہے اور وہ اختار میں ہے مصنف نے جو کچھ
یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو اس نے
شروط صلوٰۃ میں یوں ذکر کیا کہ نقل، سنت، اور تراویح
کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں
کہا کہ قیہ یہی ہے اور وہاں بخبر سے نقل کیا کہ یہی
ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے، ہدایہ
وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ فتح میں اس کو
ترجیح دیتے ہوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا
تو جب فتویٰ میں اختلاف ہو جائے تو ظاہر روایت
کو ترجیح ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۰ از کتب میرزا کوٹلی مانتہ عبد الکریم صاحب بازار لال کرکی مرسلہ مولوی اسمان اللہ صاحب
۱۲۴۰ ہمارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح میں اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر
عشرہ کے طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں تم قرآن عظیم

۱۱۶/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	فصل فی التراویح	۱۰ فتاویٰ عالمگیری
۸۵/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت	باب الامامت	۱۰ مسئلہ در مختار
۵۹۰/۱	ایچ ایم سعید کینی کراچی	۱۰	۱۰ رد المحتار

ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ ثابت صحت اقتدایا شخص کا ہے، تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سُستی فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سُستی نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں، ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ شرح بیان فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب

علاءے سفر منع کسل و ملائ اقل مدت ختم قسرتان عظیمین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں۔ بہت اکابر دین سے منقول ہے،

كما بسطه المولى عبد الغنى المابلسى قدس سره القدسي في المحديقة الندية وغيره
جیسا کہ اس پر تفصیل بحث علاء عبد الغنی نابلسی
قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ اور دیگر علماء
سے اپنی کتب میں کی ہے۔ (ت)

خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کسائی الدر السخت رائے
(جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ت) نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار
کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہی جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام
کہا بینا فی فتاوانا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں دی ہے۔ ت) مگر مسئلہ
مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بات اعلیٰ ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع
نہ کئے جائیں گے علامہ امت و مکاتے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، در مختار میں ہے،
احوالا لقلۃ من غلبتہم فی الخیرات باحتراف
عوام کو تکبیرات اور نوافل منسل سے کبھی بھی منع
نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی
رجحان کم ہوتی ہے، بحر۔ (ت)

۱/۹	مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت	مقدمۃ الکتاب	۱/۹
۱/۱۱۲	" " " "	بابہ العیدین	۱/۱۱۲

اسی میں ہے ،

ولا يسمع العامة من التكبير في الأسواق
في الأيام العشر وبه تأخذ بحره ومجتمعي
وغيره

حدیثہ ندیہ میں ہے ،

ومن هذا القبيل يهيئ الناس عن صلوة
المرغائب بالجماعة وصلوة ليلة القدر
ونحو ذلك وان صرح العلماء بالكراهة
بالجماعة فيها فلا يصح بذلك العوام لئلا
تقل من غلبتهم في الخيرات وقد اختلفت
العلماء في ذلك فصنف في جوازها جماعة
من المتأخرين وابقاء العوام راغبين
في الصلوة أولى من تنفردهم

عوام کو ان (ذوالحجہ کے) دس دنوں میں بازار
میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے ، اسی پر
ہمارا عمل ہے ، بحر ، مجتہد وغیرہ (ت)

اسی قبیل سے نماز مرغائب کا جماعت کے ساتھ
ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی
ہیں اگرچہ علمائے اہل سنت نے ان کی جماعت کے بارے میں
کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتویٰ
نہ دیا جائے تاکہ سیکڑوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو
علمائے اہل سنت نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور
متأخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر کھانا
سمی ہے ، عوام کی طرف مرغائب رکھنا انھیں
فخرت دلانے سے کم نہیں بہتر ہوتا ہے ۔ (ت)

صبح کی سنتیں اگر پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہوگی قبل طلوع وارتقاء شمس تو البتہ ان کی
اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلندی آفتاب ان کا پڑھنا ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے
کلام علماء میں لایقہضی (ادا نہ کیا جائے) بعض نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی ، رد المحتار میں ہے ،
اذا فاتت وحدها لا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس
فكذلك عندهما وقال محمد وحمه الله تعالى احب الى امتي يقضيها الح
المزوال كما في الدرر قبيل

سہ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت ۱۱۴/۱
سلفہ الحدیثۃ المدیہ الخلق الثامن والاربعون من الاصلح الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۰/۲

ہا قریب من لا اتفاق لان قوله احب
فی دلیل علی انہ نولہ یفعل لا لوم علیہ وقال
لا یقضى وان قضی لا یاس بہ کذا فی الخبائریۃ
ومنہم من قال الخلاف فی انہ لوقضی کان
لہا مستند اوستہ کذا فی الغنیۃ یعنی فضلا
عندہما سنتہ عندہ کما ذکرہ فی الکافی
اسمعیل یح والہ تعالی اعلم۔

یعنی شیعین کے نزدیک نفل مگر امام محمد کے نزدیک سنت۔ جیسا کہ الکافی لاسمعیل میں ہے۔ (ت)

مسئلہ از سنبعل مرسلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۲۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کوڑیمنے فرض عشا تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب
وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اولی کیا ہے امیع اللہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔ بینوا
للہ توجروا عند اللہ۔

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کذا فی الغنیۃ وجامع الرموز ورد الحد
(جیسا کہ غنیۃ جامع الرموز اور رد المحتار میں ہے۔ ت) جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب
میں بھی علماء مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولیٰ ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ
رحمان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

رجحہ الاحام ابن الہمام وصحیحة العلامة الخلیبی
فی الغنیۃ وقال خیر الرملی علیہ عامۃ
الناس الیوم یح والہ تعالیٰ اعلم
امام ابن الہمام نے اسے ترجیح دی۔ علامہ رملی نے
غنیۃ میں اس کی تصحیح فرمائی۔ اور حیر الدین رملی نے
فرمایا، آج لوگوں کی اکثریت اس پر ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۵۳۰/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب اوراک الفریضہ	رد المحتار
ص ۱۰	سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی التہ اقل	غنیۃ المستملی
۶۹/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب التردد والنوازل	منہ الخاف علی بحر الرئی بحوالہ الخیر الرملی

مسئلہ از پیلور ضلع بریلی مسئلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً وکس تراویح میں ایک یا سو یا ڈیڑھ پارہ آخر سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوایا ڈیڑھ آخر کا پڑھایا یعنی بتہ اسے انتہا تک یہی طریقہ قرأت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیس یا چھپیس تک دونوں نے ختم فرمایا پس از روئے ترغیض مقرر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں؟ یہو ابالکتب توجروا بغیر حساب (کتب سنت سے جواب دیکھتے اور بغیر حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کیوں کہ ختم محاسن سے ثابت ہے کہ ایک امر ازہ از سنت کے لئے مقتدیوں پر گراں کی گئی اور یہ ناجائز ہے و انما اجل عندہ ترک ختم بکسل القوم لا یستفاد منہ فساد یتزلزل لانه فتنہ (قوم کی کسمپرسی کی وجہ سے ایک ختم قرآن ترک نہیں کیا جائے، نہ یہ سخت ہے اور اس سے اسے ترک کر دیا جائے گا کیونکہ یہ فتنہ سے ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بلند ٹی افریقہ سائل حاجی عبد اللہ و حاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۲۱ھ

وہاں المبارک میں جس سے نماز عشاء جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشاء ہوگئی تھی اور نماز تراویح کی کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشاء ادا کی اب تراویح کی جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا ایکیے پڑھنا چاہئے؟

الجواب

جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے، ہاں وہ تراویح کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، فرض تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت کے ساتھ پڑھے۔
فصلیہ و حدیثیہ معہ الامام ای معسل یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرتے۔
الغرض وحدہ یعصل التراویح مع الامام۔

رد المحتار میں ہے،

اد الواصل الفرض معه لا يتبعه ف
الموتز آخر - والله تعالى اعلم -
جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کئے تو تو
میں اس کی افتاد نہ کرے۔ ۱۰۰ - واللہ تعالیٰ

اسلم - (ت)

۱۰۰۴۳ شمس از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹیکیدار پتھر ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱
حضور والا دست بستہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے تا بعد از بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس
درکار از راہ شفقت مریدانہ معاف فرمایا جانکہ آج سے پچھلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ
خاص ضرورت سے براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق اسے صائب و حکم مناسب سے
اطلاع بخشی جائے۔ میرے وطن مادہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے
دن بیسویں رکعت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے بعد چند آیات مختلف صاکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و خیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف
ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شرع کتب احادیث سے پائی جاتیں ان سے اطلاع بخشی جائے تاکہ
مفتی نقیب کو سمجھا دی جائیں۔ ہر کرم و تہمت مریدانہ رہیسی، ان کے جواب با صواب عریضہ بذاسے شاد فرمایا جا
کیرکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے، فقط

الجواب

یہ صورت بلاشبہ جائز و مباح ہے سنی ابی داؤد میں الامتداد اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے نماز میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے
پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے، اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ یک
سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے دیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے
وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، قد اسمعت من، جیت یا رسول اللہ میں
جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا،
یا رسول اللہ! فقط المؤمنان واطراد الشیطان یا رسول اللہ میں اس نے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں
کہ اوٹھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اکلم طیب یجمعہ اللہ

بعضہ فی بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملا لیتا ہوں ارادۃ
النیر پر مبنی ہوتا ہے۔ فرمایا: کلکم قد اصابتم تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ فتاویٰ خلاصہ
میں ہے،

الانتقال من آية من سورة الى آية اخرى
من سورة اخرى او آية من هذه السورة
بينهما آيات مكررة في الفرائض اما في
النوافل لا يكره ان يقطع
غنیہ شرح غنیہ میں ہے،

قراءة آية من بين الآيات كقراءة سورة من
بين السور فكما لا يكون قراءة سورة متفرقة
من اشاء القرآن مع غير التاليف والنظم
لا يكون قراءة آية من كل سورة مغفيرا
له
آیات میں سے کسی آیت کا پڑھنا ایسے ہی ہے
جیسے سورتوں میں سے کسی سورت کا پڑھنا ہے تو جس
طرح متفرق سورتوں میں سے قرأت کرنا قرآنی
تالیف و نظم میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اسی طرح
سورت سے کسی ایک آیت کا پڑھنا تبدیلی پیدا
نہیں کرتا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے،

اما ضم آيات متفرقة فلا يكره كما لا يكره
ضم سور متفرقة بدليل ما ذكرنا
من القراءة في الصلوة - والله تعالى
اعلم.

مسئلہ از دعا پور محلہ بندہ قجیاں ضلع بجنور، ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئلہ اللہ دیا
جناب فیض انتہا بفضائل مآب جناب مولانا صاحب زادہ فضلم بعد آداب گزارش ہے کہ شخص جو
لے سنن ابرار و باب رفع الصوت بالقراءة فی الصلوة العلیل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۸/۱
لے علامۃ الفتاویٰ الفصل الحادی عشر فی القراءة مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹۷/۱
لے غنیۃ المستمل شرح نیۃ المصلی تنہات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۰
لے رد المحتار آخر باب سجود التلاوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کتب پزیر کراچی ۱۱۹/۲

صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر کریں
کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟ ان پر وعید ہے یا نہیں؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

عینکم لسننکم و سننہ الخلفاء الراشدین
عضو علیہا بالسنن واجدہ

تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے
راشدین کی سنت کا، اسے دانتوں سے مضبوط
پکڑو۔

اور فرمایا :

اقتدوا بذین من بعدی ابی بکر و عمرؓ۔
ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کرو جو
میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بغیر فرضیت ترک فرمادی تو اس
وقت تک وہ سنتِ مؤکدہ نہ ہوئی تھی، حسب امر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اجزا فرمایا
اور عامۃ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر محبت برتے، اس وقت سے وہ سنتِ مؤکدہ ہوئی نہ فقط فصل
امیر المؤمنین سے، بلکہ ارشاد بت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ اب ان کا
تارک ضرور تارکِ سنتِ مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق و عاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۶ھ از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۲۶ھ

جب احقر کا حافظ ہو گیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بکوشی مدد دی
احقر کو عنایت کئے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاد محترم کی تذکر دی میرے ایک کتبی بھائی کی خواہش
تھی کہ ان پانچ میں سے چندہ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابل ترجیح معلوم ہوئی
لہذا میں نے چندہ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب متعہ دیں گے
پھر سنا گیا کہ وہ ہی دیں گے، اس پر قوی خیال کہ بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں کتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا
گیا ہے جس کی غرض کے مطابق چندہ تبرک میں نے نہیں دیا تھا اس لئے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ

میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں ۱۹ اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کافروں تک پہنچی ۱۹ اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کبھی میرا ثواب زائل ہو جائے اس لئے میں نے باعلان کہا کہ صاحبوں کوئی اجرت نہیں مقرر کرتا، یہ جس قدر باتیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دے جنہیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بحال نفع استاد مکرم لئے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ اگر ہم اپنے لئے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اب استاد مکرم کو بھروسہ رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولیٰ سبحانہ تعالیٰ ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت و حصول ثواب کے لئے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ جانتا ہوں نہ سوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اجرت نہیں۔ (سکتی کسی کا یہ سال، رات ذکر و سعادتمندی و قنای امام قاضی حاکم میں ہے، الصریح یفوق الدلائل) (صریح کو دلائل پر فوقیت ہے۔ ت) شبینہ کہ ایک یا چند مافضل کر کرتے ہیں مکروہ ہے، اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لئے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار بھیں اور مشغول شرمی شریک رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے، ادا اہر احدکم الناس فلیخفف (جب تم میں کوئی لوگوں کی آفت کراسے تو تخفیف سے کام لے۔ ت) اور ارشاد فرمایا، لا یسأم حتی تسبوا (اللہ تعالیٰ ثواب میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مستطیلہ از اوریاضناں اماموہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اسلم میں کو تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

۱۵۹/۲	مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت	کتاب الہدیہ	۱۵۹/۲
۹۷/۱	مطبوعہ قیدی کتب خانہ کراچی	باب اذا صلی فی لیل ما شمار	۹۷/۱
۲۴۷/۹	دار الفکر بیروت	حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا	۲۴۷/۹

چاہئے یا صرف تسبیح بلا تہائے پڑھے؟

الجواب

تسبیح میں بلا تہائے نہ کیا ضرورت۔ ہاں کوئی دعا مانگے تو بلا تہائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۸۸ از گلستہ نامک تلہ حاجی زکریا لین ملہ مرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۳ شوال ۱۳۳۷ھ
ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے اس کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک
قراءت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ۔ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا
تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادائیگی باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا
مگر قراءت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی
سے قرآن شریف سن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہوجائیں، کیا یہ قول زیادہ صحیح ہے؟

الجواب

زیادہ کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افراط ہے، تراویح سنت
مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا، نماز میں ہر مہینے نہ وقت میں فرض سے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج
نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جس شخص سے ہے، جب تراویح پڑھیں اور ان میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا
دونوں سنتیں ادا ہوئیں، دونوں کا ثواب بعونہ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض و مکمل
نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ، اگر کوئی کہے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے
فرض یا واجب یا مؤکدہ سمجھنا حرام و بدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سنت
جہالت و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رد المحتار میں ہے،

قراءة الختوم فی صلوة التراويح سنة او
صححة فی الخاتمة وغیرھا، وعزاکا فی
الهدایة الی اکثر الشرائع، وفی الکافی
الی الجہور، وفی البرہان، وهو المروی
عن ابی حنیفۃ والمنقول فی الآثار
کافی وبتدریس میں ہے،

السنة فی التراويح انما هو الختم
سلہ رد المحتار باب التروا والوافل
تراویح میں ختم قرآن سنت ہے تو قوم
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۷

سورة فلايترك لكسلك القوم. واللہ تعالیٰ اعلم۔ کی مستی اور کاپلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۹ از قمبر کاشی پور محلہ قاضی باغ ضلع نئی تال مسئلہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خاں

۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سوچوہ سورہیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں، یا کیا نفع نقصان ہے؟ ایک شخص یہاں پر ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو ان پر اعتراض واجب ہے یا نہیں؟ ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو، ہر سورہ سے آواز سے پڑھنا منوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ مگر وہ غیرہ کے بعض حاملوں نے جو اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے حماقت و جہالت ہے والتفصیل فی رسالتنا و صاف الرحیم فی مسئلہ التراویح (اس کی تفصیل ہمارے رسالہ و صاف الرجوع فی مسئلہ التراویح میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰ از محرم پور ضلع باندہ شہر رگنہ ڈبائی کوٹلی خواجہ صاحب مسئلہ عبد الرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورۃ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورہ دوسری میں قل ھو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ھو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارہ رکعت میں جبکہ سورہ اذا جاء پرچی مائے اور بارہویں میں قل ھو اللہ تو ایک سورہ بتت یک میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ھو اللہ اور جیسویں میں ناس تو فلت نہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہروا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ

وکتب رکعتوں میں سورۃ فیل سے سورۃ ناس تک پڑھے پھر انہیں کا اعادہ کرے۔

اما ما في الدر المختار، ولا يكره في النقل شي
من ذلك قطع القطع عما اورد على هذه
الكلمة لو ثبت ان النقل ههنا يشعل المستة
المؤكد بل هو مقابلهما وقد قاله في
الدر المختار قبيله، وفي الحجة يقصر
في العرض بالترسل حرفا حرفا في التراويح
بين بين وفي النقل ليلا، له ان يسرع
بعد ان يقرأ حكما يفهم الله وفي العنية
لا يصح كراهة اطالة الثانية على الاولى في
النقل ايضا الخ قاله بالغرض فيما لم يسرد
فيه، التخصيص من التوسعة كجوانحه قاعدا
بلا عذر ومحوه، والله تعالى اعلم

در مختار میں جو ہے کہ ان میں سے کوئی شے نوافل میں
مکروہ نہیں، تو اس پر وارد شدہ اعتراض سے قطع نظر
کہتے ہوئے یہاں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نقل سنت
مکروہ کو بھی شامل ہے بلکہ وہ اس کے مقابل ہے۔
اس سے تھوڑا پہلے در مختار میں سی بات کہی، ترجمہ میں
ہے کہ فرض میں قرأت آہستہ آہستہ حرف حرف
پڑھے اور تراویح میں ترسل و اسراع کے درمیان ریاض
اور رات کے نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے جو سمجھ
آئے۔ اور غنیہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ نوافل میں
بھی دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کرنا مکروہ ہے
یہ حکم نقل کو فرض کے ساتھ ان امور میں ملحق کرنے
کا ہے۔ اور چونکہ یہ نوافل کے لئے تخصیص و وسعت
وارد نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۱ ازین پوری مسئلہ حکیم محمد احمد صاحب علی شب ۱۰ ارشوال ۱۳۳۹ھ

کی فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبیین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید
ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح پر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ مشائخ
پڑھتا ہے کس کی اقتدار میں اگر کچھ دگ ذوق و شوق اور خلوص و محنت سے داخل ہو کر شرکت کریں قرآن مقتدیوں
اور امام کی بابت کیا حکم ہے، نہ کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً جائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و
تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں جڑا اور جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات
میں اتنے اتنے ختم کئے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ شخص خصوصیات میں ان کا یہ

۸۱/۱	مسئلہ در مختار	فصل ویکبر الامام	مطبعة مطبع عجبائی دہلی بھارت
۸۰/۱	۸۱/۱	۸۰/۱	۸۰/۱
۳۵۶	غنیۃ المستمل	کرمیۃ، صلوة، فصل فی بیان مایکروہ فی الصلوة	مطبعة سہیل اکیڈمی لاہور

فضل ہمارے نے حجت نہیں ہے، بلکہ کتا ہے کہ نفس شہینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیات شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حلقہ اور جلسے پیسے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جملہ جملہ پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لئے کیا حکم نہ ہوگا کی نفس تراویح ان طور میں کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی، نزدیک کتا ہے شہینہ پڑھنے والے اور سنتے والے کو پانسو جوتے لگانے چاہئیں، اس سال رمضان مبارک ۱۴۳۹ھ میں ہم چہنہ مسلمانانِ مین چوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظ بلائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر فضل نمازیں مستانیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ منہیات شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر نزدیک بہت غصہ آیا یہ امام جامع مسجد ہے انھوں نے بالاعلان ہم سب مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب بیٹھے پکڑے ہوئے ہاں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شہینہ سُنا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شہینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سبب شتم مسلمانوں کو دے بازری اور فحش کلمات اس کے زبان زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ہاں بہن کی گالیاں دے، چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اس سے نازش میں اس کی سب سے کھڑے، عیب، تو ہووا

الجواب

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدتِ گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مجبور اپنی کتب سے دور لہذا زیادہ شرح و بسط سے معذور مگر حکم مستند بفضلِ تعالیٰ واضح و مبہونہ شہینہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے اگر تراویح کا معمول رہا ہے اسے حرام کتنا شریعت پر افتر ہے، امام الاثر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ رد المحتار میں ہے،

قل لحافظ الذہبی قد تواتر قیامہ	حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام العیل، تہجد
باللیل و تہجد و تعبد، ای و من	اور تہجد تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے
ثم کان یسعی بالوتد نکثرة قیامہ باللیل	کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا کیونکہ آپ کے
بل احیاء بقراءۃ القرآن فی رکعة ثلاثین	قیامہ لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو
سنة یث	ایک رکعت میں پڑھتے قرآن کی تلاوت کرتے (ت)

بلا دلیل شرعی کسی حکم کو بعض جہاد سے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ گناہ کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں اور اُس کے خلاف بعض رات ہے ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا نہ وہ عمر وکا ہوگا! جو اہل العداوی امام کرمانی پھر فتاویٰ علیگیریہ میں ہے،

انہا یتمسکون بالاعمال اہل الدین نبی اہل دین کے افعال سے تمسک کیا جائے گا دت۔
 علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ میزان الشریعۃ امام عبد رباب شرانی میں ہے کہ سیدی علی مرتضیٰ قدس سرہ نے ایک رات دین میں تین رکعت ساٹھ ستر ختم فرماتے تھے آثار میں ہے امیر المؤمنین مولیٰ علیؑ رحمہ اللہ تعالیٰ وجہ التکرم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دسنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں نہ پور یا توراہ مقدس ختم فرما لیتے۔ توراہ شریف قرآن عظیم سے حجم میں کئی حصے زائد ہے

والحدیث دواۃ احمد والبخاری عن ابی ہریرۃ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم قال خفف عن داود، یسر
 فکان یا صرید وابہ ففسر فیقرأ القرآن
 من قبل ان یتسرع دواۃ۔
 امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت
 داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان
 فرمادی تھی آپ سوار پر زین رکھے کا حکم دیتے اور
 زین رکھتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبرد تلاوت
 کر لیتے۔ دت،

یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب فیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ میں ہیں
 ان افعال کی عہد کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اسوت اور حجت میں فرق نہ جانے، ہم ان میں
 قدر پر قادر نہیں مگر دو حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل جس سے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عرض

۱۔ فتاویٰ منیریہ کتاب الکتابیۃ الباب السابع عشر فی الفکار نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۲/۵
 ۲۔ الیزان الکبریٰ فصل فی بیان بعض ما اطلعت علیہ من کتب الشریعۃ الخ مطبوعہ مکتبۃ البانی مصر ۱/۹۹

۳۔ صحیح البخاری کتاب الانبیاء قول اللہ اتیہا داؤد زبرا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۸۵/۱

سے اور وہ یہاں پانچ ہیں:

اول عدم لفظ یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا، اصل وجہ متعوض فی الحدیث ہی ہے سنن دارمی والی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

لَمَّا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي أَقْصَلِ مَنْفٍ ثَلَاثَ يَلَّ

جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے کچھ کرنے پڑھا۔

یہ وجہ صرف نفیِ فضیلت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہذا علیگیری میں کراہت مشہدہ کے قول کو بصیغہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا

حیث قال الفضل القراءة ان يتدبر في معناه حتى قيل يكره ان يختم القرآن في يوم واحد

یہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معانی میں تدبر ہو حتیٰ کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختم قرآن مکروہ ہے۔ (د۔ت)

اقول پھر یہ بھی اس کے لئے ہے موقوف معانی کریں یہاں کے ماہر لگ کر کتنا ہی دیر میں پڑھے تفکر

سے محروم ہیں اُن کے لئے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لغاتہ نہیں جلد سی سے مقصود ہے اُن کے لئے مستند جلدی ہی کا افضل جو پہانے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت راتہ ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانس حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَ

جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک

الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَلِهَا لَا قَوْلَ اللَّهِ حَرْفٌ

نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ

وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَكَلَامٌ حَرْفٌ وَهَيِّعٌ

اللہ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام

حَرْفٌ مِثْرًا وَالْهَاءُ حَرْفٌ وَالْقُرْآنُ كَلَامٌ

ایک حرف ہے اور یہ ایک حرف ہے۔ اے دارمی

صَحَّحَهُ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ

اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ عَنْهُ

عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ (د۔ت)

۱۱۹/۲ جامع الترمذی ابواب القراءة مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۳۰۴/۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح باب الرابع فی الصلوة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

۱۱۵/۴ جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفاً من القرآن الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی

اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی، اے میرے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: یا سب بفہم او بغیر فہم اے میرے رب! سمجھ کر یا بے سمجھ بھی۔ فرمایا: بفہم و بغیر فہم سمجھ کر اور بے سمجھ۔

دوم کسل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الله لا يسام حتى تساموا بیشک، اللہ تعالیٰ تو اب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

اقول یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالبہ ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بینا ہ فی رسالتنا کشف الہدیین علی حکم مجاورۃ الحرمین و سب لقتنا جمل النور فی نفس النساء عن زیارة القور (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین اور اپنے رسالے جمل النور فی نفس النساء عن زیارة القور میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ پھوڑیں۔ تنزیہ لا یضار و در مختار میں ہے:

الختم صرة سنة ولا سترک لحتم ایک دفعہ ختم کن سنت ہے لہذا اسے لکھل مقوم (مخلص) قوم کی سستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے (الخصم)

اگر کراہت تحریم ہوتی اس سے اعتراز احتراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی ہوا ذواہاست رکھتا ہے نہ کہ گناہ و حرمت کما حققا ہ فی رسالتنا جمل مجملیہ ان المکروہ تنزیہیہ لیس بمعصیۃ (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے جمل مجملیہ ان المکروہ تنزیہیہ لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

سوم ہذر مرگھا سس کا ثنا۔ در مختار میں ہے:

یا قی الامام والقوم بالشنا، فی کل شفع امام اور مقتدی ہر شفع میں ثنا پڑھیں اور امام تشہد و یزید الامام علی التشہد (بامت) پڑھنا ضروری ہے (بایں طور کہ دعائیں پڑھے، بکر، یا قی بال دعوات بحر، ش) الا ان یسل

سے مستد احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۶/۶

سے در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت ۹۸/۱

سے آخر باب الوتر والنوافل ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۹۹/۱

سے در مختار آخر باب الوتر والنوافل ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۲۴۶/۶

انقوصاتی بالصلوات ویترک الدعوات و
 یجتنب المنکرات هذرة انقواء و ترک
 قعود تسمیة و طمانیة و تسبیح و
 استراحة یلہ

اور دعائیں ترک کر دے، منوبات سے، بشتاب کرے
 مشابہت زیادہ تیز قرأت کرنا، کعود تسمیہ کر ترک کرنا
 الطمان کے ساتھ نماز ادا کرنا، تسبیح و تہلیل بترست
 کا ترک کرنا۔ (ت)

بعض لوگ ایسا جملہ پڑھتے ہیں علیم یا حکیم، یعقلون، تخلصون غرض لفظ ختم آیت کے سو کچھ کلمہ
 میں نہیں آتے یہ نفس سنت کا فانی اور بدعت شنیعہ اور اسارت ہے۔

چہارم ترک واجبات قرآنہ مثل متصل یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے۔
 پانچم امتیاز حروف قشایہ مثل مٹس ص، ط، ت، ذ ظ و غیر بانہ رہنا، یہ خود محسوس و
 مفسد نماز ہے مگر بندہ مستان کی جہالتوں کا کیا علاج، حفاظ و علماء کو دیکھا ہے کہ تراویح و دیگر فرائض میں بھی
 اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ مرجعون۔

مشبیہ مذکورہ سوال کہ ان غرائض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں مگر آنا ضرور ہے کہ
 جماعت نفل میں تامل نہ ہوتی ہو کہ مکروہ ہے۔ مسلمانوں کو فحش گایاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں
 سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولا العانی ولا الفاحش
 ولا البذی و لا یسود و لا یحمی و لا یخساری فی
 الادب الصغیر و المتروک و حسنہ و
 ابن حبان و الحاکم فی صحیحہما حسن
 ابن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مسلمان نہیں ہوتا بہت طعن کرنے والا بہت معنت
 کرنے والا نہ بے حی فحش گو۔ اسے امام احمد، بخاری
 نے ادب المفرد میں اتروذی نے اسے حسن کہا۔
 ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں تحفہ ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نصر صابرا اس کا عادی ہے اُس کے سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنا کر گناہ ہے اور
 اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کر پڑھی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھرتی واجب۔ فتاویٰ تجر و غیہ میں ہے،
 لو قد صافا فاسق یا ثنوں (اگر فاسق کو امامت کے لئے مقدم کر دیا تو تمام لوگ گنہ گار ہوں گے۔ مت)

دور آثار آغریاب التور و التوافل
 جامع الترمذی باب ما جاء فی اللغۃ
 غنیۃ المستفی فصل فی الامامۃ

مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی بھارت ۹۹ / ۱
 امین پکینی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹ / ۲
 سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

تیسین الحقائق امام زلیحی میں ہے، الا ان فی تقدیمہ الامامة تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ
شروعاً (کیونکہ اس کی امامت کے لئے تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔ ت) واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۱۰۸۲ھ از گوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع قزاق عقیدہ و تعلیہ فقہ ملت مولانا حکیم
محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ
مفتی نور الدین برکت دامت برکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ و سورۃ
توبہ کے درمیان اخوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ بالجملہ تصدیقاً پر صاحب دریاقت طلبت امر ہے
کہ نماز پڑھنی یا نہیں؟ اور ہوتی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا
ختم کے پورا ہونے میں اس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

الجواب

سورۃ توبہ شریف کے آغاز پر مجاہد تفسیر یہ قنویہ محدثات نوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں
خیر ہر دو نماز اس میں عرج نہ تھا۔ دسی نماز اگر سورۃ فاتحہ کے بعد ہی سورۃ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وہ
اعوذ پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی و جب اول و دوم و سب سورۃ توبہ پڑھیں۔ جنہی ترک ہوا مگر اعادہ تراویح
اعادہ قرآن لازم نہیں یہ حسب تہ کو تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی
اور اس سے پہلے وہ تہ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم و وجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض و
وجبات یہ فعل مکروہ و خلاف سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی و قلت شعور ہے ان
دو رکعتوں کا اعادہ اول سے قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ در مختار میں ہے:

الامام لا یشغل بغیر الفرائض و ما ورد حمل الامام قرآن کے علاوہ میں مشغول نہ ہو اور جو دعائیں
وغیرہ منقول ہیں اس صورت پر محمول ہیں جب اکیلا
على النفل منظر دیکھا۔
آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔ (ت)

رد المحتار و علیہ میں ہے:

ما الامام فی الفرائض فاما ذکرنا من انہ فرائض میں امام کا معاملہ تو وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا،
وکنّا نؤمنہ من بعدہ الی یومنا ہذا
فکان من المحدثات ولانہ تشقیل علی
القوم فیکثر، واما فی التطوع فاسکات فی
الترایح فکذلک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں ایسا
فعل نہیں کیا اسی طرح آپ کے بعد آج تک ائمہ نے
بھی نہیں کیا تو اب اس کے خلاف کرنا بدعت ہوگا
لہر دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم پر ثقل ہوگا لہذا مکروہ ہے
ربا معاملہ فوافل کا تو اگر تراویح میں ترویحاں بھی یہی
حکم ہے الخ دت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۳ لہذا ہر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جانی صاحب مدرسہ محمد احمد خاں صاحب
۲۰ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف
کے سننے سے ذکر و ولادت با سعادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سننا اچھا ہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے
یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم و تمہیل و تبکیر و تسبیح و ذکر شریف حضور پر نور سیدہ اسما بنتین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سب ذکر الہی ہیں مگر یہ در فضائل ذکر کو ذکر کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے،
جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد
یعنی رب العزت عز و علا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر
میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ (مت)
مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں رب عز و جل فرماتا ہے،

من شغلہ القرآن عن ذکری و مسائلتی
عطیتہ افضل من اعطی السائلین،
و افضل کلام اللہ علی سائر الکلام
جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بجائے
ذکر و دعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے
مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل

سہرہ المختار فصل فی القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سمیعہ کمپنی کراچی ۵۴۵/۱
سہ کتاب الشفاء الفصل الاول من الباب الاول مطبوعہ شریک صحافیہ دولت عثمانیہ ترکی ۱۵/۱

کفضل اللہ علی خلقہ علیہ رواۃ المترمذی سب کلامی پر ایسا ہے جیسا اللہ عز و جل کا فضل اپنی مخلوق پر۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے وحسنہ -

حسینی قرار دیا ہے۔ (ت)

مصرعہ تراویح کا ایک قسم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میں د مبارک حل مستحبات اور سنت مستحب سے بلاشبہ افضل، ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف شننا اس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و آگہ ہو جائے مثلاً اس کے قلب میں عدد وحیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وسوسہ ڈالے امہ ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس دربار ہے، اس کا شننا اسکی وسوسہ کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کہ محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم اصل کا رد و ایمان ہے، معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مغیذہ تراویح نافع، فسأل الله العفو والعافية (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۰۸۳ از بینگالہ ضلع چانگام تھانہ راہ جان مرفعی پھر مدرسہ مولوی محمدی صاحب م اشول ۱۳۲۱
چومی فریاد ملائے دین و مصیبت شرعیہ میں ادیں اس مسئلہ میں علامہ نے دیکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ رمضان میں جماعت و ترنہ ضروری نہیں اور دین مسئلہ کہ درہ رمضان المبارک جماعت و ترنہ ضروری ہر روز از جماعت موجود ہر روز رفق شرعاً جائز است یا نہ و تارک جماعت و ترنہ فاسق و فاجر و غیر آں خواندہ شود یا نہ؟ حسب شرح چمک مست۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جماعت و ترنہ واجب مست نہ ہو کہ و ترک کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا و ترنہ ادا کرنا۔ در مختار میں ہے کہ کیا و تر جماعت کے ساتھ افضل

ملہ جامع الترمذی ارباب فضائل القرآن مطبوعہ دہلی مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱۱۹/۲

ملہ سنن الدارمی باب فضل کلام اللہ تعالیٰ ص ۳۵۹ مطبوعہ نشر السنۃ مکتان ۳۱۴/۲

مسئلہ ۱۰۸۹ مسئلہ شوکت علی صاحب ۱۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کی حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ ہر روز سجدہ سو کر لیا کرے تو نماز وتر اُس کی صحیح ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں، ہر سجدہ سو کا محل کوئی واجب ترک نہ ہوا، دعائے قنوت اگر یاد نہیں یا دکرنا چاہئے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللہ عزوجل پناہ اثنیٰ فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھ لیا کرے، یہ بھی یاد نہ ہو تو اللہ عزوجل غفر لی تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتا ہو تو صرف یا سب تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا، یہاں کہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں اتنے دُفوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ شمار ہے اور ہر شمار دعا ہے

بل قال العلامة القاری دیرد من صاحب کل دعاء ذکر و کل ذکر دعاء و قد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد لله۔ رواہ الترمذی و حسنہ و النسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و المحاکم و صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ عن عنی اللہ تعالیٰ عنہما هذا و لیحرم و اللہ تعالیٰ اعلم

بندہ علی قدری در دیگر علماء نے فرمایا ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل دعا الحمد لله ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا۔ نسائی ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے صحیح کہا، اسے محض ذکر اور غور کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۱۲/۵ مشکوۃ الفصل الثانی من باب ثواب التبیح والتجید مطبوعہ مکتبۃ ایدہ ملتان
۱۴۲/۲ مشکوٰۃ علی الصغیر باب افضل الذکر الخ مطبوعہ امین گنجی کتب خانہ رشیدیہ دہلی
۴۹۸/۱ دار الفکر بیروت

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

(قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوی کا رد)

۱۰۸۹ھ از شہر دین علماءی پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۷۶ جمادی الاخری ۱۳۱۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ یہ دو باتیں سے اول چند رسائل عقائد و دہا بیت و
 گستاخی شان معلمان دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے کبیری وغیرہ نے ۱۳۱۴ھ میں اُس کی دہا بیت پر فتوی دیا
 اُس نے باصرہ جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اُس وقت ایک پرچہ ہاتھ لہا
 توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے ملنے ہو گئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ سابق دہا بیت
 کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بنا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ
 پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ
 تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر
 کہ کے چند امور کا استفسار ہے،

(۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی
 وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و دہا وغیرہ کے وقت جائز نہیں یہ حکم تفصیلی ہمارے
 اندک ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے۔

(۲) طاعون یا دہا کے لئے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان
 میں گستاخی ہے یا نہیں؟

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان و احوال و انشاء سے اس شخص کا یہ علم و باطن و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگر ظاہر ہے تو اہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو امتداد چاہئے یا نہیں،
 (۵) اُس نے اس تحریر میں جو مستندین تحریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بہ دینا نئی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟
 (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بنا سکتا وہ جاہل و نا فہم ہے یا نہیں؟
 (۷) شرائط مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم و ثابت کی بوسیدہ موتی ہے یا نہیں، یعنی اوتو جھوٹا

الجواب

اللہم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض غرض تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھتے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر تدریس فتوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثنائیں نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شارعیین پر نظر ڈالنے تو مطلقاً نازل کے لئے فتوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے عید شریعت میں ہے

قال ابن فطر: وجعفر الصادق (ع) لا يقنت عندنا في صلوة الفاجر من غير مليّة فاذا وقعت فتنّة او بليّة فلا بأس به لئلا
 یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا یا ناز فخر میں ہمارے یہاں فتوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بد و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو غاصب میں فتوت پڑنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجیدہ میں ہے، فی الملتقط قال الطحاوی فذا كره فتنّة یعنی امام ناصر الدین حسینی سمرقندی نے ملقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحوالہ اسی میں ہے،

وفي شرح النقاية معزيا الى العاية وان
 نزول بالمسلمين نازل لة فتن الامامة الخ۔
 یعنی علامہ شمس نے شرح نقایہ میں بحوالہ نقایہ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام فتوت پڑھے الخ

ص ۲۶۰	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور	صلوة الوتر	سنة غلبہ المستل شرع غیر اصلی
۱۳۰/۱	نوکلشور مکتبہ	فصل الوتر	سنة شرح نقایہ برجیدی
۴۴/۲	مطبوعہ ایچ ایم سی کیٹ پی کراچی	باب الوتر والنوازل	سنة بحوالہ اسی شرح کنز الدقائق

منہ الخالق میں ہے

کذا فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاء
الی غایۃ البیان ولما وجد المسألة فیہا
منہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ
البیان لکنہ نقل عن البیاتی ما نصہ اذا وقعت نزلة
قوت الامام فی الصلوة لجهریة وقال لہی ویلا یقت
عندنا فی صلوۃ الفجر فی غیرلیۃ اما اذا وقعت فلا یسبہ
اور انہیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کرل سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طوسی کا
وہی ارشاد ذکر فرمایا — اسی میں ہے

(قوله ولہما انہ منسوخ) قال العلامة موج
أفندی هذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر
النوازل واما عند النوازل فی القنوت
فی الفجر فینبغ ان یتبع بعد عدد من
لان القنوت فیہا عند النوازل لیسب
بمنسوخ علی ما ہوا لہ تحقیق کما مشہور

اشباہ والنظائر میں ہے

فی فتح القدر انہ مشروعیۃ القنوت
لنازلۃ مستمرة لہ تنفیذ
اسی میں ہے

وکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی

یعنی اسی طرح پر مسند شرح شیخ اسمعیل لعدرو الفجر
میں ہے انہوں نے اسے غایۃ البیان علامہ القالی
کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا
شاید غایۃ سروجی سے اشتباہ ہو لیکن اس نے بیان
کے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے جب کرل سختی آئے تو امام
جہری نماز میں قنوت پڑھے اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک
جو میں بغیر نصیبت نہ پڑھے تاہم جب نصیبت نازل ہو تو حرکت نہیں کرتا
اور واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طوسی کا

یہی علامہ توح آفندی نے فرمایا جب سختی کسی شافعی
کے پیچھے نماز پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں
اس کا اتبات نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ
سب نہیں ہوں گے وقت صبح میں ہمارے سب
اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباہ امام قنوت پڑھنا
چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح
میں قنوت منسوخ نہیں

یعنی فتح القدر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے
کی شرعاً اجازت برابر کرل آئی ہے منسوخ نہ ہوئی

سراج الوہاج میں امام طوسی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کرل
بلا آئے تو قنوت فجر میں سراج نہیں

۴۴/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوازل	سہ منہ الخالق علی بحر الرائق
۴۵/۲	" " "	" " "	" " "
۲۶۱-۲۶۲/۲	مطبوعہ دارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	رفع الطاعون	سہ الاشباہ والنظائر خاندہ فی المعاد رفع الطاعون
۲۶۲-۲۶۳/۲	" " "	" " "	" " "

هذا الا يكون القنوت في صلوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل يكون محسورا مستمرا ثابتا ويدل عليه قنوت من قننت من الصلوة بعد صلي الله تعالى عليه وسلم فيكون المراد بالنسخ نسخ عموم الحكم لانسخه نفس الحكم قال في المنتقط قال الطحاوي ثم (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو مذهبنا وعليه اجماعنا.

تقدیر پر بلائیں اترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی و ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علم پر جو قنوت فجر کو منسوخ بتا سکتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کئی و غیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رپا ہی نہیں منقطع ہیں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

رد المحتار میں عبارات بجز و شربلانی و شرح شیخ اسماعیل و بنایہ و اشتباہ و غایہ وغنیہ ذکر کر کے فرمایا، قنوت الب نزلہ عند ما تختص بصلوة الفجر سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے۔
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے،

قال الخطابی فيه دليل على جواز القنوت في غير الوتر قلت لكن يقيده بما اذا نزلت نازلة وحينئذ لا خلاف فيه.

کلام بیان مسئلہ قنوت نازل اور اس کے اجماعی یا خلائی ہونے کے بحث میں نہیں۔
وقد تقدم مرعن الشربلانی والحبلى و نوح أفندي والطحاوى بنسبة إلى الجمهور والمشعقة بمصنوع خلافت و افاد الامام ابن الهمام في الفتحة و تبعه الحلبي في الغنية ان قنوت النوازل امر

یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اترے اُس وقت اُس میں خلافت نہیں،

لے حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوازل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۸۳/۱
مطلب فی قنوت النازلہ فی صلیحۃ البیانی مصر ۴۹۱/۱
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول مکتبۃ المدینہ طہان ۱۶۹/۳

(تذکرے - دت)

مجتہد فیہ و ذکر کلام النظرین -

کلام اس میں ہے کہ اولاً ان سب عبارات میں نازلہ بلیغہ حادثہ سب لفظ مطلق میں کسی میں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ برہنہ زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ اشباہ میں ہے ۱

قال في المصباح النازلة المصيبة الشديدة	مصباح میں ہے کہ قنوت نازل اس وقت پڑھی جائیگی
تموز باناس انتهى وفي القاموس النازلة	جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہو انتہی
الشديدة انتهى وفي الصحاح النازلة الشديدة	قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدیدہ انتہی صحاح
من شد اند الدھر تموز باناس انتهى	میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدیدہ دھر میں
	لوگوں پر نازل ہوں انتہی - دت

نور مصنف ضروری سوال کو اقرار ہے کہ عند النازلة (سخت مصیبت کے وقت - دت) کہ قید سے برہنہ بھی جاتی ہے بالینہ بر خلاف اطلاق تہ علما اپنی طرف سے خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ ہر ایک نازلہ نہیں "کلام علما میں تصرف بجا ہے -

ثانیاً میں اطلاق سے احتیاج کرتا ہوں نکات علما میں صاف تعبیر مروجہ عامہ عبارت مذکورہ دیکھئے لفظ نازلہ یا بلیغہ نہ موعع سرطین واقع ہو کہ اگر کوئی حق یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ مراد ہر مصیبت ناس کو عام ہے "لما نصوا ان التکرۃ فی حیض الشوط نفعہ" (کیونکہ صلوات نے تصریح کی ہے کہ نہ شرط کے تحت ہر تو عام ہو سکے۔ تہ تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا نکات علما کا بجا دینا بجا ہے۔

ثالثاً ابن حبان سے اپنی صحیح بالتعاسیم والافراح میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سید و ابی مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۱

قال كان رسول الله صلى الله تعالى عليه	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت
وسموا لا یقوت فی صلوة المصباح الا ان یدعوا	نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے
لنعموا و دعی قومہ	کہ دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔

فتح القدر وغیرہ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرمایا : وہو سند صحیح یہ سند صحیح ہے - خطیب بغدادی

سنة الاشباہ والنظائر	فائدہ فی الدعاء لرفع الطامعون	مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۹۳-۲۶۲
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	باب القنوت الفصل الثانی	مکتبہ ادویہ ملتان ۸۲/۳
کلمہ	" " " " " "	۱۸۲/۳

اعامنا الاعظم ابی حنیفة النعمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وعن مقلدیہم اھ بلفظک مع
ان الصحیح فی المسئلة الاصولہ قولنا
وقد اقمنا اثبت علیہا براہین لا قیل
لاحد بہا فیتم الالتزام ولا یبقى لاحد مجال
للمکلام۔

سابعاً مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے،

قال ابن حجر اخذ منه الشافعی انه یسن
القنوت فی الخیرۃ ماثر المکتوبات للذلة
التي تنزل بالمسلمین عامة کوباء قحط
وطاعون او خاصۃ ببعضہم کأسیر
العالم او الشجاع من تعدی لحدود
قول الطحاوی لریقل بہ فیہا خیر
الشافعی غلط منہ بل قنوت عن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فی المضرب بھغین اھ و
نسبة هذا القول الی الطحاوی علی هذا
المقول غلط، اذ اطبق علماءنا علی
جواز القنوت عند الشرائع

اُسی میں ہے،

قال الامام النووی القنوت مسنون

یہ رسالہ چار سے امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے
اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اھ یہ تمہارے
اپنے اتفاقاً ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں چار
قول ہے چار سے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم
کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل و قال نہیں کر سکتا، پس
الزام تمام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و
طاقت نہیں (ت)

ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ
بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام قرآن کی آخری
رکعت میں قنوت نازل پڑنا سنت ہے جب عام
مصیبت مسلمانوں پر مشکوٰۃ با قحط، طاعون نازل
ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً
کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، اکامقید
ہو جانا، اور امام طحاوی کا یہ قول نازل میں اس بات
کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا کہ
ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے مقام صغین پر مغرب کے وقت قنوت
پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام
طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء
شدید مصیبت کے وقت قنوت نازل پڑتی ہیں (ت)

امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

فی صلوة الصبح دائماً واما فی غیرہا ففیہ
ثلثة اقوال والصحيح المشهور انه اذا
نزلت نافلة كعدو او قحط او بلاء او عطش
او ضرر فظاهر فی المسالمين ونحو ذلك ففتوا
فی جميع الصلوات المكتوبة والا فلا ذكره
الطیبي وفيه ان مسنونه فی الصبح غیر
مستفادة من هذا الحديث

دیکھ مولن علی قاری نے امام ابن حجر کی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ بلاء و قحط و طاعون وغیرہ سب کو شامل ہے اور امام طیبی سے انھوں نے امام اجل ابو زکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و بلاء و تشنگی وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض یہ ہیں کہ خلاف مذہب ہے کہ ن پراعتراض کر دیا اسے بقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی ذکر و نقل کے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علم کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے جس بھی میں سوچے کہ قحط و بلاء و طاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جواز قنوت کے قائل ہیں۔

خاصاً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیکھئے کلمات علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے، اسی مرقاة شریف میں ہے۔

قال ابن الصلح وهذا يدل على ان القنوت
في الفرض ليس في جميع الاوقات بل اذا
نزلت بالمسلمين نافلة من قحط وغلبة
عدو وغير ذلك

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں قایہ و معنی و فتح کی عبارات کو نازل میں قنوت روا ہے نقل کر کے فرمایا،

۱۷۹/۲	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	باب القنوت	ملہ مرقاة شرح مشکوٰۃ
۱۸۱/۲	"	"	"

فَلَقَنُوهُ عَزْزًا فِي الْغَاثِ وَالْغُلَّةِ ثَابِتٌ وَهُوَ
 الدِّعَاءُ بِرَفْعِهِمَا وَلَا شَكَّ أَنَّ الطَّاعُونَ مِنْ
 أَشَدِّ النَّوَائِلِ ۱

یعنی ان عباراتِ علمائے ثابِت ہوا کہ ہمارے نزدیک
 بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی
 ہے کہ اُس بلا کے رفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں
 کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ شرح تنویر
 میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر معتمد صاحب بحر کا حوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ
 تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور ثابِت نے زیر قول شارح مدقّق لا یقنّت لغيره الا لثبوت الغاية (شدید مصیبت کے
 بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ تہ فرمایا)

قَالَ فِي لَمَعَاتِ الْمَرْئِيَةِ الشَّدِيدَةِ هُنَا
 شَدِيدُ الدَّعْوَى وَلَا شَكَّ أَنَّ الطَّاعُونَ مِنْ
 أَشَدِّ النَّوَائِلِ شَاءَ ۲

صحاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے
 جو شدید و ہر میں سے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں
 کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے اِشْہاداً

تنبیہ ۱ ان بیانون سے حینذا مردہ شن ہوئے

اَوَّلُ یہ کہ طاعون دو پاد اور ان کے شل ہر بار ہمارے لئے ثروت یعنی سیرتوں کے تعلقات سے ثابت
 ہے تو یہ یعنی مصنف نے ضروری سوال "کا قنوت نازل کو جائز و ثابت مان کر" سے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور
 باقی کی نسبت کنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل مسئلہ وہ کام یا تو بہت ہو گا یا گناہ محض ہے معنی ہے
 کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کرتی اصل شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ، ثابِت ہے۔

دوم قنوت طاعون وہ ہا کہ نہ صرف اطلاقات کلام علی بلکہ ان کی صحت تعمیماً شامل جن میں خود امام اہل
 ابو جعفر علی وی بھی داخل تو اس کی بنا پر زیر کا دعا کہ "اَقْوَالُ خُطْبَتِ رَاشِدِ بْنِ رَاضِي" تہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور
 ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے "صریحاً ناظمی ہے۔

سوم اطلاق و علم سے استدلال نہ کرتی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما یہ کہ الخاتم المحققین
 صید ما الجدد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمہ حبانی الفسَد
 (جیسا کہ ہمارے والد گرامی خاتم المحققین قدس سرہ نے اپنی مبارک کتاب اصول ارشاد لقمہ حبانی الفسَد

میں بیان کیا ہے۔ مثلاً اس اخیر زمانہ فقہ میں طرح طرح کے نئے قسم قسم کے بابے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں، مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ حلال مسکرحرہ (مشرعہ اور فہم حرام ہے۔ ت) کے علوم اور یہ حدیث یستحلون الخمر و الخمر و الخمر و الخمر و الخمر (وہ یشم، شراب اور مزامیر کو حلال کہیں گے۔ ت) و کیرہن الن من یشترى لہو الحدیث (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ ت) کے شمول و اطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اٹھے کہ یہ تو قیاس کرتے ہوا حدیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہمارا قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں سیکار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اسے ذی ہوش یا یہ قیاس ہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث و کلمات علماء کے کرم میں وارد ہے تو اس کے وارے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم عید و شامل تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ جب قنوت عند النذر ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا و مصیبت پر جائز ہوتی چاہئے اور اس کا یہ اصل جواب دینا کہ ہمارا قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں سیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے تصریح نا دانی ہے۔

چہ ہمارے اگر صرف ہیں مطلق و عام احادیث و اقوال اور ہوتے تو ثابت کہنے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور راجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر نہیں چکے کہ طاعون و وبا و قحط وغیرہ کے لئے قنوت کی صاف تصریح تصریحیں امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طبری شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر کلینی و علامہ عبد اللطیف بن عبد العزیز شہیر بان فرشتہ ازہد علماء حنفیہ و محقق فقیر زین بن عجم مصری عمدہ حنفیہ و مولانا علی محمد سعدی محمد بروی قادری علی حسنی و فاضل جلیل سید احمد مصری طحاوی حسنی و امام نذیر سید محمد آفندی شامی حسنی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محل کیا تو مصنف ضروری سوال کا قول کہ طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب و بہتان ہے اگر غلط ہے، یہ کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہوا ہے جناب النبی میں توبہ و استغفار جلد کر لے، محض کذب و بہتان اور نائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے، تو یہ لازم ہے کہ اپنی اس خطا و ورے بے موقع کلمے سے جناب النبی میں توبہ و استغفار کرے اگر بغیر من باطل یہ قنوت نازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اس سے اسرار فرماتے تو ناسبت یہ کہ یہ مسئلہ عند مجتہدین کا

اختلاف اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا ہے کذب و بہتان کہ اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علماء کے بھی اطلاق و علوم و قصود سب کچھ موجود اور اگر اسے قصود نقل فعل کا منکر ٹھہرایے تو اول تو یہاں اس کا محض نہیں کہ اس شخص کا مدعی کوئی تھا جس کے زویہ یہ الفاظ نکلتے۔

ثانیاً اوپر وضع ہو چکا کہ عدم نقل فعل نہ زید کو مفید نہ اس کے مخالف کو مضر، تو اس کا ذکر محض لغو و نادانی ہے بالکلہ آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نہ اس تحریر ضروری سوال میں نہ ہمارے متوی مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شریعین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتویٰ گھڑ دیا۔

بنی قد واقعہ ما یوہمہ فی کلام بعض ائمتہ الحدیث فی تقریر مذہب اکامہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ و فی کلام بعض ائمتہ فی توجیہ مذہب بعض الصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ثم لو یعتمدہ ولا جعلہ مذہب علمائنا ولا ذکرہ فی تقریر کلامہم معہ کہ قد شہد سلیم صریح فی محتمل ان یکون القصر ہینا وقعہ بعد الاحضار ایا ما کان فجعل ہذا مذہبنا لا سلف لزید فیہ فیما اعلوہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اظہار نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب سب درہنہ یہی اسی کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کے عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً وقع ہو گیا ہو اور قصر مقصود نہ ہو جو بھی ہو اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فتوہ نہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

”ضروری سوال“ کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تماثیلہ حاجت شرعیہ ناقصوں قاصوں کی جہالتوں صفا بتوں کا شمار اپنا مشیورہ نہیں لفظ لہ تعالیٰ و اعراض عن الجہلین (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلون سے زور و جبر نہ کیجئے۔ ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری اور یہاں مصلحت دینی اس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متہم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابل افتاد سمجھتے ہیں تو اس کے پر جہل و نا اہل ہونے کا آشکارا کرنا ان شاء اللہ دین عوام کو نافع اور فضیلت و جہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا و یا اللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و اشاد اعلیٰ میں اگر پرخلی بائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض و بے محصلین نہیں

لہذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و مبسوط اور اعلاطہ و جہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے۔
جہالت ۱: حدیث مذکور ابن جہان کہ نزدیک کے دشمن کی تخصیص کا صاف رد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ بھی دیا کہ یہاں سے بھی گیا کہ کفار ظالم کریں تو نصرت چاہئے ظالموں کے لئے قنوت ثابت نہیں۔ عقلمند سے پوچھ جائے کہ اس حدیث میں ظالم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے و لہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں۔ اس قدر پر تو کلمات علما متفق ہیں، ہاں محل فطریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھنا یہ منسوخ ہو صرف بحالت نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ و سنیہ ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

ان ما سول الله صلى الله عليه وسلم
 قنوت شہدا یدعو علی اہل اہل
 العرب ثم ترکہ نراہ ابن ماجہ فی
 صلوۃ الصبح و هو عند البخاری فی
 معانی بزیادۃ بعد الركوع و ترک شہ
 ترکہ۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دُعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے معانی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی پھر اسے ترک کر دیا۔ کمالیہ کہ انہو فی ترک کر دیا۔

اور صحیح سنن میں یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ حدیث ابن ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ترک کا سبب نزول آیہ تحریمہ لیس للک من الامر شیء اویتوب علیہم اویعدہم فانہم ظالمون (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہیے تو

۱/۲۳۴ سنن صحیح مسلم باب استجاب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمدیہ مطبعہ کراچی
 ۱/۸۹ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر - ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
 ۱/۵۸۶-۵۸۷ سنن صحیح بخاری باب غزوة ارجیس و رجل و ذکوان - قدیمی کتب خانہ کراچی
 ۳/۱۲۸ سنن القرآن

اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ (ت) سہ، یہاں نفرد و طرف ہائی ہے اگر معنی آیت مطلقاً مانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا برہنہ ہے، ارتداد شریعت ہو یعنی قبر میں قنوت اصل مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازل بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے مانعت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہوئے ہوں تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بار میں ہوا نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازل مشروع رہے گی۔ یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تسمیہ علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائی، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے،

واذا ثبت النص وجب حمل الذی عن النسخ من روایۃ ابی جعفر (ہو الرازی) و نحوه (کدینا بن عبد اللہ خادم النسخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما نزل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی الصلۃ حتی فارق الدنیا) اما علی ما مر فی الرازی کشیرا وہم قالہ ابو نرعمۃ و دینار و قد قیل فیہ ما قیل (او علی طول القیم فانه یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت التواضع و یكون قوله (اے قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثم شرک فی الحدیث لاخر (المراد فی الصحاح) یعنی الدعا علی اولئک القوم لا مطلقاً آھ مختصراً مزید امفی ما بین ہلالین۔

جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو چھ حضرت انس سے ابو جعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مشکوٰۃ دینار بن عبد اللہ حضرت انس کے خادم میں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر ٹھوں کیا جائے گا (یونکہ بقول رازی ابو زرہ کثیر انوہر ہیں اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ یہی کچھ ہے) یا طول قیام پر محمول کیا جائیگا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسے قنوت نازل پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کر دیا گیا یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کر دی نہ کہ ہر دعا اور اختصاراً اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

نیز کتابیں مذکورین میں ہے :

فيجب كون بقا القنوت في النوازل مجتهدا فيه وذلك ان هذا الحد يث (اي حد يث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه بطريق حماد بن ابى سليمان وابى حمزة القصاب عن ابراهيم عن علقمة عنه قال لم يقنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الصلاة الا شهرا ثم تركه لم يقنت قبلا ولا بعدا ونفذ حماد لم يركب ذلك ولا بعدا لم يوثر عنه صلى الله تعالى عليه وسلم من قوله ان لا قنوت في نازلة بعد هذه . بل بمجرد العدم بعد هذا فينتج الاجتهاد بان يظن ان ذلك انما هو لعدم وقوع نازلة بعد ما تستدعي القنوت فتكون شرعية مستمرة وهو محصل قنوت من الصلابة بعد وواته صلى الله تعالى عليه وسلم ، او ان يظن برفع الشرعية نظرا الى سبب تركه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالى ليس لك من الامر شيء ترك . والله سبحانه وتعالى اعلم . اهـ بزيادة .

لا قول ليس لك من الامر شيء نازل برآءة من الله تعالى عليه وسلم في اس تركه كذا والله سبحانه وتعالى اعلم . اهـ بزيادة . (ت)

مصابب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ طریقوں سے مروی ہے حماد بن ابی سلیمان ابو حمزہ القصاب نے ابراہیم سے انھوں نے علقمة سے کہ رسول کتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرما دیا اس سے پہلے ہی آپ نے قنوت فجر میں بھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں ۔ حد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت میں پڑھیں یا نہ پڑھیں بلکہ اس کے بعد محض عدم منقول ہے ۔

ہو اللہ اس معاملہ میں اجتہاد ہو گا یا اس طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی ہو قنوت دائما جاری ہوگی اور یہی محل ہے اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے سبب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ

اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے سبب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ

روشنی علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافرمانی کر دو وقت فی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کر دے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے غسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عند النازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطہ جواز قنوت کے عندان زلہ"۔ پھر لکھا مداومت کے طور پر غسوخ اور عندان زلہ غیر غسوخ۔ اور مزے سے وہی آیہ کریمہ اور وہی حدیث بکاالہ صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سو اسے قنوت وتر کے "ذی ہوشش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت نہ کر رہی نازلہ پر اور زلہ آیت کس قنوت کے بارے میں جو جنزت نازلہ میں اگر آیت و حدیث سے اسی کا نسخ ثابت ملتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی وہی تو مراحۃ ان سے غسوخ ہوئی یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی غسوخ وہی باقی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

جہالت ۱۳: حدیث طاریق، جسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے۔

اور ترمذی و ابن ماجہ نے یوں کہ "ان کے سوا ہر ایک نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے، فرمایا انتہ نکالی ہوئی ہے۔"

ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف "ضروری سوال" نے اسے بلفظ اول ذکر کر کے نسائی و ابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کہے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا دارو ہے۔ ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہ و رکنا اصطلاح حدیث پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے۔

جہالت ۱۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آجے حاشیہ جمایا "اللہ حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعت و کل بدعت ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار" (پھر نوپیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں جاسے گی۔ ت۔ قطع نظر اس سے کہ

سنن نسائی	باب معن المناہضین فی القنوت	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱۲۸/۱
سنن جامع الترمذی	باب فی ترک القنوت	امین کمپنی دہلی	۵۳/۱
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی القنوت فی صلوة الفجر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۸۹

محمد اولیٰ حکم بہ رحمت نہیں حکم بہ ہرمت ہے، اجتہادیات انہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں گے جیسا کہ وہ جرات ہے
عاشا انہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ خلافت و فی ان کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و وسیل جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸ : حدیث عامہ بن سلیمہ ذکر کی،

قلنا کانس بن مالک ان قومایزعمون ان
السیبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل
یقمت فی العاجر فقال کنذ ہوا انما قننت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا
واحد ایدعو علی اعیاء من اجداء المشرکین
اور اس کا ترجمہ کیا "ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے
یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز پڑھیں، سو
جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے
میں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے
میں ایک سو بھی بدعا کرنے کو اور قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے۔"

اولا معاویہ عرب میں زعم یعنی مطلق قوں بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جہر لیک واقع۔
ثانیاً کلام نامعنی یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے جلفظ زعم
تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ معاذ اخر خود بھی اسے مشکوک یا مطلق سمجھتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ قنوتی یزعموں
کے معنی یہ ہائے کہ جو قنوت پڑھتا ہے کہ دل پہ زور ہے سے شک و گمان کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور اسی بنا
پر کنذ ہوا کا ترجمہ کیا کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں یہ نوجوا کر اب اس پر خاندہ جہر اس حدیث سے یہ بھی
سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گن ہی گمانی تھا یقینی امر نہ تھا، پس متنی روایات اور روایات کے
خلاف میں وہ سب ظنیات ہوتی ہیں پس واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کتنا چاہتا تھا وہ بھی کہ نہ ہوا
عقائد سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت بالکیر و ثانیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا نہاں قنوت
غنیہ و جنبہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہاد یہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا
فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ای قومایزعمون میں لفظ قوم کو چیز اثبات میں ہے
جس کا مفاد عرف اس قدر ہو گا کہ کچھ لوگ بطور و جمیعاً قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہو گا کہ زمانہ تابعین
میں سب قائلان قنوت اسے اسی درجہ میں جانتے ہیں۔

جہالت ۹ : حدیث ام الرضیٰ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :

نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے
عن القنوت فی المغرب منع فرمایا۔

جس میں تین راوی ضعیف و شدید تضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف روایت کا جواب دیا کہ امام صاحب کی تحقیق کو
دورانہ نہیں۔

”دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی
اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے
قائل حضرت طارق شجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نوید رکھنے سے اس گمان کی راہ کہ حد سے علی ضرور
ابھیں اس نہی کی خبر ہوگی انہوں نے صراحتہ نوید ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و عطاء کرام
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی اسے فرزند آدمی تکلی سے اس میں نہی پر اطلاع کی ہو بھی
نہیں سکتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصاف اس سے یہی قیاد رکھنی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا
ہوئی تو انہیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو
اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسند میں دس اقویٰ کار کیوں کی جاتا

جہالت ۱۰ : ایک حدیث کی سند ذکر کی، ابن عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
ترجمہ میں بھی لکھا ”انس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت
درکنار مسعود سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور
دانستہ ہوتی سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱ : آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لویکن انس نفسه یقنن فی الصبح کما رواہ	خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر میں قنوت
الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل	نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے
الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما	اور جب نسخ ثابت ہو گیا تو وہ روایت حضرت انس
علی العظمیٰ او علی طول النقیام فانہ یقال	رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو
عبدہ ایضاً فی الصبح عنہ علیہ الصلوۃ	اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طول قیام پر

والسلام افضل، وصلوة طول القنوت ای
انقیاد میں

کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے
کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز میں
افضل ترین عمل طول قنوت یعنی قیام ہے۔ (دست)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ
اُس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا، اس کی بحث میں ایسا کہنا یہاں بحث عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اُسی کے
تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہ مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت
فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو
دو قنوت مذکور ہو چکے ہیں کہ وہ ہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو
حدیث صحیح میں ارشاد انہو کہ بہتر نماز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنف تصردی سوالیسی
سیدس عبارت کے واضح معنی کو حاکم نہ سمجھا لفظ ایضاً کو کہ صراحتاً یقیناً کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع نظر
کر کے، بعد سے ملایا اور ایضاً فی الصحیحہ کو مسند جہاگاہ نہ ٹھہرایا و ہذا لفظ ایضاً پر نشان (س) کہ علامت
فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقبرہ بولا گیا ہے اوپر طول قیام کے اور
بھی یہ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا، تصردی ہے، محدث صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین
نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حسن اور بھی قابلِ لحاظ
کہ یہ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے "گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت
آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲، اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا،

والاشکال نشأ من اشتراك لفظ القنوت
بین ما ذکر ویس الخضوع والسکوت
والدعاء وغیرہا۔

یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک
کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی نہ کورہ شئی (طول
قیام، خضوع، سکوت اور دعاء وغیرہ کے
درمیان لفظ قنوت مشترک ہے۔ (دست)

یہاں ما ذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع و سکوت و دعاء وغیرہ یعنی قنوت کا

لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابنی جعفر میں قائل قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے دعا سمجھ لئے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طول فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بدتامل سمجھ لے۔ اب مصنف صاحب کا علم دیکھتے عبارت صرف "ما ذکر تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا" اور جو مشکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُسی چیز کے جو نہ کر رہی تھی یعنی اپنے عمل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدر کی عبارت کا "گویا آپ کے نزدیک میں صرف شے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ما ذکر کے معنی یہ کہ اپنے عمل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام ہو گیا۔

جہالت ۱۳ اس سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عندنا نازلہ جو کہاں رہا " اور اس کے جواب میں لکھا "بواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدر و ترونا فل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستمرة لہر تفسیر الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی فسخ نہیں " فتح القدر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف حیرانہ دارو کا تماشا ہے فتح القدر کی اسی عبارت میں صراحت فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فرسے فسخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تعدد فی باب الجہالت اثباتیہ (اس کے ساتھ ساتھ کہ جہالت خبرہ میں ہو چکا ہے۔ ت۔ اسی عبارت منقولہ زیہ کے بعد بلا فصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعة من اہل الحدیث" محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ ت۔ کہاں ایک گروہ محدثین کا توں ہونا اور کہاں جماعہ جہالت ۱۴ تا جو قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تحت نہ پڑھا بدعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغربی مکروہ ہوئی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ ٹٹتی تھیں مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے۔

انہ ل قنت فی صلوة الصبح انکر النیاس جب انہوں نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے
علیہ فقال انما استصغرنا علی عدونا۔ آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر
دعا کی ہے۔ (ت۔)

محرر مذہب مستند، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں :

قال ابراهيم (هو النخعي) وان اهل الكوفة
انما اخذوا القنوت عن علي رضي الله تعالى
عنه فقتل يد عو على معاوية حين حاربته ،
واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن
معاوية رضي الله عنه فقتل يد عو على علي رضي
عنه حين حاربته قال محمد و بقول
ابراهيم ن اخذ وهو قول ابي حنيفة .

حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ
نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ
کی ہے کیونکہ انھوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب
حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی ، اور اہل شام
نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی
جنگ علی رضی اللہ عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے
امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل
ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے ۔ (ت)

جہالت ۱۵ : ” بعید نہیں کہ ان حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو کہ اللھم اھل بیت و
بین قومنا فانھم اخواننا بغوا عیننا (اے اللہ ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ
وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے ۔ ت) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت
مطل کیا امیر مومنین ہی خدا کا امیر ہیں اور میں نے ان سے بغاوت کی ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
خدا سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں زامانہ نہیں دیا میں اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر
سمجھتا ہوں

وانی لاعلم انہ افضل منی و احق بالامر
ولکن سمعت تعلمون ان عثمان قتل ظلما
وانا ابن عمہ و ولیہ اطلب بد مہ یلہ
رواہ یحییٰ بن سلیمان الجعفی استاذ
الامام البخاری فی کتاب صحیح بسند جید
عن ابی مسلم الخولانی .

میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ مجھ سے افضل و احق بہ امامت میں مگر تمہیں
خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً
شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص
مانگتا ہوں ۔ اسے امام بخاری کے استاد یحییٰ بن سلیمان
الجعفی نے کتاب صحیح میں سند جید کے ساتھ
ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے ۔

جہالت ۱۶ : خود ہی سوال میں لکھا "جب قوت عند النازلہ ہوتی تو ہر مصیبت پر جائز ہوتی چاہے جس طرح قلت باران و سیلاب، زلزلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جہاں جہاں طریقہ بتا دیا اور ان کا حکم بھی سننا دیا چنانچہ کتب فقہ ان سے معلوم ہیں الخ" اس کو قیاس بتانے کی جہالت اور مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود اشد النازلہ سمجھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بلا لائق قوت ثابت اور بلا لائق انص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت اب مصنف ضروری سوال کی مثال اس کی جو شک کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا لا تقفل لہما آفت ماں باپ سے ہوں نہ کہ۔ جب ہوں کھنے سے منافعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے درجہ اولیٰ منع ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ وغیرہ میں بیکار ہے" قرآن میں ترکیب والدین کو مارنے کی نصت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

جہالت ۱۷ : قلع نظر اس سے قلت و کثرت باران و سیلاب و زلزلہ و ریاح و امراض مختلفہ سب کے لئے جدا جدا طریقہ شارع صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جدا جدا طریقے ارشاد ہی ہوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عام ہونے کی کیا مثال ہے پھر اس باب سے سوال اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا۔

جہالت ۱۸ : اشباہ و النظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ مسئلہ ۹۹۹ نو سناد سے میں مصر النقاہہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قوت پڑھنے سے، سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں میں حکم نہیں کر سکتا چنانچہ

قوله قلت حنه فی الطاعون سنة تسع و تسعين وتسعمائة بالقاء هرة فاجبت بانى
ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کی قوت پڑھنے متعلق
۹۹۹ء میں سوال کیا گیا تو میں نے جوابا کہا اس
پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)

صاحب اشباہ و النظائر انتقال ہر شتم رجب ۱۲۹۹ء کو ہوا۔ مورخ حوی شرح اشباہ و النظائر فی کتاب الوقف
میں نقل فرماتے ہیں ا

قد توفي المصنف رحمه الله لثمان ماضين مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات رجب ۱۲۹۹ء

من رجب سنة سبعين وتسعمائة ۱۰۹۹ھ میں ہوئی (ت)

آپ ۹۹۹ھ کا وہ قد آن سے لکھا رہے ہیں حقیقتہً اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستين وتسعمائة یعنی ۹۹۹ھ نو سو انہتر ہے آپ ۹۹۹ھ بتا رہے ہیں۔

بجہالت ۱۱۹: اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیسلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کر کے پڑھے چنانچہ

یقوت لطاعون لانه اشد انوازل بل ذکرہ ۱۰۹۹ھ قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقررہ بڑی سخت ہے غفلتوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو رکعتیں اکیلے اکیلے ادنیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون پورا ہوا حاصل مطلب

اشباہ والے کا۔

قطع نفاس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے تامل کی ہے اور اس میں بل ذکر کی ضمیر خود

عند ضروری سوال میں یونہی لکھا اور سنی ملی کی بنا پر بل ذکر کو درجی شدہ نہ کیا، حالانکہ اشباہ میں من اشد انوازل ام

عند حکذا بخطه وصوابه بل ذکر ۱۲ (م) یہ ان کی تحریر ہے اور درست بل ذکر ہے (ت)

عند حکذا بخطه وصوابه رکعتیں (م) یہ ان کی تحریر ہے درست رکعتیں ہے۔ (ت)

عند ظاہر اکیس طاعون حاشیہ مرقی، افلاج دیکھنے کو مل گئی اس میں انہوں نے فرمایا تھا،

فی الاشباہ یقوت لطاعون لانه من اشد انوازل بل ذکر انہ یصلی

لہ رکعتین فرادی وینوی رکعتا

مراد الطاعون۔

کی کی جاسے۔ (ت)

یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)

۱۰۸/۳۰۸ مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی

۱۰۸/۳۰۸ مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰۸/۳۰۸ مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰۸/۳۰۸ مطبوعہ دارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی

صاحبِ اشباہ ہی کی طرف سے جسے آپ نے چنانچہ ”کلمہ کرباریت اشباہ“ ہونے کا افسار کیا اور بل ذکر کا مطلب کلمہ نہ بنا لہذا اسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرفِ سخت جمالتِ فاشیہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلے کو مسئلہ قنوت کا ترجمہ بنا دیا کہ قنوت پڑھا چاہیے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں ”مگر“ تراش لیا کہ ”مگر جماعت سے نہ پڑھے“ حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارتِ مذکورہ ناقلِ عنف الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جمالت کا گمان بھی نہ کرے گا۔ اشباہ میں تو قنوت طاعونِ ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور بعد اگانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا۔

حیث قال صرح فی العایۃ بانہ اذا نزل بالنسبیین
ناراً قنت الامامہ فی صلوة الخیر والقنوت
عندنا فی النار لہ ثابت ولا شک ان الطاعون
من اشد النوائب وفي السراج الوہاج قال
الطحاوی لا یقنن فی الخیر عندنا عن غیرہ لیلۃ
فان وقعت فلا بأس بہ کذا فی الملتقط اتھی
فان قنت لیلۃ صلوة قنوت شہدہ بحسوف
مما فی منیۃ السفی فی لیسون والظلمۃ
فی الہدایۃ واشتداد لویع والمطر والشح
ولا فزع وعموم المرض یصلی وحداناً
اتھی ولا شک ان الطاعون من قلیل عموم
المرض فتنس لہ رکعتان فی ادیٰ مختصوا
ثواب باری، شدید خوف یا مرض عام لا حتی ہو جائے تو تنہا نماز ادا کریں انتہی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون
یسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت
ہوگا اح مختصر (ت)

اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جُدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عمارت کا ترجمہ سمجھنے کی قیادت نہ ہو تو مجبور ہے۔

جہالت ۲۰ : اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحبِ اَشْبَاح کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں میں حکم نہیں کر سکتا " اور عبارت یہ نقل کی کہ یقیناً للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے " کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعی جو بزرگوار اپنا ملک آپ نہ سمجھ سکے پورا معذور ہے! یہ سر دست بین جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں اولاً اسے خامنا اور اس کے تنبیہ میں اول سے چارم تک جو سخت وجوہ قہر سے " ضروری سوال " کی بھالتیں جہالتیں ثابت کی گئیں انہیں شامل کیجئے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں اب عیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سخاوت کا غلط جو " ضروری سوال " کی ساری محنت و جان کا ہی اپنے اس ادعا سے یا ظل کے اثبات کو تھی کہ قنوت وغیرہ کفار کے سو طاعون وغیرہ نازل کی قنوت کذب باطل و بہتان ہے ثبوت و گناہ و بہت و ضلالت و فی النار ہے جو اسے ثابت مائے اس پر محکم تعمیل تو بہ واسطہ کفار سے ساڑھے پانچ ورق کی تحریریں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھ کر اب چلتے وقت عاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا " فہ زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب " اور تم میں لکھا " ہذا الکيفية مصلوة الطاعون (یہ نماز طاعون کا طریقہ ہے۔) پٹے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے نیت ان اعلیٰ اللہ تعالیٰ رکعتین مصلوة النفل لدفع الطاعون متوجھا الى جهة الكعبة الشريفة اللہ اکبر میں سرحدوں کے لئے رت و خون کی صورت و رکعات ادا کرتے ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔) پھر دوسری رکعت کے آخر کو کتب میں جو قنوت ماثور ہو پڑے کہ مشتمل ہو اور طاعون کے اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة عذاب اللہ پڑھے یہ آیہ وانی بدارہ جامع جمیع اوعید کی ہے۔ " اللہ تعالیٰ دونوں کے ارادے سب جانتا ہے چھٹے دو اگلا پچھلا لکھا یہ بخولنا و درکنار یہی یاد نہ رہا کہ " ضروری سوال " کی تحریر کس غرض کے لئے تھی کس بات کا دعویٰ کا ہے اس کا رخ نما " اپنے زعم میں جنت کا راستہ کین طریق نار تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے یا رب مگر اسے احتمال تو اس کے سوا کیسے، طرز یہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا " بارادہ دفع طاعون یا دبا کون سی قنوت ہے " اور جواب دیا تھا " کہیں پتا نہیں : اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اور طاعون کے " اب خدا جانے کہاں سے اس کا پتا لگ گیا۔ تصحیفات اغلاط یعنی جہالت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ یوں تو ریادت و نقص و تبدیل ہر قسم کی غلط اس " ضروری سوال " میں موجود ہے ہیں

علیٰ یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علامت مختلف ہیں کہ قبل رکوت ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوت میں پڑھے ۱۷ (م)
علیٰ تحریر تہذیبی یونہی ہے جیسے کپڑوں میں پچ کو بیچ مقبول دیکھتے ہیں " (م)

”قَتَرْنَا عَذَابَ النَّارِ“ کو آیت بنادیا حالانکہ قرآن عظیم میں قتل کے بعد لفظ مریتا کہیں نہیں، من اشد التوازل سے من راکر طاعون کو اشد الناس لہ کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا، عبارت اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہار علم کو تعصیفیں یہ ہیں شیبان بن فرزدک کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن هرثمه کا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا نے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں برقی ہوئیں تو ایسی غلطی شاید نہ ہوتی اللہم اشد و وطئتک علی مضر و جبکہ آیا دونوں جگہ و طئتک بہم و بجائے تا بنایا اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فہرہ بحرف فاء بجائے قاف تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناجاست مروی ہے :

اللهم لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا هادئ لما مضت ولا مضئ لمن هديت ، ولا معطي لما منعت ولا مانع لما أعطيت ، ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت	اے اللہ ! جس چیز کو تو نے کھینچ رکھا اسے کوئی سیٹھنے والا نہیں اور جسے تو نے بند کر دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور جس کو تو نے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تو نے گمراہ کیا اسے ہدایت دے دے والا کوئی نہیں اور جو تو نے
عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو نے روک لیا اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جس کو تو نے دور کر دیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں جس کو تو نے قریب کیا اسے دور کر دے والا کوئی نہیں (ت)	

آپ اسے نکلتے ہیں اللهم لا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت ۔ اعلیٰ علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی ، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبہہ مضاف ہو کر مفرد نہ رہا ، ورنہ نصب واجب ہوا لقولک یا اھل الف جبال و یا خیراھن مرید اور یہ جو حدیث نقل کی ہیں یہ مناجات مذکور ہوئی

علیٰ یعنی چُوزہ ۱۲ (د) علیٰ یعنی نشیب ۱۲ (د) علیٰ یعنی چُوزہ ۱۲ (م)

سند الامام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ الزرقی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۲۴
سند دُرُغْشور تحت آیت ولکن اللہ حبیب الیکم ایمان مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیت اللہ اعظمی قم ایران ۹/۸۹
سند کنز العمال غزوہ اُحمد حدیث ۳۰۰۴ مطبوعہ موسستہ الرسالہ مکتبۃ التراث اسلامی بیروت ۱/۳۳۳

پر مندر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ مندر کے کر دیا، یہ صحابہ بر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا۔ جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچنے والے کو قتل کر ڈالا۔ پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ مندر کو قتل کر ڈالا اور مندر کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے اوکلا عامر بن مالک ابو ہریرہؓ نے اسے حبیب خداؐ پر گزند کیا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیاً "ہمراہ ہو لیا" سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہو لیا جاتا ہے حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ربیری کے لئے ہمراہ فرما دیا تھا۔

مقد اخراج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لہیعۃ عن ابی الاسود عن عمروۃ قال ثم بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المذنبین عمرو والی عدی وبعث معہ المطلب السلی لیدلہم علی الطریق الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمۃ مطلب۔

طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انہوں نے ابو الاسود انہوں نے عمروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندر بن عمرو سعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب سلی کو بھی بھیجا، کہ ان کو راستہ بتائیں الحدیث اس کو الاصابہ میں مطلب کے عنوان سے نقل و دریا۔ (ت)

ثالثاً فرما جہ اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ وہ اس کے بعد وہی عامر کے نام تھے، نفیس میں ہے، وکتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ چوبیس)

درج میں ہے، اکثر ایشان، انصار بودند و بعض از مہاجران (اس میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ ت) نیز نفیس میں ہے،

لہذا یکنہ لقمۃ المذکورون کلہم من الانصار بل کان بعضهم من المهاجرین مثل عمرو بن قحیرۃ مولی ابی بکر الصدیق وناخہ بن بدیل بن ورقاء لعمری وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ذکر تمام قراء انصار تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے حبیب کو عامر بن قحیرہ مولی ابوبکر الصدیق اور ناخہ بن بدیل بن ورقاء، لعمری وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تعالیٰ عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

۲۲۵/۲ مطبوعہ دار حدیث بیروت
۲۳/۲ مطبوعہ فورید رضویہ سکس
۲۵۲/۱ موسسہ شعبان بیروت

۲۲۹
سریر بر معونہ
سریر المنذرانی بر معونہ

۲۲۵/۲
۲۳/۲
۲۵۲/۱

کتاب فی رؤساء نجد وہی خاموش اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بی عامر کے نام خط لکھا۔ تہذیب میں ہے،
مکتوبہ بڑا سانسے نجد وہی عامر نوشتہ

مرباعاً فقط قرآن کے اگلیہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت انھیں
قرآن نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن فطیم اس وقت آراء سب ان سب کو یاد تھا تو اس
کا کوئی ثبوت نہیں ہے، انھیں قرآن کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری
میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: یتدارسون القرآن باللیل ویصلون (راستہ قرآن اور نماز پڑھتے۔ تہذیب)
عمدة القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں ہے: ۱۔ سموا بہ بکثرة قراوتہم (قرآن اس لئے انھیں
کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ تہذیب)

مخاصاً عامر بن نفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہرگز ملک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن
مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا دربر گردن توڑیں گے۔ جواب لہ زیر میں ہے۔

استصرح عید شہری عامر بن نفیل جیسو، وقایہ
لن نخلفہ بابر، وقد عقد لہ عقد آجوا
انھوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا پر ہمارے ہاتھ ہیں توڑیں گے کہ جو اس سے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا
صاحب کر رہا ہے۔ (تہذیب)

۳۵۲/۱	مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت	سرۃ المنذر بن عمرو الی ہرعمونہ	سلفہ تاریخ انجیس
۱۴۴/۲	۱۔ تہذیب رضویہ سکھر	سرۃ ہرعمونہ	سلفہ مدارج النبوة
۴۳/۱	۲۔ قیدی کتب خانہ کراچی	کتاب الجہاد	سلفہ صحیح بخاری
۵۸۲/۲	۳۔ " " "	کتاب المغازی	صحیح بخاری
۲۴۰ و ۲۳۵/۳	۴۔ دار الفکر بیروت	از مسند انس رضی اللہ عنہ	مسند احمد بن حنبل
۴۵/۲	۵۔ دار المعرفۃ بیروت	سرۃ ہرعمونہ	شرح الزرقانی علی المواب
۳۱۰/۱۴	۶۔ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت	باب العون بالمدد	سلفہ عمدة القاری شرح بخاری
۴۲۶/۱	۷۔ المکتب الاسلامی بیروت	سرۃ ہرعمونہ	سلفہ موابب لدنیہ

فت: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی بجائے یحیطون کا لفظ ہے البتہ بعینہ نہی
الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے والہ اعلم جو۔ تہذیب احمد سمیعہ

سیرت ابن ہشام میں ہے،

استصغرہ علیہم بنی عامر فابوا ان یحییوہ الی
مادعاهم الیہ وقلوا ان یخضر الی آخر
ما مر۔
نہیں میں ہے،

استصغرہ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین
فما تمنعوا ذلک لوالا یخضر ذمۃ الحب بوا
حدیث۔

مارج میں ہے، اتنا ہی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند (تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کر سنے
سے انکار کر دیا۔ ت)

سادساً عامر بن طفیل کا مخالف فرمان اللہ جس حرام بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق
ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کہ اسلام لے آیا کسا دواہ الطبری عن ثبوت البیاضی عن انس بن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس روایتیں ہیں، ثبوت سانی سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت
اور بعد اللہ عامر بن طفیل کفر پر مراکسی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحق بن ابی طلحہ سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ ت
صحیح بخاری شریف میں ہے،

جعل یحد ثہم فادماوا الی مرحد فاما من
حیضہ قطع۔

یعنی حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا قتل کو پریم قدم
پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انھوں نے
کسی کو شہید کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ ت

امام غفاری نے فتح الباری میں فرمایا، المعروف اسم الوجہ الدی طعۃ مجھے اُس

۱۸۵/۲	مجبور وار، نظر بیروت	سیرۃ بزمعون	سیرت ابن ہشام
۴۵۲/۱	• موسۃ شبای بیروت	سیرۃ المتذال بزمعون	سیرۃ تاریخ النہیں
۳۴/۲	• قریہ رضویہ سکھر	سیرۃ بزمعون	سیرۃ مدارج النبوة
۵۸۶/۲	• قدیمی کتب خانہ کراچی	غزوة اوجیع، عل و ذکوان	سیرۃ صحیح بخاری
۳۹۱/۸	• مصطفیٰ البانی مصر	• • •	فتح الباری شرح البخاری

نیز وہ مدرسے والے کا نام معلوم ہوا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے :

فی الطریق من طریق ثابت عن انس امین
قاتل حوامہ بن ملحان سلمہ و ع مر بن یصل
طرائق میں ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ
سعدوی ہے کہ عوام بن ملحان کا قاتل مسلمان ہو گیا اور
عامر بن یصل کفر پر مرا جیسا کہ پہلے فتح ابھاری سے گزرا تھا
سدا لھا ان سب سے قطع نظر کے بعد اس میں ایک غلطی یہ ہے کہ جب وہ خطا مر سے پڑھا آگ بگولہ ہو گیا۔
کتب سیر میں تصریح ہے کہ اس غیث نے فرمان اقدس دیکھا تک نہیں۔ سیرت ابن اسحق و سیرت ابن ہشام و
موسسہ لدنیہ میں ہے : لھا ان کا لہ نہ ہر الی لکتاب (جب اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے
خط پڑھا۔ ت

تھا دنیا سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ مندر کو زندہ قید کر لیا "حاکم مندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عین معمر میں
شہید مدرسے، معالم التنزیل میں ہے :

قتل الصلہ بن عمرو و اصحابہ الاثنتہ نعمر
کانوا فی طلب ضالۃ لھم الا
مندر بن عمرو اس کے ساتھی شہید ہوئے صرف وہ
تین بچے جو ایک گروہ کی تلاش میں گئے تھے۔ ات

تمام اصحاب شہید شدہ اندامند بن عمرو باو گفتند اگر
نواہی ترا مان و ہم امان ایشاں را قبول نہ کرد و
با ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شدہ گئے
سیرت ابن اسحاق و ہشام میں ہے :

لھا وھم اخذوا سبھم شو قات وھم
حق قتلوا من عند اخوھم یوحناھم اللہ
سب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو کفار نے ان سے
تکڑا کر پھینک دیں و یوحنا ان کو شہید کر دیا مگر انہوں نے

لہ شرح زرقانی علی مواہب سرہ بر معونہ
لہ مواہب لدنیہ
تاریخ الخلیفہ سرہ مندر بن عمرو الابر معونہ
لہ معالم التنزیل
لہ مدارج النبوة سرہ بر معونہ
مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھ ۱۳۴/۲

ف : معالم التنزیل میں مندر بن عمرو کا ذکر دو جگہ ۱ ص ۳۱۷ و ۳۱۸ پر فطرت گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی
البتہ تاریخ الخلیفہ میں معالم التنزیل کے حوالے سے جغیہ بھی عبارت نقل کی ہے اس نے تاریخ الخلیفہ سے حوالہ نقل کیا ہے۔
ذیر احمد

الاکعب بن زید اخا بن دینار بن الجاس
فانهم تركوه وبه رفق فارث من بن القتل
فواش حق قتل يوم لهندق شهيد ابرحم
الله

اکعب بن زید، دیار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں
چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہا اور بعد
میں وہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے
اور وہاں وہ شہید ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ (ت)

مواہب میں ہے: اقبلوا فی اخرهم الاکعب بن زید الخ (انہوں نے سب کو شہید کر دیا صرف
اکعب بن زید زندہ بچے الخ۔ ت) انہیں میں سے، قتلوا من عند اخرهم الاکعب بن زید الخ (انہوں نے
اکعب بن زید کے علاوہ سب کو موقع پر شہید کر دیا الخ۔ ت) خود حیرت میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمادی،

ان اخوا نکم بقوا المشرکین فاقطعوا عنہم
بقیہ منہم احدوا انہم قالوا ینابذہم قومنا
انا قد رضینا ورضی عنا من فانا رسولہم
الیکم قد رضوا ورضی عنہم مردا الا انک
عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمہارے بھائی مشرکین سے مفاد کر رہے تھے
ہو گئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انہوں نے شہید
ہوئے ہوئے دعا کی کہ اسے ہمارے رب! ہماری
طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم
تمہارے ساتھ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے

راضی ہوا، حضور غیر السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں کہ وہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کے
حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

فریب و بی عوام جہالتہ اغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی ضروری سوال میں ضرور ہے
فریب ۱: حدیث نہ کہو راہی جان ذکر کی جو حضرت مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جمعہ
میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا نہر کی دعا فرمائی ہوتی تو مصنف "ضروری سوال" نے اس کا ترجمہ
لکھ کر معاً جوڑ دیا یعنی سو اس کے پیمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے
تھے "جس سے عوام بھی حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

۸۵/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	سریر بر مہونہ	سیرت ابن ہشام
۴۲۱/۱	المکتب الاسلامی بیروت	"	مواہب لدنیہ
۴۵۲/۱	مؤسسۃ تبیان بیروت	"	تاریخ انجیس
۱۱/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	بہاد قول الشہداء بن علی الخ	سہ المستدرک علی الصحیحین کتاب

۱۰ قی بے ثبوت ۱۰ اس مخالف سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے ہمیں ظاہر بھی کر دیا کہ "اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو مار فخر میں نصرت چاہئے طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں۔ حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصل کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر لفظی قنوت ہو۔

قریب ۲۰ قنوت نازلہ خود بھی تو غیر فسوخ مافی سے اگرچہ خاص ایک نازلہ میں ہے۔ اب جو اس پر سند پیش کرتی ہوئی تو عدہ مرطوطی و علاء شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ و نامی کا دامن پکڑا کہ "چنانچہ حاشیہ درختہ مرطوطی و شامی و اشباہ و النظار وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تفسیر نازلہ بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کر رہے ہیں جس کے سبب معذرتہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور پر نقل کرنا درکنار جو عبارت ان کے نام سے نقل کی اس میں دو کاسد و ایسا لکھیں ایک یہ کہ خود ان کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دئے جو اپنے ساتھ مذہب کے مطابق تھے دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے، وہ نقل و ترجمہ غلطیہ ہے، وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وقد قننت ابو بکر الصديق وعمر وعلي وصفيه
فالقنوت في النزل ثابت واهم واغتم
قلت والنسب باننا نزلته هات هو الذي
مذكور في الاحاديث ولا يقرب على
غيره والله اعلم۔
ترجمہ اور فقر قنوت پڑھی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق
اور حضرت علی اور حضرت معمر نے پس قنوت یہی لفظ
ہوئے سختی اور فساد اور فتنہ کفار شر کے ثابت
ہے سو کج اور غیبت جان اب کتابوں میں کہ مرو
نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے

حدیثوں میں ۱۰ اور ہم خیال کیا جاوے گا اور غیر اس نازلہ کے اعتقادی ہر ایک نازلہ نہیں۔
ترجمہ اصل میں فقر و فساد و غلبہ کفار شرار لفظی طرح دے کہ نہ یہ علم کہیں دیکھو جو با ست
مولوی صاحب نے لکھی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علماء میں نہ ان لفظوں کا اصل پتا
نہ اس مضمون فاسد کے سوا ترجمہ میں اس میں نہ کافر کوئی منشا پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی
گھر اگر عبارت سے ملا دی اور اس کا ترجمہ کر دیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انہی علمائے کرام نے فرمایا ہے

عہ اس خوبی علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لایقاس علیہ وغیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور کہا یہ کہ
لایقاس علی غیرہ نہ قیاس کیا جائیگا اور غیر اس نازلہ کے۔ (م)

تبیین تابعین اور اس پر عمل بھی جاری تھا جو سنے و یا بیعت پیدا ہونے کو اولاً و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت و تقلادت و فی النار ہے کافی تھیں۔
 ثالثاً اگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر و ہدایت کہ قرون ثلاثہ کی سند معتبر ہے باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ و تابعین کی سند ہی مقبول نہیں جب تک اس پر عمل نہ جاری ہو جو یہ باتیں ضرور و باہیت کی ہیں۔

رابعاً اور شرط لگائی کہ کوئی مستند کسی کتاب میں جسے سند ملے ہو وہ غیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا۔
 مرقس جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ کتب فقہیہ مہمل و ناقابل عمل ہیں ان کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا یہ اول نمبر کی و باہیت غیر مقلدی ہے ان وجود سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اپنی قدیم و باہیت پر باقی ہے و العباد باللہ تعالیٰ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
 بالجملة ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تحریر ہمارے سامنے کرام کے خلاف ہے وہ تراجم و نظموں سے بھری ہے جو اسے صحیح درست بتا ہے سخت جاہل و ناقص ہے ضروری سوال کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمہ کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھتا تو بڑا درجہ ہے وہ خود پنا لکھا ہیں کھتا نہ نافع نہ مضر اس میں تہذیب سے ذرا اس کے سامنے ملتا ہے حل کو بدلتا کھتا نا بڑھاتا فضائل و عوام کو کچھ کچھ مطلب سنانا علاوہ ہے، ایسا بے علم و کج فہم مرکز فتویٰ دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اس کے فتویٰ پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤسا جہالا فسلطوا فتوا
 بغیر علم فضلوا و اضلوا
 لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اور ان کو بھی گمراہ بتائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا نیز اس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشاد ائمتہ علیہ السلام کہ کذب و بہتان بتاتا اور نہایت جلیق کو ضلالت و فی النار بتاتا اور تمام کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے اس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی و باہیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ کج فہم گمراہی میں پڑنے کا

صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰/۱
 صحیح مسلم باب رفع العلم و قبضہ الا - نور محمد اشاع المصابیح کراچی ۳۴/۲

انزیدہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے یاں اگر وہ پھر اندر نہ ہو ان تمام
 نزاکت سے تائب ہو اور ایک زمانہ عتد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی قوت دوم
 کا برخلاف قوت اول پیدا ہو نا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر
 اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام شفی المذہب
 بکھرا تھا ایسے ہیں جن سے تمام علم میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان ائمہ و فقہاء و کتب فقہیہ کی صادر ہی
 نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم میں مطلق نہیں بن سکتے۔ اللہ عزوجل غفلان سے بچائے اور بظیل خاک پائے بسندگان
 بارگاہ بیکس پناہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین مسیح
 آمین والحمد لله رب العالمین وصلى الله تعالى على سيدنا وآله وصحبه اجمعين آمین۔
 واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ و جل مجدہ اور اللہ تعالیٰ پاک و بلند زیادہ علم والا ہے اور اس
 اتم و احکم کتبہ محمد المصطفیٰ و جنہ و احکم اقرم اور زیادہ حکم ہے۔ اس کو کھانچا محمد المعروف
 بحامد رضا لبریلوی عفی عنہ بمحمد النبی عاد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیارے
 الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 معاف فرمائے۔ (دست)

فی الواقع یہ تفصیل کہ قوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جو اصراف ایک نازلہ سے خاص باقی سس میں
 ناجائز ہمارے، نہ کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سولگی تحریروں سے اس کی جہالت و بطلان صاف
 ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مٹتی مٹا حلال نہیں نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلم القریب الجیب نے
 جو امور بالجہد میں یکے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل میں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالیٰ مصرت
 دینی سے محفوظ رہیں۔

و بآلہ العصمۃ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و بآلہ العصمۃ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ عبدہ المدب حمدرضا لبریلوی کتبہ عبدہ المدب حمدرضا لبریلوی
 عفی عنہ محمد المصطفیٰ النبی الامی عفی عنہ محمد المصطفیٰ النبی الامی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۱۰۹۶ھ از رنگون کل نمبر ۲۵، دکان نمبر ۴۴ مسئلہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ
 ہمارے ہی حنفی ماہر لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین
 روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمد کے بعد پڑھا مٹی کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

سنان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارے مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقننت فی غیرہ غیر وتر میں قنوت پڑھے۔ مگر محققین شراح نے باتہاج امام طحاوی وقت نازل و حدوث بلائے عام مبارک فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ صرح ہو چکے ہو واقع میں کسنی المذہب صحیح العقیدہ ہے اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بدین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حقیقہ و فی الہی الاکید عن الصلوۃ دس ۶ عدی المتقلید (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "الہی الاکید عن الصلوۃ وراء التقلید" میں تحقیق کی ہے۔ ت۔ ورنہ ہمیں ہے لا یقننت بعدہ الا لئلا نزلہ (صرف مصیبت میں قنوت نازل پڑے۔ ت) غیر میں ہے اھو مذہبنا وعلیہ الجمہور (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ت) رد المحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا :

هو حصریہ فی ان قنوت النازل عندہ
مختص بصلوۃ الفجر دون غیرہا عن الصلوۃ
الحجرۃ والسریۃ
یہ اس بات کی راحت ہے کہ قنوت نازل صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یا ستری نمازوں میں نہیں۔ (ت)

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی میں کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہہ کر یا میں نماز میں مکر وہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے ۱۰ اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ رد المحتار میں ہے :

هل المقتدی مثله اھل
القنوت قبل الركوع
کیا قنوت نازل پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

۲۱/۱	مطبوعہ راجہ ایم سید گیتی کراچی	باب الوتر والنوافل	۱۰۰
۹۲/۱	مطبع مجتہائی دہلی	" " "	۱۰۰
ص ۴۲۰	سہیل انکسٹری لاہور	شرح نیت لمصلی صلوۃ الوتر	۱۰۰
۴۹۶/۱	مصطفیٰ ابابانی مصر	باب الوتر والنوافل	۱۰۰

او بعدہ لہذا امرہ والذی یتطہر فی ان المقتدی
یتاہر امامہ الا اذا اھھر من وقت وانہ یقنت
بعد اس رکوع شہر ایت الشوبیلانی فی مسوائی
الفلاح صرح ماہ بعدہ واستظهر المحموی
انہ قید و لا یتطہر ما قبلنا و اللہ تعالیٰ اعلم
اقول من الاحق بالقبول ما قال السید
الحموی لقول المفتی ولما توجہ ذلک
خروج ما بعد الركوع من کوبہ محلہ للقنوت
وقال ایضا وھذا تحقیق خروج القنوت
عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بہ من
یقنت فی الترتیب بعد السکون فانہ یتابعہ اتفاق
واللہ تعالیٰ اعلم۔

یا بعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آئی، مگر مجھے معلوم
ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب
امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو پڑھنے
کو وہ آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے اس
کے بعد مجھے شریعتی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس
میں انھوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی تہ و تہوی
نے رکوع سے قبل کو ظاہر کر دیا لیکن زیادہ واضح
یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
اقول - مکہ قنوی کا قول زیادہ مقبول ہو
کیونکہ فتح القدر کا قول یہ ہے کہ جب رکوع سے قبل
کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا عمل نہ رہا اور
اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ قنوت قنوت کی محلیت ہے
باجہر ہے تحقیق یہی ہے ہاں اگر کوئی ایسا کہ تہ
کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹ از کراچی گاڑی حاطہ مولیدہ میں مولدہ باغ مرسلہ نور احمد ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ
کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو باوازی بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی
غیرہ (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی جیسے عام مازلی جو جیسے طاعون و وبا وغیرہ
تو امام اجل علیہ السلام تحقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کہ فصلۃ
فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۱۰ سائل مذکر الصدر

حنفی امام مسجد اللہ و اہلین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟ یہ فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگاز حالتیں مثلاً کوئی رکوت میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) بے صورت مارلہ ہو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہو گا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتدار نہ کریں۔

۲۱۔ جس نے ۷۰ سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو لیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا متجاوزہ قوت ہو اور یہ رکوت میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اُس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی اور نہ ہو گئی اور اُس میں جو بدخلی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر پہ اتار دین سے تو بعد وعید میں سجدہ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ مرقم کے لوگوں کا مجمع ہو گا بعض کو باعث وحشت ہو گا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بعد ختم نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں اسلئے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے فسال اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹۔ اگر اچھی بندہ صمد یا راجہ سیبہ علی احمد علی زید محمد بن ابی ہریرہ مرثیہ علیہ السلام رحمہ اللہ

۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

امام حنفی ائمہ مذہب در وقت حدوث حادثہ و نازد طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعیہ مع چند الفاظ دعا سے مزید افعیہ الوباء سدوز یہ ہفت روزہ خاند آیا وریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ اگر کہے ایں امام اس باعث ترکب شدن فعل صدر و باقی وغیرہ خواست پس حکم او چیست۔

کسی حادثہ یا طاعون کی وبا وغیرہ کے پھیلنے کے وقت پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعا سے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دفعہ بارہ کے لئے تھیں یا سات روزہ پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وبا کی اور غیر مفسدہ کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قنوت در نازد حقیقی خیر مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہا خبر اسنے اعلام اتیانست کردہ اند عمل برویچ علاست۔ بلایا بیست حنفی محققین مثلاً امام کماوی امام ن امام وغیرہا بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوت نازلہ کے علل کا اثبات کیا ہے اور اس معاصرین و ہدایت

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں، جو یہ طعنہ دے دے وہ جاہل ہے اسے سمجھنا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے محبتی کا سامان بنو۔ اسی لئے اگر کرام نے ایسی قرارت جو لوگوں میں معروف و مانوس نہیں ہے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک و شبہات کا فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قرارات برحق ہیں جیسا کہ علامہ ابراہیم علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

وغیر مقلدی نثار دو ہر کہ بایں طعنے زندہ جاہل ست تقسیم
باید کرد آنجا کہ مجمع بحر عوام باشد اقدام بایں کار نباید کرد
کہ باعث تنحیر و فتح باب غیبت نشود قل صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بشر واکلا تنفروا انکم منع
فرمودہ اند کہ پیش جہاں قرار تھائے کہ گوش اد باو
آشنا نیست نخوانند تا منجر بفتنہ ایشان نشود اگرچہ
بہر قرار تھا یقیناً حق ست کہ فی غنیۃ العلامة
ابراہیم الحبشی وغیرہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

منہ السلام از کتبۃ ۳ مسئلہ محمد سعید اللہ گلی خطیب ذکر یا مسجد ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

ما قولکم د اہم مضائقہ (ملائے کرام اللہ تعالیٰ تمہارے فضل و کرم کو قائم و دوام فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر رسالت رسد جنہوں نے حاکم بالخصوص سہلست اسباب میں شامیہ و رباعیہ تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتیں جہری فرض نمازوں میں باوازلہ قنوت خوانی کا فتویٰ دیتے ہیں فہمونی فتویٰ مولوی کفایت اللہ دہلوی کا فائدہ ہذا ہے ملائے احناف اہلسنت کے نزدیک :

- (۱) وقت نازل قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں ؟
- (۲) بعد سمع اللہ لمن حمد یا تمنا اٹھا کر پھر پڑھی جائے یا کسی طرح ؟
- (۳) یہ وقت کس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے ؟ بینوا اجماع کہ اللہ

الجواب

قنوت نازل امام طوسی وغیرہ شراح نے چار رکھی ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کھلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزاع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قراءت یا تہ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو، آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالیٰ اعلم

مشہدہ از وحاحی پور محمد پوریاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئول غلام محمد صاحب شعبان ۱۳۲۹ھ
جناب مولوی صاحب رہنمائے گریبان دام افضالہ بعد ادا اسے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے
یہاں قصبہ دھام پور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز
میں اخیر فرض میں رکوع کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب دعا باذان بلند پڑھتا ہے اور مقتدی
باذان بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعد سجدہ میں جا کر
سلام پھیرتے ہیں۔ عالی جاہ ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی اصول
نے یا کہ انامین میں سے کسی نے پریمی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے؟ ہم
کو اس نماز میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے۔ ہم حنفی کے شافعی کے سب صحیح شرع نے اجازت دی ہے
اُس سے بھی چار باتوں میں مخالفت ہے۔

اول بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کہ حقیقۃ المحقق علی الاطلاق
فتح القدیر (جیب کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)
دوم امام کا جہر سے دعا پڑھنا مخالفت قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔
سوم یہ نہیں مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہاں رم قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز جہر واقع ہوا
پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر تسبیح لازم
آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خاص حنفی جماعت
مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت
کر لیں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلانی کو شبہ ہو اود مذہب میں صاحب قول
نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشہدہ از کوہ گسوئی کسر پٹ روٹی گودام مسئول عبد اللہ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کو عرصہ ایک سال سے میں ششاکرتا ہوں کہ :

(۱) اس بجگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز در واجباً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر نال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی روایت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب سخت حیرت اور تعجب کا مقام میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس فہرست کی نظر سے رُبع اولیٰ مظاہر حق "جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل حدیث گزیری جس سے بالکل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بعمران بنی اس کو ترک کر دیا، فصل اول کتاب مذکور،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلافت یا کن کے تحت دُعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکعت کے بعد سبح اللہ کہہ کر پڑھتے، اسے اللہ ولید، سہم بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو نجات دے، اسے اللہ اقبید مضر کو سخت پکڑا، یہ قحط نازل فرما بیچارے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا اور یہ بد دعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے، اے اللہ! فلاں و فلاں پر لعنت فرما جس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حضرت عاصم احول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

ومن انی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا امر احدکم بیدعو علی احد او یدعو لاجد قنوت بعد لمرکوع فرما قال ادا قال سمع اللہ لمن حمد لا ربنا یت الحمد اللہم انسج الولید و سلمۃ بن ہشام و عیاش بن ابی سبیحۃ اللہم اشد دودھ تک علی مضر سنین کسختی یرحمت یرحمہ مذلت وکانت یقول فی بعض صلوٰتہ اللہم العن فلانا و فلانا لاجیاد من العرب حتی اقول اللہ لیس لك من الاشرع الا یہ متفق علیہ و عن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالک عن القنوت فی الصلوٰۃ کانت قبل الم رکوع

او بعدہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد
الركوع شهرا اثم كانت بعث
اناسا يقال لهم القراء فاصيبوا
فقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بعد الركوع شهرا یدعوا
عليهم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور
عن ابي جبر جبراس قال قنت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا
متتابعاً فی الظهر والعصر والمغرب
والعشاء وصلوة الصبح اذا قال سمع
اللہ لمن حمدہ من الركعة الاخيرة
یدعو عن احياء من منى سيدم، مصل
وذكواى وعصية ويوقن من خلفه
رواه ابو داؤد، وعن انس ان النسبي
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شهرا
ثم تركه۔ م رواه ابو داؤد والنسائي۔

کہ کیا نماز میں قنوت دو رکعت سے پہلے تھی یا بعد میں،
قرآنوں نے فرمایا پہلے تھی۔ حضور علیہ السلام نے
صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ
نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو
راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور
علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قائلین و
بدعافرائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری
فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک
ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں
قنوت پڑھی، اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع
کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت
عرب کے قبائل ہی سلیم، رحل، ذکوان اور عصیت پر
بدعافرائی اور مقتدی آئین کہتے۔ اس کو ابو داؤد
نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک
ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، انس کو ابو داؤد اور نسائی
نے روایت کیا ہے۔ (ت)

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آئین آواز سے کنارہ کا گیا ہے مگر اب تو پورے ہندو منٹ آئین اس زور سے
نکلی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آئین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے
اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پر وہیں، امام مسجد جن سے
اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادائیگی کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج بھی بن جائیگا
اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے جبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے ایسا نادر شاہی
حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں
وہی مثل کڑی دوست مارے روئے نہ دے، اور خفیہ قبر درویش برجان درویش کے مصداق

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ ترووں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویر الابصار وغیرہ میں ہے، ولایقت فی غیرہ (غیر میں قنوت نہ کرے۔ ت)، مگر امام علی دوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی اسی بارے میں حدیث ہے:

قلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے شہر اعلیٰ عدۃ قبائل من الکفار خلافت قنوت ایک ماہ پڑھی۔ (ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون و وبا یا غلبہ کفار و العیاذ باللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ قنوت صولت نماز غیر میں ہے و دعا و قنوت فی بعض الکتاب فی صلوٰۃ الجہر فمصحف من صلوٰۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ ہر والی نماز قنوتیہ جہر بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قنوت قبل رکوع بولان ما بعد الس رکوع قد خرج عن تخلیۃ القنوت کہ حقیقہ المحقق فی الفتاویٰ دیکھو کہ رکوع کے بعد قنوت کا عمل نہیں ہے جبکہ کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ ت) اور امام مقتدی سبب آہستہ پڑھیں کہ دعا، و سنتہ امدعاء، الاخفاء (کیونکہ وہ دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ ت) جی مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جواز نہ اٹھائیں یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیر ہے اور اللہ و رسول پر افتراء اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناجائز معاذ اللہ کافر بنانا اور حکم ظاہر احادیث خود کافر بنانا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد ہاء بہ احدیہما (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وارد کرے گا۔ ت) اور آئیں بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر ہمارے کہتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث و فعل بھی مثل حدیث قولی بحت سے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا را یتعنونی اصل (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

۴۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی	باب الترو والنوافل
۱۲۸/۱	۔۔۔۔۔	باب القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہ
۲۷۲/۱	مطبوعہ نشر السنۃ ملتان	باب فی ذکر بالاذان والاماتۃ

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (ت) اور ترک دعا و ہر قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت نفس دُعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از دین قریب سورت بخد مت جناب مولانا مولوی محمد موسیٰ احمد صاحبہ محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) و از ای بقرض تحقیق نزد فقیر ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کی فرمائے میں علامہ ابن مقفیانی شرح متین اسی مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرض نہ ہوگا نہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں، خاص کر ایام و بایسے طاعون میں اور اس کے پڑھنے کا محل فرض کی، فوری رکعت میں قبل رکوع کیا تو میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام یا وہاں بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں مینوا تو جبروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ انھم لک الحمد ۵ اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ (ت) عامر بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ و تراشاد ہوا۔

لا یقنت فی غیرہ و کذا اصرحو ان الیام سورہ لا یقیم امامہ العاقبت فی الصلوۃ و عبودہ بانہ منسوخ وانہ محدث ہے غیر تر میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی، پس امام کی جو غیر میں قنوت پڑھتا ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)

اور مقتدین شرح مثل امام ابن الہمام و علامہ سروجی و امام عینی شارحین بدایہ و علامہ عینی شارح نعت یہ و علامہ ابراہیم علی شاری غنیہ و علامہ زین بن عجم شاری کنز و علامہ شربلانی شاری نور الایضاح و علامہ عطائی شاری نور و علامہ سیستانی شاری اشباہ و علامہ نوح آفندی و علامہ سید ابوالسمہ و از ہری عینی کنز و علامہ سید محمد شامی محشیان دروغیہ و بہجیت امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول نماز مثل طاعون وغیرہ (و البیان بانہ تعالیٰ معرفت نماز فجر میں تجزیر قنوت کی تیقین و تنقید اور اطلاق متون کی اس سے تیقید فرماتے ہیں غنیہ المستمل و مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے)

و هو من ہذا و علیہ الجمیع و اذ وقد صحیح یہی ہمارا مذہب ہے اور جبر بھی اس کے قائل ہیں اور

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری و مسلم و غیرہ میں
موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المومنین
صدیق اکبرؓ عارفِ رواق، علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ
وغیرہم رضی اللہ عنہم کا قنوت کے بارے میں عمل
اس حدیث کے مطابق تھا، میں کتابوں پر وہ مسئلہ
نہیں جس میں کچا ڈپایا جائے۔ (ت)

پھر بر تقدیر قنوت بلا شبہ سبیلِ وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ الجیب نے اختیار فرمایا کہ امام و مقتدی سبب
آہستہ پڑھیں۔

اقول ہمارے اکثر کرام سے متحرین اور ہمارے
مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے میں بحث میں
فرمایا کہ یہ قنوت جہر پڑھی جائے یا آہستہ، تو آہستہ
پڑھنا ہی بخیر ہے جیسا کہ چار یہ ہیں سب سے اور یہی اصح
سبب جیسا کہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ
قاضی حاکم کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ
کیا مقتدی صرف آئین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں تو
ان کا قنوت پڑھنا صحیح و مختار ہے جیسا کہ محیط اور
ذکر شرح وغیرہ میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ
یہ ہے کہ قنوت وتر ہو کہ اللهم انا نستعينك الخ
ہے کہ قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء سنہ
بیان کیا ہے۔ لہذا جس طرح قرآن کا جہر کرتا ہے وہی
طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور
جس طرح مقتدی قرآن کی قنوت نہیں کرتا اسی طرح
قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قنوت
نہ کرے جیسا کہ حمید، غنیہ، بحر وغیرہ میں تقریر کی گئی ہے

به الحديث في الصحيحين وغيرهما عن
انس وابي هريرة وغيرهما رضي الله
تعالى عنهم قالوا هو مسموع ماردوك
من قنوت امراء المؤمنين الصديق و
الفاروق والمرقني ومغوية وغيرهم رضيوا
الله تعالى عليهم قنوت وليست المسئلة
مما تجرى فيه المساكنة.

پھر بر تقدیر قنوت بلا شبہ سبیلِ وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ الجیب نے اختیار فرمایا کہ امام و مقتدی سبب
آہستہ پڑھیں۔

اقول وما وقع من الخلاف بين ائمتنا
الكرام ومث ثلثنا الا علام في قنوت
الموتر هل يجهر به ام يسره وهو
المختار، كما في الهدية وهو لا يصح
كما في المحيط والصحيح، كما في شوم
الجامع الصغير لقاضي خان وهل يؤمن
الماصور ام يقنن وهو الصحيح المختار
كما في المحيط والشرح المذکور
وغیرہما فانما منشوء ان لقنوت
الموتر اللهم انا نستعينك الخ شبهة
القرآن علی ما ذكره حكما يجهر
الامام بالقرآن فكذا بما فيه
شبهته وكما لا يقرء الصوتم القرآن
فكذا ماله شبهته

كما قرءه في الحلية و
الغنية واليعسوب وغيرها

ولا کذلک قنوت الفوائد و انما هو
دعاء محض فیستترك فيه الامام و
العامة و یخفیانه کما فی الادعية فانه
هو المتدا و ب الیه فی الدعاء۔
مگر اخفاء واجب نہیں کہ چہر گناہ ہو،

وقد صرحوا بانہ اذا جهر سہوا البشوف
من الادعية والاثنیة لا یجب علیہ
السجود کما فی رد المحتار و لو وجب
لوجب کما لا یخفی۔

جیکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا
ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہذا
دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے جس طرح تمام
دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے (ت)
جیکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر
کوئی دعا و ثناء جہر سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب
نہ ہوگا جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور اگر قنوت نازل
یاد دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہر سے سجدہ
سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)
پھر اگر امام جہر کرے تو بغیر حثمت امامت مقتدیوں کا اس کی دعا پر آہستہ آمین کہنا ہی اس سے جدا اپنی اپنی متفرق
دعا میں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کہ استظهار العلامۃ الشامی (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا
ہے۔ ت) رہا یہ کہ قول قنوت نازل یہ اس کا محض قول رکوع سے یا بعد متناہب علامتے متقدمین سے اس
باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی
نے اسی کو اظہر کیا، علامہ سیّد حموی نے فرمایا قبل رکوع چاہئے، علامہ رازہری نے اس سے مقرر کیا۔ علامہ طحاوی نے
فرمایا مقتضیٰ نظر تجرید ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نور الایضاح میں ہے،

قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ
تعالیٰ انما لا یقنن عندنا فی الفجر من غیر
بلیۃ فاما وقعت فتۃ اوبلیۃ فلا بأس بہ فعلہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای
بعد الركوع کما تقدم

امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی
صیبت و بلا کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت
نازل نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلا واقع ہوئی ہو
تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے،
جیسا کہ پہلے گزارش ہے (ت)

فتح المعین میں بعد نفل قول امام طحاوی ہے،

فأهله أنه لو قنت في الفجر لبيته أنه
يقنت قبل الركوع

طحاوی حاشیہ مرقا میں ہے،

قال الحموی وینبغي ان يكون القنوت قبل
الركوع في الركعة الأخيرة ويكبر له

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزولِ بلا کے موقع پر
قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت
کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے سے تکبیر بھی
کے۔ (ت)

قول شربلانی ای بعد الركوع (یعنی بعد رکوع۔ ت) پر لکھا، هذا يخالف ما قد مرنا من الحموی

(یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے۔ ت) رد المحتار میں ہے،

الذي يظهر لي ان السقندري يتابع اعمامه
الا اذا جهروهم من وانه يقنت بعد الركوع
لا قبله بدليل ان ما استدركه انك فعل
على قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد
الركوع حمله علما ونا على القنوت للنازلة
ثم رآيت الشربلاني في مراقي الفلاح صرح
بانه بعد واستظهر الحموی انه
قبله والاظهر ما قلنا

تجزئہ نزدیک ظاہرات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی
پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے
تو مجھ مقتدی حدیث آئین کے اور قنوت رکوع کے
بعد پڑھے۔ پتے نہ پڑھے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے
جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت
پڑھنے پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں بعد از رکوع
کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو
قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر
میں نے دیکھا کہ شربلانی نے مرقا الفلاح میں بعد از
رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کوئی
قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے

۲۵۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب ارتد والنوازل	فتح المعین
۲۰۶ ص	فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الوتر	سلسلہ حاشیہ الطحاوی علی مرقا الفلاح
۲۰۷	"	"	"
۲۰۸	"	"	"
۲۹۹/۱	مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی القنوت للنازلة	سلسلہ رد المحتار

طوطوی علی الدر المختار میں ہے :

قلت قد ورد فعله قبله وبه قال
الامام مالك وبعده وبه قال الامام
الشافعي فمقتضى النظر التحديد وذكر
الشربلاني انه يقنن بعد الركوع
قول ومسلک ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے اور شرطی نے بعد از رکوع کو ذکر
کیا ہے۔ (ت)

اقول اس قصہ نظر میں نظر ظاہر ہے

فليس اختلاف المجهدين قاضيا بالتسوية
عندنا واما احدا القولين اليق بذهبنا
واقعد اصول۔

ورفقیر کے نزدیک قرب والنسب ممتاز سید علامہ محوی سے محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا :

لما توجه ذلك خرج ما بعد الركوع
كونه محلًا للقوت عند ابي حنيفة
رحمته الله تعالى انه لو سوي عن القنوت
فتذكر بعد الاحتال لا يقنن

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل
قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول
مسلم ہے اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ
السلام کا عمل بعد از رکوع مروی ہے اور یہ امام شافعی کا
قول و مسلک ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے اور شرطی نے بعد از رکوع کو ذکر
کیا ہے۔ (ت)

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں
طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور
ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ راجح ہے۔

بہ قبل : کون قنوت پڑھنا ترجیح پا چکا ہے تو اس
دکوع کے بعد قنوت کا عمل ختم ہو گیا اسی لئے امام ابو حنیفہ
سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھے
کو قبول جائے اور رکوع سے کھڑے ہو جائے تو اس پر قنوت پڑھنے
پر قنوت نہ پڑھے (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت فوازل مقتدی قنوت و بعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع
پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد
پڑھنے میں امام کی پیروی کر سکتا ہے حالانکہ ہمارے
مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس
قنوت نماز میں بطریق ادنیٰ امام کی پیروی کر سکتا ہے (ت)

فاما : واما انما يتابعه في قنوت الوتر بعد
الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع
فهد اولی۔

رہ حاشیہ الطوطوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۸۱/۱
مذہب فقہ القدر باب صلوٰۃ الوتر
تقدیر رضویہ مستحکم ۳۴۲/۱

فتح القدير میں ہے :

هذا يحقق خروج القومة عن المحلية
بالكيفية الا اذا اقتدى بمن يقعد في الوتر
بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقاً والله
تعالى اعلم۔
مستحکم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون و وباء کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا
جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجہوا

الجواب

وقت نزول نازل و محل مصائب اُن کے دفع کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا اعاذیہ صحیحہ سے ثابت
اور مشروعیت اس کی مستقر غیر منسوخ۔

روى الامام البخارى و الامام مسلم في
صحيحيهما و الحافظ النسائي في سننه و النفاذ
للبخارى قال اخبرنا احمد بن عيسى
ثنا عن ثقة عن التميمي عن ابى مجلز عن انس
رضي الله تعالى عنه قال قلت للنسبي صلى
الله تعالى عليه وسلم شمر ايدعو على مرسل
وذكوان ولفظ المسند من طريق المحتشم
عن سليمان التيمي عن ابى مجلز عن انس ابن
مالك رضي الله تعالى عنه قلت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم شمر ايدعو بعد
الركوع في صلوة لصبي يدعوا على مرسل وذكوان
ويقول عصية عصت الله ورسوله وفي صحيحه

بخاري اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے
اپنی سنن میں اور بخاری کے انفاذ میں۔ احمد بن
یونس نے تہذیب و تراجم میں بھی اور انہوں نے مجاز
سے احمد انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
قنوت پڑھتے ہوئے رُکُل اور ذُکُوان پر ایک بار دعا
فرمائی، اور مسلم نے مستقر عن سلیمان التیمی عن ابی مجلز عن
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ لفاظ لکھے، حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ایک بار فجر کی نماز میں رکوع کے بعد
رُکُل، ذُکُوان اور عصیۃ کے خلاف قنوت کے فوراً بعد
دعا فرمائی اور فرمایا عصیۃ نے اللہ اور اس کے رسول
کی نافرمانی کی اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن

فتح القدير باب الصلوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھ ۳۴۴/۱
صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة الریح الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۸۴/۲
صحیح مسلم باب استجباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۴/۱

ایضا حدیثا محمد بن مهران الرازی
قد کتب اسنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ
حدیثہم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قلت بعد الركعة فی صلوۃ شہرا ، اذا قال
سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم
انج الولید بن الولید ، اللھم نج سلمۃ
بن ہشام ، اللھم نج عیاش بن ابی دبیعہ ،
اللھم نج المتضعفین من المؤمنین ،
اللھم اشد وکل تل علی مضر ، اللھم
اجعلہا علیہم سین کسی یوسف ، قال
ابو ہریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعاء بعد ، فقلت
ای رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قد ترک الدعاء لھم ، قال فقیل وما
تراءھم قد قد شوا۔

مهران نے اپنی سند کے ساتھ الاسناد سے انھوں نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور
علیہ الصلوۃ والسلام ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ
لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا اے
اللہ! نجات دے ولید کو ، اے اللہ نجات دے
سلمہ بن ہشام کو ، اے اللہ نجات دے عیاش
بن ابی دبیعہ کو ، اے اللہ نجات دے ضعیف مومنین
کو ، اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر ، اے اللہ!
ان پر قحط مسلط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے
تباہی میں قحط نازل ہوا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو
دیکھا کہ آپ نے ہر دعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دعا چھوڑ دی اور کہا
کہ مجھے کمالیہ کہ وہ حفاظ آگئے تمھارا کیا خیال
ہے۔ (ت)

عبد الرزاق ، حاکم ، دارقطنی باسناد صحیح بطریق الامام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روای
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہ یسزل
یقنت فی العصب حق خارق الدنیاء۔
پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر، برکات شافعیہ کہ انھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں
صریح نازل میں وارد ان پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت
نزدول شدہ دواماً قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع بوجہ اتقاف ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیہ

لہ صحیح مسلم باب استجاب القنوت فی جمیع الصلوات الا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۲۷/۲
لہ اصنف عبد الرزاق باب القنوت حدیث ۴۹۶۳۔ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۰/۲
سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الا مطبوعہ نشر السنۃ طان ۳۹/۲

اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح ہے کہ اشباہ و در مختار و بکراۃ و غایت و ملتقط و سراج و شرح نقایہ شافعی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابو جعفر بن سلاطین و غیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شرعین کرام نے قنوت نازل کو اس سے مستثنیٰ فرمایا۔

در مختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازل پڑھ سکتا ہے۔ اور قنوت نازل امام جہری نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بکراۃ میں ہے کہ شرع نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسئلہ نازل پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ امام احمد اور امام توری کا قول ہے اور جہور مجتہدین نے کہا کہ قنوت نازل تمام نمازوں میں جائز ہے، اور الاشباہ والنظر ————— "طاعون کو ختم کرنے میں دُعا کو نہ پڑھیں۔" ہر دو میں ۹۹۹ میں طاعون کے مرقعہ پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے مصرح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شافعی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام توری کا قول ہے اور جہور مجتہدین نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی، اور فتح القدیر میں ہے قنوت نازل جاری ہے منسوخ نہیں ہے اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انہوں نے ابو جعفر کی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے

فی الداء المختار ولا یقنت فی غیرہ الا ان زلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الحکک وفي البحر الرائق فی شرح النقایۃ معنیاً الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجہر وهو قول الثوری واحمد، وقال جہور اہل الحدیث القنوت عند التوازل مشروع فی الصلوۃ کلہا وفي الاشباہ والنظر فائدۃ فی الدعاء برفق لطاعون شلت عنہ فی طاعون سنة تسع وستین وتسعمائۃ بالقاء، فاجبت بانی لداۃ صریحا، ولكن صرح فی الغایۃ وعزاء الشافعی الیہا ہانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وهو قول الثوری واحمد، وقال جہور اہل الحدیث القنوت عند التوازل مشروع فی الصلوۃ کلہا انتہی، وفي فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلۃ مستمرة لم تنسخ، و یہ قال جماعة من اہل الحدیث وحملوا علیہ حدیث ابی جعفر

عن النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عند النوازل، وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یقید تقریر نفعہم فذلک بعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد قنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة الصحرابة رضی اللہ عنہم مسیلة الکذاب وعند محاربة اہل الکذب، وکذلک قنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وکذلک قنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی محاربة معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وقنت معاویة فی محاربتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انتہی فانصت حدیث فی النازل ثابت وهو الدعاء برفعہا ولا شئ ان طاعون من اشد النوازل قال فی المعصیاء النازل المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتہی، و ذکر فی السراج الوہج قال الطحاوی ولا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیة فان وقعت بلیة فلا یأمن بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانه قنت شہرا فیہا یدعو علی سہل و ذکوان و حتی لیسامت ثم ترکہ کذا فی الملتقط انتہی (ملتقط)

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاحیات قنوت نازل مصیبت پر پڑتے رہے۔ اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلة کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی اور ایسے ہی علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی پس قنوت ہمارے ہی مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازل، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہج میں ذکر ہے کہ امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نزول مصیبت کے بغیر نازل نہیں ہوتا قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہوتو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکر ان اور بنو نجیان پر بدعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کر دی۔ ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی (ملتقط)۔ (ت)

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ دربار قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوزل میں ہے نہ قنوت نوزل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نازل سے ہیں اور ان کے علوم میں داخل کما حقہ من الاشیاء (جیسا کہ استیفاء سے گزارشات) پس اگر امام ذوق طاعون و وبا کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و مشروعت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۰ جمادی الثانی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو نظر اہل تو اخیر رکعت میں دعا سے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کالی ہے۔ بیوا تو مجہد و

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ کرا قنوت مشروع نہیں،

فی البدء اما المسبوق فی قنوت مع امامه فقط احد فی سدا لاحت دلالتہ آخر صلوتہ و ما یقضیہ اولہا حکما فی حق بقراءۃ و ما اشہہا و اذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لا یکرر لان تکرارہ غیر مشروع شرح المینیۃ اللہ تعالیٰ اعلم۔

دو ہیں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صحت امام کے ساتھ قنوت پڑھے اور رد التہات میں ہے کہ اگر امام کے ساتھ کسی کی نماز کا آخری حصہ درجس کو قصار کر دے وہ قراۃ وغیرہ کے اعتبار سے مکمل نماز کا اولیٰ ہے، اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں اور برپا ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح غیہ احمد واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۰۰۱ از وجہین ملاؤ گواہار مرسلہ محمد بن عبد اللہ علی ما صاحب از مکان میرزا محمد علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ

وہ سہ مردم و در آن مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تمام ست حاضر گردیدند آتھا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا بعد ازاں خود خواندہ علی جماعت تراویح شوند و باز دو دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مصروف تھا کیا یہ آئے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

را ہمارا امام بخواند یا تہا چاکر امام را بجماعت فرض
نیافتہ، مینوا تو حورو

کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیرہ پڑھیں ؟ بیان کردہ احسبہ پاؤ - (ت)

الجواب

ہی "تے تراویح مانع جماعت فرض نیست لای صیام
جماعة انما یمنع اقامه جماعة اخرى في
سماها و مکانها اذا كانت الاولى جامعة لكل
من یأتی الی المدخول فی نفسها و جماعة التراويح
لا تدعو من لدیصل الفرض الی المدخول فیها
فان الصبیح المحدث بطلان التراويح قبل
اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز
اذا دخل واحد فی المسجد و الامام فی
التراويح یصلی فرض الفش و اوله فایت بقیۃ
پس آتا کہ از پس رسیدند چون شرعاً نامزد بادئ
فرض پیش از تراویح چراغ منور باشد از جماعت
حالانکہ چون امام در تراویح مستحضر است و مستول باشد
پس عدول از او کہ مبدل بیات و بر مذہب صحیح و مفتی
بنامی کراہت است کما نص علیہ فی مواضع
من سواد المحتار اینجا خود حاصل است پس
بر مذہب صحیح ایناں را بیچ مانع از اقامت جماعت
نیست آری ہر قدر کہ توانند در از جماعت قوم
جماعت فرض بر پا کنند تا ہم غلیشتی از التباس
افعال و اشتغال بالی ایمن باشند و ہم براہل تراویح

تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع
نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ
جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے
یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی اعلیٰ ہوتی
جسکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنہوں نے فرض
نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعت تراویح دائمی
نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا
کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے
اسی بنا پر جماعتیں برپا ہوں کہ جب کوئی ایک
شخص جماعت تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو
پچھلے عشا کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح
کی جماعت میں شریک ہو۔ پس بعد میں آنے والے لوگ
جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پچھلے فرض ادا کریں
اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی
جماعت کو اس لئے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام
تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں
آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیگی
جس سے پہلی جماعت کی حیثیت تبدیل ہو جائے گی
اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہو جائیگی جیسا کہ رد المحتار

مخصوصاً امام ثانی قرآن نہیں نہایت ہذا کلمہ صما
لا یخفی علی من لہ مسام بالفقہ باز آنکس
کہ فرض جماعت گزارہ است خواہ خود امام بود یا امام
دیگر غیر ای امام اقدہ نمودہ اور امیرسد کہ در وتر بایں
امام اقدہ کند آرسے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود اور
در وتر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود
لوصلاھا (یعنی صلوة العشاء) جماعتہم
غیرہا ثم وصلی الوتر معہ لا کراہۃ شامی
دین فقیر این مسئلہ را در فتاویٰ خود ہم ہر جہ تمام ترنگ
تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے
جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہو گئی تو ان لوگوں کی جماعت
کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں لیکن حد تک ان کو
چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دور اپنی جماعت کریں
تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو
اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہو سکے، نیز تراویح کے
امام جو کہ قنوت میں مصروف ہے کہ اشتباہ سے بچایا
جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام صحت طہ
معلوم ہے اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے
ادا کر چکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا

اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے،
ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو تراویح پڑھنے چاہئیں۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں
فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے، مہ کے ساتھ یا عشاء سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے
ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے تو ریختے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہم پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاویٰ
میں بیان کر دیا ہے۔ (دست) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از اوجین علاقہ گراہار مدرسہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب سسٹنٹ
۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ

بقلم غبستہ رقم جہارت فتاویٰ صاحب چنین ترقیم
آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض جماعت گزارہ
است خود امام بود یا امام دیگر غیر ای امام اقدہ
نمودہ اور امیرسد کہ در وتر اقدہ کند آرسے ہر کہ
فرض بہ تنہائی ادا نمود اور وتر ہم منفرد باید بود بدین
طور علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است فقط صاحبہا

آپ کے مبارک قلم سے فتویٰ یوں جاری ہوا ہے کہ
جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا
ہے خواہ خود امام بنایا کسی دوسرے امام کے ساتھ
جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ
با جماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص
اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری
 کہ فیروز پورہ از توابع ملک میوات مست وایں کتاب
 در علم فقہ معتبرست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فسخ
 درجہ واجبست پس سبب سخت جماعت واجب
 را ترک نماید و سخت را ادا سازد کے بعد اورد بل لازم و
 واجبست بعد ازان نماز وتر تا دیکہ یا قیامہ ادا کند
 اگرچہ بھی عت فرض بشمول نشہ باشد بھی مست حکم
 کتب الفقہ و در شعی جلد اول صفحہ ۴۷۶ و در طحاوی
 جلد اول صفحہ ۲۹۷ و در المختار و تریقہ القیام مصنف
 مولانا صاحب جلد ثانی صفحہ ۱۰۷ و طبری نوشتہ است
 کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تا ہم وتر
 را ضرور بجا عت ادا سازد بدست پس بعد جماعت
 فرض وتر بجا عت ادا نمودن درستست یا قطعی
 حکم منافعتست مطلق فرمایند وایں گستاخی کہ ازین
 احقر البریہ رفته است معاف فرمایند و بکرمند طول
 اصل عبارت موقوف داشتہ۔

ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلق فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت
 کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کر دی ہے (ت)

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب : مہربان
 حکم مسئلہ یہاں مست کہ فقیر نوشتہ
 و انچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر
 مطلق فسخ وری و فسخی مست و در
 پیشین اثنی عشریہ شامی و طحاوی و در مختار
 زہسار ازین معنی نشانہ نمست و

۱
۳
 علامہ شامی نے رد المحتار میں یونہی بیان کیا ہے فقہ
 حالانکہ فوائد الاعمال جو کہ قاضی محمد تقی فیروز پوری کی
 تصنیف ہے اور فیروز پور میرات کے عقد سے
 تعلق رکھتا ہے اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے،
 اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا
 درجہ ہے لہذا استحب جماعت کی وجہ سے واجب کو
 یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی ترویج کو ادا کرنا تک
 جائز ہو سکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر بجا عت
 ادا کر کے باقی ترویج کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے
 فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے
 اور شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ اور طحاوی جلد اول
 صفحہ ۲۹۷ اور المختار و تریقہ القیام مصنف مولانا
 عبدتی محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ اگرچہ فرض جماعت
 سے ادا نہ کئے ہوں تب بھی ضروری ہے کہ وتر جماعت
 سے ادا کر لے اب سوال یہ ہے کہ فرض یا جماعت
 ادا نہ کئے ہوں تب بھی وتر جماعت سے ادا کرنا جائز
 اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت

اسے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما۔ میرے
 مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی ہو اس فقیر نے لکھا ہے
 اور انھوں نے جن چار کتابوں کے حوالے کیے ہیں
 کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان
 میں سے پہلی تین یعنی شامی، طحاوی اور در مختار میں
 قطعاً اس مضمون کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

تزکیۃ القیام واقعہ کا ہے ندیدہ بلکہ نامشخص شدہ ام
اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست
یقین وارم کہ اس حکم درہ برگزینا شد و چنان گمان
بر وہ آید کہ عدلے معتد بہ شیخ مستند این چنین
کلائے سلسلہ پر خلافت اجماع مقرر نہ ضروری و
لابدی بود نش و رکنا رطارا اختلاف ست کہ افضل
در وتر جماعت ست یا بخانہ خویش تنہا گزاردن
انرا اختا ہر دو قول را تصحیح فسد مردانہ طسرف
آنکہ در غنت ہا ہیں قول اخیر یعنی انضلیت
افضل را نہ سب قرار داد و شیخ محقق
در ما جبت بالسنۃ ہوں را مختار گفت و
آنکہ انضلیت جماعت را مزج داشتند سچیہ
نکاشتند کہ جماعت در وتر ستے شیش نیست
بلکہ نیست او از سنیت جماعت تراویح نازل
ست و در بحر الرائق وغیرہ ہیں بر لفظ استجاب
تعبیر رفت۔ اینک عبارت در مختار
هل الافضل فی الوتر الجماعۃ
ام المفضل فی صحیحہا۔ لیکن نقل
شارح الوہبانیۃ ما یقتضی
ان المذہب الشافعی
اقرب المصنف وغیرہ
شیخ شرمایہ اختلافوا فی
الافضل فقال بعضهم

تزکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی
اگر واقعی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے
قریب مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم برگزینا
حضرت شیخ جیسے قابل اعتماد عالم کے بارے میں یہ
کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ایسی بے سند
بات اور خلافت اجماع تحریر کر دی ہے چہ جائیکہ
انہوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں
قریب اختلاف ہے کہ بعض میں وتر جماعت پر ثناء افضل ہے
یا تنہا گھر میں جبکہ انہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار
دیا ہے اور پھر تماشا یہ ہے کہ در مختار میں دوسرے
قول یعنی گھر میں اکیلے پڑھنے کے احکام کا مسلک قرار دیا
ہے۔ شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب ما جبت بالسنۃ
میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ
جو وتر کو جماعت سے پرستنے کو افضل کہتے ہیں ان کے
تزدیک بھی وتر یا جماعت سنیت سے زیادہ نہیں
بلکہ یہ سنیت ان کے ہاں تراویح کے سنیت سے کم درجہ
ہے اور بحر الرائق میں تو اس کو استجاب سے تعبیر
کیا ہے۔ در مختار کی جہاد شرع سے کیا وتر کی جماعت
افضل ہے یا گھر میں پڑھنا۔ دونوں کی تصحیح موجود ہے
لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیا اس کا مقتضی
یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب و مسلک سے اسی کو
مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے اور شیخ عبدالحق
نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

الافضل الجماعة وقال الأخسود
 الافضل انت يوتوفى منزله منفردا
 وهو المختار. علامہ شامی قدس سرہ السامی
 فرمود مرجع الکمال الجماعة فی شروح
 العنیة والمحبیة انت الجماعة فیہا
 افضل الا انت سنیتہا لیست کسنیة
 جماعة التراویح اہ ملخصاً. علامہ
 طحاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الموتر
 بہا ای بالجماعة "تحریر نمودہ ای استجابا
 کما فی البحر ولفہر ما سیاقی لہا نہا
 فیہ سنة کالتراویح پس روشن شد
 کہ نسبت کلام مذکور بایں علما غلط بودہ است
 و اگر از حکم ضروری و لا بدی بودن جماعت قطع نظر
 نمودہ آید تا ہم نسبت بعسلانہ شامی نسبت
 بخلافست زیرا کہ او رحمہ اللہ تعالیٰ تصریح
 فرمودہ است کہ ہر کہ در شعبہ منفرہ بودہ
 وترجم اقتدا کنند از علامہ شمس قہستانی آورد
 و اذالہ یصل الفرض معہ لا یتبعہ
 ف السوتر باز خود گفت
 ینبغی انت یكون قول القہستانی

کیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں
 اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ
 شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت داسے قول
 کو ترجیح دی ہے۔ اور غنیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ
 ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت
 تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اور طحاوی
 اور علامہ طحاوی نے ماتن کے اس قول کہ "رمضان
 میں وتر جماعت سے پڑھے" کے بعد لکھا ہے کہ یہ
 استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور غنیہ ہے
 کہ جو ان سے آگے آئے گا کہ رمضان میں وتر کی جماعت
 سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا
 کہ مذکورہ بات ان علما کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے
 و لہذا بی ادھروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی
 کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالفت
 چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے
 کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی
 جماعت سے نہ پڑھے اور علامہ قہستانی کے حوالہ سے
 انہوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں
 نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدار نہ کرے،
 اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

۳۰۲	ص	ادارہ تعلیم و ترویج لاہور	الفصل السابع	لہ ثابت بالسنۃ
۵۲۵/۱		مصطفیٰ البابی مصر	باب الوتر والتراخیل	۵۲۵
۲۹۴/۱		مطبعة دار المعرفۃ بیروت	باب الوتر والتراخیل	۵۲۵
۵۲۳/۱		مطبعة مصطفیٰ البابی مصر	آخر باب الوتر والتراخیل	۵۲۵

معه احتراز عن صلواتها من نفوذ افعال
صلوات جماعة مع غيره ثم صلى الوتر
معه ولا كراهة تأملاً ۱۷ و در مختار این
مسئله را اصل ذکر نیت مصنف و شارح
انظم الله تعالى اجورهما و افاض
عليهما نورهما ہیں فمشتق اند کہ ہرگز تراویح
منفرد بود و جماعت و تر داخل می تواند شد
حدیث قال لا یصلها ای التراويح
بالامام او صلاها مع غيره له
ان یصل الوتر معه ای مسئلہ
را با مسئلہ ما قبلہ علائقہ کہ ایجاب کلام
در منفرد فی الفرض است نہ منفرد فی التراويح
و ضمیر در نیت کہ ضمیر کہ تراویح
تنہا گذارده است در فسخ فی نیز
منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ
قوالی سوائے آورده است کہ اگر ہمہ
جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا
ایشان را بھی رسد کہ در جماعت گزارند
اینجا بیچ شکے نمود و امر بجماعت کتب
فسخ نمود حدیث قال یجب له
ترکھا الحکل هل یصلونہ
الوتر بجماعة فلیراجع آریہ

اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑے ہوں" کا مطلب یہ ہے
ایکے پڑے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے
امام کی اقتدار میں پڑے ہوں تو پھر وتر میں امام کے ساتھ
جماعت میں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، غرض کہ
اور در مختار میں اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف
اور شارح (اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور
ان کے فوکا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے
کہ کسی نے صرف تراویح ایکے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی
جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے یوں فرمایا
اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی
اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے
ساتھ وتر پڑھنا جائز نہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے
مسئلہ کی تسنن نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو ایکے فرض
پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ ایکے تراویح
پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ تراویح ایکے پڑھنے
کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی ایکے پڑے ہوں۔ اس کے
بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے
تراویح با جماعت نہ پڑھی ہوں تو ان کو یہ جائز ہوگا
کہ وہ وتر با جماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان
کر کے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب
کو دیکھا جائے، انہوں نے اس کو یوں بیان فرمایا
یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

علامہ حلی عفی عنہ در جواب این سوال از اسے وفهم خود
چنان بحث کر رہے کہ جماعت تراویح یکسر متروک باش
ناہم مقتضائے تعلیل آنست کہ جماعت وتر و اہ باشد
لیرا کہ اونما مستقل بنفسہ است و هذا
نصہ علی ما نقل العلامة الطحطاوی
قوله فلیرا جہ قضیۃ التعلیل فی
المسئلۃ السابقۃ بقولہم لانہا
تبعہ ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ہذہ
الصورۃ لانہ لیس بتبعہ للتراویح
ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ
تعالیٰ این جانیسہ چنانکہ دینی کلام در
منفرد فی القرض نیست نعم ما یوہم
قوله ولا للعشاء بجور جماعۃ
الوتر و انت ترکوا جماعۃ الفرض
اصلاً لکنہ کما علمت خلاف
المنقول وما کامت لبحث
انت یقبل علی خلاف
المنصوص لاسیما و هو غیر مستقیم
فی نفسہ اذ لیس قضیۃ
التعلیل ما مر کما افہاد
العلامة الشامی و احیاء
حیث قال قوله بقول الذی
یظہر انت جماعۃ الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتے
ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے۔ ہاں علامہ
حلی عفی عنہ نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے
اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت
متروک ہوگئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں اس
کی وجہ یہ ہے کہ وتر ایک مستقل طہرہ نماز ہے اور ان
کامیابان شبہ جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل
کیا ہے کتب کی طرف رجوع کرو۔ یہ اس علت کا قرینہ
ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح
تابع ہیں اس لیے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر یا جماعت
پڑھے کیونکہ وتر نہ تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی
عشاء کے۔ امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالیٰ
آپ نے طحاوی کا یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے
کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول
”عشاء کے بھی تابع نہیں“ وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی
جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت
کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل
کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث
قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی
درست نہ ہو، کیونکہ حقیقت والا معاطوہ نہیں چوبیلا
ہوا جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جس ان
انہوں نے یہ کہنا یہ بات باقی ہے الخ ان کا یہ
سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

تبع لجماعة التزادیه وان كان
الموتو نفسه اصلا في ذاته
لا من سنة الجماعة في الموتو
انما عرفت بالاشرا تابعة للتزادیه
علی انهم اختلفوا فی افضلیة
صلاتها بالجماعة بعد التزادیه
حکما یا فی الله ومن فقیہ در قوی عربیہ
کہ بحواب سوال مولوی محمد عبد اللہ صاحب
پنجابی هزاری بتاریخ نوردہم شہر ربیع الآخر
۱۳۰۶ ہجریہ نوشتہ ام ای مقام را باقصائے
مراتب تنقیح و توضیح رساندہ ام و باللہ التوفیق
سخنی گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مریدانہ معتبر
بودی کتابے نزد بعض معتقدین چہرے و معتبر
بودنش فی نفسہ چہرے دیگرست باز اعتبار
کتابے مستلزم آن نیست کہ ہرچہ درو نہ کرد
ست مختار و منصورست از ہمار و کتب احسنہ
تر و بیح کتابے نیابی کہ در بعض مواضع محال
نقد و تنقیح نہ اسستہ باشد تا بتالیف با امداد
ہند چہ رسد مؤلفان اگر ای مسئلہ
را از پیش خود گفتہ است بچہ نیرزد ورنہ
برو لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل
نام کتاب برو سہ تنہا گفتنش کہ ہمیں
ست حکم کتب الفعتہ چگونہ قبول افستہ

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وتر فی نفسہ مستقل
غیر ہے۔ کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا یہ نقل
سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیہ
بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت
پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ
آئندہ آ رہا ہے اور کچھ فقیر نے عربی فتویٰ جو کہ
مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی ہزارہی کے سوال
کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ء لکھا ہے
اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح و توضیح سے کام
لیا ہے و باللہ التوفیق فوائد الاحمال کے متعلق بات کرنا
باقی ہے میرے مہربان کسی کتاب کا معتقدین کے
ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی
پہلی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب
کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ
موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں
ہے کیونکہ ہرے ہرے اقوام کی کتابوں میں سے
کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات
قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی
کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہ جاسکتا ہے کہ
ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے
مصنف نے اگر مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا
تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم
تھا کہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کر دیتے اور

مالک و کتب فقہ حنفیۃ الفقہاء و فقیہ و شرح
 فقہیہ و رد المحتار و تنقیص بخلافش می یابیم
 باز اگر بر خاطر احباب گراں نیاید سنی
 از نقد کلامش رانم و بر ہنگامی واضح و لائح
 گردد انکہ کہ این کلام حسب قضا از پایہ فقہیت
 دور و مہجور افتادہ است اولاً باید دانست
 کہ علماء را در وقت تراویح دو قول بذیل بطراز
 صحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء و ترست
 تا آنکہ بعد و تر و دانیہ و چنانکہ بیش از فرض روا
 نیست صحیحہ فی الخلاصۃ و صحیحہ
 فی غایۃ البیان بیانہ
 السامعین المتواضعین شاہ شمس
 البحر دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع
 فجر ہمیں ست ارجع الصحیحین
 عزاء فی الکافی الی الجمہور
 و صحیحہ فی الہدایۃ و
 الخانیۃ و المعیط شاہ شمس
 السزین بر مذہب اول ہمدرد
 چیزے از تراویح باقی ماند و امام ہر تر برخواست
 حکم ہمیں ست کہ یہ بقیہ تراویح
 اشتغال نماید و بجا عست و تر در نیاید
 زیرا کہ نزد ایشان پس از تر وقت تراویح

صرف یہ کہ دینا کہ کتب فقہ کا یہ حکم ہے کیسے قابل قبول
 ہو سکتا ہے حالانکہ کتب فقہ مثلاً فقہ الفقہاء و غنیہ
 شرح النفاہ اور رد مختار میں ہم اس کا عند من
 پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گراں نہ گزرے تو ہم اس کا
 تنقیدی جائزہ پیش کریں ، اور ان پر واضح کر دیں کہ ان
 کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا
 کوئی تعلق نہیں ہے اولاً معلوم ہوتا چاہئے کہ
 تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف
 ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ قصص کے معیار پر
 آتے ہیں : ایک یہ کہ تراویح کا وقت : نماز یعنی فرض
 عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے
 قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جب تر
 ہیں ، اس قول کو صلا حد میں صحیح قرار دیا ہے ، اور
 غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقولی کہ کر ترجیح
 دی ہے شاہ شمس نے کمر سے نقل کیا ہے ۔
 دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء
 تا طلوع فجر ہے ، یہی قول صحت میں رائج ہے اور
 کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور
 جلید ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے ۔
 یہ شارح نے یہی سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے
 مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر
 شروع کر چکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

فوت می شود امام طاهری بن احمد بخاری
در خلاصہ فرمود یشتغل بالسترو یحیة
الفاقة لانه لا یسکنه الا تیاف بها
بعد الوتر و بر مذہب دوم بہر دو امر
تخیر است اما اختلاف در افضل افتاد ہر کہ
در وتر افراد را بہتر دانستہ نزد او اشتغال
بترویحہ فائزہ احس باشد و ہر کہ جماعت
نیکوتر گشتہ پیش او جماعت وتر در ساقبت
و ترویجہ فائزہ را پس انداختن غرشتہ
و مانا کہ جمیع اسباب باشد و فقیر گویم
پروایح دوم جانب عدم محبت تراویح
بعد و تراست یعنی الف با را است آن
باشد و اللہ تعالی اعلم قال
فی الدر المختار وقتلھا
بعد صلاۃ العشاء الی المعبر
قبل الوتر و بعدہ فی الاصح فلو فاتہ
بعضھا و قام الامام الی الوتر
او تر معہ ثم صلی ما فاتہ او قال
فی رد المحتار قوله فلو فاتہ
بعضھا الا تفسریم علی الاصح
لکنہ مبني علی امت الا فضل
فی الوتر الجماعۃ لا المنزل

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس
قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم
ہو جاتا ہے۔ امام طاہری بن احمد بخاری خلاصہ میں
فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے
بعد اس کو تراویح پڑھنا ملے نہیں۔ اور دوسرے
قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ
تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے
میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر پہلے پڑھنے افضل
کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر سمجھتے ہیں
ان کے نزدیک پہلے ورجاعت کے ساتھ پڑھ کر ان کے بعد فاتحہ تراویح
پڑھے تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں
وتر کے بعد تراویح پڑھنا نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر
کہتا ہے کہ اس قول کی رعایت زیادہ مناسب
ہے، واللہ تعالی اعلم۔ درمنہ میں کہا کہ تراویح کا
وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے
قبل یا بعد اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں
اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو اسے چاہئے
کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح
اس کے بعد پڑھے اور اس پر دو مختار میں کہا (قولہ
فلو فاتہ بعضھا لہ) یعنی باتن کا قول کہ اگر کچھ
تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول تفریع ہے لیکن یہ
تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

وفیہ خلاف مینا فی فقوله او ترجمہ ای علی وجہ لا فصلیۃ الخ بالجلد بریک مذہب رہے ہیں ست کہ بجا ست و تر شرک کنند و بر مذہب دیگر نزد بعض افضل ہیں ست و نزد بعض اگرچہ اقد افضل اما وجوب و لزوم اقد کہ صاحب فوائد نوشت مذہب ترجیح علی ست نہ نہار از شرع برو سے و بیٹھ۔ ثانیاً قول او پس بسبب سنت جماعت واجب راترک نماید و سنت را او اس سزاو کے رد ا بود طرفہ استدلال ست اگر لفظ واجب صفت جماعت ست ہدایت غلط و باطل بالاکتساب ایہ کہ جماعت و تر نزد بیچ کیے واجب نیست و اگر مضاف الیہ است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک جماعت ست نہ در ترک و تر پس قول او کے و ا بود کے رد ا ہدالی اصل حکم مان ست کہ فقیر در فتوائے پیشین فرشتہ لہم و از رد و قدح محکمات سکوت اولی بود اگر ایضاً صواب و کشف ارباب مقصود نبودے باز در ضمن بیان مسائل نافذ کہ برو سے کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریری تواند شد مہربا سخن پانچ نقل منسردہ اند رواں کردم و تر فقیر کتاب فوائد الاعمال بمندیہ ام ندانم کہ اصل عبارت چہست و موفش کیست واللہ تعالی اعلم پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا۔ اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں ضمنی مسائل ہیں جو کہ بحثے کار لانے میں مفید ہو سکتے تھے جی کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی

یا جماعت پڑھنا افضل سے اور اس میں اختلاف ہے جو آئے آ رہا ہے۔ اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ و تر پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ و تر پڑھے اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ و تر یا جماعت نہ پڑھے ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے مطابق اگرچہ اقد ار اور جماعت افضل ہے تاہم جماعت کا لازم ہونا اور واجب ہونا و تر کے لئے کسی عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال دالہ نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔ ثانیاً اس کا یہ کہن کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب کا ترک کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ عجیب استدلال ہے اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ ترک جماعت کسی کے ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت تو پھر یہ دلیل واضح طور پر غلط والی ہے کیونکہ بات تو جو رہی ہے جماعت کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی و تر کے ترک میں اس کا یہ کہنا کہ کیسے جائز ہو سکتا ہے، کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے! الحاصل یہ کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا۔ اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں ضمنی مسائل ہیں جو کہ بحثے کار لانے میں مفید ہو سکتے تھے جی کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کر سکتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب
فوائد الاعمالی نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ سرسہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجاب بی ہزاری مدرسہ اول مدرسہ عربیہ بریلی

۱۹ ربیع الآخر شریعت ۱۳۰۹ھ

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے
ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض ایکنہ گھر میں
پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں
پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے
چوکے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر
باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے
تابع ہیں، بیان کردہ اجر پاؤ۔ (ت)

ما قولکم من حکم اللہ تعالیٰ فی الرجل
الذی اقتدی بالامام فی التراويح
وقد صلی الفرض فی
بیتہ او مع غیر ذلک الامام هل یصلی
الوتر بالجماعة ام لا والوتر بالجماعة
تابع لمضات ام لجماعة الفرض
بینوا وجروا۔

الجواب

جس نے فرض ایکنہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں
شریک نہ ہوں جس نے فرض جماعت ادا کئے ہوں اگرچہ
کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس
وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکتا
ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی
ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، فقیر کی شرح غیزیں
علامہ براہیم علی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے
ساتھ نہ پڑھے تو عین، لا ذکر ایسی سے روایت ہے
کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں
اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو بھی وہ
وتر امام کے ساتھ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا
کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے
ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

من صلی الفرض منفرود الا یدخل
فی جماعة الوتر و من صلاھا
جماعة ولو خلف غیر هذا الامام
فله ان یأتم بہ فی الوتر
اعوان لم یکت ادرك التراويح
معہ هو الصحيح المعتمد فی الفنیة
شرح المنیة للسلامة ابراہیم
الحلی اذا لم یصلی الفرض مع
الامام فحلت عین الاثمہ الکراہیة
انہ لا یتبعہ فی التراويح ولا الوتر
وکذا اذا لم یتابعہ فی التراويح لا یتابعہ
فی الوتر قال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام
شیئ من التراويح یصلی معہ الوتر و کذا اذا

لویدلک معہ شیث منها وکذا اذا صلی
التراویح مع غیرہ لہ انت یصلی
الموتر معہ وهو المصحیح ذکرہ
ابو الیث وکذا قال ظہیر الدین
المروغنی فی لوصلی العشاء وحیدہ
فہ انت یصلی التراویح مع الامام
وهو المصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی
الامام الفروض وشرع فی التراویح
فانہ یصلی الفروض اولاً وحیدہ ثم
یتابعہ فی التراویح و فی القنیۃ
لو ترکوا الجماعة فی الفروض
یس لہم ان یصلوا التراویح جماعة
لانہ تبع للجماعة ۱۰ وقال فی رد المحتار
عند قوله لو لم یصلھا (ای التراویح) بالامام
لہ انت یصلی الموتر معہ فی
التأخر خانیۃ عن القنیۃ انہ سئل
علی بن احمد عن صلی الفروض و
التراویح وحیدہ او التراویح فقط
هل یصلی الموتر مع الامام فقال لا ۱۱ ثم
رأیت القہستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ
المصنف (ای من جواز الموتر جماعة
لم یصلی التراویح منفرداً) ۱۲ و
الفروض جماعة قال الشافعی

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہو سکتا
ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے
امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ ترکی جماعت میں شریک
ہو سکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابو یث نے ذکر
کیا ہے اور ظہیر الدین مرغنی نے بھی یہی کہا ہے کہ
اگر اس نے فرض ایکٹ پڑھے ہوں تو تراویح امام کے
ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وہ امام کے
فرض پڑھ لینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے
بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے ایکٹ فرض پڑھ کر
بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیہ میں
اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو
تراویح جماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض
بالجماعت کے تابع ہیں اور رد مختار میں اس کے
قول پر اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں
تو اس کو تراویح کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔
تاریخانیہ میں قنہ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال
کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح ایکٹ پڑھے ہوں
یا صرف تراویح ایکٹ پڑھی ہوں تو تراویح کے ساتھ پڑھ
سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ
سکتا ۱۰۔ پھر میں نے قنہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر
کرتے ہوئے پایا یعنی جس نے تراویح ایکٹ اور فرض
جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو تراویح جماعت سے
پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ رشیدی نے تصدیق کیا کہ

ثم قال (يعني القهستاني) لكنه اذا لم
يوصل الفرض معه لا يتبعه في التوسل
قلت وعزاء القهستاني للمنية وهي منية
الفقهاء لا منية المصل كما طنه بعنف
المتصدين للفتوى في عصرنا فتسببه
الى عدم مطابقة العقل للمنقول عنه
قال الشامي فتولاه (يعني المصنعت)
ولو لم يصلها اي وقد صلى الفرض
معه لكن ينبغي ان يكون قول
القهستاني معه احتراز عن صلواتها
منقردة قلت فيكون على وزان قول
الغنية المراد اذا لم يدرك معه شيئا
منها فانما اراد به الا فقر ولا يشتر
الادراك مع غيره بدليل قوله عطف
عليه وكذا اذا صلى التراويح مع
غيره قال الشامي اما لو صلاه (يعني
الفريضة) جماعة مع غيره
ثم صلى التوسل معه لا كراهة
تأمنا انتهى اقول معلوم
انما الضمير في قوله
لا يتبعه للامام مطلق لا لمخصوص

قهستاني نے پھر فرمایا، لیکن اگر فرض اس جہت
سے نہ پڑے ہوں تو تو بھی باجماعت نہ پڑے اور
میں کتا ہوں کہ اس بات کو قہستانی نے نیز کی طرف
خسب کیا ہے یا در ہے کہ یہ غیۃ الفقہاء مراد ہے
غیۃ المصل ہیں جیسا کہ بعض معاصر قری نوایس کو یہاں
غلط فہمی ہوئی ہے اور انہوں نے نقل کو اصل کے
مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے
فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے
ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں
لیکن مناسب یہ ہے کہ قہستانی کا "معه" کنایہ
تراویح اکیچہ پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے۔ میں کتا
ہوں یہ غیۃ کے غرضتہ قول "جب امام کے ساتھ کچھ
تراویح نہ پڑے" کے بار پر ہے کہ اس سے مراد
اکیچہ پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس میں کسی دوسرے امام
کے ساتھ پڑنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں
نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف
کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا اور اگر اس
نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو
اور پھر تراویح امام کے پیچھے پڑھنے تو کوئی کراست
نہیں، غور کر۔ انتہی۔ میں کتا ہوں یہ بات واضح
ہے کہ "لا يتبعه" میں ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں

هذا الاصح فانت مت صلى الفريضة
متنصر داليس له ان يدخل في جماعة
لوترامع هذا الامام ولا مع غيره
فكذلك في قوله معه وبالجملة
فالتحصي شيا من احد هما انت
المتنصر وفي العزم ينفر في الوتر
او ما وقع في منهية الدر الفريد في
مسائل النيام والقيام للعبد الفاضل
المفتي محمد عنایت احمد عليه
مرحمة لاحد ان لم يصل الفريضة
بجمعة فله انت يدخل في جماعة
الوتر وعزاء لخاصية الخطاوى فهو
وانا قد ساجعت المعزى ايه فلم
اجد ناصيا بما ظن نفسي قد تشمس من
بعض كلماته سائحة ذلك حيث قال
عند قول الدر المختار لو تركها العكس
يعني جماعة التراويح هل يصلون
الوتر بجمعة فديرا جعة قضية التعليد
في المسئلة السابقة راى لوتركوا
الجماعة في الفريضة لم يصلوا
التراويح جماعة ، بقولهم لانها
تبع انت يصل الوتر جماعة
في هذه الصورة لانه ليس متبوع

بلکہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے
پڑھے ہوں وہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں
پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی ادا ہو، اور اسی
طرح اس کے قول ”معه“ میں بھی ضمیر کا مرجع
عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں
حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے
وہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ در الفریض فی مسائل النیام
والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ
کی کتاب ہے، کے منہر میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے
فرض باجماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی باجماعت
میں شریک ہو سکتا ہے، اور اس بات کو انہوں نے
حاشیہ طحاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔
حال نہ میں نے حاشیہ طحاوی کو دیکھا ہے میں نے اس
میں یہ بات صراحتاً مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحاوی
کی ایک عبارت سے اس بات کی برآ آتی ہے،
جہاں انہوں نے درختار کے اس قول ”اگر سب نے
باجماعت تراویح کو ترک کر دیا ہو تو کیا وہ وتر باجماعت سے
ادا کر سکتے ہیں“ اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے“
پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع
کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر
فرض باجماعت کو انہوں نے ترک کیا ہو تو تراویح
سے ادا نہ کریں“ اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو
انہوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح کا

للتراویح ولا للعشاء عند الامام
 رحمہ اللہ تعالیٰ انتہیٰ حلبی انتہی
 فقد یوہم قوله ولا للعشاء جوازا
 الترتیب جماعۃ ولولم یصل ہو بیل
 النکل الفرض بہا لکنہ کما علمت خلاف
 المنصوص فان الذی فی
 رد المحتار عن شرح النقایۃ
 عن المنیۃ انت لم یحمل
 عن ما سرکات ادخل فی
 الرد علی هذا الایہام و اما
 ما ذکر انہ لیس بثبم عند
 الامام فنعم نعم والجواب
 عنہ ما افاد المولیٰ المحقق
 ابن عابدین ان احالۃ فی
 ذاتہ لا تنافی کون جماعۃ تبعا
 قلت الاتزی ان الظہور
 العبر من اعظم الفروض
 المستقلة والجمع بینہما من
 توابع الوقوف بعرفة ولو فی حجة
 نافسة فافہم قال الشامی
 انہم اختلفوا فی افضیۃ صلاتہما
 بالجماعۃ بعد التراویح

ہیں اور وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے
 کیونکہ وتر تراویح کے تابع میں اور نہ ہی عشاء کے
 تابع میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک،
 انتہیٰ حلبی انتہیٰ اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع
 نہیں ہے، وجم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یا سب کے
 فرض باجماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا
 جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نفس کے خلاف ہے
 رد المحتار میں شرح نقایہ سے اہد اس نے غلطی سے
 نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ
 مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس دہم کا بہترین
 رد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک
 عشاء کے تابع نہیں ہیں، ہاں یہ درست ہے۔ اور
 اس کا ستر یہ جواب وہ ہے جس کو آقا محسن بن علی
 نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاتہ اصل ہیں اور ان کی
 جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاتہ اصل ہونے
 کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں
 دیکھا کہ عہد حاضر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں
 لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو معتمام
 عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ
 نفس حج ہی کیوں نہ ہو، غور کر۔ علامہ شامی نے مآثر
 کی اس عبارت پر کہ وتر تراویح کے بعد باجماعت
 پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے، پر فرمایا

ای فکات جماعته ادون حالامی جماعۃ
 التزایع المسونة عند الجمهور حتی
 لو ترکب الكل اثموا فکیف بجماعۃ العرض
 الواجبة علی الصحیح الرجیح فما یخ
 انت یكون تبعاف الجماعۃ وانت
 کانت اصلا فی الذات حتی
 افسد تذکرة السکوبات قلت علی
 انت التعلیل بالنقضیة المذکورة
 تعلیل بالنفی وهو عندنا من
 التعلیلات الفسدة کما صرحوا
 به فی الاصول و حصر العلة فی التبعیة
 منبر صحت الی الیام هذا
 والاخر انت من صلی فی فرض
 یجب عیة یجوز له الدخول فی جماعۃ
 لو ترسوا صلی الفرض خلف هذا الامام
 او خلف غیره کما قرر الشافعی وسواء
 صلی التزایع وحده او
 خلف هذا الامام او غیره کما
 نصوا علیه قلت بل ومن لم
 یصلها س ما کما یشمله اطلاق
 قوله ولو لم یصلها بالامام
 به انت یصلی الوتر معه
 فانه یصدق بانقاء المقید و
 المقید جمیعاً و لیحضر اماماً ذکرنا
 انت جماعۃ الوتر هل هی تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنیٰ ہے
 کیونکہ تراویح کی جماعت جموع کے ہاں مسنون ہے حتیٰ کہ
 اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب
 گنہگار ہوں گے، تو جماعت وتر کا فرض کی جماعت سے
 جو کہ رابع قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے؟
 پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہ مستقل نماز ہیں
 لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس
 لئے اگر وتر کی جماعت میں یا د آئے کہ عشاء کے فرض
 باقی ہیں تو تر فاسد ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ
 شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی
 ہے جبکہ ہم احادیث کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے
 جیسا کہ اصول فقہ میں اس کی انھوں نے تصریح کی ہے
 پھر اس کہہ دو کہ جماعت کا فرض کے تابع بنانے
 کے لئے ہی علت ماننا متعین بیان ہے، اس کے
 محفوظ ذکر اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز ہے
 کہ جس نے فرض یا جماعت ادا کئے ہوں غوا کسی دوسرے
 امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کے اس امام کے
 ساتھ یا جماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی
 نے اس کی تقریر کی ہے غوا اس نے تراویح یا جماعت
 اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا
 تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہائے اس کو مراد
 بیان فرمایا۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) غوا اس نے
 تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول
 کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو بھی وتر
 یا جماعت پڑھ سکتا ہے مطلق ہے، جو اس صورت کو

لجماعة التراويح املا، جتو الفضلان
الحسبي والطحاوي في حواشي
الدرال الثاني كما سمعت واستظهر
الشام الاول قائلا ان سنة
الجماعة في التراويح اعرفت
تأبعة للتراويح قلت وهذا
هو الاظهر فان مشروعية
جماعته لو كانت لاصالة فاصلته
دائمة لا تختص بزمان من، ثم
سأيت العلامة البرجندی
نعم في شرحه للنقابة ان
الجماعة فيه لما كانت
بتبعية التراويح هي هو
المشهور انه فقد ثبت روايته
واعترف روايته و تروجه
شهرة فانقطع النزاع، فاعلم
ان هذا حمله فيما لو ترك
الحكل جماعة التراويح
كما قد مناهت الغنية
عن القنية، اما اذا جتمع

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید
دونوں کی نفی بھی ہو سکتی ہے (جی سے تراویح نہ پڑھے
کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے)، اس کو نوٹ کر۔ لیکن
کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کی تراویح کی جماعت کے
تابع ہے یا نہیں، تو علی اور طحاوی دونوں کا اجماع
یہ ہے کہ تابع نہیں ہے یہ بات انھوں نے درمختار کے
حاشیہ میں بھی ہے جیسا کہ تو سماعت کر چکا ہے، اور
علامہ شامی نے پتہ احتمال یعنی تابع ہونے کو ہی ہر
قرار دیا ہے یہ کہتے ہوئے کہ وتر کی جماعت کا سنت
معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا قول یا ظاہر ہے کہ
اگر وتر کی جماعت شروع اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا
سال ہوتی صرف رمضان تک تفصیل نہ سوتی، پھر اس کے
بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے مراجعت پائی
کہ انھوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی
جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ یہی مشہور ہے۔
ان کی روایت ثابت اور ان کی روایت مضبوط اور
شہرت کو ترجیح ہے لہذا یہ اختلاف ختم ہو گیا ہے،
معلوم ہوتا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں
متنی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسا

عہ جواب امامی قولہ اما ما ذکرناه (م)

سہ رد المحتار باب التراويح والوافل
سہ شرح نقایہ للبرجندی فصل فی التراويح
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
منشی فخر بخشور مکتبہ
۴۸/۲
۱۰/۱

القوم و تخلف عنهم
 ناسب ثم ادركوا الوتر مع الاسماء
 فلا شك انهم الدخول في
 جماعة الوتر اذا كانوا اصلوا الفرض
 بجماعة كما سمعت ، نعم ذهب
 بعض كالمصنف على بن احمد
 وعين الانمة الكرابيسي الى
 تبعية لجماعة التراويح في حق
 كل متصل بمعنى ان من لم
 يدركها مع الاسماء لا يتبعه في
 الوتر ، لكنه كما علمت قول مرجوح
قلت وبهذا التحقيق ظهر التوفيق
 بين كلام العلامة البرصدي المدد كونه
 كلامه الفاضل شيخنا زاده في
 مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر حديث
 قال لو لم يصلها (يعني التراويح)
 مع الاسماء صلى الترتيبه لانه تابع
 لرمضانات وعند البعض لانه تابع
 للتراويح عنده ، وفي القهستاني ويجوز
 ان يصل الترتيبا لجماعة وان
 لم يصل شيئا من التراويح مع الاسماء
 وصلها مع غيره وهو الصحيح ثم ما في
 المجمع فانه مسويح في ان القول

کہ ہم نے فقیر سے فقیر کے حوالے سے پہلے بیہان
 کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے
 کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں اگر امام کو وتر
 کی جماعت میں پاتیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی
 جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انھوں نے فرض
 باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ توسن چکا ہے ، ہاں
 بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الانمہ کرابیسی
 اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت تابع
 ہے لہذا ہر نمازی کے لئے فرض ہے کہ وہ تراویح باجماعت
 پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم
 کر چکا ۔ یہ کہ بات مرجوح ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس
 تحقیق سے علی بن احمد کے کلام اور فاضل شیخ زاده
 کی جمیع الاسرار شرح ملتقى الابحر میں ذکر کردہ کلام میں
 موافقت واضح ہوگئی فاضل نے کہا کہ اگر اس
 نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو وہ امام کے
 ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے
 تابع ہے ، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں
 پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے
 تابع ہے ۔ اور قسمی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح
 جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ
 پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ
 سکتا ہے ، یہی صحیح ہے ۔ جمیع کابیان اس بات
 میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع بننے

بتبعية للتراوية قول مرجوح خلاص
الجمهور وصريح ما في البرجندی
انه هو القول المشهور ووجه التوفيق
ان التبعية في كلام المجمع ما خوزة
بالنظر الى كل احد في خاصة نفسه
ولذا بنى عليه مع من لم يدركها
مع الامام عن دخوله في التور و في
كلام البرجندی بمعنى وقوعه بعد
اقامة الناس جماعة التراوية وان
لم يدركها بعض المقوم فليكن التوفيق
وبالله التوفيق ثم انما المصحف
بتبعيته لم مضان ان جماعته
غير مشروعة الا فيه لاسب تبعيته
عما سوا مطلقا حتى ياتي تبعية
لجماعة التراوية بل والفرض
فان فيه ما قد علمت ، فاذن لا خلاف
بين التبعيةين الاعلى قول البعض
المرجوح ، هكذا ينفي التحقيق و
الله تعالى وفي التوفيق ، نعم
وقسم في شرح المنية الصغير ،
ما نصه اذا لم يصل الفروض
مع الامام قيل لا يتبعه في
لتراوية ولا في التور وكذا اذا لم
يصل مع التراوية لا يتبعه في التور
والصحيح انه يجوز ان يتبعه

کا قول مرجوح ہے اور جمهور کے خلاف ہے اور برجندی
کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔ اور موافقت کی
وجہ یہ ہے کہ مجمع کے کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے
اس سے مراد وہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت
بالکل نہ ہوئی ہو اور کسی نے بھی تراویح جماعت سے
نہ پرچی ہوں اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل
ہونے کی مخالفت کی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام
کے ساتھ تراویح نہ پرچی ہوں ، جبکہ علامہ برجندی کا
یہ کہنہ کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور
قول ہے اس سے مراد وہ صورت ہے کہ جب بعض
نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت
سے رہ گئے ہوں۔ یوں توفیق ہو گئی اللہ کی دی ہوئی
توفیق سے پھر وتر کی جماعت کا مضام کے تابع
ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی
جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے
تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع
ہونے کی نفی ہو سکے ، کیونکہ یہ مطلب اپنے میں اعتراض
ہے ، لہذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے
منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے ،
تحقیق یوں چاہئے ، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔
ہاں حید صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے غرض
با جماعت نہ پرچی ہوں وہ تراویح اور وتر کی جماعت
میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وہ بھی
جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک
نہ ہوا تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں ،

فی ذلك كله حتى لو دخل بعد ما حصل
 الامام الفرض وشرح في التراویح
 فانه يصدر الفرض اولاً وحده ثم يتابعه
 في التراویح وفي القنیة
 لو تركوا الجماعة في الفرض ليس
 لهم ان يصنعوا التراویح جماعة أم
 فاهم ذلك عند بعض الناس ان
 الحلبي صحیح جواز اتباع الامام في
 التراویح لو يتكلم في الفرض ، وانا
 اقول ليس هو رحمه الله تعالى
 من اصحاب التصحيح وانما
 وظيفته النقل عن ثمة لرحیه
 ومعلوم ان شرحه الصغير انما
 هو ملخص عن شرحه الكبير و
 هذه عبارة الكبير بمرأی عین منک
 لا ترى فيه تصحيحاً اصلاً ناظر الى هذا
 المتوهم وانما فيه تصحيحات الاول من
 الامام الفقيه ابی الیث بجواز اتباع
 الامام في التراویح سواء حصل التراویح
 كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده
 منفرداً وهذا مجمل قوله يجوز ان
 يتبعه في ذلك كله والثاني
 عن الامام ظهير الدين
 المریضي في لجواز اتباع
 في التراویح وان لم يتبعه في الفرض
 له في شرح غیة الصلی

شریک نہ ہو (لیکن یہ بات درست نہیں) کیونکہ ان
 مذکور تمام صورتوں میں وہ و تراویح کے ساتھ باجماعت
 پڑھ سکتا ہے، حتیٰ کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے
 بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے
 اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے
 اور قنیر میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک
 ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں۔
 اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ صلی نے
 فرض باجماعت کے بغیر ترک جماعت میں شرکت کو
 صحیح قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صلی رحمۃ اللہ علیہ
 اصحاب اہل بیت میں سے نہیں، ان کا کام صرف اتنے
 ترجیح کے قائل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے
 کہ ان کی شرح صغیرہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے
 اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں
 اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ
 میں صرف دو تصحیحات موجود ہیں ایک امام فقیہ ابراہیم
 کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ
 اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے
 امام کے ساتھ پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت
 پڑھی ہوں، و ترک جماعت میں شرکت کے جواز کے
 بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال صلی نے اپنے
 اس قول سے تعبیر کیا کہ اس و ترک جماعت میں شرکت
 کی تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں
 دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام
 کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

وعليه يتفصح المذکور في
 الشرحين معاً حتى لو دخل بعد ما حصل
 الامام الفرضي "فالتوهم المحاصل
 في عبارة الشرح الصغير انما منشوء
 ما وقع فيه ههنا من الاختصار
 المخمل لا ترى انه اقتصر في التفریع
 المذکور كما حصله الكبير على قوله يتابع
 في التواضع ، ولو كانت صوابه بقوله
 في ذلك كله ما يشمل المتوهم السداد
 ايضا والوتر ، وبالجملة فالمعروف المعلوم
 من تصحيحات الاثمة هو الذي بينه
 في الشرح الكبير ، وهذا المتوهم
 لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح ، فلا
 يعارض ما نص عليه في منية
 الفقهاء وحكمه حكما حبان مسا
 من دون ذكر خلاف فعليكم بالتبصر
 والانصاف ولقد من تقول ان الامام
 معروف باللام وضمير يتبعه تراجع
 اليه والمعرفة اذ اريدت معرفة
 كانت المراد عين الاول غالبا فالمدعى
 اذ لم يصل الفرض مع
 هذا الامام فله ان يتبعه
 في التواضع لا يجب لاتباعه
 في التواضع يكون اتباع هذا
 الامام بعينه في الفرض ،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام
 کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں ، اسی تصحیح پر بغیر و کبیر
 شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے
 غارت ہونے کے بعد مسجد میں آیا ، لہذا الشرح صغیر کی
 عبارت سے جو دم پید ہوا وہ اس شخص اختلاف کی وجہ سے
 پید ہوا ، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انھوں نے تفریع کیا
 کہتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد امام
 کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے ، اور شرح کبیر میں بھی
 اتنا ہی ذکر ہے ، اور اگر اس کے قول "ان سب صورتوں
 میں وہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا دم جو اسے تو
 پھر تفریع میں تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر
 میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے ، الحاصل انہ کرم کی
 تصبیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ
 شرح کبیر میں ہے حالانکہ دم شدہ کی ، اس میں
 کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی ، لہذا شرح کبیر کی عبارت
 خیر العقباء کی صریح عبارت کے معارضی نہیں ہو سکتی
 جبکہ اس قیہ میں جزی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف
 کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے ، تجھے غور و فکر میں
 انصاف چاہئے ، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر
 کی عبارت میں لغنا الامام "معروف باللام ہے اور غنا
 قبیر میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے ، اور اکثر طوے پر
 معروف کو جب دوبارہ معروف ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد
 ہوتا ہے ، تراویح مقدمہ کے مطابق معنی یہ ہو گا کہ جب
 اس خاص امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تراویح اس امام مذکور
 کے ساتھ وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

وهذا صحيح لا شك ويؤيد هذا
الفهرات القهستاني لما قال
اذا لم يعمل الفرض معه لا يتبعه
في الترتيب احتاج الشايع الى
بانة مرادة وان المقصود
مع امام ما لا مع خصوص
هذا الامام، وان حبال
مجادل فيقول الشرح الصغير
مطالب بتصحيح نقل هذا
التصحيح الذي لا يعمل
له اشواص في كتاب قبله
حتى في الكبير الذي كان
اصله، والله الموت فقد
تحرر بما تقره ان جماعة
الموتهم لجماعة الفرض في
حق حق احد من المصلين،
ولجماعة التواضع في
الجملة لا في حق كل،
ولرمضان بمعنى انها
شكر في غيره لسو حبل
سبيل التداخيل بان
يقتدى اربعة بواحد
كما في الدرر المتداول

لجامع الرموز باب الترتيب والنوازل
مؤيد مختار

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فرض
بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم
بلا شک شبہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قسستانی کے
اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے
واضح کیا ہے، وہ یہ کہ جب قسستانی نے کہا جب امام
کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو تو اس کے ساتھ نہ پڑھے
اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس
امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ
فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر
کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ گہر دیا
جاسے کہ متغیر شرع کا یہ صحیح کتنا باعث مطالبہ ہے کہ
اس نے یہ کیوں کہا جسکو اس سے قبل کسی کتاب میں اس
تصحیح کا نام و نشان نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی اپنی کتاب
کبیر میں بھی نہیں، اس متغیر کا اصل ہے، واللہ الموفق
پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہو گئی کہ وتر کی جماعت
فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے
اور وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے
کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح
یا جماعت پڑھ لیں تو دوسروں کو وتر کی جماعت میں شرکت
جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے
لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے
جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور دعوت و
اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے

مطبعہ گنبد ایران تہران
۲۱۶/۱
۹۹/۱
مطبع مجتہبائی دہلی

جیسا کہ در مختار میں دُرد سے منقول ہے، حتیٰ کہ اگر تین آدمی وتر کی جماعت میں ایک امام کی اقتدار کریں تو یہ اصح قول کے مطابق جائز است جائز ہے، جیسا کہ علامہ طحاوی نے مراۃ الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نور الایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام علماء پر رحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر ہو سکتا ہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے و ما توفیقی لا باللہ العظیم الخیر و اللہ تعالیٰ سحر اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (د ت)

مسئلہ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ قبول کیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ نیز اتوار و الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اہل ہند پر نماز ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے، رد المحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز نہ ہو پابستے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیا ہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلی دو رکعت بھی فاسد ہو جائیں گی۔ (د ت)

حتیٰ جائز اقتداء بثلاثة باحد مالا كراهة في الاصح كما في حاشية العلامة الطحطاوي على مراقي الفلاح مشروح نور الایضاح للعلامة الشونبلاي رحمة الله تعالى على العلماء جميعاً اتقن هذا العمل ولا تجدد هذا التحري في غير هذا التفسير وما توفیقی الا بالعلیم الخیر واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

في رد المحتار لو تقطوع ثلاث بقعدة واحدة كان يفتي الجواز اعتباراً بصلوة المغرب لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصل به القعدة وهو الركعة الأخيرة، لان التفتل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها۔

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھنے

کما صرح به في رد المحتار عن النور الفائق عن النباهي (جیسا کہ رد المحتار میں تہر الفائق اس نے زائد ہے)
وضاحت کر دی گئی ہے۔ ت، وروں قہ سے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں۔

وراکراہۃ ایضا کما یغنیہ التحلیل المذکور چار رکعت نفل دو قہروں اور ایک سلام سے جائز ہیں
فی رد المحتار نعم الا فضل مثنی مثنی کما اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ رد المحتار کی بیانی کردہ
لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ علت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل
ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲ از تجرلا پر ضعیف سہارن پور مرسلہ سید یاعلی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۰ھ
کی فرماتے ہیں علامتے دین اس مسئلہ میں کراہت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض
جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینا تو جوا

الجواب

صحیح ہے کہ کوئی حرج نہیں،

وہی مسجد محلہ حیث لو یکرو والاذان دونوں مسجد محراب کما هو محسوس
اور جواب سے کہ جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و مشاہد۔

فلا ویس ہے،

اذا کورت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقاً وعلیہ
جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت
المسلمون۔ نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غیر میں ہے،

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الطیئۃ الاولی
تمام لہو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب دوسری
لا یکرر والا یکرر وہو الصحیح وبالحدول جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ
عن المحراب مختلف الطیئۃ کسذا فی ہے یہی صحیح ہے، اور جواب سے کہ کراہت سے پہلی
فتاویٰ البزازیۃ۔ جماعت کی طرز پر نہ جاتی ہے۔ فتاویٰ بزاز میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ غلط
وہابیہ سے ایمن رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سہ عاشر الطحاوی علی الدر المختار باب الامارۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۴۰/۱
سہ غنیۃ المستشرقین فی شرح نیت الحلی فصل فی احکام المسجد۔ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵

۱۳ انہار الانوار من یوصلوۃ الاسرار

(صلوۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں)

(نماز غوثیہ کے ثبوت میں تحقیق رضوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ از دہلی کٹرکی فرانش خانہ مسجد حضرت حافظ عبدالوہاب صاحب قدس سرہ مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی حافظ شاہ سدران نقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب قادری اور تاریخ اولی شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یا نہیں، نیز اس کی روایت کو سہی اصل اور اسے بہتہ الاسرار میں کسی فاسق شیخ کا الحاق بتانا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شہرانی کی نظیر دینا ہے کہ ان میں الحاق ہوئے اور کتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی حزار و ولی کی تعیین سمیت اور ہیأت نماز یا تعظیم اس طرف چلنا تذلل و خضوع تمام کرنا برگز درست نہیں، اور کتا ہے آنجناب یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب و سنت و سیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تمام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل و اعتماد میں استقامت کا ملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو یہ فعل کتاب و سنت و طریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلاف کرام و ائمہ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں، حوام کہ اسے عل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم فقہاء و ائمہ ہوتے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول و فعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہیے بلکہ سواد اعظم کا اتباع

چاہئے، سچا پر محبت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سب سے زیادہ اور ثواب و احسانات پر بہت ترغیب تھے
 انگریزوں کو بھیج دیا اور قربت الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ کی
 طرف کرتے، آیات کلام اُس کا غلط ہے یا صحیح، بینوا تو جبر و

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے اچھے
 امتحان پر، زمین و آسمان کو عجائبات سے بھر لئے، اور
 اپنی قدرت و قضا میں جسے چاہے بھرنے پر اور شکر
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے انعامات
 پر ایسا شکر جو ان کی بہترین نعمتوں کو پورا پورا اور ان
 کی مزید عطاؤں کو ہماری طرف سے کفایت کرنے
 اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے صاحبزادوں اور اندواج
 اور اصحاب اور آپ کے علم، بزرگی اور بلندی کے
 وارث ہمارے غوث اعظم پر جو آپ کے جنت سے کو
 جنت کرنے والے ہیں اور تمام اولیاء پر رحمت نازل کر چکا
 ایسی رحمت جو ہمارے لئے اسرار کو مکمل دے اور
 شریروں کو ان کی اذیت کو ہم سے پھیر دے، اور اللہ تعالیٰ
 کے ہاں ماضی کے دن کے لئے ذخیرہ بنے، اور میں
 گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے
 ایسی گواہی جو اس کی رضا کی موجب ہو، اور گواہی دیتا
 ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندہ ہے
 اور رسول ہیں جو حق کو خفا سے ظاہر کرنے والے ہیں
 صلی اللہ تعالیٰ وسلم آپ پر اور اس کے دربار میں
 تمام پسندیدہ بندوں پر، وہ صلوة جو اس کی کبریائی
 کے شایان شان ہو اور وہ سلام جو اس کی بقا اور

الحمد لله على حسن بلائه ، ملا
 ارضيه وسلا سجائه ، وملا ما شاء
 ف قدره وقضائه ، والشكر
 للمصطفى عن نعمائه ، شكرا يوافي
 حسن الاثمه . ويكافي عما يزيد عطائه ،
 صلى الله تعالى عليه وعلى
 بنائه ، وازواجه واصحابه و
 احبائه ووارث علمه ومجده و
 سنائه ، غوثنا الاعظم ساقم
 لوائه ، ومشاينتنا الكرام وسائر
 اوليائه ، صلوة تكشف لنا الاسرار ،
 وتعرف عنا ذى الاشوار ، وتكوى عدة
 بيوم لقائه ، واشهد ان لا اله الا
 الله وحده لا شريك له شهادة
 موجبة لرضائه ، واشهد ان
 محمدا عبده ورسوله الصادق
 بالحق بعد خفائه ، صلى الله
 تعالى وسلم عليه ، وعلى كل عبد مرضى
 لدينه ، صلوة ماثي على قدر كبريائه ،
 وسلام يردوم بدوامه و

بقائه ، آمین اُمیت ، اَللّٰهُ الْحَقُّ اَمِين
 بِسْمِ اَحْمَدِ الْعَبْدِ وَصَاحِبِ دَعَايِهِ ، قَالَ
 الْعَبِيدُ الذَّلِيلُ ، لِلْمَوْلَى الْحَبِيلِ ،
 اَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدِ الْمَصْطَفَى اَحْمَدُ وَضَا
 الْمَحْمَدِي الْمُسَوِّى الْحُضْى الْقَادِرِي الْبِرْكَاتِي
 الْبِرْلَوِي ، لَطَفَ بِدُعَائِهِ فِي شِدَّتِهِ وَ
 مَخَافَتِهِ ، مَسْتَعِينًا بِاللّٰهِ فِي دَفْعِ الْاَزْثِيَابِ ،
 وَرَفْعِ الْحِجَابِ ، حَسْبُ وَجْهِهِ الْعُصُوبِ ،
 مَسْمِيًا لِلْجَوَابِ ، بِعِلْمِهِ لَعَلَّامِ الْمَلَائِكَةِ ،
 اَنْهَارِ الْاَنْوَارِ مِنْ يَدِ صَلَوَةِ الْاَسْرَارِ ، جَعَلَهَا
 اَللّٰهُ ذَخِيرَةً لِّدِيهِ ، وَذُرِّيْعَةً اِلَيْهِ ،
 يَوْمَ تَشْقَى الْاَسْمَافُ بِسُورِ رَبِّهَا وَجَمِيلِ
 ضِيَائِهِ ، آمِينَ ، وَالْمُحَمَّدُ لِلدَّيْنِ الْعَمِيمِ
 اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ .

دوام تکم وائم جو ، آمین آمین اسے اللہ برحق آمین
 بندے پر رحم کرنے اور اس کی دعا کو سننے والے ،
 اپنے جلیل القدر آقا کے سامنے حقیر اور ناتواں بندہ
 ابو محمد عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی مثنوی قادری برکاتی بریلوی
 اللہ تعالیٰ اس کی شدت و سہولت میں لطف و
 مہربانی فرمائے ، اللہ تعالیٰ سے امداد چاہتے ہوئے
 اور حق و صواب کے چہرے سے پردہ اٹھانے اور شک کا
 دور کرتے ہوئے جواب کا ایسا نام جو اس کی تحریر کے
 سال کو ظاہر کرتے انبار الانوار میں یہ صلوة الاسرار
 رکھتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ذخیرہ اور ذریعہ
 اپنے دہار میں بنائے جس دن زمین اپنے رب کے
 نور سے چمک جائے ۔۔۔۔۔۔ اور خوب
 روشن ہو سکے ، آمین ، الحمد للہ رب العالمین ، اسے
 اللہ حق و صواب کی رہنمائی فرما ۔ (ت)

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدس سرہم البعسزیزہ کی معمول اور قضا سے
 صحبات و معمول مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی و مقبول اور حضور پر نور غوث الکونین خیابا شفتین
 صلوات اللہ وسلامہ علیہ جبرہ الکریم وعلیہ سے مروی و منقول ، (جد علی و اکابر کلا) اپنی تصانیف علیہ میں آئے
 روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم معتبر رکھتے آئے ، امام اجل جام اجل سیدی ابوالحسن نور الدین علی
 بن جریر لکھی شطرنجی قدس اللہ سرہ العزیز بندہ خود بہجۃ الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علیہ المندرج محقق مولانا
 عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام و کلمائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ
 اپنے اپنے اسفار خفیف میں اس بناب ظہر رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی و ناقل کر ارشاد فرمایا ،
 جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد
 فاتحہ سورۃ اخلاص یا زید بار پھر بعد سلام نبوی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوة و سلام عرض کرے پھر عراق شریف
 کی طرف گیارہ قسّم پڑھے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت

من صلی رکعتین (نہید فی موابیۃ) بعد
 المغرب (وزاد) یقرأ فی کل رکعة بعد
 الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة
 ثم یتفقد فی السجدة واللفظ للامام ابی الحسن

فان شریعتی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ویذکر سونی ثم یخطو الی جهة العراق احدی عشرة خطوة ویذکر سحر ویذکر حاجتہ فانہا تقضی (مراد الشیخ) بفضل اللہ وکرمہ (وقال آخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ۔

ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی مراد پوری ہو۔ اسی بات میں مغرب کے بعد "اِنَّ ایت میں تڑپے اور صاحبِ ہجرتہ سر اور صاحبِ ہجرتہ نے ہر گشت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص کی بارہ مرتبہ راتہ ذکر کیا، پھر شیخ عبدالحق نے بفضل اللہ وکرمہ کو بھی اور اس نے صرف "قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ" ذکر کیا۔ (ت)

اسی طرح امام حلیل علامہ نبیل امام عبد اللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاحسہ فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر نے روایت کی کہ یحییٰ فاضل کمال مولانا علی قادری ہروی نزیل مکتہ معظمہ صاحب مشروع فقہ اکبر و مشکوٰۃ اکرم اللہ نزول نے زبیرہ الخاظمین ذکر فرمایا زندہ مبارک میں اپنے شیخ و استاد احی اللہ مشواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق فقہ اللہ رحمۃ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ نصیح مجاہد ہے اُس سے ثابت کہ حضرت و درج سراپا سعادت عامل شریعت کمال طریقت سیدی عبد الوہاب متقی مکی برد اللہ مغنیہ نے کتاب مستطاب ہجرتہ الاسرار کو مقدم و معتبر اور اس مبارک روایت کو مسئلہ و مسئلہ دہا اور مولانا شیخ وحید الدین علی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرحمن الہادی کہ سالہ وفات امام اجل علامہ سید علی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے، حضرت شیخ خوش گویا ساری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ و تصانیف کثیرہ بدیہ ہیں، بیضاوی و بدایہ و تلویح و شریح و قایہ و مقول و مختصر و

علہا نقلاً برمتھا مولانا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن العاصم الجلیل مولانا سید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیہا علیہ یعنی سلسلہ و وفاتہ لسلخہ صغیر ۹۹۹ھ ۱۲ منہ

یہ تمام مولانا سراج الحق محمد عمر قادری ابن فاضل حلیل مولانا سید الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں نقل کیا ہے چاہے اسے دیکھے (ت)

یعنی ۹۹۹ھ اور ان کی وفات ماہ صفر کے آخر ۹۹۹ھ۔ (ت)

شروع عقائد مراقف وغیرہ پر روشنی مفید رکھتے ہیں اور کبرائے منکر میں بھی اپنے رسائل میں ان سے استناد کیا
 شہادت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتا کید اکید تحریریں و ترغیب فرماتے، یونہی شیخ نے
 انبیاء الابرار شریف اور مولانا ابراہیم علی محمد سلی عالمہ اللہ تعالیٰ بطلغہ فی جنس رسائل مذکورہ شیخ محقق میں علمائے
 سلسلہ علیہ سے شمار کیا تحفہ شریف اور حضرت سیدنا مولانا اسد اور اعلیٰ جناب العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی
 قادری فاضل حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاسرار شریف میں اسے نقل و ارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ
 تعالیٰ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عظمیٰ اللہ صرناہم العاقبہ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو معطر فرمائے۔ ت) اس
 نماز کو محل میں لگاتے اور زبدۃ الاسرار میں اولیائے سلف علیہم السلام روحہم ارواحہم (ان کی رو میں معطر
 ہوں۔ ت) کے آداب میں فرمایا: و ملائمتہ صلوۃ الاسرار التي بعد ہا التخطی احدى عشرۃ
 خطوۃ یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے سب صلوۃ الاسرار کی مدامت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔
 ہائیکہ اس کا احوال مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتاب روشن کا نکلا کرتا ہے اور خود کو نسی راہ سے کران، نہ و
 اکابر کو خواہی خواہی محفل سے ادبی زبان جس جس کو شکر آئیے، پھر یہ مقولان غنہ صرف اپنی طرف سے نہیں
 کہتے بلکہ اسے خاص حضور پر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد ہوتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر
 رد و ایراد اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و بلا سے بے دریاں و قہر بے ایمان ہے جس کا مزہ اس
 دار الغرور و الانقباس میں نہ کھلے تو کل کیا دور ہے "ان موعودہم الصبح الیس الصبح بقریب" ۵
 (بیشک ان کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ ت) حضور خود ارشاد فرماتے ہیں:
 تکذیبکم لی سہو قاتل لاویا کم و سبب لذہاب میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمہارے دین کے لئے زہر
 قاتل اور تمہاری دنیا و عقبی دونوں کی بربادی ہے۔
 دیا کم و اخرا کم۔
 والیاء اللہ تعالیٰ۔

اور ان کا برابرت و علمائے اُمت کو نقل و روایت میں بھی غیر موقوف جانتا اسی دار الفتن بندہ وستان میں
 آسان ہے جہاں نہ کسی مٹنے کو کلام نہ کسی زبان کی روک تھام۔ یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شہنشاہی قدس سرہ

کہ بھجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور بزرگ حدیث بستہ متصل اس روایت میلہ کے پہلے مرتب میں اجلہ علم والہ قرات
اکابر ادیار وسادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ ابو محمد میں و علمائے قرات
سے ہیں جن کی حصص حصین مشہور و معروف دیار و اصهار ہے اُس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انہوں نے یہ کتاب
بھجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پریمی اور اس کی سند و اہانت حاصل کی اپنے رسالہ طبقات المستدار میں
فرماتے ہیں :

انی قرأت ہذا الکتاب اعنی بھجۃ الاسرار
بمصر وکان فی خزانة سلطان المصرو علی
الشیخ عبد القادر وکان من اجلة مشایخ
مصر فاجاز فی روایتہ الخ
یعنی میں نے یہ کتاب بھجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی
سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ
مصر سے تھے پریمی اور انہوں نے مجھے اس کی روایت
کی اجازت دی لا۔

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و فقہ رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار
اُس جناب کے معاصر تھے اور بآئندہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روشنی معلوم ہے صاحب اللہ تعالیٰ
دایہ (سم پر اور ان پر اندھائی زنی فرماتے تھے) امام ابو الحسن مدوح کی روایات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی
کتاب طبقات المرقومین میں اُن کی مدح و ستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں :

علی بن جبریل اللخمی الشطنوی الامام الاول
لموالدین شیعہ القراء بالندیار المصربیۃ
ابوالحسن اہلہ من شام ولد بالقہرۃ
سنۃ سربع واربعمین وستمائة و تھسدر
للقراء بجامع الانہر و غیرہ تکاشر
علیہ الطبقة و حضرت مجلس اقرائہ
فاعجب حق ستمہ و سکوتہ وکان ذاعزاه
یعنی علی بن جبریل رحمہ اللہ علیہ امام یکتہ ہیں نور الدین لقب
ابو الحسن کنیت بھجۃ مصر میں علمائے قرات کے استاد
ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۳۲ھ میں قہرہ
مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقرائہ
پر صدر مشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے
میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش
و کم سخن مجھے پسند آئی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ

عہ بعینہ اسی طرح امام اجل جلال الملہ والدین سیوطی نے حسن الحضرۃ فی اخبار مصر و القاہرۃ میں اُس جناب
کو الامام الاول کما یعنی سب سے قبل امام ۱۲۱۲ھ فرمایا (م)

بالشیخ عبد القادر الحلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
جسم الخمار و مناقبہ فی غوثیت مجملات اللہ علیہا
تہی مجلد کے قریب میں ہیں جن کے ہیں۔

پڑنا ہر کام ذہنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و وقور علم و جلالت
پرش ہر عدل و دلیل فصل ہیں اور خود امام احمد یعنی بے مثل امام یکتا لفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا
یکتا جامع اکمل و اتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پُر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
نہایت قریب ہیں انھیں حضور اقدس تک صرف وہ واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر
قدس سرہ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابو بکر تاج الملتہ والدین جہد الرراق رحمۃ اللہ تعالیٰ
اور وہ اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث الافراد قطب اورش غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و
مرید و صاحب دستگیر ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ زبدۃ الامار شریفین میں فرمایا
ہیں یہ کتاب بہتہ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرات سے عالم معروف
و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور۔ پیر ذہبی و ابن الجوزی کے وہ اقوال نقل فرمائے، و رسالہ
مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم،

اتقی دلائل و اوضح مسائل و یریں باب کتاب مسند
بہتہ الاسرار معدن الانوار رکہ معتبر و مقرر و مشہور و مذکور
ست و مصنف اس کتاب از مشاہیر مشائخ و علمائے
میان و سے و حضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ واسطہ است و مقدم است
بر امام جہاد اللہ یا فقی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از
منشیان سلسلہ شریفہ و مہمان جناب غوث الاعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ یلحظ

ہیں، امام یافعی و علامہ علی قاری و حضرت شیخ محقق و بلوی و غیر جم اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت
سے کون آگاہ نہیں۔

لہ طبعات المقرنین

سلسلہ متعلق بصلوۃ الاسرار لعبد الحق المحدث الدہلوی

۴ دیکھتے ہیں کہ فی الاعیان شنی اذا احتاج النهار الى دليل

(جب روز روشن دیکھ لیں کہ محتاج ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود کیسے ثابت ہو سکتا ہے)

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتدہ کو بے وجہ وجہاً زد کر دینا یا سخت جہالت ہے یا خبیثہ و ضلالت و اعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ اور بے دلیل دعویٰ الحاق محض مردود اور نہ تصانیف ائمہ سے امان اٹھا جائے اور نظم و ضبط و درجہ و ہر ہم نظر آئے تو سنہ پیش کیجئے مخالفت کہ دے یہ الحاق ہے چلے تمسک و استناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔ جیسا کہ کیا بزرگواران کچھ کہہ دینا قابل قبول ہو سکتا ہے، احادیث و روایات کے بے دلیل و مردود و دلیل ہاں ہم کو مسئلہ کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے سر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعویٰ زہار مسوح نہیں جب تک کہ بوجہ اُس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لئے امثال مقام میں صرف دو طریقے متصور، ایک تو یہ کہ اُس کتاب کے صحیح معتدہ و مقدمہ مقدمہ اس عبارت سے غای طیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو، حضرت

عنه اشارة الى انه قد يعلم ذلك بالرجوع الى المتكلمين وانكاره عند من لا يتهم ويغير تاسرة باعتراف المعتري كما قدم بعض المواضع، ويقبل اخرى اذا نص على ذلك من يرجع اليه لعظمه وفضله، ولا ينكر عليه نقضه وعدله وكذا لا يحكم به اذ المعانيات ذلك الا من طريق من عرف بالكدب كقول المحدثين ان هذا موضوع ادى في سند وضايع اذ كذب وهذا انما يعطى عدم الجزم لا لجرم بالعدم الا اذا اضم اليه دليل آخر سذوب قد يصدق والله تعالى اعلم

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الحاق کبھی خود مکمل کی طرف رجوع کرنے پر اور کسی دوسرے شخص کے سامنے الحاقی عبارت سے انکار کرنا جس کو کذب سے متهم نہیں کیا جاسکتا اور کبھی خود اقرار کرنے والے کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے لوگوں سے اعتراف واقع ہو چکا اور کبھی ایسی معکم اور افضل شخصیت جس کے دعویٰ اور عدل کی بنا پر اس کی بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی الحاق کا حکم تب کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو صرف خبر ثابوت میں مشہور شخص ہی بیان کرے جیسا کہ محدثین کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں من گھڑت اور کذاب راوی ہے، یہ آخری وجہ صرف عدم یوم کا قافیہ دیتی ہے اور جرم بالعدم کا نہیں کیونکہ خبر ثابوت کبھی سچ بول دیتا ہے ہاں اگر کوئی اور دلیل کے قریب ثبوت ہے تو پھر جرم بالعدم کا فائدہ ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بشارت

جناب شیخ اکبر و امام شعرائی قدس سرہا کی تصانیف میں الحاق یونیورسٹی ہوا، امام شعرائی رحمۃ اللہ علیہ لواقع الانوار میں فرماتے ہیں،

3۱

قدّم علیہ الامام ابو الفوارس شریف شمس الدین
السید محمد ابن السید ابی الطیب الحمد فی
المتوفی ۹۵۵ھ خمس وخمسين و
تعمامة قد اكرته فی ذلك ما خرج الى نسخة
من الفتوحات التي قابلها على النسخة
التي عليها خط شيخ محي الدين نفسه
بقونية فلو لم فيها شيئا مما وقعت فيه
وحدثه فحلت ان النسخة التي
فی مصر ان كلها كتبت من النسخة التي
وسواها الشيخ فيها ما يخالف عقائد
اهل السنة والجماعة كما قد له ذلك في
كتاب الفصوص وغيره

کے خلاف جہاں شیخ رافضی کے علاوہ میں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا۔
اس کے بعد امام شعرائی نے دو تحریریں نقل فرمائیں جو عالم ہمدان سید شریف مدنی مرحوم نے نسخہ مذکورہ قونیہ پر
خود حضرت شیخ و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دستخطوں سے لکھی و یکس اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ
کا وقف فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقف یوں تحریر فرماتی ہے،

وقف محمد بن علی بن عربی الطائی
هذا الكتاب على جميع المسلمين

اور اُس کے آخر میں قلم شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے،
قد تم هذا الكتاب على يد منسخته وهو
یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے

سہ کشف الخفون بحوالہ واقع الانوار القدسیہ من الفتوحات لکھ

مطبوعہ مکتبہ امینی بغداد ۱۳۳۸/۲

۱۳۳۹/۲

الفصحۃ الثانیۃ منہ بحطیدی وکانت
 الفراغ منہ بکرة يوم الاربعاء الرابع و
 العشرون من شهر ربيع الاول سنة ست و
 ثلاثين وستمائة وكتبه منشور و
 خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چار و شنبہ
 وقت صبح بتاریخ بستی و چہارم ماہ مبارک ربيع الاول
 ۱۳۹۹ھ فراغ لکھا ہوا ہے اس کے مصنف نے
 رحمۃ اللہ تعالیٰ

اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سفتیس مجلد میں ہے اور اس میں اس نسخے سے جس میں محدوں نے
 عقائد شیعہ الحاق کئے عبارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے
 شیخ صدر الدین قزوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے

انشاء مولانا شیخ الاسلام موصوفۃ الانشا
 محی الدین بن عربیؒ
 یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلمانان برگزیدہ جموں
 محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے

اور اس کے نیچے لکھا ہے وذلک ہدایہ المجددہ لمحمد بن اسحق القزونیؒ یہ مجلد محمد بن اسحق قزوئی کی ہدایہ
 میں آیا۔ اس کے نیچے شیخ صدر الدین محدور کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ ان سے بطریق سماع حاصل
 ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحق قزوئی کی شرح دستخط یہ ہے

انتقل الی خادہ وریب بھدہ محمد بن
 اسحق سنۃ سبعین وثلثین وستمائة
 یہ کتاب مصنف کے خادم و لطف پروردہ محمد بن اسحق
 قزوئی کی طرف ۱۳۷۰ھ میں منتقل ہوئی۔

اشتی ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کون سا نسخہ معتبر ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرور العزیز کی
 تحریر اور اس کے قول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و علماء کے دستخط کثیر جب یہ نسخہ ان عبارات مشنیہ سے خالی
 بلا تراخ الحاق وافر میں کیا شک رہا و الحمد للہ رب العالمین و لہذا مفتی سلطنت عثمانیہ حمدہ علیہ السلام
 ابوالسعود علیہ رحمۃ الملک المودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ متفقنا ان بعض الیہود افترھا علی
 الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیر یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افترار کئے ہیں۔
 کما نقلہ فی الدار المختار عن معنی وضاتہ۔

اب کلام امام شہرانی کا حال سنئے خود امام موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں
 وقع فی ذلک من بعض الاعداء فانہم دسوا
 فی کتابی المسمی بالیہود المودود فی المواثیق
 یعنی تجھیہ و افتراء بعض اعدائے مسلمانان پر
 انہوں نے میری کتاب البحر المودود فی المواثیق والیہود

والعهد اموراً تخالف ظاهر الشريعة و
داروا بها في الجامع الا تها و غيره و
حصل بذلك فتنة عظيمة و ما خمدت
الفتنة حتى ارسلت لهم نسختي التي
عليها خطوط العلماء فمشى العلماء
فلم يجدوا فيها شيئاً مما يخالف ظاهر
الشريعة مما دسوا الاعداء فالثقة تعالى
يغفر لهم ويسامحهم ام -

میں خلاف شرع باتیں الحاق کر دیں اور اسے جامع آئینہ
وغیرہ میں نے پھر اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا
اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے ان کے پاس اپنا
نسخہ جس پر علماء کے دستخط تھے بھیج دیا اہل علم نے
تلاش کی تو اس میں وہ امور مخالف شریعت جو
و دشمنوں نے طے کر دیے تھے اصلانہ پاسے اللہ تعالیٰ
کی مغفرت کرے اور درگزر فرمائے۔

خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنف کا نام معتد و عالم متین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ
کلام کرے تو اثر حقیقی اس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بد مذہبی و ضلالت جس میں اصل تاویل و توجیہ کی
گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علماء تو علما عام اہل اسلام کی طرف سے تحقق تو اثر و ثبوت قطعی کسی کسیرہ کی نسبت
مقبول نہیں کیا نص علیہ الامام الاجل حجة الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی
فی الاحیاء (جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے "احیاء العلوم" میں اس کی تہیج کی ہے۔ ت) ذکر دیں گے اور
تحمیناً للنظر الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملے جہاں بات کا ایسا ضعیف و ردی ہو نا کہ کسی طرح عقل سلیم اس
اہم عقیم سے اس کا صدق منظور نہ کرے جیسے باب ذوی اور عام میں قبل فصل صنف اولیٰ سراج میں یہ عمل عبارت
لان عندی ہما کل واحد منہم اولیٰ من فرعی و غیرہ وان سئل اولیٰ من اصل (کیونکہ ان دونوں کے
تو ایک ان میں سے ہر ایک اپنی فرعی سے اولیٰ ہے اور اس کی فرعی اگرچہ نکل ہو اصل سے اول ہے۔ ت)
جس کے لئے اصل کوئی محصل نہیں و لہذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا

لعمریہ حصل منها معنی من ملاحقات
بعض لطلبة القاصدین الخ
اس کا کوئی معنی نہیں بنتا ہند یہ بعض ناراض طلبہ بارک
الحاق کردہ عبارت ہے الخ (ت)

اور اسی قبل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طاغوت زائفہ کے لئے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اس

سلف المیزان الکبریٰ مقدمة الكتاب مطبوعہ مصطفیٰ ابا بی مصر ۹/۱

سلف السراجی فی المیزان باب ذوی الامام ۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

سلف حاشیہ ضیاء السراج مع السراج بحر الشرح سید شریف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

سے بڑی اور جا بجا خود اُس کا کلام اُس فرض مردود کے خلاف پر شاہد جیسے بعض خدا تائیں رسول کا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف سے اذات مذمت امام احمد ماہک الازم کا شفت الغمہ سراج الائمہ سینہ نامہ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت کرنا حال نہ اُن کی کتب متواترہ احیاء و غیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں اور مثل نقاب روشن و بے نقاب کہ ما نحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں و الحمد للہ رب العالمین، اگر منکر بھجۃ الاسرار شریف کے نسخہ قدیر صحیح معتبرہ اس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقول اُس کے یقینی ضلالت و مخالفت عقیدہ اہل سنت ہونے پر قیام کر لیتا تو اُس وقت دعویٰ الحاقِ نسیب ویتا نہ کہ علی الرغم اُس کے ملا سے ما بعد طبقہ طبقہ اُس روایت کو نقل فرماتیں اور مقررہ و مسلم رکھتے آئیں اور بھجۃ کا ایک نسخہ معتبرہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہِ سینہ زوری الحاق کا ادعا کرے یا طبل کر دیا جائے فہی اصول میں جسے ادنیٰ مداخلت سبب اس پر کاشمیں و اطمینان کہ مجرد امکان منافی قطع و یقینین بالمعنی الاظم نہیں سبب تک احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو۔ تاہم نصوص قرآن و حدیث سے بات تو دھو بیٹھے، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شہداء قدس سرہما کی نظیر دینا کس درجہ لغو و بے محل تھا کہاں وہ روشن و قیح قطعی ثبوت کہاں یہ زبانی شہ سے جیلہ بہوت، کاش منکر نے جس کی تصانیف نہ کر وہ کا نام لیا تھا وہاں وہ شہ کی کے توں مسطورہ بھی تسل کرنا تا کہ دعویٰ مدلل و ادعا سے

عہ ما ینسب الی الامام الغزالی یسود	امام اعظم کے بارے میں جو امام غزالی کی طرف سے سب سے
ما ذکرہ فی احیائہ المتواتر عنہ حدیث	اس کا وہ خود امام غزالی کا ذکر کردہ وہ کلام ہے جو
ترجمہ الاشمۃ الاربعۃ وقال واما	انہوں نے تو اتر سے مروی احیاء العلوم میں نمبر
ابو حنیفۃ فقد کانت ایضا عابدا	اربعہ کے تراجم میں بیان کیا ہے اور انہوں نے وہاں
عن ہذا عارف باللہ عن نعناصف	فرمایا کہ بیشک امام ابو حنیفہ بھی عابد زاہد عارف تھا
مرید اوجہ اللہ تعالیٰ یعلمہ الخاء در مختار	اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، اپنے علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ
	کی رضا کے طالب تھے الخاء در مختار (ت)

یعنی امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابو حنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

بے دلیل کا فرق کھل جاتا واللہ العجۃ السامیۃ ۔

اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض ہتک و افترا، سرگرمی قرآن و حدیث میں کہیں اس کی مخالفت نہیں، نہ مخالفت کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہی بھالنت قبیحہ و سفاہتہ فقہیہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ و طائفہ حادثہ قدیم سے بدلتا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی مخالفت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو۔ اتنی ذی ہوشوں کے نزدیک ابروئی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سنیینا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المخلول ما احل الله في كتابه والمحصر ما
ما احرم الله في كتابه وما سكت فهو مما
عفا عنه
مخلول وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور
محصر وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور
جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے

یعنی اس میں کچھ مراخذہ نہیں، نور اس کی تصریح قرآن عظیم میں موجود ہے بل ذکر :
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتْلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ أَنْ تَبَدَّلَ
تَسْوِكُمْ وَأَنْ تَتْلُوا عَنْهَا حِينَ يَنْزِلُ
النَّعْرَانُ تَبَدَّلَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَحِيمٌ
اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پڑھو کہ تم پر کھول دی
جائیں کہ تمہیں بُرائی لگے اور اگر قرآن اترتے وقت
پڑھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائے گی اللہ نے اُن
سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا
مہربان ہے۔

ف : یہاں سے المنہجرت علیہ الرحمہ ایک فائدہ نفیسہ کا بیان شروع کر رہے ہیں جو چار احادیث اور ایک
آیت قرآنی پر مشتمل ہے جس سے بہت سی فروعات مثل عید میلاد النبی، گیارہویں شریف، نیجا، دسواں،
چہلم اور صلوة الاسرار وغیرہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

لے جامع الترمذی ابواب البیاس باب ما جاء فی بیس الغزاء مطبوعہ میں کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۰۶/۱
سنن ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۹/۲
لے القرآن ۱۰/۵

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کو منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑنا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مانک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت نہ ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلتے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، وار قطنی ابو نعیمہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

ان الله تعالى فرض فرائض فلا تضيعوها
وحرم حرما فلا تنهكوها، وحدودا
حدا فلا تعتدوها، وسكت عن اشياء
من غير نسيان فلا تبسوا عنها۔
بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں بائیں
نہ بنے دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑ
اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ
چیزوں سے بے فکر لے سکوت فرمایا اُن میں کاوش
نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ذروني ما تركتكم فانما هلك صفت كان
قبلكم بكثرۃ سؤل الهم واختلافهم
على انبياءهم فادانهم صفت شؤ
فاجتنبوه واذا امرتكم بما صرفا توامنه
ما استطعتم۔
یعنی جس بات میں میں نے تم پر تعلیق نہ کی اُس میں
مجھ سے تعلیق نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بلا سے ہلاک
ہوئیں گی جس بات کو منع کروں اس سے
بچو اور جس کا حکم دوں اس سے بقدر قدرت
بجلاؤ۔

احمد و بخاری و مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

سنن دار قطنی	باب الرضا	مطبوعہ نشر السنۃ ملتان	۱۸۳/۴
صحیح مسلم	باب فرض الحجۃ فی العمر حدیث ۴۱۲	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۴۲۲/۱
سنن ابن ماجہ	باب اتباع سنت رسول اللہ	مطبوعہ اربع ایم سعیدہ کینی کراچی	۲/۱
مسند احمد بن حنبل	از مسند ابو ہریرہ	دار الفکر بیروت	۲۴۶/۲

ثُمَّ اعْظُمُ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مِمَّنْ
سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَحْضُرْ عَلَى النَّاسِ فَحَسَرَهُ
مَنْ أَجَلَ مَسْأَلَتَهُ ۖ

بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہ ہے
وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس
کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باعلیٰ نہ انصاری کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ مخالفت وارد
اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے
کے کیا خطا اُس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالکل یہ قاعدہ نفیسہ بیحد یا دیکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے
جس چیز کی بھلائی یا ہارائی ثابت ہو وہ بھل یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و رُخِوا
اور اسی کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر اقتراف۔

قَالَ سُبْحَانَكَ وَقَدْ لِي لَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ
الْمُسْتَكْبَرُ الْكَذِبُ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَسْرًا
لَقَدْ رَوَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ ابْنُ الدِّينِ يَفْتَرُونَ
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ لَا يَفْضَحُونَ ۝

ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا اپنی زبانوں کا میں کفر نہ
جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اللہ تعالیٰ
پر جھوٹ افتراء کرتے ہو بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر
افتراء کریں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طائیفہ طحا نے رات میں وصارہ دامن کے خلاف کیا بھی اسی منافیہ است و غیر پر مبنی
کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو مگر اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و
آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری کو اسباب لدنیہ و منہج تکریم میں فرماتے ہیں،
الْفَعْلُ يَدُلُّ عَلَى الْجَوَازِ وَحَدَمُ الْفَعْلِ لَا يَدُلُّ
عَلَى الْمَنْعَةِ ۖ

کرنے کا جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل
نہیں۔

رافعیوں نے اس طائفہ ہمدیہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ حمید معزیز صاحب ہلوی
تخفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں،

مَنْ رَوَى عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ غَيْرِهِ فَهُوَ كَمَا رَوَى عَنْهُ
مَنْ رَوَى عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ غَيْرِهِ فَهُوَ كَمَا رَوَى عَنْهُ

نہ کرنا اور چھپنا ہے اور منع کرنا اور چھپنا
ہے مطلقاً (ت)

۱۰۸۲/۷ مطبوعہ جامع المطابع کراچی

باب مایکہ من کثرة السؤال

سُئِلَ الْقُرْآنُ ۱۹/۱۱۹

سُئِلَ مَوَاسِبُ الدُّنْيَا

باب دہم مفاہم البرکۃ فی الدنیا

سُئِلَ مَوَاسِبُ الدُّنْيَا

سُئِلَ مَوَاسِبُ الدُّنْيَا

۲۶۹

ہوتا ہے اور مصنف غلط سے منحرف نہ یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب باران میں توسل کرنا مروی و مشہور حصین حصین میں ہے۔

وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بایبیا نہ خیر منہ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے والہا لحین من عبادہ خیر۔

انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز و حاکم نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح و مشہور ہے جسے نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خریز نے عثمان بن عفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح آئندہ ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بر شرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبد العظیم منذری و غیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدسؐ و مجاہد بیکساں طرز و دو جہان افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیاتہ علیہ و علیٰ ذریاتہ نے تابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہجے:

اللهم انی استلک واتوجه الیک سبیل محمد
نبی الرحمة (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی
هذه لتقضى لی الدعاء فشفعه فیّ
انس میں تجربے، نکلتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں
بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ
مہربانی کے نبی میں یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے
سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ
میری حاجت رہا ابراہیم! ان کی شفاعت میرے حق میں
قبول فرما۔

اور ملخص یہ ہے کہ بعض روایات حصین حصین میں لتقضى لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کریں۔

مولانا قاضی علی قاری علیہ الرحمۃ ابھاری حرز عمین شرح حصین حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخة بصیغۃ فاعل ای لتقضى الحاجۃ اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت دوائی

ملہ حصین حصین	آداب دعا	افضل المطابع اندلیا	ص ۸
ملہ جامع الترمذی	ابواب الدعوات	ایسی کاپی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۱۹۴/۲

فی والمعنی تکون مبیال حصول حاجتی
ووصول مرادی فالاسناد مجازی ^{الہ}
اور یہ حدیث نفیس بیچ بذیل بطراز گرانہا سے تصحیح امام البراقسم سلیمین رحمہ اللہ طبرانی کے پاس یوں ہے
الہ سر جلاکان یتخلف الی عثمان بن عفان
مرضی، اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ،
فکان عثمان لا ینتفع الیہ ولا ینصرف
حاجتہ، فخلق عثمان بن حنیف مرضی اللہ
تعالیٰ عنہ فشکا ذلک الیہ، فقال لہ عثمان
بن حنیف، ائت المیضۃ فتوضأ ثم ائت
المسجد فحصل فیہ رکعتین ثم قل
اللہم الی اسألت واتوجه الیہ بنسب محمد

فرما اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روا کی کا سبب
بنیں۔ پس یہ اسناد مجازی ہے (د) (ت)

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا امیر المومنین
نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر
غور فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے اس امر کی شکایت کی انہوں نے فرمایا وضو
کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر ٹوں دعا مانگ،
الہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے
نبی سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے واسطے سے

علیہ السلام مندرجہ ترغیب میں فرماتے ہیں قال طبرانی بعد ذکر حدیث محمد بنہ صحیح طبرانی نے اس حدیث
کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے کہا حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (م)

علیہ السلام حکذا ہو ہما یثبت الصلوۃ فی نفس المؤمن
فی السنۃ الصحیحۃ للترغیب الی من اللہ
تعالیٰ بہ علی ہذا المحتاج ولعل عثمان بن
حنیف مرضی اللہ تعالیٰ عنہ اذ روی الحدیث
اقبدا کما ہو واذا علم الرجل انہ الصلوۃ
کما ہو المطلوب فی امثال المقام، واللہ
تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

ٹوں ہی دو یہاں نہ زکا ثبوت نفس حدیث میں ہے ترغیب
کے صحیح نسخہ میں ہے یہ نسخہ اللہ تعالیٰ نے اس محتاج کو
بطور احسان عطا فرمایا ہے ہو سکتا ہے کہ عثمان بن حنیف
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب روایت کیا تو انہوں نے حدیث
کو درست بیان فرمایا اور جب انہوں نے آدمی کو
ترغیب دی ہو تو نماز کا لفظ زائد کر دیا ہو جیسا کہ
ایسے مستام میں مطلوب ہوتا ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

سے ترمذی شرح حصین مع حصین
سے، ترغیب والترہیب فی الصلوۃ الحاجۃ ودعائها
افضل للطایب انڈیا ص ۱۲۵
مطبوعہ مطبعہ البانی مصر ۱/۲۷۹

عسى الله تعالى عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد
 ائني اتوجه بك الى ربى فتتقضى لي حاجتى
 وتذكر حاجتى وروح الى حق اروح معك .
 فانطق الرجل فصرخ ما قال له ، ثم
 ائني يا ب عشمى رضى الله تعالى عنه فجا
 البواب حتى اخذ لا بيدة فادخله على
 عشمى بن عفان رضى الله تعالى عنه
 فاجلسه معه على المنضدة ، فقال
 حاجتك ، فذكر حاجته فقضاه له . ثم
 قال ، ما ذكرت حاجتك حتى كانت
 هذه الساعة وقال ما كانت لك من
 حاجة فاذكرها ثم ان الرحمن خسر
 من عنده ففنى عشمى بن حنيف رضى الله تعالى
 عنه . فقال له حراك الله خيرا ما كان ينظر
 في حاجتى ولا يلتفت الى حق كلمته في ، فقال
 عشمى بن حنيف رضى الله تعالى عنه والله حب
 كلمته ، ولكن شهدت رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم وانا من اجل خبري فشكا
 ليه ذهاب بصري ، فقال له النبي صلى الله
 تعالى عليه وسلم ان اليبصاء متوضعا ثم
 صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات . فقال
 عشمى بن حنيف خوالله ما تقرن وطال بيني
 حق وحق عين الرجل كانه لو يكن به ضرر قط

تو کہرتا ہوں یا رسول اللہ ! میں حضور کے توسل سے
 اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت رہ
 فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا شام کو پھر میرے
 پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں ، حاجت مند نے
 یوں ہی کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا
 اور پاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا امیر المومنین
 سے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پر چھا عرض کیا
 خورندہ فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم
 نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں
 پیش آئی اگر سے ہمارے پاس پہنچے آیا کرو۔ یہ شخص
 وہاں سے کل کر عثمان بن حنیف رضى الله تعالى عنه سے
 ملا اور کہا اللہ تمہیں بلا اسے خبر دے امیر المومنین میری
 حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے
 یہاں تک کہ آپ نے ، ان سے میرے بارے میں عرض
 کی عثمان بن حنیف رضى الله تعالى عنه نے فرمایا خدا کی قسم
 میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی
 نہ کہا ، مگر بتوایا کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر
 ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوں ہی اسے
 ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دُعا
 کرے خدا کی قسم ہم آئیں گے بھی نہ پاسے تھے ہاتھ ہی
 کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گیا کہی اللہ دعا
 ہی نہ تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اِذَا فُتِنْتَ بِرَأْيَةِ أَحَدٍ كُفَّ بِأَمْرِهِ فَلَا تَقْلِبْهُ
يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا قُلُوبَكُمْ تَعَالَى عِبَادًا فِي
الْأَمْرِ مِنْ تَحِيصِهِ
جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چلا ہے
یوں نہ اکرے اسے خدا کے بندو ! روک لو کہ اللہ
تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک
لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یوں کہ : اَعِينُوا يَا عِبَادَ اللَّهِ بِدُكْرِ دَاوُدَ بْنِ كُزَيْبٍ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان نفلوں کے بعد میں حکم اللہ (اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) اور زیادہ فرماتے
رواۃ ابن شیبہ فی مصنفہ (اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ ت) امام نووی رحمۃ
تعالیٰ انکار میں فرماتے ہیں : ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا
اور فرماتے ہیں : ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا لوگ عاجز آ گئے ہاتھ نہ لگائیں نہ یہی کہہ کر فوراً رک گیا
جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القادری فی الحدیث الثمین (ملاحظہ فرمائیے)
اسے حزن ثمین میں نقل کیا۔ ت) امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور
سیدنا عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اِذَا خَسَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا وَارَادَ مَوْتًا وَهُوَ بِأَرْضٍ
لَيْسَ بِهَا أُنَيسٌ فَلْيَقْسُ يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِينُونِي
يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِينُونِي
فَإِنَّ اللَّهَ عِبَادَ الْاِيْرَاهِمُ
جب تم میں سے کوئی شخص سسناں جگہ میں بیٹے
جھوٹے یا کوئی چیز تم کو دے اور مردمانی چاہے
تو یوں کہے : اے اللہ کے بندو ! میری مدد کرو
اے اللہ کے بندو ! میری مدد کرو ! اے اللہ کے
بندو ! میری مدد کرو ، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

عہ جن کے سید و مولاد سند و ماوی حضور پر نور سیدنا عبد القادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(باقی پر صفحہ آئندہ)

سۃ المعجم الکبیر مردی از عبد القادر بن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/۲۶۷
الطاب العابد بزوائد المسانید الثمانیہ ۲/۲۳۹ - کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/۳۲
مجمیع الزوائد ۱۰/۱۳۲ الاذکار للنووی ص ۱۰۱

سۃ المصنف لابن ابی شیبہ مایعوبہ الرسل حدیث ۹۷۹۹ مطبوعہ دار القراءۃ القرآن کراچی ۱۰/۳۹۰
سۃ الاذکار للنووی باب مایقول اذا نصبت وابترہ - دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۰۱
سۃ المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزوہ حدیث ۲۹۰ - مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/۱۱۸ و ۱۱۷

عقبہ بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قد جرتب ذلک بالمتعین یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔
رواہ الطبرانی ایضاً (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ت) فاضل علی قاری علامہ میرگ سے وہ
بعض علمائے ثقات سے ناقل ہذا حدیث حسن یہ حدیث سن۔ ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو
اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کو ام قدست اسرار ہم سے مروی ہوا انہ مجرب قرون سے
النجاشی یہ مجرب ہے اور مراد مٹی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحوزۃ الثمین (اس کو حرز ثمین
میں ذکر کیا ہے۔ ت) ان احادیث میں جی بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے
کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم سے ادیا سے کرام سے قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم و افاضہ
علینا انوار ہم یہی قول انظر واشهر ہے کما نص علیہ فی الحوزۃ الوصیہ (جیسا کہ
حرز الوصیہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت) اور ممکن کہ ٹنگی یا مسلمان صابر جن افراد ہوں و کیفا کان
توسل و نہ اکوشرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرح مطہر کو اصلاح دینا ہے۔
تبیین یہاں تو حضرات منکرین کے انہیں مالم نے یہ خیال فرما کر کرم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں
ہے غوث و خط خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم و دیانت و جوش تقویٰ و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں: اس حدیث
کے راویوں میں سے عقبہ بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا ہے غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا ہے غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کتاب کا ہے اسرار ارجاع کی کتابوں سے۔

اقول عجز اللہ آپ کا تقویٰ و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عقبہ بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو قطعہ ثابث سے ہیں انہیں تقریب میں مجہول الحال اور میزای میں لا یعرف کہاں اس حدیث کے راوی عقبہ
بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مجاہد و مجاہد غزوہ بدر میں جی
کی جلالہ شان بدر سے روشن مہر سے انہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاء مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معروف کہ حرز ثمین

(بقیہ ما شیء صفحہ گزشتہ)

کما نص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ
والسلام ساواہ و نفعہ فی البہجۃ و
الزبدۃ و المتحفة و غیرہا ۱۲ منہ (م)
جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح
کی اور نہیۃ الاسرار، الزبدۃ اور المتحفة وغیرہ میں
اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

سید عالم البکیر، مسند عقبہ بن غزوہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حدیث ۲۹۰، مطبوعہ مکتبہ قیومیہ بیروت، ۱۱۸/۱
سید حرز ثمین تراشی حسن حصین، دہار، لکھنؤ، فی البحر، افضل المطابع انڈیا، ص ۲۶

اُن کے پیش نظر ہے، شاید اس حزم میں یہ عبارت تو نہ ہوگی،

روۃ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبۃ بن یزید
عن زید بن علی عن عتبۃ بن یزید
عن زید بن علی عن عتبۃ بن یزید
عن زید بن علی عن عتبۃ بن یزید

یا جس تقریب آپ نے عاقلہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی،
عتبۃ بن یزید عن جابر بن جابر عن الزئی عن جابر بن جابر
عن جابر بن جابر عن الزئی عن جابر بن جابر
عن جابر بن جابر عن الزئی عن جابر بن جابر

پھر کون سے ایمان کا مقتضی ہے کہ اپنے مذہب فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم الشان کو بزور
زبان و بزور جہاں درجہ صحابیت سے قطعاً نکالیں لاڈالیں اور جس عدالت و ہدایت کو معاذ اللہ مردود الراء
و معطوف جہالت بنانے کی پادراہ نکالیں

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا لولست اسی فاصنع ما شئت

مسلمان و یکس کہ حضرات مکرر اس کا حق و اصرار باطل میں کی کہ کر گزرے پھر دعائے حقانیت گویا تمیز کا
وضوئے حکم ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ یہ توضیحیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب
کی سُننے اپنے قصیدۃ الطیب النغم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ

و بدست از استمدادِ روح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم

اسی میں ہے،
بنظر فی آید مرا عرآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ

لے جو زمین شرح حصی مع حصی و عار از کرب فی البحر
افضل المطایح انڈیا

لے تقریب التہذیب ترجمہ ۴۴۴
دارالکتب الطلیہ بیروت ۱۴۵۲/۱

لے العجم بحیرہ مروی از ابو سعید حدیث ۶۵۸
مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۴۲۹/۱۶

لے شرح قصیدۃ الطیب النغم فصل اول و تشریب بزرگ
مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۴۲۹/۱۶

جہاں سے دست زدوں اندو گئیں مست و درہر شدہ سے
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستِ تصرف ہی نظر آتا ہے (ت)
 اسی میں ہے :

بہترین خلق خداست در خلعت و در شکل و نافع ترین ایشان
 مست مردمان را از و یک بجوم حوادث زمان ہے
 اسی میں ہے :

فصل یازدہم در ابتہال بکناب آن حضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستہ بر تو خدا سے تعالیٰ ہے بہترین
 کسیکہ امید داشتہ شود اسے بہترین عطا کنندہ ہے
 اسی میں ہے :

اسے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود برائے از اہل مصیبت ہے
 اسے بہترین امید گاہ مصیبتوں کے ازالہ کے لئے ہے (ت)
 اسی میں ہے :

تو پناہ دہندہ منی از بجوم کردن مصیبت و قتیکہ محنت
 و در دل بدترین چنگلا لہا رایت
 اور اپنے قصیدہ ہمزہ کی شریعت میں قیامت ہی توڑ گئے دیکھتے ہیں :

آخر مائی کہ ثابت است ماوراء آن حضرت را صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم و قتیکہ اساس کہ نارسائی خود را از
 حقیقت شناختن از با لفتح غواری و زاری و ابتہال
 و اخلاص و روحا آنست کہ نہ کند زار و غوار مشدہ
 بشکستل دل و اظہار ہے قدری خود با اخلاص و در مناجات
 و پناہ گرفتن بایں طریق اسے رسول خدا اسے بہترین
 مخلوقات عطا سے ترایم و بجوم روز فیصل کردن ہے
 یا ہر کسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں
 یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ
 زاری اور دل جمعی اور اظہار ہے قدری میں خلوص کے
 ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے یہ مناجات کرے اور
 کہے کہ اے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! اے
 اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ذات ! قیامت کے روز
 میں آپ کی عطا کا خواست گار ہوں۔ (ت)

۲ ص	مطبوعہ مطبعہ مجتہبی دہلی	فصل اول در تشبیب بزرگوار	۱۰
۶ ص	"	فصل چہارم	۱۱
۲۲ ص	"	فصل یازدہم	۱۲
۳۳ ص	"	فصل ششم	۱۳

اسی میں ہے :
 وقتیکہ فرد آید کار حکیم در غایت تاریکی پس توفی چہ
 جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں مچ جائے تو آپ ہی ہر
 جہ میں پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :
 بسوئے توست آوردن من ویر توست پناہ گرفتن من
 میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے
 دور توست امیدداشتن من کیجیے
 مرغ آب ہی ہیں۔ (ت)

بالجملہ بندگان خدا سے توکل کو اخلاص توکل کے خلاف نہ جانے کا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مسکا بر طوم
 رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام : اولاً جب اس کی ترغیب خود حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 ارشاد سے ثابت تو بدعی تسنی کو کیا کئی نشی انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دلی زبان کی
 شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع قرآن و حدیث و افتائے سنت منہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب مجذبات
 شنیعہ و التزام احکام شرعیہ پر استغناست کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اس ضابطہ و امداد
 الداعیہ بنعصاہ امین (اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کرے اور اپنی نعمتوں سے دونوں جہاں
 میں ہماری امداد فرمائے آمین۔ ت)

ثانیاً وہ علماء اولیاء جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر فقہ اللہ تعالیٰ لہم لے ذکر کئے جنہوں نے
 یہ نماز پسند کی اہانت دینی سنہ لی خود پر مٹی منکرین میں کون ای کے پاسے کا ہے؟ پھر ای کے کچے سے کیونکر مسلم ہو
 کہ حکم شرع پر یہی چلے اور وہ سب معاذ اللہ گناہگار، فاسق، بدعتی گزرے اور ای اکابر کو غیر برقوق کہہ کر اتسباع
 سواد اعظم کی طرف بگڑا وہی پُرانی قمیص ہے سواد اعظم کا خلاف جب ہو کہ جہور رائے دین، فقہاء محدثین، عرفائے
 محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس نماز سے مخالفت کرتے آئے ہوں جب منکرین وہ چار ائمہ معتہدین سے صحیح طور پر
 (جو دیکھ دو انستہ کذب و افتراء و ضلہ اسمائے کتب و علماء استناد بجا میل و اجزائے خاطر سے کہ داب قدیم
 اکابر منکرین ہے خالی ہو، اس نماز کریم کی مخالفت کا ثبوت نہ دے سکے نہ ابن شاعر اللہ تعالیٰ قیام قیامت
 دے سکے تو سواد اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے۔

ثالثاً ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اہانت اور منع و انکار کی قیامت و شاعت

پرنے طور سے (جسے معارضہ بالتقلب کہتے) سواد اعظم ائمہ و علماء و محدثین و فقہاء کا اجماع قطعی ثابت ہو گا، اپنے معلوم ہو چکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر و عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے اذعان سے سواد اعظم کا یہی جتنی کسنا لایا یعنی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اب ہم کہتے ہیں کلات ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں۔
 ومن ادعی قطعیہ البیان ولا یتطبیعہ حتی یرجع القاسم فان (جو دعویٰ کرے اسی پر بیان لازم ہے جبکہ یہ اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ ت) اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اُن سب ائمہ کے نزدیک اس نماز مبارک پر انکار رد و انہیں اور جس پر انکار ناجائز ہو گا وہ اقل درجہ مبارک ہو گا فثبت المقصود و بہت العنود و الحمد لله العلیٰ الخود و (مقصود ثابت ہوا، مخالفت بہت ہوا، الحمد لله العلیٰ الخود و۔ ت)

سابقہ ان حضرات کی عجیب عادت بنے ہوا ذکر عقائد و عقاید و دلیل نہیں بلے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدم جواز کے لئے ان کے زبانی دعوے کافی ہو جاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بعراق و روش با وسب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لئے اصل جواب وہی ہے جو مدعیان ہے ثبوت کے مقابل و آن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ھا تو ابوہانکم ان کنتھو صنادیقین (فرمادیکھے اگر آپ بروتہ دلیل پیش کرو۔ ت) اور سلسلے اتنا سنے تقریر میں جو اپنے سنے بات آسان کرنے کو ہیئت نماز و تذلل تام و انتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھائیں وہ خود اسی پر مردود کہ ہرگز ترکیب صلوٰۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں، ہاں محبوبان خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم و واجب است و اعظم قربات سے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم حرمت اللہ فهو خیر لہ عند ربہ۔ وقال تعالیٰ من یعظم شعائر اللہ فانہامن تقویٰ العلوٰۃ وقال تعالیٰ انا ارسلک شہدا و مبشرا و نذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قوی تقویٰ ہو گا۔ اور نیز فرمایا ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے

سۃ القرآن ۱۱/۲

سۃ القرآن ۲۲/۲۲

سۃ القرآن ۲۲/۲۲

وتعزوه وتوقوه ۛ

والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجی سے تاکہ اسے ہمنوا

تم دائہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر بکاؤ (ت)

خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید عالم علیہ السلام میں بہت سے زیادہ تھے بلکہ شاید اسی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دیں نے روضہ منورہ کے حضور خاص ہیأت نماز قائم کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا۔ لباب و شرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شروع مختار و مفوی علیگیر کی تصریح لیجئے فرماتے ہیں،

یتوجه الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وینقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ
انکریۃ البھیۃ اھ ملقطا۔
یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
طرف توجہ کرے اور ٹیوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا
ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

اھ ملقطا۔

اسے عزیز! اصل کاریہ ہے کہ مہربان خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے ولہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علما و عام مسلمان کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنہیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبرانی معجم اوسط اور ابن ہدی کامل میں ابزبرید رمی شد تھماں عید سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

تعلموا العلم و تعلموا العلم السکینۃ والوقار
وتواضعوا لمن تعلمون منہ۔
علم سیکھو اور علم کے لئے سکون و مہابت (وقار)
سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس سے علم کے لئے
تواضع کرو۔

سلف القرآن ۹۰۸/۴۸

سلف فتاویٰ ہندیہ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ نوری کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵
سلف الکامل فی ضعفاء الرجال ص ۱۵۵ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۱۶۴۲

فت : مہربان خدا (مثلاً انبیاء، اولیاء، علماء، استاد اور شاگرد کہ وہ اللہ کے نبی، یہ اللہ کے ولی۔ وہ دین الہی کے قیم ہیں اور ملت الہیہ پر قائم) کی تواضع اور تعظیم کرنا درحقیقت خدا ہی کی تواضع اور تعظیم کرنا ہے ورنہ محض کسی دنیا دار یا کافر کی تعظیم جائز نہیں۔ نیز راجح

اور خطیب نے کتاب الجامع لاخوانی راوی والسامع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تكونوا جبابرة العلماء فيغلب جهلكم علمكم
جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور جیسے علم سکھاتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور حکمران نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

بانیہمد ملانے تھریک فرمائی کہ غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے، التواضع لغير الله حرام كذا في المطلة (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ قطعاً میں ہے۔ ت) قرأت دہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الہی کے قیم ہیں برکت الہیہ پر قائم ہیں عزت تواضع بسبب و نسبت ہے جو انھیں بارگاہ الہی میں حاصل تویہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لئے ہوتی جیسے

یرفاعة ضرر علامه برعہ عجیب (نہایت عجیب بات سن۔ س)۔ (ماظهر جہاننا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں)

ایشان بجناب پیر خردوشستنہ کہ محبت شہاد محبت نہاد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب ست موجب الفضال میشود در جواب برنگاشتہ کہ محبت پیر ہمیں محبت خدا اور رسول ست و موجب جذب کمالات الہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود

چوں دیدہ عقل آمد احوال معبود تو عمری صبت اولی

انتہی بلطفہ (۱۲۷۷)

الجامع لاخوانی راوی باب ذکر ما یجسی راوی والسامع دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱
الکامل فی ضعاف الرجال من احمد بن حنبل جلد ۱۱ کثیر ثقی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۶۲۳/۴
فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک و درانی کتب خانہ پشاور ۳۶۸/۵
ملفوظات مرزا مظہر جانان مجتہبائی دہلی ص ۱۸۲

صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کما نص علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس پر تصریح
فی غیر ما حدیث و نحن فی غنی عن سردھا ہہنا ایسی بہت سی احادیث ہیں جن میں ان کو
فضائل شوارہ بل معلومۃ الموارد ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ احادیث اجنبی نہیں

ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے۔ (ت)

تواضع بغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ میرا ذاتاً اللہ کسی کا فریا و نیا دار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو کر یہاں وہ نسبت بوجہ
ہی نہیں یا مہر و سہ تو طرہ نہیں، اسے طریح کیا وہ احادیث کثیرہ و غیرہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خشوع و خضوع بجا لانا مذکور اس درجہ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو ان کے
جمیع دستیاب سے خفا ہو، ابو داؤد و نسائی ترمذی ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

قال ائیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابہ حولہ کانت علی رؤسہم الطیث
فرمایا میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہونے والے، حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے
گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں یعنی سر پہ کاسے گردنیں خم کئے بے حس و حرکت کہ پرندے تلکری یا پتھر جان کر
سروں پر آ بیٹھیں اس سے بڑھ کر کھٹکھٹا کیا ہو گا!

ہند بن ابی ہارہ و صاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی عنہ کی حدیث علیہ اقدس میں ہے،

اذا تکلم الطریق جلسا و لا کان علی رؤسہم
جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے
تھے ماضراتی مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیے گویا ان

کے سروں پر پرندے بیٹھے

جب ست باوجودت کہ جو دہی ماند تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

(تعب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود ہاتھ سے تیری گفتگو نافذ ہے تیرا میری بات بات ہے،

مولانا جامی قدس سرہ السامی نعمت اللہ شریف میں لکھتے ہیں،

یکے از مشایخ گوید کہ میں و شیخ علی بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ یکے از اکابر بعثت و پیش آمد و

سے سنن ابو داؤد کتاب الطب باب الربل یتراوہ
مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۸۳/۲

منذ احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن شریک
دار الفکر بیروت ۲۵۸/۲

سے المعجم الکبیر حدیث ہند بن ابی ہارہ
مکتبہ قیصر بیروت ۱۵۸/۲۲

گفت یا سیدی قال جدك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من دعى فليجب وهاانا دعوك الى منزلي گفت اگر مرا اذان کنند پیام زماںے سرور پیش از اختہ پس گفت سے ایم و باستر سوار شد شیخ علی بیٹی رکاب راست ہی گرفت و من رکاب چپ تا بسرا سے آن شخص رسیدیم ہمہ شیخ بطراد و علماء اعیان آنجا بودند سلسلے پر کشیدند بروی الارواح نعمتھا و مسئلہ بزرگ سرور کشیدہ و کس برداشتہ پیش آوردند دور آخر ساطعہ اند بعد ازاں آن شخص کہ صاحب دعوت بود گفت القبلہ و شیخ رضی اللہ تعالی عنہ سرور پیش افکندہ بود شیخ خورد و اذان نیز نداد، یکس ہم خورد و اهل المجلس کان علی رؤسہم الطیر ہیبتہ

ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے عرض کی اسے آقا (خوش انظم) آپ کے جدا بچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کی جائے، لو میں آپ کو اپنے گھر کے لئے دعوت دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے اجازت ملے تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سربارک کو کھجک یا پھر فرمایا میں آ رہا ہوں آپ گھوڑے پر سوار ہو سنے شیخ علی بیٹی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب پکڑا، حتی کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے تو وہاں پر ہندو کے مشائخ اور علماء اور خاص رگ موجود تھے دسترخوار بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک بھاری دھول تابت کر، اس آدمی اٹھا سنے ہوئے لائے جو اوپر سے اٹھا ہوا تھا وہ دسترخوان کے قریب ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحب خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا تو حضرت خوش انظم نے سربارک بھجایا نہ خود کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی میں کھانے کی اجازت دی، اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہل مجلس ایسے خاموش سر جھکائے ہوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (ت)

یعنی اہل مجلس کہ تمام ادیب اور علماء و علماء ہندو تھے ہیبت سرکارِ قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا اللہ کے سروں پر پرندے ہیں۔ مقصود اسی قدر تھی مگر ایسی جانفزاہات کا ناقام رہنا دل کو نہیں بھاتا لہذا تفریحِ قلوب سنت و فیضِ صدور بدعت کے لئے تمدنِ ایت فعل کروں، فرماتے ہیں

حضرت نے مجھے اور شیخ علی بیٹی کو اشارہ فرمایا کہ اس تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا اس پر سے کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا

شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ علی بیٹی اشارتی کر دے اُن سلسلہ را پیش آریہ برنا ستیم و اُن را پیش بردا ستیم و بس گراں بود در پیش شیخ شاید فرمود تا سر آزا بکشایم دیدیم کہ فرزند اُن شخصے بود نابینا سے مادر زاد

پر جاسے بازو و مجزوم و مغلوب گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وی را گفت قم باذن اللہ معافی آن کو دک پرخواست و وال و بنا و براں پیچ آفتے نے فسر یاد از حاضران پرخواست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ در انہوہ مردم بیرون آمد و بیچ خورد پیش شیخ ابو سعید قیلوی رقم و آن قصہ باو سے گفت شیخ عبد القادر ربیعی اذ کلمہ والابریص و یحیی الصوفی باذن اللہ عز و جیل ست انتہی ۔

تو انہوں نے فرمایا کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادر زادانہ سے اور کوڑھی کو تندرست اور فرد سے کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں ۔ (ت)

تو ارقدرت تو داری ہرچہ خواہی کنی
مردہ را جانے دہی و در و در ماں کنی

(اسے قدرت واسے بنے قدرت سپہر پاسہ تو کرے ، نرود کو ہاں دیتا ہے اور در کو آرام دیتا ہے)

امام ابو ابراہیم عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے ،

و جب علی کل مومن متقی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع و ینحس و یشوق و یسکن من حرکتہ و یاخذ فی ہیبتہ و اجزلہ بماکان یاخذ بہ نفسہ لوکان بین ید یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یتادب بماادب اللہ تعالیٰ بہ لک

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے حضور و غشوع بجالا ستہ اور با وقت ہر جائے اور احضار کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لئے اُس ہیبت و تعظیم کی حالت پر ہو جاسے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبوہ اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طسرح خدا تعالیٰ نے ہیں ان کا ادب سکھا یا ہے ۔

ملہ نغمت اونس حالات ابو عمر و لقیانی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰
ملہ کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعہ شریکۃ صحافیۃ ترکی ۳۲/۲

میں یہاں منسک متوسط اور اُس کی شرح مسلک متوسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فائدہ علیلہ پر مشتمل تلخیصاً اور ذکر کرتا ہوں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سندھی تہی اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں،

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر نور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کر کے اور مرتب اس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو یا اینہم جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت و مہربانی و رافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ سوا جہر شریف میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف و تار و جہیت و امتیاع کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا کو حرکت سے روکے دل اس مقصد مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے جو سہ ادب و تعظیم حضور کے لئے دہنا ہمتہ باتیں پر رکھے حضور کی طرف منہ اور قبیلہ کو پیش کرے نگاہ زمین پر جائے و سہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت گریہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل و منزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت و جلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بند ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آد نکاحم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سُنانے کی شست فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب شرم و حیا

فاد افرغ من ذلك عهد التوجه الى القبر المقدس و فرغ القلب من كل شئ من امور الدنيا، و اقبل بقلبه لما هو بعدده ليصله قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالى عليه وسلم، وليلاحظ مع ذلك الاستمداد من سعة عهده صلى الله تعالى عليه وسلم و عطفه و رافته (ای شدت رحمتہ علی سائر العباد) انی یسألی فیما تجز عن امر الله من قلبه، ثم توجه اى بالقلب (والقلب) هم مراعاة غاية الاداب و قدم تجاه الوجه المشرقی متواضعا خاضعا حاشا مع الذل و لا نکسار و الخشية و الوقار و الهيبة و الافتقار غاص الطير مكفوف الجوارح (من الحركات) فانح القلب (عن سوى مقصوده و مراعاة) و اخبرنا بينه عن شانه (تأدب فی حال اجلاله) مستقبل للوجه اکرم مستند بر القبة ناظر الى الاسفل متمشلا بصوته الکریم فی تخيالک مستشعر بانته صلى الله تعالى عليه وسلم عالم به حضورک و قیامک و سلامک و بل یجمع افعالک و احوالک و ارتحالک و مقامک، مستحضرا عظمتہ و جلالہ و شرفہ و قدرہ صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قال من غیر رفع صوت (لقلوبه تعالى) ان الذين يفضون اصواتهم عند رسول الله (الاية)

نبویؐ متحلی با انواع فضائل و فاضل لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول،

ان کی جو قدر ہم جانتے ہیں تم کی جانو، ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہم سے مخفی نہیں کیونکہ ہندوستان فقیر کا جاسے پیدائش و پرورش سہہ اور عرب بھی میں نے دیکھا ہے اور اس کی سیر کی ہے اور ولایت کے لوگوں کے احوال بھی سنے ہیں تحقیق کی ہے کہ ان صاحب عروت، جو کہ شریعت و طریقت کے مرتبہ پر فائز ہیں اور کتابہ سنت پر عمل پیرا ہیں اور طاب صبر کی رہنمائی میں مملکت اور مضبوطی رکھتے ہیں، جیسے بلاد مذکورہ میں فی زمانہ کوئی نہیں ہے غرضتہ لوگوں (اسلاف) میں ہو سکتا ہے۔ مگر دور میں ان جیسے برگ بہت کم ہوئے ہیں اس پر فتنہ رمانہ کی بات ہی کیا ہے (امت)

یہی صاحب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا، تھے پاک و در خاک آن عیضہ کا شستہ ایم بروقت تقدیر سرسبز خواہ شد) ہم نے اس پاکیزہ کی مٹی میں ایک پاک بچہ کا شستہ کیا ہے جو مقررہ وقت پر سرسبز ہوگا۔ ت) تحریر فرماتے ہیں،

میں نے اور گھر والوں نے شاہجہان آباد کی طرف جو خط لکھا ہے وہ بشرط امن مبارک ہے اور تمہارے پہنچے تک ان شاء فقیر روزانہ ایک گھڑی حلقہ ذکر سے قبل یا بعد باہر آکر آپ کی مستورہ بیوی کی طرف توجہ کرتا رہے ہو سکتا ہے تو روزانہ فیض کا متوقع ہو کر اس طرف منہ کر کے صبح کی نماز کے بعد میٹھا کرے تاکہ اس پاکیزہ کی جو میری میٹھی ہے کہ محبت کی تاثیر اس فقیر کے دل پر ہو۔ (امت)

انچہ قدر ایشان مامروم میدانیم شما چه دانید احوال مردم ہند برا مخفی نیست کہ خود مولد و مشاء فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نموده و احوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیز سے کہ بر جادہ شریعت و طریقت و اتباع کتابہ سنت ہمچنین استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شای عظیم و نفسہ قوی دارد و در بی حسد و زمان شل ایشان در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان و جود این چنین عزیزان کمتر بودہ است چه جاسے این زمان کہ پر فتنہ و فساد ست انتہی ہے

انچہ از قصد خود مردم خانہ بجانہ شاہجہان آباد نوشتہ اند بشرط امن مبارک ست و تا رسیدن شما نصیب ای شاہ اللہ تعالیٰ بعد نماز یک دو گھڑی روز بروز برآمد پیش از صلاۃ یا بعد آن بجانہ آن مستورہ شما متوجہ خواہ شد باید کہ ہر روز غنظہ و متوقع فیض رو بای طرف کردہ بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت این عیضہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است (امت)

سے حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی از مجموعہ کلمات طلیات فصل چہارم مکتبہ شاہ ولی اللہ مطبوعہ مقبلی دہلی ۱۲۵۵
سے مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طلیات مکتوبہ سی و ہفتم مطبوعہ مقبلی دہلی ۱۲۵۵

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :

میری جان ! سلامت رہو۔ اس جدائی کی مدت میں
تمہارے دور قحطے ملے ہیں جو عزیز جان ہیں، غور کرو
کہ ہمارا انتظار کیا اثر کرتا ہے روزانہ صبح کی نماز کے
بعد مجھ فقیر کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرو اور نادمہ نہ کرو۔
میں خود توجہ کیا کروں گا کسی دوسرے کی توجہ کی ضرورت
نہیں ان شاء اللہ عمر زیادہ اور عمر کا مزہ بھی پاؤ گے اے طفلؑ

جہاں میں سلامت باقی دریں مدت مفارقت دور قحطہ
شمار سید و حمید رہاں گردید باید دید کہ انتظار یا ماحیرہ
میکند بہر صبح بعد نماز توجہ فقیر فشینید بے نادمہ توجہ
می دہم از کسی توجہ نگیرید زیادہ عمر و مزہ عمر یاد آتی لخصاً

انھیں مرا صاحب کے مغلظات میں ہے :

میرا خاص تعلق حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ
عہدہ اکرم سے قائم ہے اور فقیر کو آپ سے خاص
نیاز حاصل ہے، فقیر جہاں عارضہ کے وقت آپ کی
طرف توجہ کرتا او شفا پاتا ہے ان ذات،

نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
وہجہ سے رسد و فقیر انیاز سے خاص با بجناب ثابت
ست و در وقت عارضہ جہاں توجہ با آنحضرت
واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد

شاہ ولی اللہ صاحب نے خوب شرح رہا حیات میں اپنی یربائی بھی، سے

آنا کہ زانو ناسس بھی بستند
فیض قدس از بہت ایشان میجو
بالجستہ انوار قدم پر بستند
در وازہ فیض قدس ایشان بستند

وہ ذات جس سے لوگ بھلائی چاہتے ہیں اور ان کے قدم کے انوار لباس بناتے ہیں ان کی
توجہ سے مقدس فیض کی غرامش کر کیونکہ وہ فیض قدس کا دروازہ ہیں)

پھر اس کی شرح میں لکھا :

یعنی مشائخ کی ارواح طیبہ روح اور سر کی
صفائی میں انتہائی مفید ہیں (ت)

یعنی توجہ بار و ارج طیبہ مشائخ و رہنمائی روح
و سر نفع یلین و اردیک

۴۹	ص	سکے مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات	مکتوب چل و دوں	مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی
۵۸	ص	سکے مغلظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مغلظات	"	"
۱۹۴	ص	سکے مکتوبات شاہ ولی اللہ از مجموعہ کلمات طیبات	مکتوب بست دوم در شرح رہا حیات	"
"	"	سکے شرح رہا حیات شاہ ولی اللہ	"	"

انہیں شاہ صاحب نے بہتات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا،

بارود اح طیبہ مشائخ متوجہ شد، و برائے ایشان خاکہ
خزانہ یا زیارت قبر ایشان رو و از انجا انجذاب
در لوزہ کند ^۱
اور وہاں سے فیض حاصل کرو۔ (ت)

تفسیر: امام غلام ربیع شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام
الاظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں،

يعزى العلاء وذو الحاجات يزود من
قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ويتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم و
يروون نفع ذلک منهم الامام الشافعی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانه جاء عنده انه
قال انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجتی الی قبره
فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین
وجئت الی قبره و سألت اللہ تسأل
عنده فتقضى سررتک۔
یعنی ہمیشہ سے علماء اہل حاجت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہ النبی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاستے ہیں اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہیں میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبرک کرتا ہوں اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اُن کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں ملتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے نظر اللہ تعالیٰ یہاں نکات غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلق نہیں ہوتے مگر توفیق والے، جب معلوم ہو گیا کہ حق جل و علا عز مجید کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محرم و مقصود و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ اور ہنگام توسل اُن کی جانب توجہ درکار یہاں تک کہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: دعائیں قبلہ کی طرف منہ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا،

و لم تصرف وجهک عنہ و هو وسیلتک کیوں اپنا منہ اُن سے پھیرنا ہے وہ قیامت کو تیر

زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ مجبوراً ہی خدا کی طرف
جانا اور بعد وصال اُن کی قبر کی طرف چلنا دونوں یکساں ہیں۔ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابوحنیفہ
کے مزار افضل القوار کے ساتھ کیا کرتے، آپ یہ کہہ گئے کہ اسے سرکار قادریہ اُس آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے
گو بعد نماز حزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے
والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم۔ الخرجہ الطبرانی
جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ اُنھیں سے ہے
فی لا وسط عن حدیفة مرضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد
اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ
حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن جبر
تعالیٰ عنہ سے کی ہے یہ سند جید ہے اگرچہ ابو داود
مرضی اللہ تعالیٰ عنہا یس بذللک۔
کے طریق پر ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قوی
نہیں ہے۔ (ت)

ثانیاً توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قلب غالب حالت قلب پر شہ
ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استقامت میں قلب رواذاً کہ قلب باطن قلب احوال و کشف باطن
کے خبر دے، شاہ ولی اللہ نے قرب کیل میں تمنا سے ثابت کی ہے کہ مومن کی نیکیوں کی ترکیب غنی جس کے آخر میں ہے
کہ پھر گڑی آثار کے آستین گلے میں ڈالنے کی پیش بار دعا کے ضرور مستجاب ہوتا۔ اس پر اُن کے صاحبزادہ شاہ
عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں بعض نادانوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈال کر نکر یا نکر ہو گا،
حالانکہ اخیرہ آثار میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب روا یعنی پاد رکا اُلٹ پلٹنا نماز استسقاء میں رسول
علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل چلنے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے
یعنی تضرع کے واسطے حصول شمار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہو گا۔ اتنی مترجمہ ترجمہ
المعولوی خرم علی البلیہوری فی شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل۔ میں کہتا ہوں جب آستین
گلے میں باندھنا یا اُنکے طرق آثار میں وارد نہیں اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے اگرچہ نفس

سے مستراح بن چل مروی از عبد اللہ ابن عمر
مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۰/۲ ۹۲

مجمع الزوائد بحوالہ المعجم اوسط کتاب الزجر
دار الکتاب العربیہ بیروت ۲۰۱/۱

سے القول الجمیل مترجم اردو
پانچویں فصل صلوٰۃ کن فیکون۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

سے شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل
ص ۴۳

کتاب مذکور میں ہے :

امرفع الیدین ومسح الوجه بهما فتصویر
للرغبة ومظاهرة بين الهيئة النفسانية
وما يناسبها من الهيئة البدنية وتنبیه
للنفس على تلك الحالة

اور ہاتھ اٹھانا اور دھوا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر
ٹھایا اپنی دُعا میں رغبت کا اظہار ہے اور حیثیت
نفسانی کی تصویر اور حیثیت بدنہ کی مناسبت ہے اور
نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ ہے۔ (ت)

بعینہ ہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بناتا اور قلب کو الجذابِ تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا
کہ اس عمل شریف کے بحالانے والوں پر روشنی، گوئی، محروم بنیر یا شش و
ذوق ایسے نہ شناسی بخدا تا پختی
داسی شراب کا مزہ تو اسے چکے بغیر نہ پاسکے گلی۔

والعالم متب نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تصویر واقع ہو عمل صالح و پاک
ہو کر کرے اسی لئے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرم رضی اللہ
تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھل رہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس بگڑے شیطان
ساحر نے جو اتھا اپنے مرکبوں کو روک رہی ہے چلے آؤ پھر وہاں سے تیار فرما کر نماز قضا کی مسلمہ فی صحیحہ عن
ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عرضنا مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما نستقیظ
حق طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیأخذ کل رجل منکم من راحلته فان
هذا منزل حضورنا فیہ الشیطان قلل فقلل ثم دعا بالماء فتوضأوا للحديث (حدیث کا ترجمہ
تقریباً حدیث سے پیٹے موجود ہے) یہاں بھی جب یہ محتاجِ ذکر کثرت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توکل
کی طرف منہ کرے کہ اللہ جل جلالہ سے دُعا چاہتا ہے نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے
اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الہی میں تعمیر کرا دی ناچار ہٹتا ہے اور
پتہ ظاہر کہ جہت تو جہاں اس کے لئے اولیٰ و ایسریمینا و شمالا انصراف میں ترکِ توجہ اور رجعتِ لغوی بُدھ کی صورت
اور اقبالِ نشن اقبالِ فکان هو المختار۔

خاصاً خادمِ شرع جانتا ہے کہ صاحبِ شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بابِ دعا میں تغافل

سلسلہ حضرت ابوالفتح الاذکار و دعا متعلق بہا مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۷/۵۵
سلسلہ صحیح مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الغائتہ نور محمد اصح الطالبع کراچی ۱/۲۵۸

پر بہت نظر ہے اسی نے استسقاء میں قلب پر دافرایا کہ تبدل حال کی قال ہو

الد رقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن
اکامہ ابن الاکام ابن الامام جعفر بن
محمد بن علی بن عیسیٰ بن ابیہ
انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی و حول
مرادہ لیت حول القحط

ہمارے اصول کے مطابق دارقطنی نے صحیح سند کے
ساتھ امام ابن امام ابن امام جعفر بن محمد بن علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ اپنے والد سے راوی ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارش
کے لئے دعا میں چادر مبارک الٹی تاکہ ٹھٹھ ختم
ہو جائے۔ (ت)

امام نووی شریع صحیح مسلم میں فرماتے ہیں
قالوا والتحويل شرع تفاق لا بتغيير الحال
من القحط الى نزول الغيث والمخضب و
من ضيق الحال الى سعة

انہ کرام نے فرمایا کہ چادر الٹنا اس لئے مشروع ہے
کہ قحط سے بارش کی طرف اور تنگی سے عیش و شادی کی
طرف حالت کو تبدیل کرنے کے لئے نیک نال بن سکے۔

اسی لئے بخیرانی کے بعد جو اس کے دفع شرک کی دعا تعلیم فرمائی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کر دے بدلے
تاکہ اُس حال کے بدل جانے پر نہ کسی

مسلم ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب
دیکھے تو تین مرتبہ بائیں جانب شوقے اور اٹھ بار اللہ
میں الشیطان اربعہ مرتبہ پڑھے اور اپنی کوٹ
دوسری جانب بدلے۔ (ت)

مسلم و ابو داؤد والنسائی وابن ماجه عن
جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهم
مرفوعا انه رأى احدا من الرؤيا يكرهها
فليبتئ عن يساره ثلاثا وليستعذ بآية الله
من الشيطان ثلاثا وليتحول من جنبه
الذى كان عليه

علامہ مناوی تفسیر میں لکھتے ہیں، تفاق لا بتحول تلك الحال (تاکہ اس سے نجات کیلئے

سنن الدارقطنی کتاب الاستسقاء حدیث ۲ مطبوعہ نشر السنۃ طان ۶۶/۲
سنن شریع مسلم للنووی کتاب صلوۃ الاستسقاء نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۹۲/۱
سنن صحیح مسلم کتاب الرؤیا " " " " ۲۴۱/۲
سنن ابو داؤد باب فی الرؤیا " " " " ۶۸۵/۲
سنن التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ابو داؤد ہی اصول کے تحت مکتبہ امام عثمانی الریاض ۹۴/۱

نیک فال بن سکے۔ (ت) اسی لئے ہنگام استسقاء پشت دست جانبہ آسمان رکھئے کہ ابر چھانے اور بار نہ آنے کی فال ہو۔

مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان السبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی فاشار
بظہر کفینہ الی السماء
مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بارش کے لئے
دعا فرماتے تو ہتھیلی مبارک کی پشت سے آسمان
کی طرف اشارہ فرماتے (ت)

اشعة النعمات شرح مشکوٰۃ میں ہے،
طبری گفتہ میں نیز برائے نفاذ دست بقلب تبدیل
حال مثل صلیح و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل
ردا اشارت مست مطلوب کہ بطن سائب بجانب زمین
گرو و بریزد انچہ در دست از امطار و اللہ تعالیٰ
اعلم بلیہ

اسی لئے علما نے مستحب رکنا جب دفع بلا کے لئے دُعا ہو پشت دست ٹھوسے سا ہو گو ہاتھوں سے
آتش فتنہ کو بجھانا اور پوشش بلا کو دینا ہے۔ اشعہ میں ہے،

گفتہ اند چون دعا جائے طلب و سوائی چیزے از لہا بود
مستحب است کہ گردانیہ شود بطری کتب بجانب
آسمان و ہر گاہ کہ بآئے دفع و منع فتنہ و بلا باشد
پشت بآئے دست بجانب آسمان کند از برائے
اطفائے ناز، فتنہ و بلا و پشت کردن قوت حادثہ
و غلبہ آن علیہ
علما نے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کوئی
دعا کی جائے تو مستحب یہ ہے کہ دعائیں ہاتھوں
کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کیا جائے اور اگر کسی
دفع شر کے لئے دعا کی جائے تو پھر ہاتھوں کی پشت
کو آسمان کی طرف کیا جائے تاکہ فتنہ اور مصیبت کی
شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت و غلبہ پست
ہو جائے۔ (ت)

صحیح مسلم	کتاب صلوٰۃ الاستسقاء	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۶۹۳/۱
اشعة النعمات	” ” ”	” ” ”	۶۹۳/۱
” ” ”	” ” ”	” ” ”	”

ولا تشلوا بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا
بها وجوهكم۔

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے باطن میں
سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت میں سوال نہ کرو اور
جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو چہرے
پر پھیر دو (ت)

کے تحت میں لکھا،

تعاذلا باصابة المطلوب وتبركا بايمصاله
الى وجهه الذي هو اشرف الاعضاء و
منه يسرى الى بقية البدن

تاکہ نیک فال ہو سکے کہ مطلوب پایا اور اس کو
برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا جو کہ اعضا میں
افضل ہے اور اس سے تمام بدن میں سرایت
کرسے۔ (ت)

فاضل علی قاری نے حرمین میں فرمایا،

لعل وجهه انه ايساء الى قبول الدعاء و
تفاؤل بدفع البلاء وحصول العطاء
فان الله سبحانه يستجيب ان يرد يد عبده
صفرائي حاليا من الخير في الخلاء والملا

ہو سکتا ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ دعا
قبول ہو چکی ہے اور دفع بل اور حصول عطا کے لئے
نیک فال بنیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے
ہاتھوں کو خلاء اور حلا میں خیر سے خالی ٹھانے پر
میا فرماتا ہے۔ (ت)

اسی طرح صاحب شریع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شریعہ پر
محاذ فرما کر خاص اُن کے موافق یہ چلن مقرر فرمایا کہ لغی احواض و عطاء سے قربت و حصول اغراض و اقبالی اجابت
کے لئے فال حسن ہو و اللہ تعالیٰ الموفق۔

سادسا مع مسلم شریف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت کہ سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خلد میں تاقی قریب حاضر کی گئی
کر دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اسی کے خوشہ ہائے انور دست اقدس کے قابو میں تھے

فہذا آئندہ سطور میں بلالین لکھ اندر اختلاف کی اپنی جگہ ہے اور بلالین سے باہر حدیث کی عبارت ہے۔ تذکرہ احمد
شرح التیسیر شرح ابی مع الصفیہ حدیث سلو اللہ کے تحت مکتبہ امام الشافعی الرافضی ۶/۶
سے حرمین حواشی حسن حسن حسن آداب اللہ مار افضل للطایح انڈیا ۱۱

اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔

وذلك قوله (بعد ما وصفت صلوٰۃ النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم في الكسوف) ثم تأخر (يعني
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم) وتأخرت
الصغوف خلفه حتى انتهينا (قال مسلم
وقال ابو بكر يعنى ابن ابى شيبة شيخه
حتى انتهين) الى النساء ثم تقدم وتقدم
الناس معه حتى قام في مقامه فانصرف
حين انصرف وقد اضت الشمس فقال
(وقص الحديث حتى قال) ما من شئ توعدونه
الا قدس آيته في صلوٰۃ هذه لقد بحث
بناؤه لكم حين آيتمون تأخرت وسيق
الخبر الى ان قال) ثم جى بالجملة وذكر
حين آيتمون تقدمت حتى قمت في
مقامي ولقد مددت يدي وانا اريد ان
اتناول من ثمرها (الحديث مختصر)

ان کا قول یہ کہ سورج گرہن کی نماز کو بیان کرتے ہوئے
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں بیٹھے ہٹ گئے
اور آپ کے پیچھے صفیں بھی ہٹ گئیں حتیٰ کہ ہم ہٹ گئے
مسلم نے فرمایا کہ ان کے استاد ابو بکر ابن ابی شیبہ نے
فرمایا میں ہم عورتوں کی صف تک پیچھے ہٹ گئے، پھر
حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ
آگے بڑھے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام اپنے پہلے مقام
پر کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے
تو سورج روشن ہو گیا، پس انھوں نے کہا کہ راوی نے
پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا
تھیں جس امر کا وہ یہ کیا میں نے نماز میں اس سب
چیزوں کو دیکھا ہے (یعنی میرے سامنے آگ (جہنم)
پیش کیا گیا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے
ہٹے ہوئے دیکھا اور واقعہ بیان کرتے ہوئے راوی نے
کہا، پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا
اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ
بڑھایا اس خیال سے کہ میں جنت کا پہلے حاصل کروں (الحديث مختصراً)۔ (ت)

اسی طرح جب ارباب باطن و اصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر ہو جہر تو سل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے
ہیں افراد و برکات و فیوض و غیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش و جہم پیہم آتے نظر آتے ہیں، یہ
بیابانہ ان خوشہائے انور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے
رحم باجائی تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جاسے انکار ہے اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی
برکات و غیرات کی طرف مساحت کرے۔

ان جنت کو قاصداً اسی علی بصری

لہ اقص حقاً و ای الحق ادیمت

(اگر میں تمہارے قصد سے آؤں تو آنکھوں کے بل دوڑتا ہوا آؤں، تو حق ادا نہ کر سکوں اور کونسا حق ہے جو میں نے ادا کر دیا ہے)

رہے ہم عالمی جن کا حقد یہی شقشعہ لسان و اضطراب ارکان ہے و بس نسال اللہ العفو والاعفویۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) ہم اس امر قبل میں ان اہل بصائر کے طفیل ہیں نظر و لاسرہض من کانس الکرامہ نصیب (کریم حضرات کے پیادوں سے رہیں کا بھی حصہ ہے)

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حکم پر مبنی جو حقیقت صرف احوال سنیہ اہل قلوب پر مبنی پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے مشارک مثلاً نماز تہناری میں اخفاء واجب ہو اور تکبیل میں جہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اس کی کھلی لطیف اور نہار آیت قہری ہے اور اس کی کھلی شدید پھر کھلی جہری کھلی ستری سے بہت قوی و گرم تر لہذا تعدیل کے لئے کھلی قہری کے سب تر شہابی کھلی کھلی گئی اور لطف کے ساتھ محرم، بقعد و میہین میں باوجود نہارت حکم جہر ہوا کہ جو کثرت حاصرین انس ماسل اور دہشت زائل اور قلب ہر جہر شہود کھلی سے قدر سے ذابل بھی ہو گا، لہذا ایک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر جب میں گو نہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گناہے ماسے یہ معالجہ مناسب ہو ا ہوا اپنی حرارت سے اُسے گلا دے جیسے اہلباطل و کفہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادرا بغرض قریب اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گوجا مت کثیر اور وقف طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقت نخلینہ و کھلی جلال اور وقف طویل ہے جہر نہ ہو سکے گا، اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصل قرأت نہیں کہ یہ طبیعت عظیم و کھلی جلال کھلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرأت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شہت پر شہت بڑھ جائے گی۔ شب کہ آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کہ چار سے زیادہ منع کہ سنت النہر ہے کھلی شہت فشیاد وارو کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی سمجھتے ہیں تو کھلی گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسہ طویل کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوتی کہ لطف جمال سے حظ اٹھالے اور پھسل رکھوں میں قرأت معاف کہ تجلیات برحق جانیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی و شہت و طبیعت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چوڑا مناسب رکوع و سجود میں قرأت قرآن منور ہوئی کہ ان کی کھلی کھلی قیام سے سخت اشد دوسری کھلی شدید قرأت مل کہ

افراد ہوگی نیز خود میں قرأت ممنوع ہوئی کو وہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے غالی کر دے گی اسی لئے رکوع کے بعد قمر کا حکم ہوا کہ اس بجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اتوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا اسی بنا پر بین المسجدين الطینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشہد واعظم ہوگی اشہد براشد کی قوالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہو جائے۔ امام عارف باللہ عبدالحق باب شہرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں:

انہ وقع لبعض تلامذۃ سیدی جید القادر
حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار
یغمضہم حل حتی صارت قطرة ماء علی وجہہ
الارض فی خذہا سیدی جید القادر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنۃ ودفنہا فی
الارض وقل سبحن اللہ مرحم الی اصلہ
بالتجلی عبیدہ۔

یعنی حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم ٹھکنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پوست پڑی پسلی کسی شے کا نشان نہ رہا صرف ایک بُند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضور پر نور نے رُوئی کے پھوٹنے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا بسبحن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

سے قسمت نگر کشتہ شمشیر عشق یافت

مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

(قسمت دیکھ کر عشق کی تلوار کے مقتول نے ایسی موت کو پایا جس کے لئے زندہ لوگ دعا کی آرزو کرتے ہیں)

سایباً دیدۃ انصاف بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے بُرائی مقصود ہو اس سے کچھ ٹھام دور ہونا بھی نافذ بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قریب و بُعد میسر نہ ہو۔ طبرائی نے معجم کبیر اور حاکم نے مستدرک میں بر شرط شیخین ابو داؤد و ترمذی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کل شیء یتکلم بہ ابن آدم فانہ مکتوب عیبہ فاذا اخط الخطیئۃ ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعۃ آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگر پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر

مرآة فیلسفہ دین یہ الی اللہ ثم یقول
 النہر فی اتوب الیک منها لا ارجع الیہا ابدا
 فانہ یغفر لہ ما لہ یرجع فی عملہ ذلک
 کہ الہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا
 ہوں اب کبھی اوہر عود نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس
 کے لئے مغفرت فرما دے گا جب تک اس گناہ کو
 پھر نہ کرے۔

توبہ کے لئے بندہ پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع مصیبت سے بُد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی
 آسمان سے قُرب حاصل ہو، جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نازہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف
 رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا طیسر نہ ہوا دعا فرمائی کہ اس پاک زمین
 سے مجھے ایک سنگ پر تپ قریب کر دے۔ بخاری، مسلم، نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،
 اور مل ملک الموت الی موسیٰ علیہا الصلوٰۃ
 والسلام (فذكر الحديث انی ان قال) نسأل
 اللہ انت یدنیہ من الارض المقدسة
 من مية بحجرک
 موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے
 ملک الموت کو بھیجا، پس حدیث کو بیان کرتے یہاں
 ملک بیان کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے
 سوال کیا کہ مجھے بیت المقدس کے اتنا قریب کر دے
 جتنا کہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں دیا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں،
 نزدیک گردن مرا اذان اگرچہ بتقدار یک سنگ
 اندازہ ہا شد یکہ
 اندازہ ہو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر و دست عراق شریف کی عاصری متعذر لہذا چند قدم اس ارض مقدسہ
 کی طرف چلنا ہی مقرر ہو کہ ملا ید رک کلہ لا یترو کلہ وللہ الحمد دقہ وجلہ (ہر کل عامل
 نہ ہو سکے تو وہ مکمل چھوڑا بھی نہ جائے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی عمدہ ہے۔ ت) رہی عدد
 یازدہ کی تخصیص اس کی وجہ ظاہر کہ ان اللہ تعالیٰ وتر یحب الموتی اللہ تعالیٰ طاق ہے طلاق کو

سہ المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعا قضاء الرین مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۱۶/۱
 سہ صحیح بخاری باب وفات موسیٰ علیہ السلام الخ - قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۸۴/۱
 صحیح مسلم باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام - نور محمد المطابع کراچی ۲۶۰/۲
 سہ اشعۃ اللمعات کتاب القتن باب بدأ الخلق الخ - فوریر رضویہ سکھر ۴۵۳/۳
 سہ جامع الترمذی ابواب الوتر مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۶/۱
 مسند احمد بن حنبل حردی از باب عن رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۱۰۹، ۱۵۵، ۲۵۸، ۲۶۶، ۲۷۷

دوست رکھتا ہے قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ الامام احمد عن ابن عمر
بسند صحیحہ و الترمذی عن علی بسند حسن و ابن ماجہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین (یہ ضرر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے، اس کو امام احمد نے عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ علی مرتضیٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت اور افضل الاولیاء و
اول الاولیاء کا ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اس کے ساتھ تیسرے بھی موقوف۔ لہذا یہ عدد مختار ہو گا کہ یہ افضل الاولیاء
کا پہلا ارتفاح ہے جو خود بھی وتر اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سو ایک کے اُس کے لئے کوئی کسر صحیح
نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جزو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الاولیاء کہ
اس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں بلکہ غلو مرتبہ پر وہ بعینہ ایک ہے۔ مشاہدہ ولی اللہ حجۃ اللہ الباقہ
میں دیکھتے ہیں،

الشرح لم یخص عدد الا لحکمہ ترجع الی
اصول، الاول ان الوتر عدد و مشارف
لا یجاء زعنہ ما کان فیہ کفایتہ، ثم الوتر
علی مراتب، وتر لثبہ الزوج کالتسعة
والخمسة فانہما بعد اسقاط الواحد
ینقسمان الی زوجین والتسعة وان لم
تنقسم الی عددین متساویین فانہما
تنقسم الی ثلثہ متساویہ، واعام الاولیاء
الواحد وحید اقضت الحکمة ان
یؤمر باکثر منہا اختار عدداً یحصل
یا لترفعہ کا الواحد یترفع الی احد عشر
ام منقطع۔

کا تقاضا ہو تو زیادہ عدد کا تب حکم ہوتا کہ وہ عدد بڑھ کر واحد کی طرح ہو جائے مثلاً گیارہ ہو جائے اور منقطع

اس کے بعد فقیر گدائے سرکار قادریہ غفر اللہ لکل ذنب و خطیئۃ سرکار خوشیت ہمارے اس عدد مبارک کے
انتصاص پر بعض دیگر نکات جمیلہ حکیمر جلیلہ پاتے ہیں کہ توفیق اللہ تعالیٰ رسالہ مبارک انہما را کا ذخیرہ من صہب
صلوۃ الاسرار میں ذکر کئے یہاں ان کا بیان زخیر خود میں لگاواں

فمن شاء فليرجع الى ذاك التحريرو الانيق
والله سبحانه ولي التوفيق وبسبب اس مہ
التحقيق وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و
مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اگر کوئی چاہے تو اس صاف ستھری تحریر کی طرف رجوع
کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور مجھے توفیق علی
بیکہ اللہ کے قبضہ میں ہی تحقیق کی تکمیل ہے۔ اور صلوۃ
وسلام ہو ہمارے آقا محمد اور ان کی آل و صحابہ
سب پر۔ (تہ)

پانچواں اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں، اور خود کوئی ساظر اقدار نہایت و انصاف ہے کہ جو
امر حضور پر تو حقی الملتہ بمقیم السنۃ، ملاذ العلماء، معاذ العرفاء، وآرث الانبیاء، ولی اللہ، قلیع الارشاد،
مرتبہ الافراد، اہم الامم، مالک الازم، کاشف الغمر، علما الامر، قطب الاعلم، نورنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
ارضاء و جعل حوزنا فی الدمامین من ضاہد اللہ تعالیٰ ان کی رضا کو دونوں جہان میں ہماری جان کا موتی بنائے۔ (تہ)
ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب، کابر نگاہ قدس اسرار ہم دشنمت انوار ہم (ان کے اسرار
مقدس اور ان کے اہل اہم نام کئے جائیں۔ تہ) کہ یا یقیناً اعظم علماء و اجلہ کلا تھے اُسے بجا لائیں اور طبقہ
فعلیۃ اولیاء و علمائے سلسلہ عالیہ قادریہ روح ارواح اہمجا بہا واری قلوبنا بناہل عیب بہب
(اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو معطر فرمائے اور ہمارے ولوں کو ان کے جاری چشموں سے سیراب فرمائے۔ تہ)
اسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علماء و کبار اولیاء اپنی تصانیف میں اُسے نقل و روایت کریں اہل اہمجا
اہل اہمجا ہیں اور منکرین منکرین کو اصل قدرت نہج کو آیت و حدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار علماء دیں و لکھیں
مصدقین ہی سے اُمس کا نڈ و انکار بے اعانت کذب و اختلاق و مکابہ و شقاق مابت کر سکیں ایسی جمل
چیز جلیل عزیزہ کو محض اپنی ہوائے نفسانی و اصول ہستی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب شرک قطعی اور فاعلون مجنون
کو معاذ اللہ مشرک جہنمی اور بخوف اہل حق تسلیل امر کو ہمارے جی سے صرف فاسق بدعتی بتائے اور انکار ارشاد
سید الاولیاء و تفسیق علماء و عرفا کا وہابی حکیم گردن پر اٹھائے وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون (اور اب جان جائیگے ظالم کس کس کو پٹا کھائیں گے۔ تہ) اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ

تابعین سے مستقل نہیں، صحابہ جنت و عقیقہ میں ہم سے زیادہ تھے تو اب ہوتا تو وہی کرتے۔
 اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب
 روشن پر اطلاع منظور ہوا ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لاسے، علی الخصوص کتاب مستطاب اصول الرشاد
 اقصیٰ مبانی الفساد و کتاب لاجواب اذائقۃ الاتامہ لسان فی عمل المولود والقیامہ وغیرہا تصانیف
 طیبہ و تالیفات خیفہ حضرت تاج الحقائق سراج الدقائق عامی السنن تاجی الفتن بقیۃ السلفۃ تجلۃ الخلفۃ
 فرداۃ مائل فخر الکابر و آثر العلم کابر اعمیٰ کا برسیہ دی وہ الہدیٰ حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خان صاحب محمدی ٹی
 مفتی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ و توفیقہ و کدس منہ و رزقنا یرہ و اعطنا المسیرۃ
 و وقۃ المضویۃ و کمل معرۃ بجاہ المصطفیٰ و آلہ الشرفا علیہ و علیہم الصلوٰۃ و الثنا
 آمین آمین یا اہل التقویٰ و اہل المغفرۃ و اللہ تعالیٰ ان کا اجر بڑا کرے، ان کی قبر کو منور کرے،
 ان کے اسرار کو مقدس بنائے، ان کی بھلائی میں نصیب فرمائے اور ان کو سرور عطا فرمائے، اور ان کو
 ہر ضرر و تکلیف سے محفوظ فرمائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی آل کی دنیا بہت کی برکت سے عظیم
 الصلوٰۃ والسلام اسے تقویٰ اور مغفرت والہا ست، اور فقیر فقیر اللہ تعالیٰ بھی اس بحث اور اس کے امثال
 کو بروجر اجمال رسالہ آقاۃ الصیامہ علیٰ حق الصیامہ یعنی نبیہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رسالہ
 ضیاء العین فی حکم تفصیل الابیہا عین وغیرہا اپنے رسائل و مسائل میں بقدر کفایت منقح کر چکا و المحدث
 اللہ رب العالمین۔

شاید یہاں تو ان ہمالیات کا کوئی عمل ہی نہیں، یہ نماز ایک عمل ہے کہ قصائے حاجات کے لئے
 کیا جاتا ہے اور اعمالِ مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت، شاہ ولی اللہ ہر اربع میں لکھتے ہیں،
 اجتہاد و ادراختراع اعمال تصنیفہ را کشاوہ است جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشاوہ
 مانند اختراع اطباء نےہما سے قرابادین را ایں فقیر ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخوں
 را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح مسادق تا اسفار مقابل صبح شمسین و چشم را باں نور و خن میں ہے اس فقیر کو معلوم ہے کہ صبح صادق تا روشنی
 و یا نور را گفتی تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت بیشت اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے
 میدہ و احادیث نفس را می نشان دہ فور پر لگانا اور یا نور ہزار بار تک پڑھنے سے
 قوت ملکیہ حاصل ہوتی ہے اور دل کی باتوں پر آگاہی ہوتی ہے۔ (دست)

لے ہر اربع شاہ ولی اللہ

اسی میں ہے :

چند قوت از کرامت از بیچ ولی اقا شاعر اللہ متفک
نمی شود از آنجمله ظهور تاثیر در اعمال تصرفیہ او تا عاقل
بغیر از او منتفع شوند احد مخلصا۔
چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی کی سے قبل انہیں ہو پاتیں
جن میں ایک یہ کہ اس کے جاری و عاقل و وظائف
کی ایسی تاثیر جو ان پر عمل پیرا کو اس کے فیض سے نفع
دیتی ہے احد مخلصاً (دست)

خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبد الرحیم صاحب اور ان کے فرزند ارجمند شاہ عبد الغنی صاحب
نے ہر گز حاجات کے لئے صد ہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے جن کا پتا قرونِ ثلاثہ میں اصلانہ تھا بعض ان میں
فقیر نے اپنے رسالہ ہندو العین فی حکو تقبیل اکابھا میں ذکر کئے، اور خود ان کی قول الجیل ایسی
باتوں کی حائز کفیل۔ جامع تر شئے شاہ ولی اللہ کتاب الاختباء فی سلاسل اولیا اللہ میں تحریر کرتے
ہیں کہ انہوں نے جو اہر خمسہ شیخ محمد غوث گویا ری علیہ رحمۃ الہیاری کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں اپنے
استاذ علم حدیث مولانا ابوطاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں، جیٹ قال :

اس فقیر نے شیخ ابوطاہر مدنی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا
اور انہوں نے جو اہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت
دی یہ اجازت ان کو اپنے والد شیخ ابراہیم گردی سے
اور ان کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ
احمد شنوادی اور ان کو سید صبغتہ اللہ سے ان کو شیخ
وجہ الدین موی مجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث
گویا ری سے۔ نیز خرقہ پایا شیخ ابوطاہر نے احمد غنی
سے ان کی آخری سند تک۔ اور نیز فقیر جب حج کے
سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی
دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی
اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف

ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر مدنی پوشیدہ
و ایصال فعل انچہ در جو اہر خمسہ است اجازت دادہ
عن ابیہ الشیخ ابراہیم الکردی عن الشیخ
احمد القشاشی عن الشیخ احمد شنوادی
عن السید صبغتہ اللہ عن الشیخ وجہ
الدین موی الکجراتی عن الشیخ محمد
غوث الکوئیاری و ایضاً لمسہا الشیخ
ابوطاہر عن الشیخ احمد النخعی کسند
الی آخرہ و ایضاً ایں فقیر در سفر حج چون بلاہور
رسیدہ دست بوسی شیخ محمد سعید لاہوری دریافت
ایصال اجازت دعائے سیفی دادہ بل اجازت

سلہ ہوامع شاہ ولی اللہ

سلہ الاختباء فی سلاسل اولیا، مترجمہ، طریقہ شطاریہ، مطبعہ آرمی برقی پریس دہلی، ص ۱۲۷

جميع اعمال جواہر خمسہ و مسند خود بیان کردند و ایشان
دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقہ احسنیہ و
شطاریر بودند و چون کسی را اجازت می دادند او را
دعوت رجعت نمی شود و حمد اللہ تعالیٰ بسند قال
الشیخ المعصم الثقہ حاجی محمد سعید
لاہوری اخذت انظر لقة الشطاریرة و اعمال
الجواہر الخمسة من السیفی و غیرہ عن
الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ
عبد الملک عن الشیخ ابی یزید الشافعی
عن الشیخ وجیہ الدین الکجواتی عن
الشیخ محمد غوث الکواہری انتہی

و اعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں، اور
انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ
کے مشائخ شطاریر احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگ
میں سے تھے، اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی
اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی
و اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، سند یہ شیخ برگ باد ثقی
حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریر
اور جواہر خمسہ کے وظائف و اعمال سیفی و غیرہ، شیخ
محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبد الملک ہارید
نامی سے انہوں نے وجیہ الدین کجواتی انہوں نے شیخ
محمد غوث کواہری سے حاصل کئے، انتہی (ت)

حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلاثہ سے
و سے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر ان اعمال پر بحث و شرک ہی سے بچ لیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ علیہ
سستی موعود محدث نہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی
دعا کے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت فی اسی کی ترکیب
میں دیکھ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے،

ناد علی سات : ر یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور
وہ یہ ہے : یا علی کو جو بجا تیب کے منظر ہیں تو
ان کو اپنے صاحب میں دروگاہ پاسے گاہریشانی
اور غم ختم ہوگو آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی (ت)
اور جب خدا نے حمد لیا ان لوگوں سے جنہیں کتاب
دی گئی اسے صاف بیان کر دیں گے لوگوں سے

ناد علی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند : آل
ایست ناد علیا مظهر العجایب قجسدہ
عو نالک فی النوا تیب کل هم و غم سینجلی
بولایتک یا علی یا علی یا علی
مسلمہ : قال اللہ تعالیٰ اذ اخذ
اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ

لہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم طریقہ شطاریرہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ۱۳۸
سکھ فتوح الغیب ضمیمہ جواہر خمسہ مترجم اردو ناد علی کا بیان دارالاشاعت کراچی ۲۵۳

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ محمدیہ ہذا ہم اللہ تعالیٰ الی العلة المحذیة (اللہ تعالیٰ اس کو تھک کر
 جبر کوزیلت کی تھک کر رہنا کی کہے) کہ جو لوگ نادعل پر عین پر عین سیکھیں اس کی سندیں دین اجازتیں دین اس کے
 سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کر جائیں اس کے حکم دینے والوں کو دل کا دل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع
 سلسلہ بتائیں ان میں بعض کو بلفظ ثقت و اعیان مشائخ اور ان کی ملاقات کو بکلام و مستبوس تعبیر فرمائیں انھوں نے
 غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یا اعلیٰ یا اعلیٰ کنار وار کھایا نہیں اور اسے درد و غلیظہ بسنایا یا
 نہیں اور غیر خدا کا شریک فی العلم و شریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک
 کافر ہے ایمان جہنمی ہوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جاتیں عالم امت عامی سنت و قطب زمان و
 مرشد دوران مانیں (جیسے جناب شاہ عبد العزیز صاحب) انھیں مقتداستے دین و پیشواستے مسلمین بتائیں
 ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان دےیں (جیسے تمام اصناف و اکابر حضرات و بابیہ)
 انھیں ستید الحکماء و ستید العلما و قطب المحققین و فخر العرفاء المکملین اعظم باللہ و قبلہ ارباب تحقیق و کعبتہ
 اصحاب تدقیق و قدوة اولیاء و زبدة ارباب صفاء بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریفی ٹھہرائیں (جیسے میاں
 اسماعیل دہلوی) ان سبب صاحبوں کی سنت یا صفت یا عبادات ایسے مشرک شرب جو شرک پسند شرک آموز کو
 پیرو پیشوا و امام و مقتدا بنا کر ستید العلما و مقبول خدا بنا کر خود بھی کافر و مشرک و مستحق مذاب الیم و مملک
 ہوتے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلہ الروحیات یا انکھبر کھبر (کفر پر رضا مندی کفر ہے۔ ت) و مسئلہ
 من شد فی کفر و وعداہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور اس کے مذاب پر شک کیا وہ کافر
 ہو گیا۔ ت) و حکم آیت کریمہ و من یتولہم منکوفانہ منہم (تم میں سے جو جس سے محبت کرتا ہے وہ
 انھیں میں سے ہوگا۔ ت) و حدیث صحیح الصریح مع من احببت (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے)
 جاری ہو گیا یا نہیں بینوا تو جہودا۔ خیر یہ ترجمہ معترضہ تھا پھر اصل بحث یعنی دربارہ اعمال تجدید و اختراع
 کی طرف چلے، یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انبیاء میں قصاستے حاجات کے لئے ختم خواجگانِ چشت
 قدرت اسرارِ ہمیک ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

سہ القرآن ۱۸۴/۲

سہ القرآن ۵۱/۵

سہ صحیح البخاری کتاب الادب باب علائق الحب فی اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۱۰/۲

دوسرے مرتبہ درود کو اتنے ختم نہ کنند ورنہ درود شریفی
فاتحہ بنام خواجگان چشت عموما بخوانند و حاجت
از خدا کے تعالیٰ سوالی نمایند یہیں طور ہر روز بخوانند
یا مستند ابن شامہ اللہ تعالیٰ در ایام محسودہ مقصود
بمصول انجام دے۔

مرزا مظہر جانجانا صاحب اپنے طوالت میں فرماتے ہیں،

دعا سے حزب البحر وظیفہ صبح و شام و ختم حضرات
خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بحیثیت غسل
مشکلات باید خوانند۔
کے حل کے لئے پڑھیں۔ (ت)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں،

ختم خواجہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ختم حضرت مجدد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بعد حلقہ صبح لازم گیرے۔
مکتوب آخر میں کہتے ہیں،

ختم حضرت خواجہ ابراہیم و ختم حضرت مجدد صاحب رضی اللہ
عنہم نیز اگر یاراں جمع آئیں بعد از حلقہ صبح
براں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشایخ ست
و فائدہ بسیار و برکت بے شمار دارد۔
ختم خواجگان و ختم حضرت مجدد صاحب رضی اللہ
عنہم صبح کے حلقہ ذکر کے بعد پابندی سے کریں
کیونکہ یہ مشایخ کے معمولات میں سے ہے بہت
مفید اور بابرکت ہے۔ (ت)

اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مستحق معمولات مظہری سے اس کی ترکیب یوں منقول،

اول دست برداشتن سورۃ فاتحہ کیا بخواند الخ
پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورۃ فاتحہ پڑھیں الخ (ت)

سنة الانبياء في سلسل اوليائ اللہ ذکر طریقہ ختم خواجگان چشت مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰
سنة طوالت مرزا مظہر جانجانا از مجموعہ کلمات طیبات لطوفات - مطبع مجتبیٰ دہلی ص ۷۴
سنة مکتوبات - - - - - مکتوب بست و ہشتم - - - - - ص ۴۱ و ۴۲
سنة لطوفات - - - - - نصاب و وصایا - - - - - ص ۹۲
سنة معمولات مظہری - - - - - حاشیہ بر جہارت مذکورہ - - - - - ص ۷۴

اخیر میں لکھا:

بعد از ان از جناب خداوند عزوجل حصول مغایب توسل اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے حصول کے لئے
ایک بزرگوارانِ پایہ خواست و تاسرا انجام مقصود اوست ان بزرگوں کے توسل سے دعا کرتی چاہئے تاکہ انجام
پایہ نمود الخ میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہو جائے (۱۰۱)

ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرونِ ثلثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ
کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سنیہ عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ
ہو وضوح الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ ت۔

ثالثاً غیر معلوۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع امراض
کے لئے پڑھتا ہے مزاج نرسی ان خیرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو شخص اسی نیت سے
کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدد و اختراع کو جائز مانتے اور ان حدیثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ
ولی اللہ، شاہ عبد العزیز، مرزا مظہر جانجی، شیخ محمد واعظ ثانی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی خرم علی بھوری
وغیر ہم جنہیں منکرین بدعتی و مکرہ کہیں تو کس کے سر کر رہیں، خود مشاہد ولی اللہ قول الجلیل میں پائے اور اپنے پیران
مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاست کی نسبت صاف لکھتے ہیں:

لغزشت تعیین الاداب والا تلت الاشغال یہ خاص آداب و اشغال ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے ثابت ہوئے۔ (نقد)

شاہ عبد العزیز صاحب عاشیہ قون الجلیل میں فرماتے ہیں، اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات و
ہیات واسطہ اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسباتِ تنفیہ کے سبب سے جن کو مرد صالحی الذہن اور علومِ حق کا عالم
دریافت کرتا ہے (۱) انی قولہ تو اس کو یاد رکھنا چاہئے انتھی بہ ترجمۃ البہوری۔
مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحت المسلیں اسے نقل کر کے لکھتے ہیں، یعنی ایسے امور کو مخفی تعجب شرع
یاد داخل بہ عات سبب نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں انتھی۔

۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

میاں اسماعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں :

اشغالِ مناسبہ بروقت و ریاضات طاعت برقرنِ جداید
می باشند و لکن اعتقاد بروقت از اکابر ہر طسرق
و ترجمہ اشغال کو شششا کردہ اند بناء علیہ مصلحت
و بد وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب از ہی کتاب
برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت
ست تعیین کردہ شود الخ۔

ہر وقت کے مناسب و وظائف اور ہر زمانہ کے لائق
ریاضتیں جدا جدا ہیں لہذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ
کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی
کوشش کی ہے اس بنا پر میں نے مصلحت دیکھی کہ وقت
کا تعاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف
اعمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے
معیّن کروں الخ۔

اب خدا جانے یہ حضرات بڑی کیوں نہ ہوئے اور انھیں خاص ان امور و بنیہ میں جو محض تقرب الی اللہ رکھنے
کے واسطے ہیں نئی نئی باتیں جو قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید
و وصل الی اللہ رکھنی کس نے جائز کی۔

مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
عہ و سلم من سئل عن عذر فکتہ بجمہ
اللہ يوم القيمة بلجام من ماء اخرجہ
احمد و ابوداؤد و الترمذی و حنہ و المسنن
و ابن ماجہ و الحاکی و صحیحہ عنت
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے
کوئی عذر کہتا ہو تو جمہ اللہ تعالیٰ
روزِ قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث
کو ابوداؤد، ترمذی نے تحفہ کی۔ نسائی، ابن ماجہ،
حاکم نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے
صحیح روایت کیا۔ ۱۰۱۔

اب کیا فرماتے ہیں علی سے علیہ السلام ہذا مہم اللہ تعالیٰ الی الشریعۃ الحقۃ الابرہیمیۃ
(اللہ تعالیٰ شریعت حقہ ابراہیمیہ کی طرف۔ ان کی رہنمائی فرمائے۔) کہ دینِ خدا میں ایسی نئی باتیں نکالنا اور
یہ اقرار کر کے کہ کتاب و سنت سے اس کا ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور انھیں موجبِ ثواب و قرب رب الارباب
سمجھنا بدعتِ سیئہ شنیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث من احدث فی امورنا حالیمس منه فہو

ص ۱۵۹/۲	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	قبیل باب اول	صراطِ مستقیم
۸۹/۲	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب کرامتہ من العلم	سنن ابوداؤد
۲۹۵، ۲۵۲، ۳۳۲، ۳۰۵/۲	امین کمپنی کتب خانہ رشید بہ دلی	باب ماجاء فی کتاب العلم	جامع الترمذی
	دار الفکر بیروت	مروی از منہ ابوسعید رضی اللہ عنہ	مسند احمد بن حنبل

مرد (جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔ ت) و حدیث کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) و کل ضلالة في النار (اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ ت) و حدیث شروا الامور محدثاتها (سب سے بُری بات نئے امور میں۔ ت) و حدیث اصحاب البدع کلاب اهل النار (بدعت والے جہنم کے کتے ہیں۔ ت) و اردہوں گی یا نہیں، اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایک دوسریں آپ کیں اور ان سے کرائیں، کتابوں میں لکھیں، زبانی بتائیں، حسب تصریح تقویۃ الایمان ان کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں اور وہ بدعتی فاسق فی حق سنت قرار پائے یا نہیں، اور ان سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب و حسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوئی تو وہی کرتے، اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیئت عبادت کرتے تو قیفی بتائیں گے یا نہیں۔ پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا سمجھتے اور ان کی درجہ شناسی میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ دہلوی، علامہ و بادشاہ برہ شاہ صاحب اور تمام حضرات و بابائے مداحین و معتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا حکم حدیث حق و قوہ صاحب بدعة فقد اعلان علی ہدمہ الا سلام (جس نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانسنے میں مدد کی۔ ت) یہ سب کے سب قصورِ اسدِ دم کے دس نے دسے ہوئے یا یہ احکام صرف مجھ ہی سے ملتا

۳۷۱/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الصلح	سید محمد بخاری
۷۷/۲	نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الاقصیہ	محمد مسلم
۱۱۹/۱۰	دار صادر بیروت	کتاب آداب لغاضی	اسنی الکبری
۲۸۵/۱	نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الجمعہ	سید محمد مسلم
۹/۱	ایچ ایم سید کمپنی کراچی	باب اجتناب البدع والجدل	سنی ابن ماجہ
۱۳۷/۳	غشورات مکتبہ آیۃ اللہ تم ایران	تحت آیۃ من یدی اللہ فہر المہدی	سید درغوث
۲۸۵ ص	نور محمد اصح المطابع کراچی	کتاب الجمعہ	سید محمد مسلم
۲۷ ص	مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی	مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب السنۃ فصل اول	مشکوۃ المصابیح
۲۱۸/۱	مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت	فصل فی البدع حدیث ۱۰۹۴	کنز العمال
۳۱ ص	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	فصل سوم	مشکوۃ المصابیح
۲۱۹/۱	موسستہ الرسالہ بیروت	حدیث ۱۱۰۲	کنز العمال

وغیرہ انہیں امور کے لئے میں جن میں مجربانِ خدا کی محبت و تعظیم جو باقی سببِ حلال و طیب، اور شاہِ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصورِ برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور موسیٰ خرم علی صاحب نے اسے نقل کر کے مسلم رکھایا یہ دونوں صاحبِ مع اصل کا تب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین و مداح سب کے سب مشرک و شرک پرست ٹھہرے یا نہیں، یا یہ حضرات احکامِ شرع سے مستثنیٰ ہیں، اور تقویۃ الایمان و تذکیر الاخلاق وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مومنین اہل سنت کو جو خدا ان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں، بیحد التوجہ و اسبغ اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث و اختراع سب مقبول ہوں، اور ناجائز و بدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضائے حاجات کے لئے ارشاد فرمائی تھیں

بہیں تغافل رہا از کہا ست تا بکھا

(دیکھ راستہ کہاں سے کہاں تک ٹیڑھا ہے)

حق جل جلالہ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے مجربوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعتیہ ذکر کے خصوصاً حضور سید المرسلین مطلوب الملوکین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گدائے سرکار فیضیہ کا قدوریہ پر برکات و نعمات حضور پر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہو، مگر قبول افتد زہے عز و شرف

گدائے بے نوا فقیر ناسزا اپنے تاجدارِ عظیم الجود عظیم العطا کے تعلق بے منت و کرم بے عدت سے اس سے کاٹا لب کر حضور و عاقبت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوتے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسرتوں زہرا کے نسبت جگر علی مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن و حسین کے قروا بصر، قمی سنت الی بکر و عمر صلی اللہ تعالیٰ علیہما و علیہم و سلم یعنی حضور غوثِ صدیقی قلبِ ربانی و آہبِ انا مال و تعالیٰ الامالی حضور پر نور غوثِ اعظم قلبِ عالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاء و جعل عوزنا فی الدارین رضاء کی محبت و عشق و حقیقت و اتباع و اطاعت پر جائے آور جس دن یومِ ندم حواکلی اناس باہا صہم (جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ ت) کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیرِ لو اسے بیکس پسند سرکارِ قادریہ ظلی آلہ جگہ پاسے،

قال ذلک عن اللہ یسیر ان اللہ علی کل شئ
قدیر بحمد اللہ وقع الفراع من تسوید
لشمان خلون للقرن الزاهر من شہر مسندنا
الغوث الفاضل آتھی شہر برہمہ الاخری
ثلثۃ مائت من ثلث غداوات عام الف
وثلث مائۃ وخمس من ہجرت مسند
الکائنات علیہ وعلی الہ وآلہ الوارث للجدہ
وکمالہ افضل المملوکات واکمل التسلیمات
وآمر کی المقتیات وامنی البرکات آمین آمین
والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالی
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

میں مشک یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے، بکمال اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے
مسودہ سے ۵ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو فراموش ہوئی
یہ مسودہ تین دن کی تین مجلسوں میں تیار ہوا۔ سید الکائنات
پران کی آل پر اور آپ کے بیٹے جو آپ کی بزرگی اور
کمال کے وارث ہیں پر افضل درود اور کامل سلام
اور پاکسیزہ تعریفیں اور بڑی برکات ہوں
آمین آمین اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین
کے لئے ہیں اللہ سب سے زیادہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے
اور اس کا علم بڑا ہے اور اس کی بزرگی مضبوط اور
تام ہے۔ (ت)

۱۳ ازہار الانوار من صبا صلوة الاسرار

(صلوة الاسرار کی باد صبا سے غنچوں کے پھول)

(نماز غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکرا لک یا من بالتوسل الیہ یعبر
کثر الذنوب ، وحمد لک یا من
بالتوسل علیہ یجبر کبر القلوب ،
اسألت انت فصلی و تسلم و تبارک
علی سراج ، فقلت ، و ملجأ خلقت ،
وافضل قائل بحققت ، البعوث
بتیسیرک و مرفقت ، مرحمة
لعلمین ، و شفیعاً للمذنبین ،
واماناً لسخائفین ، و یسراً
للبنائیین ، و بشری للأشییین ،
محمدؐ لغنی الرؤف الرحیم ، الجواد الکریم ،
العلی العلیم ، الغنی الحی الحکیم الخلیف ، مصحح
الحضات ، معقل العثرات ، قاضی الحاجات ،

تیرا شکر ہے ، اے ایسی ذات جس کی طرف وسیلہ پیش
کرنے سے کثیر گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیری حمد ہے
اے وہ ذات کہ جس پر توکل سے شکستہ دلی ختم ہو جاتی ہے
اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ رحمت ، سلامتی
اور برکتیں نازل فرمائیں پرچہ تیری کائنات کا سپر اسٹار
اور تیری مخلوق کا مہی اور تیرے حق کے لئے قائم لوگوں سے
افضل اور تیری سہولت اور مہربانی سے کرمبعوث ہونے
والے رحمة للعالمین اور شفیع المذنبین اور ڈرنے والوں
کے لئے امان اور حاجت مندوں کی سہولت اور تانا امید
ہونے والوں کے لئے بشارت رؤف رحیم نبی کریم ﷺ
سختی ، بلند مرتبہ ، بڑے علم والے ، غنی ، تابندہ ، حکمت
والے ، ہمدیار ، نیکیوں کو بنانے والے ، غصیوں کو
مٹانے والے ، حاجتوں کو پورا کرنے والے ، مرادیں

واهب المرادات ، صلى الله تعالى عليه
 وعلى آله الطاهرين ، واصحابه الطاهرين ،
 وبنو واجه الطيمات امهات المؤمنين ،
 واولياد امته الكااملين الغامقين ، وامناء
 صنته المرشدین البصيرين ، لاسيما
 على هذا لغز القرييد ، الغوث المجيد ،
 العيث المجيد ، واهب النعم ، سالب
 النقم ، كاسب القدر ، صاحب القدر ،
 جود الجود وكرم الكرم ، خلاذ العرب ومعاذ
 العجم ، مناج العطاء ، مناج الرزاياء ، القطب
 الرباني ، غوث الصولي ، سيدنا مولانا محمد علي
 الحسين الحسيني الجيلاني ، رضي الله تعالى عنه و
 امره ، وجعل حوزتنا في الدارين . میں
 يا ارحم الراحمين ، واشهد ان لا اله الا الله وحده
 لا شريك له ، وشهد ان محمدًا عبده ورسوله الرحمة
 ارسله ، وهوات الله وسلامه عليه ، وعلى
 كل محبوب ومرضى لديه ، اما بعد
 فقد بآلني ، بفاضل الكامل ، جميل الشان .
 جامع الفضائل ، والفخر الجسيم ، والشرف
 العظيم ، مولانا الشاه محمد ابراهيم القادري
 المدراسي المجيد راياي ، جعله الله من اولي
 الايادي ، وحفظه من شر الاعداء ، اجازة الصلاة
 الثوابية ، والبركة المرحية ، المعروف عندنا
 بتسوية الاسرار ، المجربة مراد القضاء الادول
 ودفع الاشراء ، تحيين ظن منه بهذا العبد

نزدقے والے ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین اور حق کو
 ظاہر کرنے والے صحابہ اور اس کی پاک ازواج پر جو
 مومنین کی بائیں میں اور اس کے کامل ، عارف اولیاء است
 ہدایت یافتہ رہنما ، اس کی امت کے امینوں پر خضر
 ایسی کیا ، مغزوہ غوث بزرگی والے ، برکت دینے والی
 بارش ، انعامات دینے والے ، محروموں کو بنائے دے
 تسلط والے ، سختوں کے سختی ، کریموں کے کرم ، عرب و
 عجم کی چلنے پناہ ، عطیات دینے اور مصیبتوں کو دفع کرنے
 والے ، قطب ربانی ، خدائی مدد ، ہمارے آقا و مولیٰ
 ابو محمد عبد اللہ حسن حسینی جیلانی پر فضیلت غنیم اور جس
 کو وہ راضی کرے اور اس کو دونوں جہانوں میں ہمارے
 لئے محفوظ قرار دے بنائے آمین آمین یا ارحم الراحمین ،
 اور میں ہوا دوسرے کہ اللہ تعالیٰ و وحدہ لا شریک ہے اور
 محمد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے
 خاص بندے اور اس کے خاص رسول ہیں جن کو اس
 نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس پر اللہ کی رحمتیں اور سلام
 ہوا اور ہر اس پر جو اس کا محبوب اور پیندیدہ ہو ۔ اما بعد
 کامل فاضل ، اچھے اخلاق والے ، فضائل کے جامع ، بڑے
 فخر ، علیم شرف والے ، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری
 مداسی حیدر آبادی (اللہ تعالیٰ ان کو صاحب قوت بنا
 اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے) نے مجھے
 مصلوۃ خوشیہ مبارکہ پسندیدہ جو کہ ہمارے ہاں مصلوۃ
 الاسرار کے نام سے معروف ہے کی اجازت طلب کی ،
 یہ مصلوۃ الاسرار تھنا ہے حاجت اور دفع شر کے لئے بارہ
 مجرب ہے ، انھوں نے مجھے فقیر ، فقیر ، اپنے نفس پر ظلم

العلوم ، الکثیر الاثام ، الفقیر الاذل ، الحقیر
 الارذل ، عبد المصطفیٰ احمد رضا ، المحمدی السنی
 المحتفی ، القادی البرکاتی البرینوی ، نطف اللہ بہ ،
 وعفا عن ذنبہ ، واصلاح عملہ ، وحقوق املہ ،
 معافی لست ہذا لک ، ولا اہلال لک ، لکنی
 اجبتہ بالانقیاد ، واجزتہ بالصراہ ، سراج
 البرکۃ فی ولہ فی الدنیا والاخرۃ ، ان مرینہ
 تہدی ہواہل التقوی واہل المغفرۃ ، کما
 اجازتی بہ سیدی و مولای ، وسندی
 و مژدای ، شیخی و مرشدی ، و کنزی
 و ذخری لیومی وغدی ، تاج الکاملین ،
 سراج الواصلین ، حضور السیدانہ
 الی الرسول الاحمدی ، المارہری ، رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بالرضی المومدی ، بحق رویتہ
 لہا واجازتہ بہا عن شیخہ الاجل ، و عمہ
 الاجل ، الامام الاکمل ، والکرم الاشمل ،
 والقصر الاجمل ، فرد عصرہ ، و قطب
 دہرہ ، ذی فیض العظیم والفضل المبین ،
 حضور ابی الفضل شمس الملة والدين ، السيد
 الشاہ آل احمد اچھے میاں المارہری ، رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بالرضوان الایدی ، عن ابیہ العزیز ،
 النبیہ القطرین ، لبحر الطمطم ، والخبیر الصمام ،
 دی انقا ، و انقاء ، والوصول والنقا ، حفظ الید
 الشاہ حشرۃ العینی المارہری علیہ الرضوان
 الدائم من العلی القوی ، یستندہ المسلسل کابرا

کرنے والے۔ نہایت گنہگار ، عبد المصطفیٰ احمد رضا ، محمدی
 سُنی حنفی قادی برکاتی برینوی کے ہارسے میں حسن ظن
 رکھتے ہوئے یہ سوال کیا (اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائے
 اور ان کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال کو درست فرمائے)
 حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اہل ہوں
 لیکن ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں ان کو اس کی
 اجازت دیتا ہوں یہ امید کرتے ہوئے کہ دنیا و آخرت
 میں ہم دونوں کے لئے باعث برکت ہو (تقویٰ اور مغفرت
 کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے) (ان کو میری طرف سے
 اجازت ہے جیسا کہ مجھے میرے آقا ، مولیٰ ، جئے امتہ ،
 باؤی اور میرے شیخ ، مرشد ، سہانا ، خزانہ اور میرے
 اہل و عیال کے ذریعہ رکاملین کے تاج ، واصلین کے
 چراغ ، حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ
 عنہ نے مجھے اجازت دی جیسا کہ ان کو روایت اور اجازت
 ملی ان کے عظیم شیخ اور اہل کے بزرگوار چچا ، کامل امام ،
 وسیع کرم ، خوبصورت چاند ، اپنے زمانہ کے منفرد اور قطب
 حکیم فیض اورہ افصح قضیت ، حضرت ابوالفضل ، ملت اور
 دین کے سورج ، ستیہ شاہ آل احمد اچھے میاں ، مارہری
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ، اور ان کو اپنے والد گرامی عارب
 کامل ، مضبوط فہم ، بزرگوار ، پختہ ماہر ، صاحب بے
 وقتاء ، صاحب وصول و حضور ، حضرت شاہ عمرہ
 عینی مارہروی (ان پر اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا ، سے
 اسلاف و واسلات سے ان کی مسلسل ، سند سے ،
 جواں کر بندہ دربار ، مضبوط چوکھٹ ، مخلوق کے موضع
 دربار قادی (وہاں کے رہنے والوں اور وہاں کے

خدا پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے) سے حاصل ہوئی
 کیونکہ "صوفی الاسرار" کا ثبوت متعدد طرق سے
 منقول ہے برگزیدہ دربار سے جیسا کہ اس کو بہت
 سے علمائے ذکر تسبیح مایا سے جن میں امام ابو الحسن
 نور الدین علی بن جریر بھی صوفی شطنوفی نے بحمد الاسرار
 میں، اور امام اجل عسکری بن اسعد یافعی شافعی و
 فاضل علی بن سلطان محمد القاری، اہروی، المکی
 اور شیخ محقق علماء ہند کے شیوخ کے شیخ عبدالحق
 بن سیف الدین محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ

عن کابر، عن الحضرة الرفیعة، والمسندة
 المتبعة، مرجع البریة، الحضرة القادرية، علی
 حضارہ، وخذ مہارضوان القادر، فان اصلہا
 ما ثور بطرق عديدة، عن الحضرة السعيدة،
 كما ذكرہ علماء، منهم الامام ابو الحسن
 نور الدین علی بن جریر، والخص صوفی الشطنوفی
 فی بہجة الاسرار والامام الاجل عبد اللہ بن
 الاسعد الیافعی شافعی، والفاضل علی بن سلطان
 محمد القاری الہروی المکی، والشیخ، المحقق شیخ

یاد رہے کہ یہ ابن جہضم نہیں ہیں جن کے ادبیا، کرام
 کے بارے میں خصوصی نظریات پر ذہبی نے اعتراض کیا کیونکہ
 وہ غوث اعظم سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ امام ذہبی
 کے معاصر ہیں جبکہ ان کے اور غوث اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، انہوں نے
 قاضی القضاة نصر کی انہوں اپنے والد اور ان کے والد نے
 حضرت عبد الرزاق کی انہوں نے اپنے والد حضرت
 غوث اعظم کی صحبت پائی جن کو خود امام ذہبی نے
 "طبقات القراء" میں ذکر تسبیح مایا اور امام سیوطی
 نے بھی "حسن الخضرہ" میں ذکر کیا، امام ذہبی کا
 ابن جہضم کی طرف کتاب بحمد الاسرار کو منسوب کرنا جب
 درست ہو گا جب اس نام کی کوئی کتاب ان کی
 ہو ورنہ نسبت درست نہیں ہے بلکہ ان کو
 اشتباہ ہوا ہے ۱۲

(ت)

کے یہ جب ان یہ علم انہ لیس با بن جہضم
 الذی تکلف فیہ الذہبی علی وہ مع
 الصوفیة الکرام فی المیزان وہ مقصد
 علی سیدنا الغوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 بزمان و ہذا معاصر الذہبی و بینہ و
 بین سیدنا واسطتان محب المولی ابا صالح
 قاضی القضاة نصر و محب ابا سید
 عبد الرزاق محب ابا سیدنا الغوث
 الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقد وصفہ
 الذہبی نفسہ فی طبقات القراء بالامام
 الاوحد وكذلك الامام العجلال السیوطی فی
 "حسن الخضرہ" اما نسبة الذہبی کتاب
 بہجة الاسرار الی ذلک خاتم کامل لہ
 الضاکت باسہ ہذا، فذالک والا فاشتباه

عظیم واجب التنبیہ ۱۲ (م)

شیوخ علماء ہند عبد الحق بن سیف الدین المحدث
ابن ہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہ
قال سیدنا مولانا الغوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ
من توسل فی شدة فرجت عتہ ومن استغاث فی
فی حاجۃ قضیت لہ ومن وصل بعد المغرب
س رکعتین ثم یصل ویسلم علی النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یخطو الی جهة
العراق احدی عشرة خطوة ینکری فی اسی
قضى اللہ تعالیٰ حاجتہ قللت و فرجت
وقضیت تحتلانی صیفة المجهول لواحد
غائبة ، وصیفة المعلوم للواحد المتکلم
وعلى هذه ترجمة الشاء ابی المصالی رحمه
اللہ تعالیٰ فی التحفة القدیة ، وایہا کان
للعامل واحد ، اولہما تحتل الحقیقة
الباطنة الذائبة وانظر ہرم المستفادۃ ،

علیم اجمعین سے منقول کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ جس نے کسی مصیبت میں میرا وسیعہ دیا تو اس
کی مصیبت ختم ہوگی ، اور جس نے اپنی حاجت
کے لئے مجھ سے مدد مانگی تو اس کی حاجت پوری
ہوگی ، اور جس نے نمازِ مغرب کے بعد دو رکعتیں
پڑھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھا اور پھر عراق کی جانب گیارہ
قدم میرا نام کہتے ہوئے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کی
حاجت کو پورا فرمائے گا ۔ قللت "فرجت" اور
قضیت "دونوں صیغے ، واحد غیب منث بھول اور
واحد متکلم معسوم بن سکتے ہیں ، اور شہ
ابو البعالی نے "تحفۃ قادریہ" میں واحد متکلم
معلوم کا ترجمہ فرمایا ہے (یعنی میں اس کی
مشکل شئی در حاجت داتی کروں گا) بہر حال جو بھی
صیغہ ہو یا اصل ایک ہے کیونکہ پہلا صیغہ جو توبہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ذاتی باطنی حقیقت کا احتمال ہے جبکہ دوسرا

عہد وہی القی تثبت بالذات من دون عطاء
ولا الاستناد الی جعل وهذا محتمل بصفات
لہ صیغہ و تعالیٰ بحسب ۱۲ (م)

عہد وہی القی حصہ پال عطاء ولا ثبوت لہا
الابال جعل و ہکذا احیاء صفات المخلوق
کالعدم والقدرة و لطاء والعون حتی
الوجود ۱۲ (م)

یہ بالذات ثابت ہے عطاء اور جس کی طرف منسوب
نہیں ، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات سے مختص ہے
اور بس۔ (ت)

یہ صرف عطاء سے حاصل ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ
کے عطا فرمانے پر ہے جیسا کہ مخلوق کی تمام صفات
ہیں مثلاً انسان کا علم ، قدرت ، عطاء ، امداد حتیٰ کہ
مخلوق کا وجود بھی عطائی ہے۔ (ت)

والاخرى تدعين للاخير والمرجع ما ذكره
 رضي الله تعالى عنه اخرا نقوله قضا الله
 تعالى حاجته ان الى ربك، امنتم، ثم
 ان لمشايتنا قد ست اسرارهم ورحمتنا
 لله تعالى بهم في هذا الصلوة طريقتين
 صفري، وكبرى، والمعمول عندنا
 لا سهل الا شمل من حيث السبع لكل احد
 من دون الاختصاص بالغاين في محبة الى
 الشهود اليه في فيا في الوجود في الطريقة
 الاثنية الصفري، صفتها بحيث يكون
 كالشرع للفظ الكريم ويتضمن مختارات
 هذا العبد الاشيم، ان من عرضت له
 حاجة دينية او دنيوية صلى بعد صلو
 المغرب بسنتها ركعتين من غير ريضة
 ناويا صلو الاسرار تقربا الى الله تعالى و
 هدية لروح سيدنا الغوث الاعظم رضي الله
 تعالى عنه، وان جدد لهما الوضوء فهو
 اصبوا، وقد عهدنا ذلك من التبعي صلى الله
 تعالى عليه وسلم في صلو الحاجة، والا
 فهو يسيل من الرخصة فان توضا فليحسن
 وضوءه هكذا امر النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم ذلك المكفوف بصره واحب
 الى ان يقدم صدقة فانها اسرع في

صيفة الى سري حاصل كرده حقيقت کا معین احتمال
 ہے لیکن بہتر وہ ہے جس کو خود حضور غوث اعظم نے
 بعد میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت
 پوری کرے گا کیونکہ تیرے رب کی طرف ہر چیز کی تسبیح
 ہے۔ پھر ہمارے مشائخ (رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے
 سبب ہم پر رحم فرماتے) نے اس نماز کے بارے میں
 دو طریقے بتائے ہیں، ایک مختصر اور دوسرا طویل ہے،
 اور ہمارے ہاں جو مروج ہے وہ آسان اور جامع
 اور ہر ایک کے مناسب ہے یہ مرتبہ شہد پر
 فائز لوگوں یا مرتبہ وجود میں عالمین کے لئے مخصوص
 نہیں، یہ بہترین طریقہ اختصار والا ہے۔ اس کا
 طریقہ ایسا ہے جو خود لفظ (صلوة الاسرار) کی شرح
 صاف ہے اور اس کا جز بندے کا پسندیدہ ہے کہ
 جس شخص کو کوئی حاجت پیش ہو خواہ وہ دینی ہو یا
 دنیوی، تو وہ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے ساتھ
 دو رکعت صلو الاسرار کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی
 قربت اور حضور غوث اعظم کی روح کو بدیہ سکے پڑے
 اور اگر اس کے لئے نیا وضو کرے تو یہ فور ہوگا کیونکہ حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نابینا کو یہ فرمایا تھا کہ
 نیا وضو ضروری نہیں، بلکہ تو یہ پسند ہے کہ صلوٰۃ لاسرار
 پٹھنے سے پہلے کوئی صدقہ کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی
 جلدی لاتا ہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند
 کرتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناجات کیلئے

عنه افضل لا سرار بنص القران وهي

صدقہ میں افضل یہ ہے کہ پوشیدہ شے کیونکہ قرآن کا
 (باقی بر صفحہ آئندہ)

الابحاح واسد لا بواب البلاء وقد امر الله
تعالى من ينأجى رسوله ان يقدر صوابين يدي
تجولهم صدقة ، فتجوى الله الحق صلات
هذه الصلوة تشتمل على تجوى النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم ايضا ، والوجوب
وان تسخر حمة من الله تعالى فلا مربية
في الاستجاب هذا ويقرأ فيها بعد الفاتحة
ما تيسر من القرآن فان قرأ الاخلاص
احدى عشرة مرة فهو احسن حق اذا سلم
حمد الله تعالى واشئى عليه بما هو اهل له
ملا فضل الصبيح الواردة عن النبي صلى الله

پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو اللہ تعالیٰ
سے مناجات میں اور زیادہ بہتر ہے یا جو دیگر اس
نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی مناجات
موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کا وجوب منسوخ ہو چکا
ہے جس میں اُمت کی آسانی ہے مگر استجاب کے
طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس نماز میں
خاتمہ کے بعد کوئی آسان سُورت پڑھے بہتر ہے کہ
سُورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو بہت اچھا ہے،
نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا
اس کی شان کے مطابق بجا لائے اور اس میں بہتر
وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

(بقیہ ما شئیر صفحہ گزشتہ)

تقی مصابح السواکما فی الحدیث وفضائلہا
اکثر من ان تحصی والاحسن ان یتصدق
بزواجین بفضل ذلك ورد حدیث وفسان
شروجان وخبزان شروجان ومن لم یجس
قودعت شروجان والودعة خرعه ۱۲ (م)
عن كقولہ اللهم لك الحمد حمدایوا فی
نعمت ویکافی مزید كرمك وقوله اللهم
لك الحمد انت قیم السموات والارضین
ومن فیهن ولك الحمد انت
ملك السموات والارضین ومن
فیهن ولك الحمد انت نور السموات

یہ حکم ہے اور یہی بُرے احتمال سے بچاؤ ہے جیسا کہ
حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں بہت زیادہ
فضیلت ہے اور بہتر ہے کہ صدقہ میں جو دسے دو
کی تعداد دے، دو پیسے، دو روٹیاں، اگر اور کچھ
نہ پائے تو کم از کم دو خر مہرے دسے ۱۲ (ت)

اور جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے
اسے اعتدال سے لے ایسی حمد جو تیری نعمتوں کے برابر ہو
اور مزید کرم کو کفایت کرے، اور حضور کا ارشاد
کہ تیری حمد کہ تو آسمانوں اور زمین کا نگران ہے اور
تیری حمد کہ تو آسمانوں اور زمین اور ان میں ہر چیز کا مالک
ہے، اور تیری حمد کہ تو زمین اور آسمانوں اور ان میں
(باقی، اگلے صفحہ پر)

بطور حمد و ثنا پڑھے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے
 بڑھ کر بہتر حمد اور اچھی ثنا کوئی نہیں کر سکتا، حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ بہترین محامد میں
 ایک یہ ہے، اے اللہ! ہمارے رب! تیرے لئے
 کثیر طیب، مبارک حمد جیسے تجھے پسند ہے اور
 تو راضی ہے، زمینیں اور آسمان اور ہر وہ چیز بھر کر
 جس کو تو چاہے۔ اور ان میں سے ایک اور یہ ہے،
 اے اللہ! تیرے لئے دائمی حمد جیسا کہ تیرا دوام ہے
 اور تیری حمد جو باقی رہنے والی ہو تیری بقا کے
 ساتھ، تیری ایسی حمد جو تیری مشیت کے بغیر ختم نہ ہو
 اور ایسی دائمی حمد جس کو بیان کرنے والا صرف رضا کا
 طالب ہو، اور تیرے لئے ایسی حمد جو آنکھوں کی ہر پلک

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قانہ لا یقدر
 احد ان یحمد الا بحمد احمد صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن احسنها اللہم
 من سالتک الحمد حمد اکثر اطیب من رکت
 فیہ کما تحب من سنا و برہی ملا السموات
 و ملا الارض و ملا ما شئت من شئی بعد
 و صہا، اللہم لک الحمد الحمد ادا ثما صہ
 د و اعلت و لک الحمد حمد احوال صہ
 خلودک و لک الحمد حمد الامنتہی لہ
 دون مشیتک و لک الحمد حمد ادا ثما
 لا یرید قتلہ الا رضات و لک الحمد حمد ا
 عند عکال طرفہ عین و تنفس کل نفس،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہر چیز کا نور ہے اور مالک حمد ہے، اور آپ کا یہ قول
 اے اللہ! تیری مخلوق کے لئے تیرے امتحان اور تیرے
 حکمت والے عمل پر تیری حمد۔ ہمارے گھر والوں کے لئے
 امتحان اور تیری کارسازی پر حمد۔ اور خاص ہماری
 جانوں میں تیرے امتحان و کارسازی پر حمد۔ ہمیں
 ہدایت دینے پر تیری حمد اور ہمیں عزت دینے اور ہمیں
 مستور کرنے پر تیری حمد، قرآن سے تیری حمد اہل مال کے
 پر، عافیت دینے پر تیری حمد حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے
 تیرے لئے حمد ہے جب تو راضی ہو، اے تقویٰ اور
 مغفرت والا۔ اور ان جیسے دیگر الفاظ کثیرہ سے
 حمد پڑھے ۱۲ منہ (ت)

والارض ومن فیہن و لک الحمد و قولہ
 اللہم لک الحمد فی بلائک و صنیعتک الی
 خلقک و لک الحمد فی بلائک و صنیعتک الی
 اهل بیوتنا و لک الحمد فی بلائک و صنیعتک
 الی انفسنا حاصۃ و لک الحمد بما ہدیتنا
 و لک الحمد بما اکرمت و لک الحمد بما
 سترت و لک الحمد بالقرآن و لک الحمد
 بالاهل و المال و لک الحمد بالمعافاة و
 لک الحمد حتی ترصی و لک الحمد اذا
 صیت یا اهل التقوی و لک الحمد
 غیر ذلک من صیغ کثیرہ ۱۲ منہ (م)

وَمِنْهَا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لَجَلَالٍ وَجَهْدٍ
وَعَظِيمٍ سُبْحَانَكَ وَمِنْهَا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ
شُكْرًا وَلَكَ الْمِنَّةُ فَضْلًا، وَمِنْهَا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ
كَمَا تَقُولُ وَخَيْرًا مِمَّا تَقُولُ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا
وَرَدَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ فَلْيَجْمَعْهَا أَوْ لِيَكْتَفِ
بَعْضُهَا، وَلِيَعْبِدُنِي أَنْ يَخْتَصِمَهَا بِقَوْلِهِ اللَّهُمَّ
لَا أَحْمَدُ شَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَشَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ
فَإِنَّهُ مِنْ أَجْمَعِ حَمْدٍ وَأَدْنَى شَاءَ عَلَيْهِ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَمَنْ لَوْ يَحْسُنُ مِنْ ذَلِكَ
شَيْئًا فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ تَشَاءُ أَوْ لِيَقْرَأْ الْفَاتِحَةَ
أَوْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ نِيَّةَ الثَّنَاءِ فَلَا يَجِدُ ثَنَاءً
أَفْضَلَ مِنْهَا ثَوَّلِي صَلَواتِي وَسَلَامِي عَلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدِي
عَشْرَةَ مَرَّةً أَذْكَاءُ لِتُجَابَ دَعَاؤُكَ إِلَّا بِالْصَلَاةِ
عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا بِالسَّلَامِ
أَحْمَرًا مِنَ الْفَضْلَيْنِ وَاحْتِرَازًا عَنِ الْخِلَافِ فَإِنَّهُ
مِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ كَرِهَ الْأَخْرَاجَ ثُمَّ الْعَبْدُ
يُخْتَارُ هُنَا لِمَنْزِلَةِ الْقَوْثِيَّةِ الْمَرْبُورَةِ عَنْ
سَيِّدِنَا الْقَوْثِ الْأَعْظَمِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ،
وَهِيَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى (سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا) مُحَمَّدٍ

اور ہر ساقی کے وقت جو، اور ایک اور یہ ہے، اے
اللہ! تیرے لئے تیری ذات کے جلال اور تیری عظیم
سلطنت کے شایان شایان حمد ہو، اور ایک یہ ہے،
اے اللہ! شکر بجا لانے کے لئے تیری حمد اور تیرا احسان
فصل ہے، اور ایک یہ ہے، اے تیرے لئے وہ حمد
جو تونے فرمائی اور وہ بہتر جو ہم کرتے ہیں۔ ان کے
علاوہ دیگر احادیث میں مروی ہیں سب کو یا بعض
کو پڑھے۔ اور مجھے تو پسند ہے کہ تفریق میں یہ حمد پڑھے۔
اے اللہ! میں تیری ثناء کو بجا نہیں لاسکتا جس طرح
تو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے کیونکہ یہ حمد بہت جامع
اور وسیع ہے۔ اور اگر کسی مذکورہ حمد میں سے کوئی
حمد یاد نہ آتے، تری بار الحمد للہ پڑھ لے یا سورہ
فاتحہ یا آیت الکرسی حمد و ثنا کی نیت سے پڑھے، ان سے
بہتر ثناء نہ پاؤ گے، اور پھر آخر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پر درود سلام گیر رہ مرتبہ پڑھے کیونکہ درود
شرعی کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور سلام کا بھی
حکم ہے تاکہ دونوں کی فضیلت ہو جائے۔ اور بعض علمائے
دونوں میں سے ایک پر اکتفا کر دہ قرار دیا ہے اس لئے
دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس خلاف سے بچے گا۔
پھر مجھ بندہ کو یہاں درود غوثیہ جو آپ سے مروی ہے

حکمہ اعلم ان لفظہ سیدنا و مولانا حضرت
نویادات للفقیر عنی ما بلغنا عن مشایخنا
وقد شراد امیر المؤمنین حمزہ وابنہ عبد اللہ

سیدنا و مولانا کا لفظ اس فقیر نے بڑھایا ہے، یہ
لفظ ہمارے مشائخ کا نہیں، یہ اضافہ جائز ہے جیسا کہ
امیر المؤمنین عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ
(باقی برصغیر آئندہ)

معدن الجود والكرم والاله وسلم والعبد
يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولانا
محمد محمد بن جود والكرم والاله الكرام
واسمه الكريم واسمه الكريم يا اكرم
الاكرمين وبارك وسلم ثم لي توجه
بقبلة الى المدينة الطيبة و
ليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله
يا بني الله اعطني وامددني في قضاء
حاجتي يا قاضي الحاجات ثم يخطو
الى جهت العراق وهو من
بلاد نابين الشمال والمغرب افاده
سیدی حمزة مرھی اللہ تعالیٰ عنہ
وکی ایضا جهة المدينة المنورة وکربلاء و
العبد الضعیف قد استخرج جهة حضرت بغداد
من بلد شام بری بالموثرة البرهانية علی ان
عرضها الحک و طولها مدی و عرض بری

پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے: اسے اللہ! ہمارے آقا و
مولیٰ محمد بن جود و کرم کی کان پر رحمت نازل فرما اور آپ کی
آل پر اور سلامتی نازل فرما۔ جس کو یہ بندہ یوں پڑتا
ہے اسے اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ محمد بن جود و کرم کی کان
پر اور آپ کی برگزیدہ آل اور کرم بیٹے اور برگزیدہ امت
پر صلوة و سلام فرما اسے برگزیدوں کے برگزیدہ اس کے
بعد مدینہ منورہ کی طرف دلی توجہ کر کے گیارہ مرتبہ یوں
پڑھے یا رسول اللہ یا نبی اللہ! میری مدد کرو اور
اسے حاجات پوری کرنے والے! میری حاجت کے
برابر کرنے میں مدد فرماؤ۔ اور پھر عراق کی طرف قدم
بڑھاسے اور سارے ہاں عراق شمال مغرب میں ہے
یہ میرے آقا حضرت داؤد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے
اور یہی مدینہ منورہ اور کربلا معلیٰ کی جہت ہے۔ اور
اس جہد ضعیف نے اپنے ملاقاتی بریلی سے دربار بغداد
کی جہت جو بریلی کی بنیاد پر متعین کی ہے یوں کہ بغداد
کا عرض چھ گز اور اس کا طول مدی و عرض بریلی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۱)

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تعبیر کے الفاظ میں زائد اضافہ
شامل کئے اور ہمارے علماء نے بھی درود شریف میں
”سیدنا“ کا لفظ بڑھایا جیسا کہ دو محل میں ہے تو اس کے
غیر میں بھی جائز ہوگا، نیز دلائل الخیرتہ میں ترکی کا
قصہ معلوم ہے جبکہ ولایت بھی سیادت کے معنی میں ہے
تیسفیس درجہ اور یکہ ثلث ۱۲ دت،
چوالیس درجہ اور ۲۸ دقیقہ ۱۴ دت،

رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی تعبیر رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجار العلماء
نریدة السیادة فی الصلوة کما فی در المختار
فکیف فی غیرہ و قصة التری فی قواعد دلائل
الخیرات معلومة و الولایة مثل السیادة ۱۳
علہ ثلاث و ثلاثون درجہ و ثلث ۱۴ دت،
علہ اربع و اربعون درجہ و ثانی و عشرون دقیقہ ۱۵ دت

عرض الخ اور اس کا طول عطا کرے اس سے شمال
انحراف یعنی نقطہ مغرب سے نقطہ شمال کی طرف صحیح
حاصل ہوا، اب خط زواں نکال کر اس پر قائم کی صورت
میں عمود مغرب کی طرف کھینچی جائے، اور خط زواں اور عمود
پرتو اس طرح بنایا جائے کہ اس القاعدہ کو مرکز قرار دیا جائے
اور قوس کے پانچ جز بنائے جائیں اور اس القاعدہ اور



مغرب کی طرف سے پہلے قوس کو خط
سکے ذریعے طے کیا جائے تو یہ خط دربار
بقاعدہ کی جست ہوگی لیکن مزید مزید
نقطہ مغرب شمال کی جانب چار درجے

سے جیسا کہ میں نے جو میٹری کے متعدد طریقوں سے معلوم
کی ہے ۵۰ درجے کی طرف گیارہ قدم حادث کیے مطابق
درمیانہ قدم چلے کر کیا کلام سے یہی کجا جا رہا ہے اور
بعض حواس کی طرح ذکر سے کہ وہ قدم چلے کی بجائے
بزرگ صرف تین یا چار انگشت آگے بڑھتے ہیں حالانکہ
یہ قدم کا فاصلہ نہیں نکلتا، جبکہ جس گیارہ قدم کے بارے
میں حکم ہے اس نے بغیر ضرورت اور بدعذر اس حکم سے
حدول نہیں کرنا چاہیے، اور یہ حدول غلط ہے۔ بلکہ اگر

الخ کا و طولها عطا الرقعة الانحراف، التبت الى
اعنى من نقطة المغرب الى نقطة الشمال
صحیح فیستخرج خط الزوال ویقیم علیہ
عمود الى المغرب ویبدر علیہما قوسا
بجعل من اس النقطة مركزا فیجذبہما
انحراف ویجعل خطا بین الرأس والخمس



الاول من یلی المغرب فهذا
الخط هو سمت حفرة
بقاعدہ اما السبعة
لکریمة فاربع درج اعنى

مغرب من نقطة المغرب الى الشمال على
ما استخرجت بعدة طرق رہ بیت احدی
عشر خطوة معتدلة معتدلة فانه
المتبادر من الکلام لا ما یفعله بعض العوام
من انهم لا یرفعون قد ما ولا یخطون
خطوة وانما یقعدون کل مرة نحو شامت
اصابعه او اربع فلس هذا من الخطیة فی شرف
وانما امرنا بالخط ما عدول عنها بدون ضرورة

على ثمان وعشرون درجة واحدة وعشرون دقيقة ۱۲
على تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون
دقيقة من قرنیص هو صد لدی ۱۲ (م)
على ثانی عشرة درجة ومثلها الدقائق ۱۲ (م)
على اقصی عمل التخمیس لعدم الحاجة الى
تدقیق الدقائق مع ما فيه من الدقة ۱۲ (م)

۲۸ درجے اور ۲۱ دقیقہ ۱۲ (ت)
۴۹ درجے اور ۲۴ دقیقہ، لندن کی قرنیص رصد گاہ
سے ۱۲ (ت)
۱۸ درجے اور ۱۸ دقیقہ ۱۲ (ت)
پانچ حصوں کو بیان کیا ہے کیونکہ دقیقہ بنانے کی وقت
سے ۱۲ (ت)

حين الحظ نعم ان كان في مضيق لا يجسد
 مس غا للخطوات المعهودة ولا الخروج
 الى مندوحة فليأت بما استطاع واشهد
 شاعة من هذا ما رأيت بعضهم من به
 يصلوا كعتين حتى اذا كان في آخر قراءة الاخرى
 انصرف الى العراق فتخطى ثم عاد الى مكانه
 فتوجه نحو القبلة واتم الصلوة ولا يدري
 المسكين ان هذا مع مخالفة للوارد
 مفسد لصلوته وابل العمل حرام
 ثم انقل يعجب بالشروع فيلزمه القضا
 وهو لا يوسيدة ولا يدري به
 فيا شمس مرتين ^١ ^٢ ^٣ ^٤ ^٥ ^٦ ^٧ ^٨ ^٩ ^{١٠} ^{١١} ^{١٢} ^{١٣} ^{١٤} ^{١٥} ^{١٦} ^{١٧} ^{١٨} ^{١٩} ^{٢٠} ^{٢١} ^{٢٢} ^{٢٣} ^{٢٤} ^{٢٥} ^{٢٦} ^{٢٧} ^{٢٨} ^{٢٩} ^{٣٠} ^{٣١} ^{٣٢} ^{٣٣} ^{٣٤} ^{٣٥} ^{٣٦} ^{٣٧} ^{٣٨} ^{٣٩} ^{٤٠} ^{٤١} ^{٤٢} ^{٤٣} ^{٤٤} ^{٤٥} ^{٤٦} ^{٤٧} ^{٤٨} ^{٤٩} ^{٥٠} ^{٥١} ^{٥٢} ^{٥٣} ^{٥٤} ^{٥٥} ^{٥٦} ^{٥٧} ^{٥٨} ^{٥٩} ^{٦٠} ^{٦١} ^{٦٢} ^{٦٣} ^{٦٤} ^{٦٥} ^{٦٦} ^{٦٧} ^{٦٨} ^{٦٩} ^{٧٠} ^{٧١} ^{٧٢} ^{٧٣} ^{٧٤} ^{٧٥} ^{٧٦} ^{٧٧} ^{٧٨} ^{٧٩} ^{٨٠} ^{٨١} ^{٨٢} ^{٨٣} ^{٨٤} ^{٨٥} ^{٨٦} ^{٨٧} ^{٨٨} ^{٨٩} ^{٩٠} ^{٩١} ^{٩٢} ^{٩٣} ^{٩٤} ^{٩٥} ^{٩٦} ^{٩٧} ^{٩٨} ^{٩٩} ^{١٠٠} ^{١٠١} ^{١٠٢} ^{١٠٣} ^{١٠٤} ^{١٠٥} ^{١٠٦} ^{١٠٧} ^{١٠٨} ^{١٠٩} ^{١١٠} ^{١١١} ^{١١٢} ^{١١٣} ^{١١٤} ^{١١٥} ^{١١٦} ^{١١٧} ^{١١٨} ^{١١٩} ^{١٢٠} ^{١٢١} ^{١٢٢} ^{١٢٣} ^{١٢٤} ^{١٢٥} ^{١٢٦} ^{١٢٧} ^{١٢٨} ^{١٢٩} ^{١٣٠} ^{١٣١} ^{١٣٢} ^{١٣٣} ^{١٣٤} ^{١٣٥} ^{١٣٦} ^{١٣٧} ^{١٣٨} ^{١٣٩} ^{١٤٠} ^{١٤١} ^{١٤٢} ^{١٤٣} ^{١٤٤} ^{١٤٥} ^{١٤٦} ^{١٤٧} ^{١٤٨} ^{١٤٩} ^{١٥٠} ^{١٥١} ^{١٥٢} ^{١٥٣} ^{١٥٤} ^{١٥٥} ^{١٥٦} ^{١٥٧} ^{١٥٨} ^{١٥٩} ^{١٦٠} ^{١٦١} ^{١٦٢} ^{١٦٣} ^{١٦٤} ^{١٦٥} ^{١٦٦} ^{١٦٧} ^{١٦٨} ^{١٦٩} ^{١٧٠} ^{١٧١} ^{١٧٢} ^{١٧٣} ^{١٧٤} ^{١٧٥} ^{١٧٦} ^{١٧٧} ^{١٧٨} ^{١٧٩} ^{١٨٠} ^{١٨١} ^{١٨٢} ^{١٨٣} ^{١٨٤} ^{١٨٥} ^{١٨٦} ^{١٨٧} ^{١٨٨} ^{١٨٩} ^{١٩٠} ^{١٩١} ^{١٩٢} ^{١٩٣} ^{١٩٤} ^{١٩٥} ^{١٩٦} ^{١٩٧} ^{١٩٨} ^{١٩٩} ^{٢٠٠} ^{٢٠١} ^{٢٠٢} ^{٢٠٣} ^{٢٠٤} ^{٢٠٥} ^{٢٠٦} ^{٢٠٧} ^{٢٠٨} ^{٢٠٩} ^{٢١٠} ^{٢١١} ^{٢١٢} ^{٢١٣} ^{٢١٤} ^{٢١٥} ^{٢١٦} ^{٢١٧} ^{٢١٨} ^{٢١٩} ^{٢٢٠} ^{٢٢١} ^{٢٢٢} ^{٢٢٣} ^{٢٢٤} ^{٢٢٥} ^{٢٢٦} ^{٢٢٧} ^{٢٢٨} ^{٢٢٩} ^{٢٣٠} ^{٢٣١} ^{٢٣٢} ^{٢٣٣} ^{٢٣٤} ^{٢٣٥} ^{٢٣٦} ^{٢٣٧} ^{٢٣٨} ^{٢٣٩} ^{٢٤٠} ^{٢٤١} ^{٢٤٢} ^{٢٤٣} ^{٢٤٤} ^{٢٤٥} ^{٢٤٦} ^{٢٤٧} ^{٢٤٨} ^{٢٤٩} ^{٢٥٠} ^{٢٥١} ^{٢٥٢} ^{٢٥٣} ^{٢٥٤} ^{٢٥٥} ^{٢٥٦} ^{٢٥٧} ^{٢٥٨} ^{٢٥٩} ^{٢٦٠} ^{٢٦١} ^{٢٦٢} ^{٢٦٣} ^{٢٦٤} ^{٢٦٥} ^{٢٦٦} ^{٢٦٧} ^{٢٦٨} ^{٢٦٩} ^{٢٧٠} ^{٢٧١} ^{٢٧٢} ^{٢٧٣} ^{٢٧٤} ^{٢٧٥} ^{٢٧٦} ^{٢٧٧} ^{٢٧٨} ^{٢٧٩} ^{٢٨٠} ^{٢٨١} ^{٢٨٢} ^{٢٨٣} ^{٢٨٤} ^{٢٨٥} ^{٢٨٦} ^{٢٨٧} ^{٢٨٨} ^{٢٨٩} ^{٢٩٠} ^{٢٩١} ^{٢٩٢} ^{٢٩٣} ^{٢٩٤} ^{٢٩٥} ^{٢٩٦} ^{٢٩٧} ^{٢٩٨} ^{٢٩٩} ^{٣٠٠} ^{٣٠١} ^{٣٠٢} ^{٣٠٣} ^{٣٠٤} ^{٣٠٥} ^{٣٠٦} ^{٣٠٧} ^{٣٠٨} ^{٣٠٩} ^{٣١٠} ^{٣١١} ^{٣١٢} ^{٣١٣} ^{٣١٤} ^{٣١٥} ^{٣١٦} ^{٣١٧} ^{٣١٨} ^{٣١٩} ^{٣٢٠} ^{٣٢١} ^{٣٢٢} ^{٣٢٣} ^{٣٢٤} ^{٣٢٥} ^{٣٢٦} ^{٣٢٧} ^{٣٢٨} ^{٣٢٩} ^{٣٣٠} ^{٣٣١} ^{٣٣٢} ^{٣٣٣} ^{٣٣٤} ^{٣٣٥} ^{٣٣٦} ^{٣٣٧} ^{٣٣٨} ^{٣٣٩} ^{٣٤٠} ^{٣٤١} ^{٣٤٢} ^{٣٤٣} ^{٣٤٤} ^{٣٤٥} ^{٣٤٦} ^{٣٤٧} ^{٣٤٨} ^{٣٤٩} ^{٣٥٠} ^{٣٥١} ^{٣٥٢} ^{٣٥٣} ^{٣٥٤} ^{٣٥٥} ^{٣٥٦} ^{٣٥٧} ^{٣٥٨} ^{٣٥٩} ^{٣٦٠} ^{٣٦١} ^{٣٦٢} ^{٣٦٣} ^{٣٦٤} ^{٣٦٥} ^{٣٦٦} ^{٣٦٧} ^{٣٦٨} ^{٣٦٩} ^{٣٧٠} ^{٣٧١} ^{٣٧٢} ^{٣٧٣} ^{٣٧٤} ^{٣٧٥} ^{٣٧٦} ^{٣٧٧} ^{٣٧٨} ^{٣٧٩} ^{٣٨٠} ^{٣٨١} ^{٣٨٢} ^{٣٨٣} ^{٣٨٤} ^{٣٨٥} ^{٣٨٦} ^{٣٨٧} ^{٣٨٨} ^{٣٨٩} ^{٣٩٠} ^{٣٩١} ^{٣٩٢} ^{٣٩٣} ^{٣٩٤} ^{٣٩٥} ^{٣٩٦} ^{٣٩٧} ^{٣٩٨} ^{٣٩٩} ^{٤٠٠} ^{٤٠١} ^{٤٠٢} ^{٤٠٣} ^{٤٠٤} ^{٤٠٥} ^{٤٠٦} ^{٤٠٧} ^{٤٠٨} ^{٤٠٩} ^{٤١٠} ^{٤١١} ^{٤١٢} ^{٤١٣} ^{٤١٤} ^{٤١٥} ^{٤١٦} ^{٤١٧} ^{٤١٨} ^{٤١٩} ^{٤٢٠} ^{٤٢١} ^{٤٢٢} ^{٤٢٣} ^{٤٢٤} ^{٤٢٥} ^{٤٢٦} ^{٤٢٧} ^{٤٢٨} ^{٤٢٩} ^{٤٣٠} ^{٤٣١} ^{٤٣٢} ^{٤٣٣} ^{٤٣٤} ^{٤٣٥} ^{٤٣٦} ^{٤٣٧} ^{٤٣٨} ^{٤٣٩} ^{٤٤٠} ^{٤٤١} ^{٤٤٢} ^{٤٤٣} ^{٤٤٤} ^{٤٤٥} ^{٤٤٦} ^{٤٤٧} ^{٤٤٨} ^{٤٤٩} ^{٤٥٠} ^{٤٥١} ^{٤٥٢} ^{٤٥٣} ^{٤٥٤} ^{٤٥٥} ^{٤٥٦} ^{٤٥٧} ^{٤٥٨} ^{٤٥٩} ^{٤٦٠} ^{٤٦١} ^{٤٦٢} ^{٤٦٣} ^{٤٦٤} ^{٤٦٥} ^{٤٦٦} ^{٤٦٧} ^{٤٦٨} ^{٤٦٩} ^{٤٧٠} ^{٤٧١} ^{٤٧٢} ^{٤٧٣} ^{٤٧٤} ^{٤٧٥} ^{٤٧٦} ^{٤٧٧} ^{٤٧٨} ^{٤٧٩} ^{٤٨٠} ^{٤٨١} ^{٤٨٢} ^{٤٨٣} ^{٤٨٤} ^{٤٨٥} ^{٤٨٦} ^{٤٨٧} ^{٤٨٨} ^{٤٨٩} ^{٤٩٠} ^{٤٩١} ^{٤٩٢} ^{٤٩٣} ^{٤٩٤} ^{٤٩٥} ^{٤٩٦} ^{٤٩٧} ^{٤٩٨} ^{٤٩٩} ^{٥٠٠} ^{٥٠١} ^{٥٠٢} ^{٥٠٣} ^{٥٠٤} ^{٥٠٥} ^{٥٠٦} ^{٥٠٧} ^{٥٠٨} ^{٥٠٩} ^{٥١٠} ^{٥١١} ^{٥١٢} ^{٥١٣} ^{٥١٤} ^{٥١٥} ^{٥١٦} ^{٥١٧} ^{٥١٨} ^{٥١٩} ^{٥٢٠} ^{٥٢١} ^{٥٢٢} ^{٥٢٣} ^{٥٢٤} ^{٥٢٥} ^{٥٢٦} ^{٥٢٧} ^{٥٢٨} ^{٥٢٩} ^{٥٣٠} ^{٥٣١} ^{٥٣٢} ^{٥٣٣} ^{٥٣٤} ^{٥٣٥} ^{٥٣٦} ^{٥٣٧} ^{٥٣٨} ^{٥٣٩} ^{٥٤٠} ^{٥٤١} ^{٥٤٢} ^{٥٤٣} ^{٥٤٤} ^{٥٤٥} ^{٥٤٦} ^{٥٤٧} ^{٥٤٨} ^{٥٤٩} ^{٥٥٠} ^{٥٥١} ^{٥٥٢} ^{٥٥٣} ^{٥٥٤} ^{٥٥٥} ^{٥٥٦} ^{٥٥٧} ^{٥٥٨} ^{٥٥٩} ^{٥٦٠} ^{٥٦١} ^{٥٦٢} ^{٥٦٣} ^{٥٦٤} ^{٥٦٥} ^{٥٦٦} ^{٥٦٧} ^{٥٦٨} ^{٥٦٩} ^{٥٧٠} ^{٥٧١} ^{٥٧٢} ^{٥٧٣} ^{٥٧٤} ^{٥٧٥} ^{٥٧٦} ^{٥٧٧} ^{٥٧٨} ^{٥٧٩} ^{٥٨٠} ^{٥٨١} ^{٥٨٢} ^{٥٨٣} ^{٥٨٤} ^{٥٨٥} ^{٥٨٦} ^{٥٨٧} ^{٥٨٨} ^{٥٨٩} ^{٥٩٠} ^{٥٩١} ^{٥٩٢} ^{٥٩٣} ^{٥٩٤} ^{٥٩٥} ^{٥٩٦} ^{٥٩٧} ^{٥٩٨} ^{٥٩٩} ^{٦٠٠} ^{٦٠١} ^{٦٠٢} ^{٦٠٣} ^{٦٠٤} ^{٦٠٥} ^{٦٠٦} ^{٦٠٧} ^{٦٠٨} ^{٦٠٩} ^{٦١٠} ^{٦١١} ^{٦١٢} ^{٦١٣} ^{٦١٤} ^{٦١٥} ^{٦١٦} ^{٦١٧} ^{٦١٨} ^{٦١٩} ^{٦٢٠} ^{٦٢١} ^{٦٢٢} ^{٦٢٣} ^{٦٢٤} ^{٦٢٥} ^{٦٢٦} ^{٦٢٧} ^{٦٢٨} ^{٦٢٩} ^{٦٣٠} ^{٦٣١} ^{٦٣٢} ^{٦٣٣} ^{٦٣٤} ^{٦٣٥} ^{٦٣٦} ^{٦٣٧} ^{٦٣٨} ^{٦٣٩} ^{٦٤٠} ^{٦٤١} ^{٦٤٢} ^{٦٤٣} ^{٦٤٤} ^{٦٤٥} ^{٦٤٦} ^{٦٤٧} ^{٦٤٨} ^{٦٤٩} ^{٦٥٠} ^{٦٥١} ^{٦٥٢} ^{٦٥٣} ^{٦٥٤} ^{٦٥٥} ^{٦٥٦} ^{٦٥٧} ^{٦٥٨} ^{٦٥٩} ^{٦٦٠} ^{٦٦١} ^{٦٦٢} ^{٦٦٣} ^{٦٦٤} ^{٦٦٥} ^{٦٦٦} ^{٦٦٧} ^{٦٦٨} ^{٦٦٩} ^{٦٧٠} ^{٦٧١} ^{٦٧٢} ^{٦٧٣} ^{٦٧٤} ^{٦٧٥} ^{٦٧٦} ^{٦٧٧} ^{٦٧٨} ^{٦٧٩} ^{٦٨٠} ^{٦٨١} ^{٦٨٢} ^{٦٨٣} ^{٦٨٤} ^{٦٨٥} ^{٦٨٦} ^{٦٨٧} ^{٦٨٨} ^{٦٨٩} ^{٦٩٠} ^{٦٩١} ^{٦٩٢} ^{٦٩٣} ^{٦٩٤} ^{٦٩٥} ^{٦٩٦} ^{٦٩٧} ^{٦٩٨} ^{٦٩٩} ^{٧٠٠} ^{٧٠١} ^{٧٠٢} ^{٧٠٣} ^{٧٠٤} ^{٧٠٥} ^{٧٠٦} ^{٧٠٧} ^{٧٠٨} ^{٧٠٩} ^{٧١٠} ^{٧١١} ^{٧١٢} ^{٧١٣} ^{٧١٤} ^{٧١٥} ^{٧١٦} ^{٧١٧} ^{٧١٨} ^{٧١٩} ^{٧٢٠} ^{٧٢١} ^{٧٢٢} ^{٧٢٣} ^{٧٢٤} ^{٧٢٥} ^{٧٢٦} ^{٧٢٧} ^{٧٢٨} ^{٧٢٩} ^{٧٣٠} ^{٧٣١} ^{٧٣٢} ^{٧٣٣} ^{٧٣٤} ^{٧٣٥} ^{٧٣٦} ^{٧٣٧} ^{٧٣٨} ^{٧٣٩} ^{٧٤٠} ^{٧٤١} ^{٧٤٢} ^{٧٤٣} ^{٧٤٤} ^{٧٤٥} ^{٧٤٦} ^{٧٤٧} ^{٧٤٨} ^{٧٤٩} ^{٧٥٠} ^{٧٥١} ^{٧٥٢} ^{٧٥٣} ^{٧٥٤} ^{٧٥٥} ^{٧٥٦} ^{٧٥٧} ^{٧٥٨} ^{٧٥٩} ^{٧٦٠} ^{٧٦١} ^{٧٦٢} ^{٧٦٣} ^{٧٦٤} ^{٧٦٥} ^{٧٦٦} ^{٧٦٧} ^{٧٦٨} ^{٧٦٩} ^{٧٧٠} ^{٧٧١} ^{٧٧٢} ^{٧٧٣} ^{٧٧٤} ^{٧٧٥} ^{٧٧٦} ^{٧٧٧} ^{٧٧٨} ^{٧٧٩} ^{٧٨٠} ^{٧٨١} ^{٧٨٢} ^{٧٨٣} ^{٧٨٤} ^{٧٨٥} ^{٧٨٦} ^{٧٨٧} ^{٧٨٨} ^{٧٨٩} ^{٧٩٠} ^{٧٩١} ^{٧٩٢} ^{٧٩٣} ^{٧٩٤} ^{٧٩٥} ^{٧٩٦} ^{٧٩٧} ^{٧٩٨} ^{٧٩٩} ^{٨٠٠} ^{٨٠١} ^{٨٠٢} ^{٨٠٣} ^{٨٠٤} ^{٨٠٥} ^{٨٠٦} ^{٨٠٧} ^{٨٠٨} ^{٨٠٩} ^{٨١٠} ^{٨١١} ^{٨١٢} ^{٨١٣} ^{٨١٤} ^{٨١٥} ^{٨١٦} ^{٨١٧} ^{٨١٨} ^{٨١٩} ^{٨٢٠} ^{٨٢١} ^{٨٢٢} ^{٨٢٣} ^{٨٢٤} ^{٨٢٥} ^{٨٢٦} ^{٨٢٧} ^{٨٢٨} ^{٨٢٩} ^{٨٣٠} ^{٨٣١} ^{٨٣٢} ^{٨٣٣} ^{٨٣٤} ^{٨٣٥} ^{٨٣٦} ^{٨٣٧} ^{٨٣٨} ^{٨٣٩} ^{٨٤٠} ^{٨٤١} ^{٨٤٢} ^{٨٤٣} ^{٨٤٤} ^{٨٤٥} ^{٨٤٦} ^{٨٤٧} ^{٨٤٨} ^{٨٤٩} ^{٨٥٠} ^{٨٥١} ^{٨٥٢} ^{٨٥٣} ^{٨٥٤} ^{٨٥٥} ^{٨٥٦} ^{٨٥٧} ^{٨٥٨} ^{٨٥٩} ^{٨٦٠} ^{٨٦١} ^{٨٦٢} ^{٨٦٣} ^{٨٦٤} ^{٨٦٥} ^{٨٦٦} ^{٨٦٧} ^{٨٦٨} ^{٨٦٩} ^{٨٧٠} ^{٨٧١} ^{٨٧٢} ^{٨٧٣} ^{٨٧٤} ^{٨٧٥} ^{٨٧٦} ^{٨٧٧} ^{٨٧٨} ^{٨٧٩} ^{٨٨٠} ^{٨٨١} ^{٨٨٢} ^{٨٨٣} ^{٨٨٤} ^{٨٨٥} ^{٨٨٦} ^{٨٨٧} ^{٨٨٨} ^{٨٨٩} ^{٨٩٠} ^{٨٩١} ^{٨٩٢} ^{٨٩٣} ^{٨٩٤} ^{٨٩٥} ^{٨٩٦} ^{٨٩٧} ^{٨٩٨} ^{٨٩٩} ^{٩٠٠} ^{٩٠١} ^{٩٠٢} ^{٩٠٣} ^{٩٠٤} ^{٩٠٥} ^{٩٠٦} ^{٩٠٧} ^{٩٠٨} ^{٩٠٩} ^{٩١٠} ^{٩١١} ^{٩١٢} ^{٩١٣} ^{٩١٤} ^{٩١٥} ^{٩١٦} ^{٩١٧} ^{٩١٨} ^{٩١٩} ^{٩٢٠} ^{٩٢١} ^{٩٢٢} ^{٩٢٣} ^{٩٢٤} ^{٩٢٥} ^{٩٢٦} ^{٩٢٧} ^{٩٢٨} ^{٩٢٩} ^{٩٣٠} ^{٩٣١} ^{٩٣٢} ^{٩٣٣} ^{٩٣٤} ^{٩٣٥} ^{٩٣٦} ^{٩٣٧} ^{٩٣٨} ^{٩٣٩} ^{٩٤٠} ^{٩٤١} ^{٩٤٢} ^{٩٤٣} ^{٩٤٤} ^{٩٤٥} ^{٩٤٦} ^{٩٤٧} ^{٩٤٨} ^{٩٤٩} ^{٩٥٠} ^{٩٥١} ^{٩٥٢} ^{٩٥٣} ^{٩٥٤} ^{٩٥٥} ^{٩٥٦} ^{٩٥٧} ^{٩٥٨} ^{٩٥٩} ^{٩٦٠} ^{٩٦١} ^{٩٦٢} ^{٩٦٣} ^{٩٦٤} ^{٩٦٥} ^{٩٦٦} ^{٩٦٧} ^{٩٦٨} ^{٩٦٩} ^{٩٧٠} ^{٩٧١} ^{٩٧٢} ^{٩٧٣} ^{٩٧٤} ^{٩٧٥} ^{٩٧٦} ^{٩٧٧} ^{٩٧٨} ^{٩٧٩} ^{٩٨٠} ^{٩٨١} ^{٩٨٢} ^{٩٨٣} ^{٩٨٤} ^{٩٨٥} ^{٩٨٦} ^{٩٨٧} ^{٩٨٨} ^{٩٨٩} ^{٩٩٠} ^{٩٩١} ^{٩٩٢} ^{٩٩٣} ^{٩٩٤} ^{٩٩٥} ^{٩٩٦} ^{٩٩٧} ^{٩٩٨} ^{٩٩٩} ^{١٠٠٠} ^{١٠٠١} ^{١٠٠٢} ^{١٠٠٣} ^{١٠٠٤} ^{١٠٠٥} ^{١٠٠٦} ^{١٠٠٧} ^{١٠٠٨} ^{١٠٠٩} ^{١٠١٠} ^{١٠١١} ^{١٠١٢} ^{١٠١٣} ^{١٠١٤} ^{١٠١٥} ^{١٠١٦} ^{١٠١٧} ^{١٠١٨} ^{١٠١٩} ^{١٠٢٠} ^{١٠٢١} ^{١٠٢٢} ^{١٠٢٣} ^{١٠٢٤} ^{١٠٢٥} ^{١٠٢}

فی ہذی صیوۃ "و اکبر ان منہ شیخہ
الذی علمہ ہذا ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم ہذا لیکن عند
التخلی علی ہیئۃ الہیۃ والخصوۃ والادب
والخشوع، وانا احب ان یتخیل کانه حاضر
فی بغداد و مسرقۃ رافضی اللہ تعالی
عندہ بین عینیہ و ہور اقد فیہ
مستقبل القبلة الکریمۃ والعبد یتعبد
کرہ فی ریدانہ یتقدم الیہ
اذ یعتیہ الحیاء من قبل المعاصی
فیقف حذران کانه یستأذن
ویستلمہ الید رافضی اللہ تعالی
عنہ بعمۃ حبسودہ و
و یشیری مقبالتہ انت لم
یکن مسریدع جمیدہ
فانا جمیدہ فیینا ہو

میں آیا ہے کہ بغیر عبادت کرنے والا اس گدے کی طرح ہے
جو آٹے کی چکی میں جتا جو۔ ایسا عمل کرنے والے سے بڑھ کر
اس کا وہ شیخ مجرم ہے جس نے اسے یہ طریقہ بتایا ہے
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور قدم پہلے وقت
خشوع، خضوع اور ادب و ہیئت کی کیفیت ہونی چاہئے،
اور مجھے یوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ
دوبعد و شریف میں آپ کی مرقہ شریف کے سامنے بیٹھ
ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور
خوش غلظہ پی برادر میں قبلہ و موسے ہوئے ہیں اور
قدم پہلے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے آگے
بڑھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے مگر اپنے گناہوں کے
پیش نظر آگے جانے میں حیا کرتے ہوئے حیران کھڑا
ہو جاتا ہے اور گریا آپ سے بڑھنے کی اہانت طلب
کرتا ہے اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کیونکہ
آپ کا بخود سما کیسے ہے اور آپ کی یہ بات بشارت
ہے کہ اگر میرا مرد خوب نہیں میں تو خوب تر ہوں۔ "قدم

عہ احمر جہ الامام الشہو فی روح اللہ تعالی روحہ
فی بہجتہ الاسرار عن الشیخ القدوة ابی المحسن
عن القرشی قال قال سیدی الشیخ محی الدین
جہد القادر الجیل مرہی اللہ تعالی عنہ اعطیت

امام شہنشاہی نے بہجتہ الاسرار میں شیخ امام ابو المحسن علی
قرشی سے تخریج فرمائی ہے کہ میرے آقا حضرت شیخ
محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
بدرہ بصر تک دراز ایک دفتر مجھے عطا کیا گیا جس میں میرے
(باقی بر صفحہ آئندہ)

كذلك وهو رضى الله تعالى عنه ينظر اليه و
يعلم فقره وحي لا اذ يجرى الكرم العبد
فيشفه للعبد الاثيم فكله رضى الله تعالى
عنه يقول اذنت لهذا الفقير المضطرب ان
يجهوا لي ذلك الخطوات وويل كرفيها
اسمى ولا يمشى لى منى عندى فافى
انا ضمينه ولفيد مهماته فى الدنيا
والآخرة فيشط العبد ويتقدم على
اقدام الوجد قاتلا على كل خطوة
يا غوث الشقيين ويا كريم الظرفين
فانه رضى الله تعالى عنه حسنى الالب
حسينى الاله اغثنى واهدنى فف
قضاء حاجتى يا قاضى الحاجات

بڑھانے والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں
اور اس کے فقر و حیا کو جان کر آپ وسیع کرم فرمائیں گے
اور اس بندے گنہگار کی شفا عت فرمائیں گے ، اور
گرمید فرمائیں گے کہ میں اس فقیر تنگ دست کو اپنی طرف
قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں ، یہ پختے ہوئے میرا
نام ذکر کرے اور میرے پاس اگر آپے گنہگاروں کا فکر
نہ کرے کیونکہ میں دنیا و آخرت میں اس کی مشکلات کا
کفیل اور ضامن ہوں ، تو بندہ یہ شکر کر خوشی کا ، ظہار
کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجدانی
کیفیت میں یا غوث العظیم ، یا کریم الطرفین پہنچاتا
ہے (کریم الطرفین اس لئے کہ آپ والدہ کی طرف سے
حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینى ہیں) اور کہتے ہیں
یہی راستہ رری میں میری مدد کرو اسے حاجات کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۷)

سجلا بعد بصرف اسماء الصحابی و مریدى کمالی
یوم القيمة وقیل لی قد وهبوا لك سألست
ما لکا خاضعون انک مرسل عندک من
اصحابی احد افعل لا و عسرة مرابط و
جلاله ان یدى عل مریدی کالسماء علی الارض
ان لوکن مریدی حید واما جید و عسرة دبی و
جلاله لا یرحت قدما ی من بین یدى دبی حق
یشطق دبی وکم الی البعثة طهر و الحمد لله رب العالمین
انکرم عظیم والمرجاء عظیم ۱۲ منہ (م)

ساتھیوں اور مریدین کے نام ہیں جو قیامت تک میرے
سطحے میں داخل ہوں گے مجھے کہا گیا یہ آپ کی ملکیت ہے
اور میں نے جہنم کے عازن فرشتے سے پوچھا کیا تیرے
پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے ؟ تو اس نے
نفی میں جواب دیا۔ اس پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ مجھے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ تمام مریدین
پر میرا ہاتھ ایسے ہے جیسے زمین پر آسمان سایہ نکلن ہے
اور فرمایا ، اگر میرا مرد غریب نہیں تو میں خوب تر ہوں ، اور
سب ذوالجلال کی عزت کی قسم میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے
دربار سے حرکت نہ کروں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت کا پیغام نہ مل جائے گا ، الحمد للہ رب العالمین انکرم ۱۲ منہ

ثم ليودع الله سبحانه وتعالى متوسلا اليه
بجاء سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه
وسلم ثم يحيى وابنه هذا السيد الكريم غوثنا
الا عظم رضي الله تعالى عنه ، ولي راع آداب
الدعاء المذكورة في كل من العلماء كالصالحين
الطيبين وغيره ومن احسن من فضله با وجمع
تتأته مقدام المحققين امام المذققين
بعد لم لبرياني سیدی ووالدی قدس
سره الزکی فی کتابہ الشریف احسن النوع
لا داب الدعاء وقد لخصها تعیضا حنا

پُر کرکے والے۔ اسی کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ
السلام اور ان کے صاحبزادے (غوث اعظم) کے
وسیٹے سے دعا کرے، مذکورہ دعا میں انی آداب کا
خیال رکھے جو علی اکرام نے ذکر فرما سے جیسا کہ حسن حسین
وحید و کتب میں مذکور ہے۔ مختلف دعاؤں کو جمع کرکے
اور فضیلت بیان کرنے والوں میں میرے والد گرامی
نے اپنی کتاب احسن الوعار لآداب الدعاء میں
بہترین دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کا خلاصہ
محققین کے امام، مدققین کے پیشوا، عالم ربانی میرے
آقا والد گرامی قدس سرہ نے اپنی بہترین کتاب

عن هو البهر الزاخر آبد ما لبهم۔ انجم
امراهم، حامی السمن ماحی حشہ نعم
الفاضل الفاضل کامل، الحاج الزائر، المجتہد
المعتمد مولانا مولوی محمد تقی علی خان
المجدی السخی الخفی القادری البوکری لبرياني
اجل حنف، حفرة شيخنا ومرشدنا بحر
الرحمة مولانا نهضة حضرة السيد الشاه آل
الرسول الاحمدی ماهرى قدس الله تعالى
سرهما وافاض علينا برهما، ولد رحمه
الله تعالى متهم رجب تكلمه ونشاني حجب
اعمدواهم فان تفقه على ايده الفاضل اجل
العارف الاكمل مولانا مولوی محمد رضا
علي خان قدس سره وصفت تعبا تيهت

یہ گھر اسلمہ، روشن چاند، بچنے والا تیرہ، صفت کی حاشیہ
وال اور غوث کو شائے والا، عالم باطل، کامل فاضل
الحاج اور عینہ منورہ کی زیارت والا، فخر کا جامع،
مولانا مولوی محمد تقی علی خان محمدی بشتی، حنفی، قادری،
برکاتی، بریلوی، خلیفہ اجل حضرت ہمارے شیخ، مرشد،
رحمت کے دیا، نعمت کے مالک، حضرت شاہ آل رسول
احمدی ماریروی (قدس اللہ سرہما) اللہ تعالیٰ ان کی
بھلائی کا ہم پرفیضان فرمائے، آپ کی پیدائش ابتدائے
رجب ۱۲۴۶ھ میں ہوئی، انھوں نے علمی اور عرفانی
ماحول میں پرورش پائی اور اپنے والد فاضل اجل عارف
اکمل، مولانا مولوی محمد رضا علی خان قدس سرہ سے علم
حاصل کیا، اور ۲۵۵ کے قریب تصنیفات جلیلہ تصنیف
فرمائی، امدان کتب میں سے یہ کتاب جو اہل البیان
(باقی بر صفحہ آئندہ)

فی باب الحج من کتابہ المستطاب جواهر
البیان فی اسرار الارکان و یسید آئینہ اسرار
الراحمین ثلث فان من قالہ ناداه ملک
مؤکل بہ ان اسرحم الراحمین قد اقبل
علیک و یبیدیع السموت والارض و یبید
یاد الجلال والاكرام فانه اسم الله الاعظم
على قول و کذا تسبیح سید نادى النون
على نبین، تکریم و علیہ الصلوٰۃ والتسليم
و لیختص بہ من ثلثا فانه خاتم الدعاء
و مخصص الله تعالى به هذه الامسة
المرحومة و بالصلوٰۃ والسلام على خاتمة
النبیین و المحمّد بن عبد الله علیہ السلام لیکون
البدء و ختم کلامها بالصلوٰۃ علی و علیہ
الصلوٰۃ علی الله تعالى علیہ و سلم، فان
الدعاء طرأ و الصلوٰۃ جناحه فبدلک یتم
الجناحان ولان الصلوٰۃ علیہ علیہ (الصلوٰۃ و

نور البیان فی اسرار الارکان کے باب الحج میں بیان
فرمایا اور دعا کی ابتداء میں "یا ارحم الراحمین" تین
مرتبہ کہے کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے تو اس کو فرشتے
جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک ارحم الراحمین تیری طرف
متوجہ ہے اور "یا بدیع السموات والارض یا ذا الجلال
والاکرام" بھی ابتداء میں پڑھے کیونکہ ایک قول کے
مطابق "یا اسم اعظم ہے، ایسے ہی حضرت سیدنا
ذی النون علیہ السلام کی تسبیحات باری تعالیٰ کو، ابتداء
میں پڑھے اور دعا کے آخر میں تین مرتبہ آمین کہے کیونکہ
یہ دعا کی مُرْسَب اور پُرامن اس اُمت مرحومہ کو علیہ
ہے، اور دعا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر
دروود و سلام، اور الحمد للہ رب العالمین پڑھے تاکہ
دعا وائتہ اور اس کا نتیجہ نمازی عطا کرنے والے
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درود شریف پر پہنچے،
یہ اس لئے کہ دعا ایک پرنوس ہے اور درود شریف اس کا
پُرجین اور اس لئے بھی کہ درود شریف مقبول ہے،

(بقیہ حاشیہ فرگزشتہ)

بے مثل ہے، اور ایک سورہ المسد بشرح کی
تفسیر شرمائی ہے اور ایک سرور القلوب فی
ذکر المحبوب، اور ایک اصول الرشید و
فقیع مبانی الفساد، اور اذاتہ، نام معانی عمل
المولود والقیام وغیرہ ذلک ہیں۔ اور آپلی دعا
آخر ذیقعد ۱۲۹۷ھ میں چوٹی، رحمۃ اللہ علیہ
رحمۃ واسعۃ (ت)

جليلة تات خمسة وعشرين من اجلها هذا
الكتاب جواهر البيان الذي لم ير مثله في باب
والتفسير لكيفية سورة لافشاح وتسود
القلوب في ذكر المحبوب و اصول الرشاد للقم
مباني الفساد و اذاتة الاشاه لما نفي عمل
المولد والقيام وغير ذلك توفي سنة ذى القعدة
سنة ۱۲۹۷ھ رحمه الله تعالى رحمة واسعة (م)

السلام مقبولة لا شك فاد الاستجيب الطرفان
فان الله تعالى اعلم من ان يدع ما بينهما
وليكن الدعاء وتوافقات الله وترجيح الوتر
وليصل بعد كل مرة على النبي صلى الله
تعالى عليه وسد فانه لو يرثي اجيب للاستجابة
من الصلوة والسلام على هذا السبب الكريم
عليه وعلى له افضل الصلوة والتسليم
وليجهت انت تخرج دعة فانه علم
الاجابة فانت لم ربك فليتبك فمن تشبه
بقوم فهو منهم ثم المحتار عند عب انت
يبقى حيث الدعاء ايضا كما هو مستقبل
الجهة العراقية فابها كما اسمعك جهة
الشعواء الكرام ولا عليه ر ينحرف
الى القبلة وقد سأل ابو جعفر المنصور
ثلاث الخلفاء العباسية

عنه قال الفقير احمد رضا غفر الله تعالى
له ابنا سواي الحنفية عبد الرحمن
بن عبد الله السراج المكي عن معق الحنفية
جبال بن عمر المكي عن الصولي عابد السندی
المدني عن الشيخ صالح الهلالي عن محمد
بن سة عن الشريف محمد بن عبد الله عن
محمد بن اركماش عن الحافظ بن حجر العسقلاني
عن ابی اسحق القسوي عن ابی المواهب مريم

ترجيب دعاء کے ابتداء وانتهاء میں درود ہو گا تو اللہ
تعالیٰ کے کرم سے بعید ہے کہ وہ درمیان میں دعا کو قبول
نہ فرمائے، اور دعا میں ترک کا لحاظ ہونا چاہئے کیونکہ
اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے اور ہر بار
درود و شریف پڑھے کیونکہ درود و شریف سے بڑھ کر کوئی
چیز مقبولیت کو حاصل کرنے والی نہیں ہے، علی اللہ تعالیٰ
علی النبی اکرم و آدی افضل الصلوة والتسليم ۱۰ اور
کوشش کرے کہ دعا میں آئینوں کیونکہ یہی قبولیت
کی علامت ہے، اگر وہ ناسے تو روئے والی صورت
بنائے کیونکہ جو کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی
انہی میں شمار ہوتا ہے پھر مجھے یہ پسند ہے کہ دعا کے
وقت بھی عراق کی طرف متوجہ رہے کیونکہ یہ جنت شفا
دوں کے سبب ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، لہذا اس
دعا میں قبلہ کی طرف متوجہ نہ رہنے میں کوئی مضائقہ
نہیں ہے۔ ابو جعفر منصور خلیفہ شافعی خاندان عباسی نے

فقیر احمد رضا غفرلہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی حنفیوں کے چراغ
عبد الرحمن بن عبد اللہ سراج مکی نے انہوں نے حنفیوں
کے تفتی جمال بن عمر مکی سے روایت کی، انہوں نے
آقا عابد سندی مدنی سے، انہوں نے شیخ صالح فلانی
سے، انہوں نے محمد بن سہ سے، انہوں نے شریف محمد
بن عبد اللہ سے، انہوں نے محمد بن اركماش سے، انہوں
نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے، انہوں نے ابراہیم
قزوینی سے، انہوں نے ابو المواهب مريم بن ابی عامر
(تقیہ برصفر آئینہ)

غیر مستعجل من سر یہ یقول دعوت فلم
 یعیب فی قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ ما لم
 یدع باثم او قطیعة رحم فہذہ صفتہا و
 اللفظ لکریہ مکتوب فیہا بالحمرة ، و ما
 علیہ خط احمر فہو الذی بلعنا عنہ
 مشایخ قد است اسرارہم ، و ما دون
 ذلک فہو من ہذا العبد الا شیم غفر
 اللہ تعالیٰ لہ ولیعلمن العارف
 انت ما ذکرته لا یزکف الی خلاف
 لسنۃ صحت الکلمات العلییۃ ، و لا
 فیہ علیہا زیادۃ اجنبیۃ ، و انما
 ہو تصویب عطوی ، او توضیح
 منوی ، او تبیین مجمل ، او تعبیر
 افضل ، معتمد فی ذلک علی احادیث
 کثیرۃ ، اشترت الیہا فی جمل
 لیسیرۃ ، یعرفہا الساہر کالشمس
 فی قف ، و یمیر الغافل کالمن
 لیریک شیئ ، فجباءت بہ حمد
 اللہ ہر وسامیحة ، مکشوفۃ
 القاب عن عوارضہا الصدیحۃ ،
 بحلیتہا حلیمتہا ، ثم اجتلیتہا ،
 قال حمد للہ اولاً و اخراً ، و باطناً
 و ظاہراً ، و العا ہول من لطف مولنا
 اثنا محمد ابراہیم ، و غیرۃ من
 اخوان القادریۃ سلمہم المولی الکریم ،

طرف متوجہ ہو کر ان کو شفیع بنا اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کی
 شفاعت قبول فرمائے گا ، جو شخص دل یقین سے یہ دعا
 کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا
 بشریکہ عجلت سے کام لیتے ہوئے مایوسی کا اظہار نہ کرے
 کہ میں نہ دعا کی اور قبول نہ ہوئی یہ دعا قبول ہوگی جبکہ
 اس میں کسی غناء یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو " صلوۃ کاسرہ "
 کا یہ طریقہ ہے (آپ کی طرف بھی گئی تحریریں) اصل متنوع
 الفاظ سرخ سیاہی سے لکھے گئے ہیں اور جن الفاظ پر
 سرخ خط ہے وہ الفاظ ہمیں اپنے مشائخ کرام سے
 پہنچے ہیں ان کے علاوہ باقی الفاظ مجھے شنگار بندے کے
 زاد کردہ ہیں اور عارف شخص ضرور جانے کہ میرے ذکر کردہ
 الفاظ اصل کلمات کے ذرہ بجز مضاف نہیں ہیں اور نہ ہی
 یہ کوئی اجنبی یا قبیح بلکہ یہ مخفی کی تصریح اور نیت میں
 مراد کی وضاحت ہے یا پھر مجمل کا بیان یا افضصل کی
 تعبیر ہے اور یہ سب کچھ کثیر احادیث سے اخذ کردہ ہے
 جن کی طرف میں نے مختصر جملوں میں اشارہ کیا ہے جن کو
 ماہر خوب جانتا ہے جس طرح دھوپ اور سایہ کی معرفت
 رکھتا ہے اور غافل شخص کوئی توجہ کئے بغیر گزر جائے گا ،
 الحمد للہ ، صلوۃ الاسرار کا طریقہ ، و کشف دامن جس کے
 نو بعورت رخسار سے نقاب اٹھایا گیا ہوا ، کی طرح
 واضح طور پر حاصل ہو گیا ، میں نے اس دامن کو زیورات
 سے آراستہ کر کے مزید جلا دی ہے ، الحمد للہ اولاد آفر
 باطناً و ظاہراً مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم (سائل) کی
 مہربانی سے موقع اور امید ہے کہ وہ اور دوسرے بہادر
 قادری بہائی (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) اس

ان لا يتسواهد، الفقير في صالح دعائهم ،
غبت هذا الصلوة وفي سائر انائهم ، و
يسمعو له بسؤال المغفرة ، وكمال
لغافية في الدنيا والاخرة ، والعبيد
يدعونه ولهم ، و لدعاء يقضي عن ذنوب
واظم لاسيما دعوة المسك لاخيه بظهور
الغيب ، طهرنا الله جميعا من كل عيب ،
ووقنا شرور الجهل والريب ، وحشرنا
طرا في الامة المحمدية ، والجماعة
المباركة ، الثبينة الثبينة ، والزمرة
لكريمية القادسية القادرية ،
ابن علي ما يشاء قدير ، فنعم السموي
ونعم النصير .

لطيفة نظيفة : بامر الله
تعالى عنه ان يحطوا احدى عشرة خطوة ،
علمت لهذا بعدد مرة ، اختصاص
بالحصرة القادرية من مرمه مرضى الله
تعالى عنه . وليس ان انقادريين هم احاروه لكون
العرس الشريف في الحادي عشر ولكن لو اكن اعلم
سوا في ذلك حتى صليت في شجھن ابياد

صلوة الاسرار کو پڑھنے کے بعد کسی مرتبہ پر بھی اس فقیر کو
اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں گے ، اور اس کے لئے مہربانی
فرماتے ہوئے مغفرت اور دنیا و آخرت میں عافیت
کی دعا کریں گے ، اور یہ بندہ بھی ان کے لئے دعا گو
رہے گا . حقیقت یہ ہے کہ ہستیاروں اور قلعوں سے
دعا مستغنی کر دیتی ہے خصوصاً وہ دعا جو پس پشت
مسلمان بھائی کے لئے کی جائے . میری دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے عیب سے پاک فرمائے
اور رحمت کے شر و شک سے محفوظ فرمائے اور ہم سب
کو اُمت محمدیہ میں اٹھائے اور اہل سنت و جماعت
کی مبارک اور قیمتی جماعت اور سلسلہ کبریہ قادریہ میں شامل
رکھے ، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے پس
وہ پادشاہِ قادریہ قاسم ہے .

پاکیزہ لطیفہ : حضور غوث اعظم کے حکم کے
مطابق گیارہ قدم چلے . در یہ یقین کرے کہ اس عدد کو
خاص خصوصیت دربار قادریہ سے حضور غوث اعظم
رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حاصل ہے ، اور یہ خیال
ذکر سے بعد میں قادری سلسلہ والوں نے کیا . جویں شریف
کی مناسبت سے ایسا کیا ہے ، لیکن مجھے خود گیارہ
قدموں کا راز معلوم نہ تھا حتیٰ کہ ایک روز میں شاہجہاں آباد

یہ ہندوستان کا مرکزی مقام (ضلع) ہے جو دہلی کے نام سے
معروف ہے اور یہ واقعہ ۱۳۰۲ھ کا ہے جب میں وہاں
ستیدی سلطان الشاہ نظام الدین قدس سرف کی
حاضری کے لئے وہاں سے گیا ۱۲ منہ (ت)

میں علی قاعدہ دیا راہ ہند المعروفة بدھلی
وكان ذلك سنة اثنتين بعد الالف وثلاثمائة
سین شد و تالیہا رحلی قاصد یہ رے مسیدی
سلطان الشاہ نظام الحق والدین قدس اللہ
تعالیٰ سورۃ المکین ۱۲ منہ (ت)

میں رات کے وقت مملوۃ الاسرار پڑھی اور میں پوری توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اسرار کی طرف ذرا بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم راز دار کھل چکی۔ خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کس طرح یہ ہمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کر چکی تھی میں نے نماز سے فارغ ہو کر غور و تأمل کیا تو وہ میری مراد اور خواہش میری تمنا کے مطابق تھی وہ قلبی تھا، یہ تھا کہ گیارہ کے عدد میں ایک دہائی، اور ایک کا عدد ہے، اور (ابجد کے حساب سے) اس کا حرف "ی" اور

ذات لیلة مملوۃ الاسرار وانا مقبل علیہا
یشترک قلبی ما کانت صی التفاتہ الی ذلک
اذ لمعت بارسقۃ سر جلیل، فب خاطر
کلیل، واللہ اعلم منی جاءت وکیف
جاءت ما شہرت بہا الا وہی حليلة ببائی
فتا ملتها بعد الفراغ من الصلوة فساذا
ہی کما اودوا شہر، وہی ان فب احد
عشر عقدا ووحدة، وھما بال حروف
یاء والھن والمجموع یا امنت

یعنی مکمل طور پر ۱۲ ائمہ (ذات)

حسب لائق عدد و حسب حرف و ان نہ ہو تو وہاں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب حسب ضرورت ہوگی اگر ترکیب شنائی کافی ہو شلائی کی ضرورت نہیں اور شلائی کافی ہو تو دہائی کی ضرورت نہیں جیسا کہ ایک حرف والے لکھنے شنائی ترکیب کی ضرورت نہیں ہے پھر انہوں اور دہائیوں میں تنویم ہوگی، اور اسی طرح تنویم پر ہزار تک، لیکن خالص دہائیوں اور خالص سو کے لئے ترکیب کی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کے لئے یا ایک حرف ہے شفا ترکیب شنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہو سکتی ہے مثلاً طَب، حَجَج، شَد، گیارہ میں جو کہ پہلے عدد ہے جس میں ترکیب شنائی کی ضرورت ہے اگرچہ کوئی دو حرف ملائے جاسکتے ہیں مگر ان حروف میں سے یہاں بعض کو لینا اور بعض کو نہ لینا بے مقصد ہے (باقی صفحہ آئید)

علی ای بحمیم اجزائہ ۱۳ (م)

علیہ اعلم ان ما لا یوجد لہ حرف و حسب
فالصیر فیہ الی الترتیب و یحب القصص علی
اخذ ما یمکن فلا یختار الثلاثی ما ا کم
الثانی ولا لرباعی ما ساغ الثلاثی کما لا یختار
الثانی ما وجد حرف واحد ثم لحاجة الی
الترتیب اما تقع فیما بین عقد و عقد الی
مائة و فی العقود غیر الثمات المعصاة ایضاً
من مائة الی الف ثم تدور الی ما لا نہایة
لہ وذلک لان العقود والتمات لکل منھما
حروف معلومة فالترتیب الثانی مثلاً و انت
تصور بحمیم آیہ والی آیہ و کمثل طَب و حج و شَد
وھو فی احد عشر وھو اول ما یحتاج الی ذلک لکن
احتیار بعض مبادون بعض ترجیح بلا مرجح

قدمت العقد و اکی انت

ایک لاکھ انت سے اور اگر وہائی کو مقدم کریں تو دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترکیب الطبعی ان یلقب العقد فیوضه
حرفه ثم حروف ماخر او علیہ من الاتحاد و
هكذا یقدم الالف ثم الثانی ثم العشرات ثم
الاتحاد ویکفی هذا الی الف وتسعة وتسعیه
فلفظها غلط فادانرا د فید ورا لامر فالفا
یف وثلثة آد ف جف ومانه الف قف و الف
الف غف و هکذا الی ما لا نهایه له
یعرف ذلک من یعلم مقام الهیاء
والنجوم ومن من فح هذا الوضه
لا من من الالتباس فی غالب الصور
فان غلط المذکور مشا من کتب
من دون فقط لتعینت الحروف
الوضه الطبعی فالاول لا یمکن ان یمکن
ع مهملة لانه لا یتقدم ظ ولا لث فی
ظ مهملة لانها لا یتقدم من ولا الثالث
من معجمة لانها لا تعقب ظ ولا الرابع
ظ معجمة لانها لا تعقب من و تمام
الکلام فی رسالتنا اطیب
الاکسیر ۱۲ منہ (م)

اس نے طبعی ترکیب کو ملحوظ رکھ کر جو گاہ یہ کہ جو وہائی مقصد
ہو پہلے اسے پھر اکائی پر مقصود ہو، اگر ہزار ہو تو پہلے
ہزار پھر سو اور پھر وہائی اور پھر اکائی کو ترتیب وار ذکر
کر کے ترتیب دی جائے گی یہ ترکیب ایک ہزار نو سو سناؤ
تک کام دے گی، اس کے لئے حروف میں غلط
سہ مرکب ہوگا، اور اس پر ایک زائد ہو تو دو ہزار ہوگا
جس کے لئے حروف میں بخ، اور تین ہزار بخف، لاکھ
کے لئے قف، اور دس لاکھ کے لئے غف، اسی طرح
حق باب آگے جائے، جس کو علم نجوم اور ہیئت کی
رقوں کی معرفت سے خوب جانتا ہے۔ اس ترکیب کا
ایک فائدہ یہ ہے کہ انسانی ہندسوں میں غلطی سے بچ
جاتا ہے کیونکہ مثلاً غلط میں اگر لفظ د بھی لکھے جائے
تو مذکورہ حروف اپنی طبعی ترتیب کے لحاظ سے سمجھ
جاسکتے ہیں کیونکہ غ کو ع اور ظ کو ط نہیں پڑ سکتے
کیونکہ اس ترکیب میں خط سے غ مقدم ہوتا ہے اور
ع مقدم نہیں ہو سکتا ہے، اسی طرح من سے ظ
مقدم ہے ظ مقدم نہیں ہو سکتا، اور آخری دو حروف
من ط کو من، ظ نہیں پڑھا سکتا، کیونکہ من ظ
کے بعد نہیں ہو سکتا اور یہی ظ بھی من کے بعد نہیں
ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ایک ترکیب میں بڑے عدد والا حرف
پہلے اور چھوٹے والا بعد ہوتا ہے یہی ترکیب طبعی ہے اور
یہ پوری بحث ہمارے رسالہ اطیب الاکسیر میں ہے ۱۱ انت

عکس، و یا لندن اور ای لایچاب فکانت
فی ذلک اشارة الی معاملته مع حق الله تعالی
عنه مع السائلین والفقر، المستعیشین
فانهم فی مقام نکتة مع کثرتهم
فی انفسهم، و اذا ارادوا سؤال
حاجاتهم من الحضرة العلیة
توجهوا الی الوحدة و کان علیهم
افراغ القلوب من تشتت الخاطر
مع کونهم هنا علی مهج
واحد، سواء منهم العاکف
والبد و عظیم الملت و عظیم
الزهد فقد اتفقوا بوجهین
من الکثرة الی الوحدة و

خوف کا مجموعہ یا "سب اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ ای"
سبہ جبکہ یا "نہ اور طلب کے لئے ہے اور ای" قبول
منظوری کے لئے ہے تو اس طرح گیرہ کے عہد میں
حضور غوث اعظم کا سوال اور ادا طلب کرنے کے گزروں سے
معاملہ بجا آتا ہے کہ جس طرح یا "میں ی" دہائی اور
تحریر اور اس کے بعد الف "وحدت سبہ" یوں ہی
سائلین کی ترندہ والے کثیر مطالبہ کرنے والے ہے مطابقت
کو دوبارہ عالم میں پیش کرتے ہوئے تحریر سے وحدت کی
طرف متوجہ ہوں گے (کیونکہ آپ واحد ہیں، نیز یوں بھی
کہ سائلین اور حاجت مند کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود
غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں یکساں ہیں خواہ وہ
شرعی سہ یا دنیائی شغف و ہوس یا گمراہ توفیقی حاجت
مختلف و شیر خواران سے لے کر کاؤٹنگ ایک، لہذا کثرت

علیہ وقوعہ ہفت علی قول انہ کسبم مطلقاً
ظاہر و الا فالقدیر یا سیدی هل تقضی
حاجتی الجواب ای واللہ ۱۲ ص ۵۷ (م)

یہاں اس کا استعمال لغت کی طرح ہے جیسا کہ
ایک قول ہے ورنہ اصل میں "اے میرے آقا کیا
آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے" جواب میں
ای واللہ ہے ۱۲ ص ۵۷ (ت)

یہ جفری علم کی رقم کا طریقہ ہے جس میں اکائی کو دہائی پر
مقدم کرتے ہیں مثلاً ہزار سو کے بعد گیارہ کا ذکر
ان کی دستم میں ایقم "ہے اور نجومی رقم میں
"تحتی" ہے ۱۲ ص ۵۷ (ت)

یہ اضافت بظنی ہے یعنی اس کا ملک عظیم ہے اور اگر
اضافت معنوی بنائی جائے تو عظیم بمعنی سلطان ہوگا
جیسے عظیم الروم ہے ۱۲ ص ۵۷ (ت)

علیہ و ذلک طریق الاسقام الجفریة
یقدمون فیہا الاتحاد ثم عشرات ثم
ذلف و مائة و احد عشر یا رقمہم
ایقم و یا الاسقام النجومیة غیب ۱۲ ص ۵۷ (م)
علیہ الاضافة بظنی ای عظیم مذکور
معنویۃ ذللعظیم بمعنی السلطان کعظیم
الروم ای سلطانہ ۱۲ ص ۵۷ (م)

هذا شأنه يا وحركة الياء
لاضطرابه في الطلب و تحصيل
الفتحة يدل صالهم من فتحه وفيض
بركة هذا النداء، ثم هو من صف الله
تعالى أنه مستغرق في بحار الوحدة
مرفيع مقامه عن مجامع الكثرة
فاذا نودي بكشف بلاءه ورشف عطاء دعاءه
انكسر الى التزل من غيب الوحدة
لثمة هذه الكثرة وذلك شأن
راي وانكسر يحكي التزل و
سكون ابياء لتسكين قدقم فكان
المعنى انهم تحركوا من
مقام الكثرة مضطربين وهو
يونحوت متوجهين الى حمرة
الوحدة متعدين هنالك في
الرفقة والرهبة و حكانت
مراسي الله تعالى عنه ساكنات في
مقام الوحدة فتزل منه الى
نادى الكثرة لتسكين قلوبهم و
اصلاح خطوبهم والخاص انهم اذا ذلك
يجيب و سائده لا يخيب ومن عجائب

کے بعد وحدت جیسے "ی" کے بعد الف "سے" دو طرفہ
سے ثابت ہے۔ یہ "یا" کے "ی" سے ہے پھر "ی" کی
حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا
اس "ی" کی برکت سے فتح و فیض کی علامت ہے، اور
"ای" کے اعتبار سے یہ کہ حضور غوث اعظم بحر وحدت
میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام
بلند و بالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے و عطیات
نیچا دے کر لے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم و سخا
بجور کرتا ہے کہ آپ وحدت غیب سے تنزل فرما کر
کثرت مشاہد پر توجہ فرمائیں (یہ وحدت سے کثرت کی
طرف رجوع ہے جیسا کہ "ای" میں "اے" اور پھر
"ی" سے "اے" اور "ای" کا کسرہ (ذیر) تنزل کی حکایت
سے نور "ی" کا سنی طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔
یعنی یہ خواہ کہ عاجز و کمزور اضطراب کی حالت میں متفرق
طور پر مقام کثرت سے مقام وحدت کی طرف متوجہ
ہو رہے ہیں اور سب کے سب امید و خوف میں یکساں
ہیں اور آپ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام
وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ ندا کرنے والے کثیر لوگوں
کی طرف تنزل فرما کر ان کے دلوں کو تسکین دیتے ہیں
اور ان کی پرانہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں غرضیکہ
جب آپ کو ندا دی جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور

کیونکہ اس میں دہائی سے اکائی کا انتقال
ہے ۱۲ (ت)
کیونکہ واحد کثیر پر مقدم ہے ۱۲ (ت)

علیہ فہ ينتقل فیہا من العقد الى
الواحد ۱۲ (ت)
مکملہ فان الواحد مقدم علیہ عن الکثیر ۱۲ (ت)

صنعت الله سبحانه وتعالى ان اولى الحروف
فلا حروف فوقها ولا حروف اواخرها
فلا حروف تحتها فمن ترقى من ي فلا مظهر
له وراء | ومن تنزل من | فلا منزل
له تحت ي فذل ذلك انت سيدنا
رضي الله تعالى عنه اخذ في الطرفين بغاية
الغايات فتقطع مطايا الكمالين دون
سيرة في الله فذلذا كانت قدمه
على جميع الرقاب و لذلذا
قد رضى الله تعالى عنه الانس لهم
مشايخه ، والجن لهم مشايخه ، واسلمت
لهم مشايخه ، وانا شيوخ اسكن يسرى و بغير مشايخه
لكل كتابين السماء والارض لا تفسر باحد ولا
تقيسوا على احد وكذا ما استكمل المكملون
سيرة صفت الله و لذلذا كانت
على اي يجمع اولهم و اخرهم ۱۲ (م)

عنه ولا حاجة الى ابداء استثناء الانبياء و
الرسولين عليهم الصلوة والسلام فانه
مذكور في اذهان المسلمين وكذا الاستحباب
والتابعون لهم باحسان لما عرف في
محلله و الجملة فسيذكرنا رضى الله تعالى عنه
افضل الاولياء الا من قاتل الدليل على
استثنائه ۱۲ (م)

عنه هذا كذللك ۱۲ منه (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)
عنه هذا كذللك ۱۲ منه (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

سائل کو محروم نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ کے عبادت
میں سے سب کے آگے پہلے حروف ہے اور شی "خفی
حرف ہے جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے ، اگر کوئی "ی
سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا ، اور اگر
کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو "ی" سے آگے کوئی منزل
نہ پائے گا تو گیارہ کے حرف یعنی "یا" سے پتا چلا کہ آپ
دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام
کاملین حضرات سیر فی اللہ میں خوش انظر کی سیر فی اللہ
بہت پیچھے ہیں اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے اور
اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ کے
اپنے اپنے مشائخ میں جبکہ میں ان سب کا شیخ ہوں
اور میرے اور محمدی کے درمیان زمین و آسمان کا
فرق ہے مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر
قیاس رکھو اور ایسے ہی کوئی کامل شخص آپ کی سیر فی اللہ
کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کر سکا یہی وجہ ہے کہ
یعنی ہی کے اول اور آخر سب کو جمع کریں گے ۲ (ت)
یہاں دنیا و مریطین کے استثنائے کا اظہار ضروری
نہیں کیونکہ یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں مرکوز
ہے یوں ہی صحابہ و تابعین کا استثناء بھی معلوم ہے
حاصل یہ کہ خوش اعظم رضى الله تعالى عنه تمام اولیاء
سے افضل ہیں مگر اس میں سے وہ لوگ
مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود
ہے ۱۲ (ت)

ہدایتہ اتم و اوفر، و طریقہ انفع و
ایسر، و کراماتہ اکثر و اظہر، حتیٰ لہ
یقل عشرہا ولا معشارہا عن احد من
الاولیاء قیہ فعلو ذلك فضل الله یؤتیہ
من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم و آخر
دعوانا ان الحمد لله رب العلمین،
والصلوة والسلام علی خاتم النبیین، محمد
والہ وصحبہ اجمعین، وابنہ هذا الفرد
المکین، والعتوث النبیین، وعلیہما بہ
یا ارحم الراحمین، و اوفیٰ نعمہ شاکرین
من صفر لحد یوم جمعہ المسالین، سۃ الف و
ثلثمائة و خمس، من ہجرة من یت، و صوات
الخنس، و ردت لامرۃ من العربیۃ الشمس، علی
اللہ علیہ و علی الہ اجمعین، واللہ اللہ رب العلمین۔

آپ کی رہنمائی اتم اور اکل ہے اور آپ کا طریقہ آسان
و آسان ہے اور آپ کی کرامات کثیر اور غالب ہیں حتیٰ کہ کسی
ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشر بھی
منقول نہیں جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے
جیسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا
ہے۔ ہمارا آخری اعلان ہے کہ سب قرعین اللہ رب العلمین
کے لئے ہیں اور صلوة و سلام خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ
و سلم اور آپ کی آل و صحابہ پر اور آپ کے اس حکم بیٹے
اور واضح نوٹ پر اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین
اس سال کا اختتام ۲ صفر بروز جمعہ ۱۳۰۵ھ کو ہوا
سن ہجری ۱۳۰۵ھ کی ہجرت خمس کو پانچ فی زریں عطا
کئے گئے اور ان کے کئے کے بعد سورۃ واپس پڑھا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین، الحمد للہ
رب العلمین۔ (ت)

وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح

(تراویح میں بسم اللہ سے متعلق رائج قول کو بیان)

(تختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۴ از ادعیا، مکان میر غلام علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد سیقوب علی قاس صاحب

۲۶ ربیع ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلادِ ہندوستان میں کہ سب اہل سنت و جماعت بفضلہ تعالیٰ خفی اللہ سب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سنا کہ تمام حفاظِ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پر بس ایک بار آوار سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض لوگ پیدائش کے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں نیز کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعویٰ کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سر سے پڑنا سوا سورۃ برأت کے از بس لازم ہے ورنہ ایک سوتیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک تراویح منعول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس جہر سے انکار کیا، اس پر زید نے اُسے کہا جسوئل نصائی منہک میات کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کر بندہ کراصول و قواعد دینیہ سے بظرف ہوا، اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۷ پر لکھا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمہ تخریر میں فرماتے ہیں جان لو کہ جب اہل قراءت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جو ۱۰ سے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے

والے پڑھنا قاریوں کی قرات پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا ہوا جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے، ان شہروں میں جہاں کے اکثر یا سب سے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے فقط صفحہ ۱۰ پر لکھا استفتاء مولوی رشید احمد گنگوہی: بسم اللہ کا ہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قیاحت نہیں ہوتی یہ بھی قرات کا مذہب ہے اگر حضرت شخص کی اقتدار کو درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھے تاہم کوئی حلیہ نہیں سبب حق پر ہیں مسئلہ مذہب صحیح و درست میں کسی حنفی قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب سند ان مولوی عبدالرحمن صاحب کے عند الخفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی: صفحہ ۱۰ پر لکھا استفتاء قاری عبدالرحمن منہ پانی پتی: از ماہ قرات سب سے کا زمانہ اجتہاد و عمل بالسنن کا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہاد یہ میں ہوتا ہے نہ متقلد ہیں اور مدار قرات کا فقط روایت و صحت پر ہے اور ہر اسب اپنی اپنی قرات کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا افراد امت میں کسی اہل ہوا کا خلوت نہیں ہے اور مذہب کا زمانہ قرات محتاج اید و مقرر نہ تھے بلکہ بعد قرات کے تھے اور قرات کو یہ چیز کہ مذہب رکھتے تھے حق سے حد صحت روایت کے، غرض صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذ اصحاب الحدیث فہو مذہبی واجب حدیث صحیح موقوف میرا مذہب ہے، نہ قول اصحاب کا ہے جب حد صحت روایت پر مذہب اور بعد میں ہو، پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرات پڑھے گا اس کی قرات میں جو اس کی اتباع کرے جو کوہام ماسم کی قرات میں بروایت شخص بسم اللہ در میان ہر سورت کے ثابت سے روایت، ورنہ نہیں تنفیہ کی کتب میں مالیت قرات عامہ و شخص کی استیجابا واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پر صاحب نہ ہوا والا پورا ختم روایت جس میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالاصواب، العبد عبدالرحمن حنفی: صفحہ ۱۱ پر لکھا صلوٰۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اسی نے وہاں ہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرآن سے جس میں بسم اللہ کو جہراً پڑھنا سنا تھا تاکہ کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تحریر کا سر نے بار بار قاری عبدالرحمن صاحب کی کتاب بھی لکھی ہے: اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاویٰ صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ بینوا اتوجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله سرّاً و جہاراً و لیلاً و نهاراً حمد، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، آمین اور بلند دن و

رات کو بڑی جہیں اور زیادہ، بندہ دو دو اور اونچا
سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ
پڑھنا سنت فرمایا اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ
خاص سنت کو عوام کے شورش سے محفوظ رکھنے
والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہز مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و
باطل صریح اور خفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر
جہز کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے ذیل ہے علم اور اس کے دونوں متبعوں کی تو یہ سراسر بے تحاشہ و
غیر صحیح ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے
قرآن میں ایک بار پڑھی جائے۔

کبر راد امة واكثرها والصلوات الممسية
والتي تاتي النامية على من سن في الصلوة
اصرار القسمية وعلى اله وصلى به النفوس
الحامية لبيضة السنة من العوغاء العامية
امين آمين يا ارحم الراحمين۔

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہز مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و
باطل صریح اور خفیہ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر
جہز کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے ذیل ہے علم اور اس کے دونوں متبعوں کی تو یہ سراسر بے تحاشہ و
غیر صحیح ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے:

البسمة من القرآن آية فتقرأ في
الختم مرة واحدة۔

ملک العلماء بحر العلوم اس کی شرح فوائد الرحمت میں فرماتے ہیں:

یعنی اس کا پڑھا جانا ہے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں
جہز سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت
ختم ادا نہ ہوگی۔

عن هذا ينبغي ان يقرأ في تراويح ما بعد
صورة ولا تتأدب سنة الختم
دوہا۔

شرح مولانا ولی اللہ علیہ السلام ہے:

یعنی جو عباد بسم اللہ شریف کو بعد قرآن مجید ملتے ہیں
خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں
کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے علماء شافعیہ)
ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم
کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا
پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ و جہور علماء کے نزدیک

من قال بكون البسمة جزء من القرات
من غير تعيين المحل او بجزئيتها له
في اول كل سورة قال بوجوب قراءتها
فيما يختم فيه القرآن من الصلوة
كالتراويح الا ان الجماعة الاولى تقول
بوجوب قراءتها جهرًا مرة واحدة والثانية

فَقَوْلُ بوجوب قراءتها جهوا في اول كل سورة
سورة البراءة بـ

قرالاقمارمولانا عبد الحلیم انصاری میں ہے :

اعلانات التسمية آية من القرآن وكله انزلت
لفصل بين السور وليست جزء من
الفاصلة ولا من كل سورة فالقرآن عبارة
عن مائة واربع عشرة سورة و آية وهي التسمية
فلا بد في ختم القرآن من قراءة التسمية مرة
على حد رواية سورة كانت وهذا كله عندنا على
المختار من آراء مختصرا

صرف ایک بار پڑھا اور شافعی مذہب میں سورۃ براءت کے
سوا ہر سورت کی ابتدا پر۔

یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک
آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ
فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے
ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ
شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی
سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب
ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اور مختصراً

جواب مسئلہ تو اسی قدر سے ہو گیا مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ بیون رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نصح و تخلص قول
ریح کے لئے چند افادات عالیہ لکھے جن سے توفیقہ تعالیٰ احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اوجام باطلہ کو ظلمہ انکشاف
مکمل اللہ المعین وہ نستعین شریعتی مددگار سنہ اور کسی سے مدد طلب کرتے ہیں ۔ ت

أخاذاً اولى : بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین و فہمید ہم
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب حق و محقق یہ ہے کہ وہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں بلکہ گانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و
فصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہوئی ۔ امام عبد العزیز بن احمد بن محمد بخاری طبرستان اباری کہ اجلہ ائمہ حنفیہ
ہیں کتاب التفتیح شرح حسامی میں فرماتے ہیں :

الصحيح من المذهب انها من القرآن
لكنها ليست جزء من كل سورة عندنا بل
هي آية منزلة للفصل بين السور كما ذكر
ابوبكر الرازي ومثله روى عن محمد رحمه الله
تعالى ۔

صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وہ قرآن کی جز ہے مگر ہر
سورت کی جز نہیں بلکہ یہ ایسی آیت ہے جو سورتوں میں
فصل کے لئے نازل کی گئی ہے یوں ابوبکر رازی نے ذکر
کیا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایسے ہی
مروی ہے ۔ ت

لہ شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

لہ قرالاقمار عاشیر نوران نور
لہ کتاب التفتیح شرح حسامی

مطبوعہ مطبع علیی دہلی
۹ ص
۶ ص

امام محقق ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں،
المشہور عن اصحابنا انہا لیست بأیة من
الفاتحة ولا من غیرہا بل ہی آیة من القرآن
مستقلة نزلت للفصل بین السورۃ

ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ
فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی
مستقل آیہ ہے جو سورتوں میں فصل کئے نازل
کی گئی ہے (ت)

علامہ ابراہیم علی غنیہ میں فرماتے ہیں،
انہ ہذہ ہاء و ہذہ ب الجمہور لیست آیة
من الفاتحة ولا من کل سورۃ

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ
یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابوالبرکات نسفی کزائد قتی اور علامہ ابراہیم علی ملتی الاکبر اور علامہ محمد بن عبد اللہ غزی قرطاشی تو برابر ابعدا
میں فرماتے ہیں،

ہی آیة من القرآن انزلت للفصل بین السور
ولیست من الفاتحة ولا من کل سورۃ

یہ قرآن کی آیہ ہے جو سورتوں میں فصل کئے نازل کی گئی
ہے فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام عینی عمۃ القاری شریفی میں فرماتے ہیں،

قال اصحابنا بالمسئلة آیة من القرآن انزلت
للفصل بین السور لیست من الفاتحة ولا من
اول کل سورۃ

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیہ ہے
جو سورتوں میں فصل کئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ
فاتحہ کی جز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے (ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

افادہ ثانیۃ، مجرد ذکر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قاعدہ تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں
دوسرے فاتحہ ماننے کو ان کے نزدیک فاتحہ محکمہ منظر میں نازل ہو کر بدینہ طبعہ میں دوبارہ اتری۔ علامہ حسن علی حاشیہ طبری

سہ حلیۃ الجلی شرح غیۃ الفصل

مطبوعہ سہیل الیڈمی لاہور ص ۳۰۶

سہ غیۃ المستقل شرح غیۃ الفصل بیان صفۃ الصلوۃ

دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۵/۱

سہ طبعی الاکبر مع مجمع الانہر باب صفۃ الصلوۃ

مطبع معتبائی دہلی بھارت ۷۵/۱

در مختار فصل اذا اراد الشروع فی الصلوۃ

ادارۃ الطباعة المنیریۃ بیروت ۱۲/۱

سہ عمۃ القاری شرح صحیح بخاری خطبۃ الکتاب

میں فرماتے ہیں،

تعدد نزولہا لا یقتضی تعدد قرآنیتہا کیف و
قد قیل بتکرار نزول الفاتحة و لہ یقل
احد بتعدد قرآنیتہا۔

بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ
وہ متعدد بار قرآن کا جُز بنے، یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ
سورۃ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا
قرآن کے متعدد جُز ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا۔

علامہ خضر کے حاشیہ تلویح میں ہے،
القول بتکرار لا یقتضی القول بتعددہا کیف و
وقد قیل انی آخر ما صرنا۔

بسم اللہ کے تکرار نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو
لازم نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سورۃ فاتحہ کے
بارے، الی آخر۔ (د۔)

ولہذا علامہ بکرنے بحر الرئی میں فرمایا،

انہا فی القرآن آیۃ واحدة یفتح بها کل
سورۃ وعد الشافعی آیات فی السورۃ

یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سورۃ کا
افتتاح کیا جاتا ہے، اور امام شافعی کے نزدیک یہ
سورۃ کی پہلی آیت ہے۔ (د۔)

اسی طرح قرآن اقرار سے بھی گزرا کہ وہ بسم اللہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صحت ایک آیت ہے نہ کہ
ایک "توتیرہ" یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تو ایک میں اس کی صحت ایک بار تلاوت ادا کرنے سے سنت ختم
کے لئے آپ ہی کافی کہلا یا غفی علی کل عاقل (کیسی عاقل سے معنی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے معنی ہو۔ ست)
کرن جاہل کہہ گا کہ ایک آیت کو سب تک توبار نہ پڑھو ختم پورا ہو۔

افادۃ ثالثہ: بسم اللہ شریف کا جزو و سورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے تواتر کا ادا معنی بہتان و افتراء بلکہ احادیث صحیحہ اس
کلیہ کے نقض پر صاف گواہ۔

کحدیث قسمۃ الصلوۃ و حدیث ثلثین آیۃ جیسا کہ تفسیر نماز والی حدیث، اور وہ حدیث جس سورۃ

۱۔ تتر حاشیہ علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۵۰ متفق ص ۵۰
۲۔ حاشیہ تلویح لمنہ خسرہ
۳۔ بحر الرئی باب صفۃ الصلوۃ
۴۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۔ مطبعہ منشی ذکتر کراچی
۶۔ ص ۵۵
۷۔ ص ۲۱
۸۔ ۱/۲۱۳

للمدک وغیرہا کما فصلہ العلماء الکرام فی
تصانیفہم ولا حاجة الی ايرادھا فان
شہرة الکلام فیہ اغتناما عن اعادته و
احالة المقال بتذکارہ۔

حک کی تیس، یقیناً کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث
جن کو علماء کرام نے مفصل طور پر اپنی تصانیف میں
ذکر کیا ہے یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے
کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے
سے مستغنی کر دیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔

افادۃ رابعہ، یونہی اس پر اجماع امت کا بیان افترا و بہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام
تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جب سورہ نہیں قول جزئیست ان کے بعد
حادث و نو پسیدہ ہوا، سیدی فقیہ مقرئ علی نوری سخا قس جیٹ النفع فی التقرارات المسبیح میں فرماتے ہیں:

هذا ان قلنا ان المسئلة ليست بأية ولا
بعض اية من اول الفاتحة ولا من
غيرها وانما كتبت في المباحث للتيمن
والتبرك وانها في اول الفاتحة لا بتد
الكتاب على عادة الله جل وعز في السنن
كتبه وفي غير الفاتحة لفصل بيت السور
قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كانت
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يعرف
فصل السورة حتى ينزل عليه بسم الله
الرحمن الرحيم وهو مذهب مالك وابي حنيفة
والثوري وسكن عن احمد وغيره وانما تنزل
مكي في كشفه وقال انه الذي اجمع عليه
المصنفات والآلئون والقول بغيره محدث
بعد اجماعهم و شنف
انما ضيف ابو بكر بن الطيب
بن الباقلاني المالكي البصري
نزول بغيره ادخل من خالفه

یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور
فاتحہ اور کسی سورہ کی جو نہیں اور یہ صرف مشران میں
برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی
عادت کو یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ
سورہ فاتحہ اور باقی سورہوں کے بعد، میں صرف سورہوں کے
درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
دو سورہوں کا فصل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نازل ہونے
پر معلوم کرتے تھے، یہی امام مالک، ابو حنیفہ، ثوری
کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا
ہے، اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا
ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا
اجماع ہے، بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات
اس اجماع کے بعد نئی چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن
طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس
کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ

وكان امر من الناس بالمناظرة واد قهس
 فيها نظرية
 قاضی ابوبکر خود بحث کے ماہر اس میں وقت نظر
 رکھتے ہیں۔ (ت)

امام زین العابدین علیہ السلام نے پھر علیہ السلام سے سوال کیا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ
 قال بعض اهل العلم ومن جعلها من كل
 سورة في غير الفاتحة فقد خرق الاجماع
 لانهم لم يختلفوا في غير الفاتحة
 بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ
 کسی سورۃ کا جزو مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا
 ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف
 نہیں ہے۔ (ت)

امام بدر الدین محمد عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،
 فان قيل نحن نقول انها اية من غير الفاتحة
 فكذلك انها اية من الفاتحة قلت هذا قول
 يعقل به احد ولهذا قالوا ان عم الشافعي
 انها اية من كل سورة وما سبقه الى هذا
 القول حد كان لخلاف من اسلف انما هو
 في انها من الفاتحة ادليست يا اية منها
 ولم يعد لها احد اية من سائر السور
 اگر اعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو ایت مانتے ہیں
 تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور
 سورۃ کی بھی آیت ہے، میں کہتوں کہ یہ کسی کا قول
 نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی
 کا یہاں یہ کہنا ہے کہ آیت ہے جبکہ امام شافعی
 سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے
 اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ کی فاتحہ کی آیت
 ہے یا نہیں اور اس کو کسی نے اپنی سورتوں کا جزو نہیں مانتا۔

افادة خامسة، تمام مصاحف حنفیہ میں بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ
 ان کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب سورۃ بقرہ کے لے کر سورۃ ناس تک تمام سورتوں میں آیات حنفیہ کی گنتی
 بتائیے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے، مثلاً سورۃ احصا پر آیت ہے بسم اللہ سے الگ
 ہی چار آیتیں ہیں، سورۃ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے بعد اسی تین آیتیں ہیں وعلیٰ هذا القیاس بخلاف سورۃ
 فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیہم پر آیت نہیں و لہذا ہمارے مصاحف

من غیرت النفع فی القراءات السبع باب البسطة مطبوعہ مطبعة البابی مصر ص ۵۷
 من فتح المعین علی شرح الکثر فصل واذا اراد الذی الخ - ایچ ایم سعید کینی کراچی ۱۸۷/۱
 من عمدة القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر مطبوعہ لادارة الطباعة الخیر بروت ۵/۲۹۲

میں اس پر نشانِ آیت عند الغیر دیکھتے ہیں نہ ○ یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناسخ تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوافاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اس ارشادِ مطلق کا پتہ دیتا ہے کہ قولِ جرئت حدیث و خلاف اجماع ہے۔ امام ربیع بن یزید پھر علامہ ربربری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب اللہ صاحب کلہم عد و آیات السور
قرآن پاک کے تمام کتابوں نے سورتوں کی آیات کو شمار
فاخرجوها من کل سورة و قل بعض اهل
کیا ہے اور انھوں نے بسم اللہ کو کسی سورت کی آیات
العلم الی آخر ما مر۔
میں شمار نہیں کیا اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو انکار
نے آخر تک بیان کیا۔ (ت)

عمرہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا، لہٰذا بعد ہر احد آية من سائر السور (اس کو کسی نے باقی سورتوں کی آیت نہیں مانا۔ ت)

تنبیہ: شمار سے اخراج تو عدمِ جرئت میں صریح ظاہر ہے اور ادغال میں علانے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیتِ جرئت نہ ہو سکے گا۔ امام ربیع نصیب الراہ اور امام عینی عمرہ میں فرماتے ہیں:

لعل باہرقة مع انہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ابوہریرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
یقرأھا فطنھا من الفاتحة، فقال انھا احدی
کو پڑھتے ہوئے سنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ
أیاتھا ونحن لا نکرانھا من القرآن۔
کی خبر ہے تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں
ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدیہما انھا
شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا
أیة من الفاتحة، والثانیة ان لها
انتہا نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ
حکم سائر آیات الفاتحة جہرا و سورا۔
کیا یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا
نحن نقول، انھا آیة مستقنة قبل السورة،
حکم فاتحہ کی دوسری آیات والا ہے کہ ہر دوسری کی
ولمست منها جمعا بین الأدلة، وابوہریرة
طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں یہ ایک
لورینخو عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
مستقل آیت ہے یہ سورہ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں،
وسلمہ قال، ہی احدی آیاتہا۔
یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے، حالانکہ

وقد اوتها قبل العاتحة لا يدل على ذلك و
 اذا جاز ان يكون مستند الى هديرية قسوة
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لها ، وقد
 ظهر ان ذلك ليس بدليل على محل النزاع ،
 فلا يعارض به ادلتا الصحيحة الثابتة
 فاتحها جازي برهنه بدليل نہیں ہو سکتی ، لہذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہو سکتی ۔ (ت)
 افادہ سادہ : ، جزیت بسم اللہ شریف کو قطعی ہر محض جہالت اور تصریح ت اللہ کرائم علمائے
 عظم سے غفلت سے بلکہ جزیت سورت و رکنا جزیت قرآن بھی خبر متواتر نہیں ،

ولذا انكرها الامام الاوزاعي ولا امر مالك و
 بعض مشايخه ونسب المتقدمين بل وقدر
 في التوجيه وحواشي الكشاف وغيرهما انه
 المشهور من مذهب ابي حنيفة مرفوع اليه
 تعالى عنه قال لقمت في ان عمر بن الخطاب
 قال ان في رد الاعتذار اى بل هو قول ضعيف
 عندنا ۔

بسم اللہ کے قرآن کا جاز ہونے کا امام اوزاعی ، امام
 مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے ۔
 متقدمین کی طرف غسوب بلکہ تمویح میں درکشاف کے
 حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ کا مشہور
 مذہب ہے ، امام تمستائی نے فرمایا اس قول کا وجود
 نہیں ہے ۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں فرمایا ہے
 بلکہ یہ قول ضعیف ہے ۔ (ت)

علامہ حسن علی حاشیہ تمویح میں فرماتے ہیں ،
 قال الجهد المحقق في تفسيره انه نحة قال
 ابو حنيفة ومالك وجمهورهما الله تعالى المعتبر
 التواتر في قرينه لا في نقله فقط وهو الحق

بزرگ محقق نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ ابو حنیفہ و
 امام مالک نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تواتر نقل متواتر نہیں بلکہ
 اس کا قرآن ہونا متواتر ہے اور یہی معتبر اور حق ہے

لے عمدة القاری شرح بخاری احادیث البسلة فی الصلوة مطبوعہ ادارۃ التبلیغ المیریہ ۲۸۶/۵
 نصب الریۃ لاحادیث البلیۃ کتاب الصلوة دار المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض الشیخ ۳۴۳/۱
 سہ التوضیح والتویح مع حاشیہ علی بیان اولہ اربعہ بخش لکھنؤ کانپور ص ۵۰
 سہ جامع الرموز فصل صفۃ الصلوة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کنبدہ قاسم ایران ۱۵۱/۱
 سہ رد المحتار مطلب قرۃ البسلة بین العاتحة والسورة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹۱/۱

وهذا هو الجواب عن الاخبار الاحاد التي
توهم الجزئية بل يجب ان تكون هذه
الاخبار مقطوع السهو والالتواترات الخ

کی دلیل ہے پس نفی امرکمزور قرار پائے گا، یہ جزئیت
کا وہم پیدا کرنے والی اخبار احاد کا جو اسب سے ہذا
ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جز
ہو تو قرأت سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم علی غیر شرح غیر میں فرماتے ہیں،
لا یثبت کو یہا آیت من کل سورة من السور
بل لا یس قطعی کما فی سرائیات واجماع
الصحة علی ثبوتہ فی المصحف لا یلزم
منہ اب آیت من کل سورة بل الاثر منہ
مما لا یروا لتجريد عن غیر القرآن انہا
من القرآن و بہ نقول انہا آیت منہ نرس
لفصل بین السورۃ

قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جز
ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہو سکتا جس طرح ہائی
آیات کے بارے میں ہے، اور صحیح کرام کا اسس کو
مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم
نہیں کہ کسی سورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے
مبرا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ بسم اللہ قرآن
کی آیت سے اس کو فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔

علامہ بحر افقہ زب بن بزمی شرف سار پھر علامہ سید محمد امجدی سامی مفتی الحاق حاشیہ بحر الرائق میں
فرماتے ہیں،

ہی قرآن لتواتر فی محلہا ولا کفر بعدہ
تواتر کونہ فی الاوائل قرآن

بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ قرآن سے قرآن میں شامل
ہل کر ہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے
کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات قرآن سے
ثابت نہیں۔

علامہ سید ابوالسعود الزہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں،

ثبوت قرآنیہا لا علی سبیل التواتر ولهذا
علل فی التہرید من تکفیر جاحد ہا بعدہ

بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ
سے اگر کوئی اسس بات کا انکار کرے تو کفر

ملہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البطلان لقرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بلاق مصر ۱۵/۲
ملہ غنیۃ المستقل صنفۃ المصلوۃ مطبوعہ سبیل الیڈمی ہور ص ۳۰۷
ملہ مفتی الحاق حاشیہ علی البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول فی المصلوۃ مطبوعہ مطبعۃ ایم سید کینچی کراچی ۱/۱۲۱۲

البسملۃ اية من الفاتحة عملاً وظناً قطعاً
لم يقدح عنه القارى في المرات .

بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جز ہونا قطعی ہے قطعی اور قطعی
نہیں ہے الخ اس کو علامہ علی قاری نے مرقات میں
ان سے نقل کیا ہے (ت)

علامہ سفاقی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں :

ان المحققين من الث فعية وعزاه الما وردى
للجمهور على انه آية حكم لا قطعاً قل
النوى والصحيح انها قرآن على سبيل
الحكم ولو كانت قرآن على سبيل القطع
لكفرنا فيها وهو خلاف الاجماع
محققین شافعیہ نے اور اوردی کے بیان کے مطابق
ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جز ہونا
حکم کی بات ہے قطعی نہیں ہے ، اور امام نووی نے
فرمایا صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکم ہے
اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات
اجماع کے خلاف ہے ۔ (ت)

اسی میں شرح منہاج النوى تصنیف امام جلال الدین علی شافعی سے ہے :

البسملۃ منها ای من الفاتحة عملاً لانه
صل الله تعالى عليه وسلم وعدھا آية صہ
صحیحہ ابن خزیمہ والحق کہ دیکھی فی ثبوتھا
من حیث الصل النظر
بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا حقہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ و
السلام نے اس روایت کی آیت شمار کیا ہے جس کی
ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عمل ثبوت
کے لئے قطعی ہی کافی ہے ۔ (ت)

افادہ سابعہ ، اقول وبانہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف
پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت سورت غیر رات میں اتیان بسطہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت
کے درمیان اثبات و حذف میں قراء مختلف ہیں امام تاجی نے روایت قالون اور امام عبد اللہ بن کثیر رحمہما

عن شروخ تلاوت اگر ابتداء سورت کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے چار اگر ابتداء
سورت سے ابتداء سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ باجماع پڑھنے پھر اشائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جاتی
ہیں پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م)

سلفہ مرآۃ شرح مشکوۃ باب القراءة فی الصلوۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ اذیہ سلطان ۱۹۶/۲
سلفہ و سلفہ غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج النصار باب البسملۃ مطبوعہ مکتبۃ البابى مصر ص ۵۹

وامام عاصم بن یحییٰ کوئی و امام علی بن حمزہ کسی کوئی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورکش اور امام عبد اللہ بن عامر شافعی و امام حمزہ بن حبیب زیات کوئی و امام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسہ و احسنہ میں کوئی شخص مسترد آن عظیم یا بتدائے واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قرار پڑے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے :

لا خلاف بینہم فی ان القاری اذا احتتم
قراءتہ ہا دل سورۃ غیر برادۃ انہ یبسم
سواء کان ابتداء عن قطع او وقف (الی
ان قال) : و اختلفوا فی اثباتہا بین السورتین
سواء کانتا صرتین او غیر صرتین فاثبتہا
قالون والمکی و عاصم و علی و حذفہا
حمزۃ و وصل السورتین (الی قوله) : و انما
اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء
لانہا صر سورۃ فی الصحاح و من یزکک
فی الوصل لو لم یأت بها فی الاکتفاء لاختلاف
الصحاح و خرق الاجماع الخ۔

کے بارے میں یہ اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا، کیونکہ بسم اللہ قرآن میں ملکی ہے لہذا اگر کوئی دونوں سورتوں میں وصل کہتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو صحاح و اربعہ کے خلاف اور ابوحامد کے خلاف اور ابوحامد کے خلاف (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے :

اخبار ان سراج لا یسلوا بین السورتین
وہم قالون و النکائی و عاصم و ابن کثیر
و الباقین لا یسلون بین السورتین لان
هذا من قبیل الاثبات و المحذوف آخر ملخصاً۔
معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سورتوں میں
بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، نکائی،
عاصم اور ابن کثیر ہیں اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں
میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات
و حذف والا ہے اور ملخصاً (ت)

غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسمۃ مطبوعہ معینۃ البانی مصر ص ۲۰
سراج القاری شرح شاطبیہ ابن القاصح مطبوعہ معینۃ البانی مصر ص ۸۵

عن اهل العلوم والفصل (یہ تمام اہل فہم اور اہل عقل کے ہاں واضح ہے) جانیکہ اہل علم و فضل پر واضح نہ ہوتے اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جمالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً قرأت قراءت سے جو نسبت میں کچھ دخل نہ دیا و اثر گوں قسموں نے الٹا سمجھ لیا، آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سن چکے کہ مسئلہ بتدایہ ہے۔ علامہ ہماری و علامہ بکر فرماتے ہیں،

(ترکھا نصف القراءۃ) وہم ابن عاصرون دع بروایۃ الورش وحمزة والوعس وقال مطلع الاسرار الالهیۃ قدس سرہ فی غیر الفتحۃ (وتواتر الہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (وعلی الہ) واما ما یسئل (ترکھا) عند قراءۃ السورۃ قرأت القراءۃ متواترۃ زکامعنی عند قصد قراءۃ سورۃ الیترک اولھا) فیجب ان لا تكون جزاء یشہد علیہ ماروی فی البحر الصحیح عدم الجہر بہ فی الصلوۃ فان قلت قد قرأہا الباقون من القراء فتواتر قراءۃ تہ علیہ وسلم (وعلی الہ) واما ما یسئل (ترکھا) عند قراءۃ السورۃ فیجب ان تكون جزاء قل (وتواتر قراءۃ تہا عند) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (لقراءۃ القراءۃ) (الاخرین) لا یلتزم کوئھا، جزاء (صہ) لحوار انیکون لمتبرک کما لا یستحق ذلک

مجہد سے متواتر ہو گا اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جز ہے، تو جواب میں کہا کہ باقی قراءت کی قراءت سے حضور علیہ السلام کی قراءت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جز ہو جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ احمد بالہ کا حکم ہے۔ (دست) اسی طرح اور کتب میں ہے معراجی زمانہ کو خبر نہیں

اب نظر نہ کیجئے تو حذف صراحۃً مافی و منافی جزئیت ہے کہ اگر خبر ہوئی تو حذف کیونکر ہو سکتی، اور اثبات، مثلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات احوذ پر بھی اجماع قرا ہے اور یہ بھی مثل اثبات لیسلمہ متواتر حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں، کیفیت النفع میں ہے،

لا خلاف بین العلماء ان القارئ مطوب منه
فی اول قرآنہ ان یتعوذ
شرح الشاطبی لابن القاسم میں ہے،

الاستاذ ذاق قلب القراءۃ باجماع وقوله مجمل
ای مطلقاً لجیم القرآن
اعوذ باللہ قراءت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی
جاسے، اس کے قولی مجمل کا معنی تمام قراء کے نزدیک
تمام قرآن کے شروع میں (د)۔

تو مجرد اثبات و روایت متواترہ قراء سے عنہ التحقيق برزست قرآن پر بھی جرم نہ ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پڑ
و لہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواتر قراء پر اجماع اس کے اس کی عدم قرآنست پر اجماع رکھتے ہیں یعنی اثبات و
تواتر بسو یکبار مطلقاً پر اجماع قرا کر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر روایت سے
جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں جس قسم اس پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر
گزارا جہور قرآن قائل قرآنیت ہوئے اور جزئیت سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جہور رائے جانب جزئیت نہ گئے، بلکہ اللہ
تعالیٰ میں تقریر سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ائمہ قراءت کا اثبات متواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور زور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تواتر جزئیت کا دعائے باطل دیکھ کر اس سے قراءت
قرن بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہو سکتا بالحدیث کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہ باطل کہ جزئیت و
عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح روشن یہ بھی ہے
کہ قائلان جزئیت بعض احادیث احادیث سے احتجاج و استناد کی طرف بھٹکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں خفیت مسئلہ
کی تصریحیں کر گئے دفع احقر ارض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہوئے جیسا کہ بھی کلمات امام محمد الا سلام و امام
مادر وی و امام نووی و امام محل و امام ابن حجر و غیرہ سے مذکور ہوا اثبات قراءت جزئیت جوتا اسی پر تعبیر
کرتے قطعت چھوڑ کر ظفیت کی طرف گھوم آتے ہذا کلمہ جلی و احضار عند کل من له فہم و عقل فضلاً

من غیث النفع فی القراءات السبع باب البسوط
مطبوعہ دار البیان مصر ص ۸
یہ تذکار المقری شرح الشاطبی لابن القاسم
ص ۱۶

افادۂ شامہ اقوال روایت اثبات کا اثبات بجزئیت عند المسلمین سے بھی یہ عداوت
 ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمار آیات و سورتیں دلیل واضح ہے کہ قراءہ المسلمین بھی بجزئیت سورتیں
 ماننے تاجم اس اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ سورتیں بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب بجزئیت تھا تو وہ جہاں تک یہ
 اس میں ہیں کلام نہیں مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں اس کی قراءت کا احتیاء بر خلاف مذہب ان کے مذہب
 پر عمل لایا کرتے تھے اور شیخ و دشمن درکار ہو تو نسخے شک نہیں کہ ہمارے آئمہ نے قراءت عاصم و روایت حفص اختیار
 فرمائی اور شک نہیں کہ ہمارے جراح نماز سر یہ و جہر یہ سب میں ہمارے یہاں اختفاء بسط کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام
 پر نماز جہر میں ایک آیت کے سہو اختفاء پر با اتفاق سجدہ اور عداوت پر عداوت قطعاً ثابت کہ حفص و عاصم اگرچہ
 بجزئیت فاتحہ کی طرح بجزئیت سورت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے سے ہمیں ملل قول بجزئیت پر
 مجبور نہ کیا و نہ ضرورت جہر میں جہت تسمیہ علی الفاخر کا حکم ہوتا اور اس کا ترک سجدہ سہو یا عداوت چاہتا پھر بعد فاتحہ سر
 سورت پر اتیان بسط میں عداوت متون مذہب مثل یہ آیۃ و تعابیر و اصلاح و غرر و طعن الابرار و تنزیل و تفسیر ہا
 انکار محض پر ہیں اور اسی پر مدال و شرح و تعابیر و درود و جوہر و نیر و مجمع الاسماء و غیرہ شروح نے مثنیٰ فرمائی محققین کے
 نزدیک اگرچہ اس کا حاصل کراہت نہیں صحت نفی نہایت ہے کہ اس میں شک فی حق و من العباد لیسویۃ فی
 فتاویٰ لرضویۃ و جیسا کہ ہم سے ہے فتاویٰ العباد لیسویۃ فی حق و من العباد لیسویۃ فی حق میں بیان کیلئے ہے
 تاجم اگر اختیارات عاصم معتبر بجزئیت لازم کرتا تو نفی نہایت اور التزام ترک بسط میں نفی کراہت پر اجماع حنفیہ
 ناکافی تھا ابھی مسلم و قویٰ جسے بھی چاہے کہ شدت پڑے وقت اس کے اول سے ایک آیت مجبور دینا ہے معنی ہے
 سیدہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانیہ صغیر میں دباتے ہیں

فیہ ہجرت من القرآن و ذلک لیس
 من احمال المسلمین ان نقلہ الی عن
 النہر صحت الکلام حق باب سجود التلاوة
 اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ بات
 مسلمانوں کے ملل سے بعید ہے اور اس کو علامہ شافعی
 نے باب سجود التلاوة میں نہر کے حوالے سے امام صاحب
 سے نقل کیا ہے۔ (دست)

پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں ملل قول بجزئیت پر مجبور کرنا ہمارے آئمہ کرام کے اجتماع تام کے خلاف
 اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرق محض بہالت اختیار قراءہ عاصم موجب ملل
 بجزئیت نہیں تو ختم میں کیا نقصان اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں کیا فالق میں ہم مسترآن

بغزت مامم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو واجب ترک ہو گیا ہے۔

افادہ تاسعہ **اقول** بطور منقولہ علی التقریب اگلاں مجھے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو دور سے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام مامم کی روایت تدریج میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول، تو تو بعض باطل اور شرعاً مطہر پر کھدا افتراء کو کسی دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون اور ثانی ماخوذ وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہو گیا پھر کامل ثواب نہ ملنا معنی یہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر منی ذالہ ناقص، عاش فہرطرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض جگہ ہر عرض میں حضور پر نور سید العالمین و حضرت جبریلؑ دونوں میں مثل اللہ تعالیٰ علیہا وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا برقراری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قرأت میں ہر نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ ثبات و حذف ہے اپنے نزدیک تمامی عند اللہ تمامی کہ مستلزم ہیں اور جب عند اللہ تمامی تو نقص ثواب کا ذکر رب العزت کی جناب میں سوائے عن سے ہے **إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِي عَنْكَ آخِرُ الْمُخْسِنِينَ** (بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اگر کئے گئے خیرات آں فی نفسہ تام، کامل ہے مگر مثلاً امام مامم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔)

اقول دو حال سے حالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات آخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا ان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تو اتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاطلاق بلاشبہ امام مامم پر یہ اعتقاد فرض کرکلام الہی پر ختم ہو گیا اگرچہ ان کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر مشروط تھا نہ خاص ان کی روایت پر نہ علی الاطلاق، ثانی جب ہم پر جسیر و زہ ماجہ نیم ماد کی طرح ہی روایات کا تواتر و مشہور ہو گیا تو امام مامم کا نہ جاننا، طبع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، عرض نہ مامم کی روایت پر ثواب محصور نہ مامم کے خیال کی تعلیل ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس کا خلاف متواتر ماثور، کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ اصحاب امام الامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب تو بعض اپنے اس زعم باطل پر چھوڑا جائے کہ **اذا جاء الحدیث فخذوا حذرہ** (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔) ت، قول اختلاف ہے اور امام مامم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر مبنی ہذا اُس پر محمود ایسا ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامعلوم۔

ہاں اگر عوام نے حفظ دین عوام کریم و وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءت غریبہ و وجود عجیبہ نہ پڑھیں کہ
مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں و درمختار میں ہے،

یجوز بالروایات السبع مکن الادب ان
لا یقرء بالغریمۃ عند العوام صیامۃ
لذی یسہر
نہ جو۔ دت،

رد المحتار میں ہے،

قولہ یجوز بالروایات السبع . مل یجوز
بالعشر ایضا کما نص علیہ اهل الاصول
قولہ بالغریمۃ ای بالروایات الغریبۃ و
الامالات ، لان بعض السعفاء یقولون
ما لا یعلمون یتحققون فی الاثم والشقاء ،
ولا ینبغی ملائمة ان یحسم العوام علی
ما فیہ نقصان دینہم ، ولا یقرء عندہم
مثل قراءة ابن جعفر وابن عامر و
بن حمزہ و الکافی صیامۃ لذی یسہر
فلعلہم یتخفون او یتصحکون وان کان
حکل القرءات والروایات صحیحۃ قطعیۃ
ومتأثنا احتاروا قراءة ابن عامر وحفص
عن عاصم اذ عن التبرغانیۃ عن
فتاویٰ المعجۃ یتہ

اسی طرح علیگیریہ وغیرہ میں ہے۔

افادۃ حادیہ عشر اقول جن مصلحت کے لئے یہاں علما نے پیش عوام روایت غریبہ کی

افادہ عاشورہ اگر بعد طلوع فجر سامع و ظہور حق و میں اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعوی نقصان
ثواب سے عدول کر کے اس راہ چلے کہ بلاشبہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کا ثواب بھی حاصل ہو گا جبکہ ہم قرات
عام عاصم اختیار کئے ہوتے ہیں تو ہم پر شرعی واجب کہ انہیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول یہ بھی محض باطل اتباع قراءت واحدہ صحت ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا
ہم کر کے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النبیۃ و تخلیط و تغلیط لازم آئے کہ اس تفسیر پر اس کا مفاد یوں
ہو گا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اسی کی روایت نہیں تلاوت میں تعین قراءت واجب
نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمن ہے تو تخصیص بعض و انکار بعض کے کیا معنی، اختلاف
قراءت مثل اختلاف مذاہب ہیں کہ تعین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سورہ یکہ سورت کی بعض
آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند تحقیق اصلاً
مخالفت نہیں جب تک وہ تحقیق موجب اختلاف نظم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع
ہو جب تواتر و ادلیٰ بالجزا ہے خصوصاً جبکہ مجلس قبل ہو، امام خاتم الخفاۃ جلال الحق والدین سیوطی القان طبرانی
میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملک والدین الرازی الحنفی سے نقل فرماتے ہیں،

النصواب ان یقال ان کانت احدی اضر منیہ مرتبۃ علی الاخری مع ذلك منع تحویر
کمن یقرأ فتلقی آدم من ربہ کلمت
برفعهما و نحبهما احذا رفع آدم من
قراءۃ غیر ابن کثیر و رفع کلمات من
قراءتہ و نحو ذلك مما لا یجوز فی لہرمیۃ
واللغة و ما لعل یمکن كذلك فرب فیہ
بین مقام الروایۃ و غیرها فان کان علی
سبیل الروایۃ حرم ایضا لانه کذب فی
الروایۃ و تغلیط و ان کان علی سبیل
التلاوة جائز لانه

یہ کسا درست ہو گا کہ دونوں قراءت میں ایک دوسری
پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحویم ہے جیسا کہ فتاوی
آدم من ربہ کلمت میں لفظ آدم اور کلمت
دونوں پر پیش پڑھے یا دونوں پر زبر پڑھے، یوں کہ
"آدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور کلمت
کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کر سکے، اس
طرح یہ عربی میں اور لغت میں جائز نہیں، اور اگر
ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں
فرق ہو گا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام
ہے کیونکہ یہ روایت میں غلط اور کذب ہو گا، اور اگر
برسبیل تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ دت

تو دت سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصاف دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قرار و سامعین عامہ مسلمین کے کان ہر صورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سُن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اس امر پر ہو گا جو قرآن فقرنا حضور پر نور سیدہ یوم المنشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں بھی، اخفاء تم خود بھی مقرر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُنسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کر کے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شور و شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المعصیۃ فعل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کرنا کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا قاریہ ہوتا رہ گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی بیگانہ تازی جہا اکثر مسلمینی کے گوش نا آشنا نہ ہو شہرت نام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر پناہم بخند لکہ قاریان قرآن قرأت قرآن سے شہرت نام کی نیت رکھیں، علامہ کرام ایسے عمل پر ترک افضل کہ راستہ دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی، امام علامہ جلال الدین زلمی نعتب الراہ میں نقل فرماتے ہیں :

دُرُكُ كَيْتَابِ قَلْبِي اور ان کو جتنے رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو فخر نہ ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی تو مسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو فخر کی نگاہ سے نہ دیکھیں تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز میں اختلاف کی بابت کہلا کر انہوں نے فرمایا کہ غلط کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد و غیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے، یہ وہ محاسن ہیں جن میں افضل سے عدول کر کے جائز مفضل کو

يسوع بلا فساد ان يعرك الا فضل لا حسرت في القلوب واجتماع الكلمة هو ما من التغير كما قوله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بناء البيت على قواعد ابراهيم لكونه قرأه كما هو حديث عهدنا لبي عليه، وخشي تنظيرهم بذلك، وراي تقديم مصلحة الاجتماع على ذلك، ولما انكر الربيع علم ابن مسعود انما له الصلوة خلف عثمان، قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغيره على ذلك في البسملة وفي وصل التور وغير ذلك مما فيه العدول عن الافضل الى الجائز المفضل مراعاة لاختلاف المأمومين او تعريضهم للفتنة واشتغال ذلك وهذا اصل كيفية

الذرائع علیہ
 اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تائید قلبی اور
 ان کی سنت سشناسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فقہ کے سبب باب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)
 یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ فرض باطل قنیت جزیت مان لی جائے ورنہ حق و تحقیق کا ایضاً پہلے ہو چکا اس
 تقدیر پر قاری و قاری اس تغیر و اثر فقہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بدلتا ہوا عام اس غیر قصدی الزام سے بھی
 محفوظ اور تغیر و یقاع، خلاف ویسے مستند معتد سے محفوظ کسا کا یغنی واللہ الہادی (جیسا کہ
 مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادۃ ثانیہ عشر یہاں تک دعویٰ قنیت جزیت و لازم نقصان ختم کا رد صحت کہ
 بکمال اللہ جاسی وجہ ظاہر ہوا البتہ تعالیٰ جہر و اخفا کی طرف پہلے تراویح میں جہر پسند کا حضور پر نور سید عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح اخترا ہے تو اتر در کما ز نہار
 کسی حدیث احادیث سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح تو جدا، مطلقا کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ
 و سلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تو اتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام و نزاع
 ہے، امام حافظ عقیلی کتاب الفتن میں لکھتے ہیں،

لا یصح فی الجہر بالبسملة حدیث - بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں، ا سے
 مسند - ذکرہ فی صدقہ القادی - عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں،

لایصح فی الجہر حدیث - ذکرہ فی - جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ ا سے
 حنایۃ القاضی - حایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔

یہی امام دارقطنی جب معمر شریف سے گئے کسی مہری کی درخواست سے دربارہ جہر ایک جہر
 تصنیف فرمایا بعض مالک نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہ انصاف
 اعتراف فرمایا کہ

کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ - یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ

۲۲۸/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	۲۲۸/۱	لے نصب لرایہ احادیث البدایہ کتاب الصلوۃ
۲۸۸/۵	ادارۃ الطباعت المنیریہ بیروت	۲۸۸/۵	لے عمدۃ القاری باب ما یقول بعد التکبیر
۲۱/۱	دار صادر بیروت	۲۱/۱	لے حنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی مجتہد البیضاوی

امام شروکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

فی نیل الاوطار

امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں،

الحاصل ان احادیث البھر لم تثبت بشیء اثره
السید الاثر ہری فی الفتح۔

امام زیلعی نصب الراية میں فرماتے ہیں،

فهذه الاحادیث كلها ليس فيها صريح صحيح
وليس مخرجة في شیء من الصحيح ولا
المسند ولا المسند المشهوره وفي روايات
الکذا برون والضعف والمجاهيل الخ

امام عینی عمدة القاری میں فرماتے ہیں،

احادیث البھر ليس فيها صريح بخلاف
حدیث الاحف، فانه صحيح صحيح ثابت
مخرجه فی الصحيح والسید، مسروقة و
السند المشهوره۔

خلاصہ یہ کہ ہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوتیں۔ سید ازہری
نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ
صراح و مسانید و سنن مشہورہ میں مروی ہوتیں
ان کی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول و کذب
ہیں الخ

ہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح و صریح نہیں بخلاف
حدیث اخفا کہ وہ صحیح و صریح اور صحیح و
سانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری و مسلم و ابوداؤد
وترغی و نسائی و ابن ماجہ پھر ان حدیث اور دارمی و طحاوی و ابن خزیمہ و ابن حبان و دارقطنی و طبرانی و
ابو یعلیٰ و ابن عدی و بیہقی و ابوالخیر و ابن عبد البر اکابر حفاظ و اجل محدثین اپنی صحاح و سنن و مسانید و معاجم میں
باسانید کثیر و مصرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں،

میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی کے پیچھے
نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا

صیبت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و خلف بن یکر و عمرو و عثمان علم اسمع
احدا منهم یقرأ باسم اللہ الرحمن

۱۲/۱	مطبوعہ مکتبہ امیر یہ رلاق مصر	سہ تبیین الحقائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلوة
۲۵۵/۱	مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	سہ نصب الراية لاحادیث الدرایہ کتاب الصلوة
۲۹۱/۵	ادارۃ الطباعة الخیریہ بیروت	سہ عمدة القاری النور الرابع اختلاف الفقهاء فی البسط

وسم في الجهر قليل بصحيح - ذكره الامام
الربيع عن التتبع عن ميث يخه عن
الدارقطني والمحقق في الفتحة.
امام ابن الجوزي نے کہا :

لربيع عنه صلى الله تعالى عليه وسلم
في الجهر شيء ذكره الطحاوي في السرقاة.

یہاں تک کہ تتبع میں احادیث جبر لکھ کر فرما گئے :

هذا الاحادیث في الجملة لا تحسن بمن له
علم بالنقل ان يعارض بها الاحادیث
الصحيحة ، ولولا ان يعرض للضعفة شبهة
عند سماعها فيطنها بصحیحة الكائن
الاضراب عن ذكرها اولی ، دیکھی فی بعضہا
اعراض المصنفین للمسانید والسنت
عن جسدوسھا۔

روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔ اس میں کو
امام زبیری نے اپنے مشائخ کی تتبع قرار دے کر دارقطنی
سے نکل کیا ہے اور تحقیق سے فتح القدر میں ذکر کیا۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جبر لیس اللہ میں کوئی
روایت صحیح نہیں۔ اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں
ذکر کیا۔

ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا
فعل کے فن میں علم والے کو درست نہیں۔ اگر ان روایات
کو فقیہ شمس کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا عندیہ نہ ہو
تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے
ضعف پر دلیل تمام مسانید و سنن کے مصنفین کا ان
کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے۔

دت

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل ، ولہذا مصنفان مسانید و سنن نے
ان کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الراية اس کو نصب الراية میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت ، خود پیشوائے وہابیہ
ابن القیم نے اپنی کتاب مسی بالہدی میں لکھا ،

وبصحيح تلك الاحادیث غير صحيح وصحيحها
غير صحيح - نقلہ امام الوهابية الشوكافي

۲۵۹/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	لے نصب الراية لاحادیث التہذیب کتاب الصلوة
۲۸۶/۲	مکتبہ امیر دیر لٹان	لے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراۃ فی الصلوة
۲۵۸/۱	مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ	لے نصب الراية بحوالہ التتبع کتاب الصلوة
۲۲۸/۲	مصطفیٰ البابانی مصر	لے نیل الاوطار باب ما جاء فی بسم اللہ الخ

وہ بسم اللہ شریف کا جہزہ فرماتے تھے وہ بسم شریف
 آہستہ پڑھتے تھے یہ امام مسلم کے الفاظ تھے، امام احمد
 نسائی اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور دوسروں نے اپنی
 صحیح سہل کے ساتھ جیسا کہ فتح القدر نے بیان کیا ہے
 جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہزہ فرماتے
 تھے ماور ابن خزیمہ، طبرانی، ابوالکیم کے الفاظ یہ ہیں کہ
 وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے، اور ابن ماجہ کے
 الفاظ یہ ہیں کہ کہ وہ سب بسم اللہ کا اختصار
 فرماتے تھے۔ (ت)

الرحیم ہذا لفظ مسلم و فی لفظ للامام احمد
 والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وغیرہم
 باسناد عن شرطہ الصحیحہ کما افادہ فی الفتا
 کانو لا یجہزون ببسم اللہ الرحمن الرحیم
 و فی لفظ لامت خزیمۃ والطبرانی و ابی نعیم
 کانو یسرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم
 ولان حاجۃ کلہم یخفون بسم اللہ
 الرحمن الرحیم

یہ حدیث سہل ہے جس کی تخریج پر پیاروں ائمہ مذہب اور چھٹوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی
 نے انہیں سے روایت کی،

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کان یسر ببسم اللہ الرحمن الرحیم و یا بکر
 وعمر وعثمان وعلیہ
 علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر
 و عثمان و علی و رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف آہستہ
 پڑھتے تھے۔

امام احمد امام ابو حنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و غیرہم ابن عبد اللہ بن مقبل رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کیا، قال :

- سہ صحیح مسلم باب حجة من قال لا یحکم بالبسطة مطبوعہ فور محمد اصح المطابع کراچی ۱۴۲/۱
 سہ مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ - دار الفکر بیروت ۲۶۵، ۱۴۹/۲
 فتح القدر باب صفة الصلاة • مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۵۲/۱
 سہ صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انہم کانو یسرون ابو مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۹/۱
 سہ سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءات مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی ۵۹ ص
 سہ المعجم الکبیر مروی از انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۵۵/۱
 صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انہم کانو یسرون ابو مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۵۰/۱
 فت : طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزیمہ میں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں۔ نیز احمد

سمعت ابنی وانا اقول بسم الله الرحمن الرحيم
فقال ای بنی ایاك والحدث قال ولم ارا احدا
من اصحاب رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم كان انقض اليه الحدث في
الاسلام يعني منه قال وصليت مع النسبي
صلى الله تعالى عليه وسلم ومع ابن بكر
ومع عمار ومع عثمان فلم اسمع احدا
منهم يقولها فلا تقلها انت اذا صليت
فقل الحمد لله رب العالمين

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف
پڑھتے سنا، فرمایا اسے میرے بیٹے! بدعت سے
نیز۔ اسی عبد اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے زیادہ کسی کو اسلام
میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انھوں نے
فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر
صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں
سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین
سے شروع کرو۔

انہی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سنا، پکار کر فرمایا،

یا عبد الله انی صلیت خلف رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم و ابن بكر و عمر
و عثمان رضی الله تعالى عنہم فلم اسمع
احدا منهم یجهر بها۔ سواہ الامام
الاظم ذکرہ فی الفتاویٰ۔

امام عظیم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابو عمر ابن عبد البر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے راوی،

الجهر بسم الله الرحمن الرحيم قراءة
الاعراب

بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گواروں کی
قراءت ہے۔

۴۳/۱	مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی	۴۳/۱	جامع الترمذی باب ما جاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمن الرحيم
۵۹	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۵۹	مسنی ابن ماجہ باب افتتاح القراءات
۵۸	نور محمد اصح المطابع کراچی	۵۸	مسند الامام الاظم بیان عدم الجہر بالمسئله
۲۵۳/۱	مکتبہ نوید رضویہ سکھر	۲۵۳/۱	فتح القدیر باب صفة الصلوة
۱۴۰/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۴۰/۱	شرح معانی الآثار باب قراءات بسم اللہ
۳۱۱/۱	ادارۃ القرآن المد کراچی	۳۱۱/۱	المصنف لابن اثیر من کان لا یجہر بسم اللہ

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لَوْ بَجَّهَرُ السَّبْحِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالْمُسْمَلَةِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَكُنْ ذَكَرَهُ الْمُحَقِّقُونَ فِي
الْفَتْحِ۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاکر و خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،
ابو ابراہیم بن جہر سے بحکم اللہ الرحمن الرحیم۔
سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی،
میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

حدیثنا احمد بن حنبل بن کثیر بن شظیر بن
الحسن بن علی بن الجہر بالبسطۃ فقال
انما يفعل ذلك الاحواب۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم رحمہ اللہ سے راوی، الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم
بدعت۔ بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔ اثرم انہیں سے راوی،
ماوردی احمد ای جہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم
والجہر بہا بدعت ہے۔
میں نے سنا، و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر
کہتے نہ پایا اس کا جہر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو اتار دکناراں حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی
شہرت ہو تا تو کیا یہ اجڑے صحابہ و تابعین ماذ اللہ سے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کر سکتے تھے و لکن الجہرۃ
یقولون ما لا یصلون (لیکن جاہل لوگ غیبر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہ امام المحدثین
احمد الاولیاء و احمد المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مجرور
مخبرنا اور اس کے اخفا کو افضل و ادنیٰ سمجھنا تمہر عقائد اہل سنت جانا محدث و لکن فی کتاب السنہ میں بسند
صحیح راوی،

سلف فتح القدیر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ نویریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۲

سلف نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۵۸
سلف مصنف ابن ابی شیبہ من کان فی الجہر بسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۱۱
سلف نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ اثرم کتاب الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۵۸

ہے نمازیں اخفا کی کرے اور بیرون نماز بھی اتيار قاری خاص صرف پر وجہ اوليت ہے و بطور وجوب و لزوم و ضرورت۔

لما قد متان القرآنات كلها حقة باليقين
لا احتمال فيها للخطأ ولا في بعضها لبعضها
ولا جبر في شيء منها لاجتماع افراد مالم
يؤد التلخيص الى التفسير بخلاف المجتهدين
الحلافة فان المجتهد يخطئ ويصيب فلا
نقد وعيب اعتقدنا انه صواب يحتمل الخطأ
انما طلت انه خطأ يحتمل الصواب وليس
لنفقت لربما اتفقوا الا قول حلي فساد العمل۔
کوہم خطا نجس گئے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطا کا احتمال
ہے اور یہاں اجتہاد کی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کر دے گا۔ (ت)
مجتہبی شرح قدوری پر کفایہ شرح ہار پر رد المحتار ج ۱

لا یجہر بها فی الصلوة عندنا خلافاً لثقی
وفی خارج الصلوة اختلاف الروایات و
المشایخ فی النقود والتسمية قيل یخفی
النقود دون التسمية والصحيحة انه یخیر
فیہما وکن یتبہ امامہ من القراء
وہم یجہرون بہما الا حمزة فانہ
یخفیہما۔
ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی
اس کے خلاف ہیں اور خارج از نماز بسم اللہ اور
احوذ باللہ میں مشایخ اور روایات کا اختلاف ہے
ایک قول میں احوذ باللہ کو غنی اور بسم اللہ کو جہر کے
ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں
کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے، لیکن اگر قراء میں
اپنا امام کی اتباع بہتر ہے امام حرہ جہر کے قائل
نہیں ہیں باقی اگر جہر کے قائل ہیں (ت)

بحمد اللہ تعالیٰ یہ خیالات جدیدہ و باہر کے رد میں ہمارے علماء کا قصص صریح ہے۔

افادۃ سابعہ عشر اقول وبانہ الترفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء

سورۃ المختار بجزاء الکفایۃ عن المجتہبی فصل واذا اراد الشروع فی الصلوة الخ مطبوعہ پیرایم سیدہ کنی کراچی ۱۴۰۲ھ

طبیقہ قرآن فخر تائید تدریس و تعلیم و تعلقی تلامذہ جن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقران کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے تہذیب کہ نمازوں میں کُنیں کہ سیکھتے جس میں سوال و جواب و تعلیم و تعلیم کا کوئی موقع نہیں، بیرون نماز بھی قراءت الشیوخ کا دستور تھا بلکہ اسے تاکافی جگتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرزِ اداء تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا تو دریافت کر لیتا استاد اعادہ کر دیتا، اتفاق شریف میں ہے۔

أوجه التحمل عند أهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع عليه بقراءة غيره، والناوذة والأجزة والمكاتبة والعرضية والإعلام والوجادة، فأما غير الأولين فلا ياتي هنا يعلم مما سنذكره، وأما القراءة على الشيخ فهي المستعملة سلفاً وخلفاً، وأما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل أن يقرب به هـ لـ أ الصحابة رضي الله عنهم إنما أخذوا القرآن من في السبى صلى الله تعالى عليه وسلم لكن لم يأخذ به أحد من القراء والمنم فيه ط هـ لأن المقصود ههنا كيفية الأداء وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر على الأداء كهيأته، بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى واللفظ لا بالهيئات المستعملة في أداء القرآن، وأما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضي قدرتهم على الأداء كما سمعوه من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لأنه نزل بهنهم، وما يدل لقراءة على الشيخ

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور پر اپنا اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قراءت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز ہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قراءت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہو سکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قسم آں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر اخذ کیا ہے، لیکن قراءت حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءت میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے پر اخذ کرے، لہذا قراءت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں ہے، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ

عروض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القرآن
 علی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما
 اور اگر نے پرقدرت رکھتے تھے اور اس نے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے، اور قرآن کو احذ کرنے میں شیخ
 کو سنانے والا طریقہ اس نے بھی جاز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو
 قرآن سناتے تھے اہل بیت،

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افتادہ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہایت
 استعداد و نفس قوایل رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تکمیل
 نظام و باطن و ظہر و حکم و حکمت تھانہ یوں کہ صحت نمازیں قرات اقدس سے لفظ یا کرتے، صی نہ کرام و دل میں
 آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے جب ان پر قادر ہو جاتے و کس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورۃ بقرہ حضور بر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب حمد فرمائی پانچ سو ذرا
 کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تہہ بردار و دیر نہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال:

كُنَّا إِذْ تَعْلَمُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ تَعْلَمْ مِنَ الْعَشْرِ الَّتِي مَرَلَتْ بَعْدَهُ حَتَّى تَعْلَمَ مَا فِيهِ خَفِيفٌ لِشَرِيكَ مِنَ الْعَمَلِ قَالُوا نَعَمْ
 بحسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس
 آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات
 کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ
 اعمال کو معلوم نہ کر لیتے۔ شریک سے پوچھا گیا کہ آیات کے
 بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انہوں نے کہا ہاں

ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبد اللہ عثمان غنی سے راوی قال:

حدثنا من كان يقرئنا من اصحاب رسول الله
 صلى الله عليه وسلم منهم كان يقرأون
 من رسول الله صلى الله عليه وسلم
 عشر آيات ولا يأخذون في العشر الاخرى
 صحابہ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قرات پڑھتے انہوں نے
 فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات
 پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اس وقت تک
 اخذ نہ کرتے جب تک پہلی دس آیات کے علم و عمل کو

حتیٰ یعلّموا ما فی ہدایہ من العلو والعمل و ما
علّموا العلو والعمل فیہ

ابن سعد طبقات میں بطریق عبد اللہ بن جعفر عن ابی الخضر عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی،
ابن ابی شیبہ عن عبد اللہ بن جعفر عن ابی الخضر عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی،
ابن ابی شیبہ عن عبد اللہ بن جعفر عن ابی الخضر عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی،
ابن ابی شیبہ عن عبد اللہ بن جعفر عن ابی الخضر عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی،

تخلیص البقرة فی اثنتی عشرة سنة علما
حسبها نحر جز وراثته
تخلیص البقرة فی اثنتی عشرة سنة علما
حسبها نحر جز وراثته

توطیہ ہر جہاں کہ یہ روایات جہر و اخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بقرہ اللہ تعالیٰ اُس ارشاد علما کا راز واضح
ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعویذ ہے عامۃ قرا کا اُس کے جسم پر
اتفاق ہے۔ امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر احتجاج اہل اداء نقل فرمایا، امام عارف پائندہ شاطبی نے باوصف
حکایت خلافت تصریح فرمائی کہ بارہ صحابہ و رواہ اُس کا اسی نہیں مانے۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ
میں ہے۔

لا اعلو خلافاً من اهل الاداء فی الجہر بہا
عند قضاہ القرن و عند الکاتب و برون
الاجزاء و غیرہا فی مذہب الجماعة اتباعاً
للنہی و اقتداء بالنسۃ۔

عند یون جاءت الروایة علی، محمد فصلها ۱۲
المرجوع لہوۃ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ احادیث

۱۴۵۵ حدیث ۹۹، ۸۸ مطبوعہ دار القرآن کراچی ۱۰/۲۰
۱۴۰/۱ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی
۱۴۰/۱ مطبوعہ دار القرآن کراچی ۱۰/۲۰
۱۴۰/۱ مطبوعہ دار القرآن کراچی ۱۰/۲۰

حرز الامانی ووجہ التہائی میں ارشاد فرمایا :۔

اذا ما اردت الدھر تفرد فاستعن

بجھار من الشیطان ہادئہ مسجد

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو احوذ ہائے کو بلند آواز سے پڑھے، مسجد :۔)

سراج القاری میں ہے :

”قوله مسجد ای مطلقاً لجميع القراء و اس کا قول مسجد یعنی تمام قراء حضرات کے نزدیک
فی جمیع القراءت ^{۱۰} اور تمام قرآن میں۔ دت۔
پھر فرمایا :۔

واخذوا فی فصل آیہ وعائتہا

وکر من قو کا لہدی فیہ اعملاً

اس کی شرح میں ہے :

ای دو ای اخفاء المتعوض عن حمزة و نافع اشار
ای حمزة یا نفا من فصل والی نافع بالالف
من آیہ وجہ یہ اب قون و ہم ابن کشیر و
ابو عمرو و ابن عاصم و الکسائی
ہذا هو المقصود بهذا النظم بالباطن
وبہ نظر علی ان من ترجمہ قراءتہ الیہم
من الائمة ابو الاخفاء و لہ یا خذوایہ بیل
اخذوا بالجمع للجمع و لذلک امر بہ
مطلقاً فی اول الباب ^{۱۰} ملخص

یعنی امام قرہ اور نافع سے احوذ ہائے کا حنا مروی ہے
فصل کے بارے میں طرف کی طرف آیہ کے الف سے
نافع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قراء حضرات نے
احوذ ہائے کو جہر مانا ہے اور باقی حضرات یہ ہیں ابن کثیر،
جوئے، ابن عامر، عاصم اور امام کسائی۔ باطنی طور پر
اس نظم کا یہ مقصد ہے اور ظاہر میں انہوں نے یہ تنبیہ کی ہے
کہ جی ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انہوں نے اخفاء
کا انکار کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے
احوذ ہائے کا جہر کیا ہے اور یہاں اول میں مطلقاً کہہ کر تمام
قرآن میں قعود کے جہر کی طرف اشارہ کیا ہے (ت۔)

۱۰ ص	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الاستعاذہ	سکھ حرز الامانی ووجہ التہائی
۳۰ ص	” ” ” ”	باب الاستعاذہ	سکھ سراج القاری المندی شرح منظومہ حرز الامانی
۱۰ ص	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الاستعاذہ	سکھ حرز الامانی ووجہ التہائی
۳۲ ص	” ” ” ”	باب الاستعاذہ	سکھ سراج القاری المندی شرح منظومہ حرز الامانی

اب کون عاقل کے گاکہ یہ اطلاق جمہور رداۃ و اتحاق جمیع اہل ادا نماز وغیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بکھر پڑھتے تھے ناشائککہ قضا یہ روایات و نقل سب حمل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لا جرم شرح میں فرمایا،

قوله فاستعد جہاراً اھو المحتار لما اثر القراء
و هذا فی الاستعداد العاری علی المقصود
او محضرة من یسمع قراءته اما من قراء
خالیاً او فی الصلوة فالاحد ادلی
امام حلیل جلال سیرگی اتقان میں کتاب النشر تمام القراء محمد محمد ابی الجزری سے ناقل،

المحتار عند ائمة القراءۃ الجہر بہا وقیل
یسر مطلق وقیل فیما عند العائتہ وقد
اطلقوا اختیار الجہر وقید لا ابو شامہ
بقید لا بد منه وھو ان یکون بحضرة من
یسمعه لان الجہر بعود اصہر شعاع
القراءۃ کالجہر بالتبیین وکلیات العید
ومن فوائد ان السامع ینصت للقراءۃ
من اولھا لا یفوتہ منہ شیء و اذا اخفى القوۃ
لہ یعلم السامع بہا لا بعد امت فاقہ
من الحضر وشیء و هذا المعنی ھو العارف
بیب القراءۃ فی الصلوة وخارجھا
لا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداء فوت ہو جائے گا۔ نماز اور خارج نماز اعوذ باللہ کے بارے میں یہی
وجہ فرق ہے۔ (تہ)

اقادۃ خامسہ عشر قرآنیۃ بسم اللہ ضروری ہے مگر وہ ہرگز من حیث الودایہ ثابت

نہیں بلکہ کئی بت مصاحف و اجماع علی التجرید سے ولیدہ واجب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا:

وبسمل یمن السورتین بسنة

مجال نموہا دریہ و تحملا

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنت صحابہ سے ثابت ہے جس کو انھوں نے جاری رکھی، عقل و نقل کے طور پر)

تشریح علامتہ صاف تصریح فرمادی کہ امر ادا بسنة التی نموہا کتابیۃ الصحابة لہا فی المصحف (سنة التی نموہا سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھا ہے۔ ت، پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جڑ سے یا ختم میں ہر جگہ اسی کا بھرا لازم کما مسوفی الاذیۃ السادسة (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزارشات، اور حسب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثبات ہی کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل و بوسس، ظاہر فقط صحت روایت پر نہ برقرارت ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہو جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود، افادہ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول میں متابوں، قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ قراء سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی قراء سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگرچہ قراء کا بعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیسرے ہاں قراء ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

اقول ولا نسلم انه فی اکثر حقول السبعة ما لم یتر و ان اشتہر بسبل القرآن متواتر قطعاً بجمیع اجزائه وان لم یقفنا انت علی قراءتہ فی بعض من شرط المتواتر قراءۃ عندک۔

القرآن میں ہے :

لا خلاف ان کل ما هو صحت القراءة یجب ان یکون متواتراً فی اصلہ و اجزائه و اما فی محملہ و وضعہ و ترتیبہ فقد لک عند محقق اہل السنۃ للقطع بان العادۃ تقضی بالتواتر فی تفصیل مشلہ لانت هذا

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حقد ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً قراء سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ

المعجز العظيم الذي هو اصل الدين القويم
والعراط المستقيم ما توفى الدواعي على
نقل جملة وقد صيله فنا نقل احاد اولهم
يتواتر يقطع بان لا يس من القران قطعاً الخ
یہ عظیم معجزہ جو کہ دینِ قریم اور عراطِ مستقیم کی بنیاد ہے اس
کے ابطال و تفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں،
جو احاد خبر و اعدیا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے
قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا اور ان
جو اگر یہ امر کہ جب روایت صحیح ہو رو نہ کریں گے صرف اسی قدر پر ٹھننا جائز سمجھیں گے تو اولاً یہ بھی چاروں
نہ سب میں باطل تہمور محققین شرا و محدثین و فقہاء اصولیین اس کے بطلان کے قائل

اقول كيف لا وان الكلام في قراءة قرانا و
هي موقوفة على ثبوت قرايته الموقوفة
على تواترها والا فلا شك في جواز قراءة
الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بها في حكم
كغير الواحد والاستشهاد به على مسألة
ادوية مثلاً لا لم يقتد قرايتها و لم
يرحمها والاحرام باجماع مسيرين كما في
عليه في حيث النقص من
ابن القاسم النويري في شرح
طبعة المشوع من الامام ابن حجر
في التمهيد.

اقول یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحجت قرآن ہونے کے خلاف
قراءت میں ہے قراءت بطور قرآن کا ثبوت اس کے
قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر
پر اور نہ محض قراءت کا جواز تو احاد بحدش ذ سے بھی
ثابت ہو جاتا ہے جبکہ سس سے کسی حکم کا استدلال
کرنا ہو صنادید خبر و احاد کا حکم ہے یا اس کو کسی ادب کے
ذ سے تسلیم کرنا، بنانا مقصود ہو بشرطیکہ سے قرآن
نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم
پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں
کے اجماع پر زام ہے جیسا کہ اس کی تصریح فیث سنن
میں ابو القاسم نویری کے قول سے کی ہے کہ انھوں نے
طبعة النشر کی شرح میں امام ابو حنیفہ کے حوالہ سے کہ انھوں
نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (د ت)

فیث النفع میں ہے

مذهب الاصولیین و فقہاء المذاہب
الاربعة والمحدثین والقسواء المت
التواتر شرط فی صحة القراءة ولا تثبت
اہل اصول چاروں فقہاء کرام، محدثین اور فسر
حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قراءت کے طور پر
متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا

ثانیاً اگر بعضی یہ مسلم بھی ہو تو اس سے حاصل کتا جزا قرأت نہ ہو جبہ قرآنیت، یہ محض ایک امر اندہ
و خارج ہے جس سے لزوم و ضرورت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے،
اللهم الا عند معصوم نایب العقول لا یسمع اے اللہ اگر جو معصوم بے عقل ہو جو بات کو نہ سنے نہ دیکھے
ما یقال ولا یدعی ما یقول۔
کہہ دیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

یابعد یہاں تین چیزیں اثبات مسلمین کتابت معاصرت روایت منصوصہ۔
اول قرآن و لا بحث سے عرض پر رازاں جس سے جزئیات سورہ و کتابت قرآنیت کا ثبات بھی ظاہر ابطلان
ثانیاً روایات جہود اثبات سب بیرون نماز کی حکایات اُس سے مطلق نماز یا خاص ترویج پر مسلم
ناقابل التفات۔

تالیث بعض باطل بدور مناظرہ و اعانے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کے خلاف و اثبات انوں طور پر قرآن تمام
دویم ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر ما شا جزئیات سورہ و جہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں نہ کر کر نزول
تصدیقات پر دلیل معقول تو یک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا رحم مذبذول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں، تو اترا یا مجروحیت اور سرانیکہ و بارہ جہر فی التراویح یا در باب جزئیات
بسم اللہ شریف میں تو ان نص تو ہے، و قرآنیت ہی نہیں، بجز یہ کہ رسد اور پھر نہ کر و جزئیات سورہ میں
میں صحت معدوم تا تو تیرہ کشتہ خود قاطلان جزئیات صحت طہیت اور تافان طہیت اور عند الحقیقہ استقامت طہیت خود نشانی جزئیات و ہذا
معاہدہ تابعین و جہود کہ وہین کو اس سے اسکار اور قول جزئیات کے محدث و نوید ہونے کا صاف اظہار یاں صرف
دربارہ فاتحہ بعض اخبار آحادہ کہ وہ عند الحقیقہ غفلت قاطع کے سبب مجبور و مجروحیت روایت پر اقتدار
قناعت باطل و مقصور، پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دوسرے مخالف کے علوم و خصوص دونوں کا
مخالف و رد شدیدی یعنی صرف جزئیات فاتحہ تو ہر صورت پر جہر کے لئے یہ تعلیم سورہ ظار و جو اور فاتحہ کے ساتھ قرآن
جہر میں، حفا رکس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا یہ تو امور ثابت تھے و لو بوجہ جن میں مخالف کے لئے
اصلی سند کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلہ کو منصوصہ قطعاً اجماعیہ غیر جہاد
ماننا مذہب کو اس میں دخل نہ جانتا، محض جبل مسترد اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ ظلم و زاعم کہ جزئیات سورہ یا جہر فی التراویح
مذہب عاصم اور اُن کی قرأت کے بعد جہر و اخفاء نماز میں اُن کا اتباع لازم اول انہ قرأت رافضیہ او تحت
اور ثانی محض جبل و سفاہت مخالفت تصریح انہ حقیقت تعرض حفاظ حقیقہ پر سرسورت پر جہر جہر محض ظلم و قہر
ہر شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلہ و فرعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول کی ناصور اعلیٰ مصداق شرع
ہمارے ہی قول کی طرف ائی و لا الحمد والمنة والصلوة والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ والہ وصحبہ
سادات الجنۃ۔ آمین !

تذیل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب ہے حق و حواسیب ہے نقاب و حجاب شک وارتیاب جلوہ فرمائے منظر احباب ہر اب
کیاں جنت کہ مشویات زائدہ و لغویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تفسیع وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدت جہالت و
قوت سفاقت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اس کی بات قابل التفات ہو اس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر
نہ کیا نہ درست قض و شور تعارض نے بجایا اپنا ہی لکھا خود رد کر دیا سنا وہ اجتر او مکار بروہ وافر اسب و شتم علماء کرام
بیت اللہ الحرام کے ماوراجو باتیں اہل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں تبرعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں تصریحیں ہیں
گنگوہی صاحب نے طرقتا شاکیا کو اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھ قاری صاحب نے
فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں مثنوی صاحب فرماتے ہیں قیدیر باطل میںیں دخل نہ ہون کیا مثنوی
صریح اجتہادیہ ہے جس کا مذہب جسہ تمام، مخم کا مذہب اختلاہ ہے جس کی پیروی کیجئے درست و بجا ہے
قاری صاحب چہرئی اختہ اگر چہ نماز میں تو جس کی روایت ہے، مآثم کی خرافات سے منقول من الہدایہ
صحیح ہے، گنگوہی صاحب حدیث نہیں کہ جس کی اس سے تعلق اجتہاد ہے، ہاں مذہب سبب بجا میں
یوں ہی و رشاد ہے، قاری صاحب یہ اُن امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ مذہب
بھی خلاف سے کنارہ گزیر، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گراف ہے، خود ائمہ سنت نزاع کر رہے
ہیں، خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے، قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحیح روایت پر
ملارہا ہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں و کنارہ خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے، قاری صاحب
جب مسئلہ بروایت صحیح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا، اذ
صحاح الحدیث فیہو حدیثی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف ہے تو
بعد صحیح روایت خلاف و تحالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بدایت مردود خلاف امام اعظم
قطعا موجود، قاری صاحب بعد صحیح روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قبل
سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سبب حق و بدایت جس کی اقتداء کرو ابتداء کی بشارت، عنس رض
اؤ تو قاری صاحب کے خیالت کا رد کلی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر و سرکہ یہ مذہب کچھ ہے
مگر محافظوں پر وہی ضرر و رجو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، ملک خدا سے غالب کا حکم جناب قاری صاحب
کا جو ہر صورت پر جبر لیسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

اقول ان سب خرافاتوں کا رد بالغ و طرز بازنہ و طرز طرح سے افادات میں گزرا یہاں حضرت اولاً اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم و ضرور ہو گیا جنھیں کا خلافت تو پہلے ہی معلوم ہی تھی اس وقت تو آپ یہی فرما رہے تھے کہ اس میں عیب نہ اس میں حرج۔ اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تانہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک چار کو ناجائز کر دیا۔

ثانیاً یہ آپ فتویٰ کھود رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی بنیاد پر قاری صاحب کا فرمان حدیث سے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی جہت۔

ثالثاً ثبوت تو دیکھئے کہ مذہب جنھیں تمام سو میں جزئیات بسا مل تھا۔

رابعاً پہلے اسی سے پہلے کہ امام جنھیں کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

خامساً مسئلہ اجتہاد یہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتویٰ میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے متقدم ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے، باتباع ہوا عقیدہ امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا، کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو ان کے خلاف امام فتویٰ بتانا ایسا سستہ، اور کس کو آپ نے اول تو تقلید جنھیں کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر مل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا ابداع متروک و مہجور، اور عقیدہ پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شتر گردی کی کیا سند، خلعت علی اکامہ و نکت عن النقد (شیر پر تلے کیا، اور بکری کے ڈر سے پیشاب لگتا) خیر انھوں نے تو سب ڈھکی بکڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی نینٹے قرآن سے بہت کچھ کہنا ہے۔

یہ کہ وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھاسکے، اور ماقبل جانتا ہے کہ محل فتویٰ میں اعلان سے دلیل، ذیل و دلیل۔

دوم سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ بجا خلافت مذہب کے، لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترک تقلید پر معرض ہیں، انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں، تحریر و تقریراً جلی گئی سنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد دگر بنایا، وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا، بعد صحبت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت، حل بالحدیث ہی طالی انھوں سے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلافت ہے، فہو مذلہ ہی حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ تہ، خود قول احناف ہے، زمانہ قراء زمانہ اجتہاد و حل بالسنہ گزرا، انھیں دلیل ہے کہ جب وہ تقلید آیا محل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلید ائمہ ہی حل بالسنہ ہے، اس کا خلافت صریح فقرہ ہے

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

موسم اذا صح الحديث تؤسّس لیا مکرر صحت فقہ و صحت حدیث میں فرق نہ کیا، خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ انفس الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فیهو مذہبی مطالعہ کیجئے کہ مطلب کیجئے۔ شک و شبہ کی غفلت دھلتے۔

چهارم اگر تلقی و العائے بیرون نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم مار و شن دل ماسدا، اس سے تراویح پر حکم شرط اعتقاد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲۷۳ یاد کیجئے اور خدا انصاف سے اذا صح الحديث سے اپنے عکس مراد کا فردہ لیجئے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ ایک دست خالی ہاتھ۔

پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کوئی بجز کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلہ کو جہتہ فیہا نہ رکھے یہ تو بدایتہ مردود و کتب مطلقہ فیہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ میں ہر فرقہ یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دیکھا سکے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جہر سب یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اس کا جہر جانتے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں متساوی نہ ہوتا، اور نہ اس کی قدرت نہیں تو محض زبانیاں اور جانوں سے مذہب تنہا رد ہو جتے ماسیایہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم جزیئیت جمیع سورتیں، اختلاف اللہ قرأت آپ نے کہیں دیکھا یا محض جہی جودت، افادہ ۱۲۷۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزیئیت حادث وہی اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہو کہ سورۃ بقرہ سے سورۃ ناس تک بسم اللہ باتفاق قراءت سے خارج امامت فصل ہے۔

ہفتم ایک سو چودہ آیتوں کی کسی حساب سے جی، قرآن عظیم میں کُل سورتیں اسی قدر ہیں اور ہر اہل میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسائل اوائل ایک سو تیرہ ہی رہیں، حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے حامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ ہی کا نقصان حاصل، چودہ کس گھر سے آئیں، کیا خذ و خلع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارک جہری سہی تاہم کیا برائت مستثنیٰ ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ ہی رہی، اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیالی سے تیرہ کہا۔

ہشتم یہ تو اہل ابواکراہی یا طغری کی خوب ہی حالتیں فرمائیں قراءت امر منقول ہے نہ اجتہادی نہ اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں، سبحان اللہ مگر گزریوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیاء صریحاً بدایتہ منکر صدق و قاطع و نصراص و یحک یا معقہ کی کانک لا قدری ماعلیٰ لسانک یجہی سہ فانکبت لا قدری (افسوس ہے اسے استاد! معلوم ہوتا ہے تجھے سمجھ نہیں جوتیری زبان پر جاسی، پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا، اہل

امت (یہ امت دوسری امت سے بڑی۔ ت) کلام اللہ نہیں اس میں تعریف نبوی اللہ تعالیٰ نے یوں تاراج کیا
امتہ ہی اس کی من اشتکرت (یہ امت تمہارے ان کے سے زیادہ پاکیزہ۔ ت) یہیں شاہ صاحب نے ان
ملاحظہ کا زعم نقل فرمایا کہ :

لفظ ویدک قبل از لا تحزن ان الله معنا نیز
ساقط کر دیا نہ لفظ عن ولایت علی بعد از یں
آیت وقفوہم انہم مسئولون ۵ و معکے
نوا میند بعد حیر من الف شہر و نعلی بن
ابی طالب بعد و کفی اللہ المؤمنین القتال
و آل محمد از یں لفظ و سیعلم الذین ظلموا
ال محمد منقلب ینقلبون و لفظ علی بعد از
و کل قوم ہاد ، و ذکر کل ذلک ابن شہر
اشوب المناہد رانی فی کتاب المثالب لہ و
علی ہذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را
کر دہ اندیکہ ملخصاً

تمت قریب اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا " کے بعد "آل محمد پر ظلم کرنے والے" پر ہوا
دیا۔ اور "ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھا دیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر اشوب المناہد رانی نے اپنی
کتاب "المثالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انہوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھا دیں۔ ات
نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انہوں نے امتہ ہی اسراف کی جگہ امتہ ہی اسراف کی پڑھا۔
راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا امتہ ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم میں نے کہا اگر تیر
اسراف پڑھتے ہیں، عسارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اسراف کی کیا۔

و ہم آپ کے زعم میں ہم اللہ شریف کا بخیر و ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت صحیح ہو چکا

۱۳۰	مطبوعه سید اکیثمی لاہور	۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲	۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰	۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶	۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰	۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴	۳۰۵	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰	۳۱۱	۳۱۲	۳۱۳	۳۱۴	۳۱۵	۳۱۶	۳۱۷	۳۱۸	۳۱۹	۳۲۰	۳۲۱	۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴	۳۲۵	۳۲۶	۳۲۷	۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲	۳۵۳	۳۵۴	۳۵۵	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۸	۳۵۹	۳۶۰	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶	۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲	۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸	۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴	۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰	۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶	۳۹۷	۳۹۸	۳۹۹	۴۰۰	۴۰۱	۴۰۲	۴۰۳	۴۰۴	۴۰۵	۴۰۶	۴۰۷	۴۰۸	۴۰۹	۴۱۰	۴۱۱	۴۱۲	۴۱۳	۴۱۴	۴۱۵	۴۱۶	۴۱۷	۴۱۸	۴۱۹	۴۲۰	۴۲۱	۴۲۲	۴۲۳	۴۲۴	۴۲۵	۴۲۶	۴۲۷	۴۲۸	۴۲۹	۴۳۰	۴۳۱	۴۳۲	۴۳۳	۴۳۴	۴۳۵	۴۳۶	۴۳۷	۴۳۸	۴۳۹	۴۴۰	۴۴۱	۴۴۲	۴۴۳	۴۴۴	۴۴۵	۴۴۶	۴۴۷	۴۴۸	۴۴۹	۴۵۰	۴۵۱	۴۵۲	۴۵۳	۴۵۴	۴۵۵	۴۵۶	۴۵۷	۴۵۸	۴۵۹	۴۶۰	۴۶۱	۴۶۲	۴۶۳	۴۶۴	۴۶۵	۴۶۶	۴۶۷	۴۶۸	۴۶۹	۴۷۰	۴۷۱	۴۷۲	۴۷۳	۴۷۴	۴۷۵	۴۷۶	۴۷۷	۴۷۸	۴۷۹	۴۸۰	۴۸۱	۴۸۲	۴۸۳	۴۸۴	۴۸۵	۴۸۶	۴۸۷	۴۸۸	۴۸۹	۴۹۰	۴۹۱	۴۹۲	۴۹۳	۴۹۴	۴۹۵	۴۹۶	۴۹۷	۴۹۸	۴۹۹	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۲	۵۰۳	۵۰۴	۵۰۵	۵۰۶	۵۰۷	۵۰۸	۵۰۹	۵۱۰	۵۱۱	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۵	۵۱۶	۵۱۷	۵۱۸	۵۱۹	۵۲۰	۵۲۱	۵۲۲	۵۲۳	۵۲۴	۵۲۵	۵۲۶	۵۲۷	۵۲۸	۵۲۹	۵۳۰	۵۳۱	۵۳۲	۵۳۳	۵۳۴	۵۳۵	۵۳۶	۵۳۷	۵۳۸	۵۳۹	۵۴۰	۵۴۱	۵۴۲	۵۴۳	۵۴۴	۵۴۵	۵۴۶	۵۴۷	۵۴۸	۵۴۹	۵۵۰	۵۵۱	۵۵۲	۵۵۳	۵۵۴	۵۵۵	۵۵۶	۵۵۷	۵۵۸	۵۵۹	۵۶۰	۵۶۱	۵۶۲	۵۶۳	۵۶۴	۵۶۵	۵۶۶	۵۶۷	۵۶۸	۵۶۹	۵۷۰	۵۷۱	۵۷۲	۵۷۳	۵۷۴	۵۷۵	۵۷۶	۵۷۷	۵۷۸	۵۷۹	۵۸۰	۵۸۱	۵۸۲	۵۸۳	۵۸۴	۵۸۵	۵۸۶	۵۸۷	۵۸۸	۵۸۹	۵۹۰	۵۹۱	۵۹۲	۵۹۳	۵۹۴	۵۹۵	۵۹۶	۵۹۷	۵۹۸	۵۹۹	۶۰۰	۶۰۱	۶۰۲	۶۰۳	۶۰۴	۶۰۵	۶۰۶	۶۰۷	۶۰۸	۶۰۹	۶۱۰	۶۱۱	۶۱۲	۶۱۳	۶۱۴	۶۱۵	۶۱۶	۶۱۷	۶۱۸	۶۱۹	۶۲۰	۶۲۱	۶۲۲	۶۲۳	۶۲۴	۶۲۵	۶۲۶	۶۲۷	۶۲۸	۶۲۹	۶۳۰	۶۳۱	۶۳۲	۶۳۳	۶۳۴	۶۳۵	۶۳۶	۶۳۷	۶۳۸	۶۳۹	۶۴۰	۶۴۱	۶۴۲	۶۴۳	۶۴۴	۶۴۵	۶۴۶	۶۴۷	۶۴۸	۶۴۹	۶۵۰	۶۵۱	۶۵۲	۶۵۳	۶۵۴	۶۵۵	۶۵۶	۶۵۷	۶۵۸	۶۵۹	۶۶۰	۶۶۱	۶۶۲	۶۶۳	۶۶۴	۶۶۵	۶۶۶	۶۶۷	۶۶۸	۶۶۹	۶۷۰	۶۷۱	۶۷۲	۶۷۳	۶۷۴	۶۷۵	۶۷۶	۶۷۷	۶۷۸	۶۷۹	۶۸۰	۶۸۱	۶۸۲	۶۸۳	۶۸۴	۶۸۵	۶۸۶	۶۸۷	۶۸۸	۶۸۹	۶۹۰	۶۹۱	۶۹۲	۶۹۳	۶۹۴	۶۹۵	۶۹۶	۶۹۷	۶۹۸	۶۹۹	۷۰۰	۷۰۱	۷۰۲	۷۰۳	۷۰۴	۷۰۵	۷۰۶	۷۰۷	۷۰۸	۷۰۹	۷۱۰	۷۱۱	۷۱۲	۷۱۳	۷۱۴	۷۱۵	۷۱۶	۷۱۷	۷۱۸	۷۱۹	۷۲۰	۷۲۱	۷۲۲	۷۲۳	۷۲۴	۷۲۵	۷۲۶	۷۲۷	۷۲۸	۷۲۹	۷۳۰	۷۳۱	۷۳۲	۷۳۳	۷۳۴	۷۳۵	۷۳۶	۷۳۷	۷۳۸	۷۳۹	۷۴۰	۷۴۱	۷۴۲	۷۴۳	۷۴۴	۷۴۵	۷۴۶	۷۴۷	۷۴۸	۷۴۹	۷۵۰	۷۵۱	۷۵۲	۷۵۳	۷۵۴	۷۵۵	۷۵۶	۷۵۷	۷۵۸	۷۵۹	۷۶۰	۷۶۱	۷۶۲	۷۶۳	۷۶۴	۷۶۵	۷۶۶	۷۶۷	۷۶۸	۷۶۹	۷۷۰	۷۷۱	۷۷۲	۷۷۳	۷۷۴	۷۷۵	۷۷۶	۷۷۷	۷۷۸	۷۷۹	۷۸۰	۷۸۱	۷۸۲	۷۸۳	۷۸۴	۷۸۵	۷۸۶	۷۸۷	۷۸۸	۷۸۹	۷۹۰	۷۹۱	۷۹۲	۷۹۳	۷۹۴	۷۹۵	۷۹۶	۷۹۷	۷۹۸	۷۹۹	۸۰۰	۸۰۱	۸۰۲	۸۰۳	۸۰۴	۸۰۵	۸۰۶	۸۰۷	۸۰۸	۸۰۹	۸۱۰	۸۱۱	۸۱۲	۸۱۳	۸۱۴	۸۱۵	۸۱۶	۸۱۷	۸۱۸	۸۱۹	۸۲۰	۸۲۱	۸۲۲	۸۲۳	۸۲۴	۸۲۵	۸۲۶	۸۲۷	۸۲۸	۸۲۹	۸۳۰	۸۳۱	۸۳۲	۸۳۳	۸۳۴	۸۳۵	۸۳۶	۸۳۷	۸۳۸	۸۳۹	۸۴۰	۸۴۱	۸۴۲	۸۴۳	۸۴۴	۸۴۵	۸۴۶	۸۴۷	۸۴۸	۸۴۹	۸۵۰	۸۵۱	۸۵۲	۸۵۳	۸۵۴	۸۵۵	۸۵۶	۸۵۷	۸۵۸	۸۵۹	۸۶۰	۸۶۱	۸۶۲	۸۶۳	۸۶۴	۸۶۵	۸۶۶	۸۶۷	۸۶۸	۸۶۹	۸۷۰	۸۷۱	۸۷۲	۸۷۳	۸۷۴	۸۷۵	۸۷۶	۸۷۷	۸۷۸	۸۷۹	۸۸۰	۸۸۱	۸۸۲	۸۸۳	۸۸۴	۸۸۵	۸۸۶	۸۸۷	۸۸۸	۸۸۹	۸۹۰	۸۹۱	۸۹۲	۸۹۳	۸۹۴	۸۹۵	۸۹۶	۸۹۷	۸۹۸	۸۹۹	۹۰۰	۹۰۱	۹۰۲	۹۰۳	۹۰۴	۹۰۵	۹۰۶	۹۰۷	۹۰۸	۹۰۹	۹۱۰	۹۱۱	۹۱۲	۹۱۳	۹۱۴	۹۱۵	۹۱۶	۹۱۷	۹۱۸	۹۱۹	۹۲۰	۹۲۱	۹۲۲	۹۲۳	۹۲۴	۹۲۵	۹۲۶	۹۲۷	۹۲۸	۹۲۹	۹۳۰	۹۳۱	۹۳۲	۹۳۳	۹۳۴	۹۳۵	۹۳۶	۹۳۷	۹۳۸	۹۳۹	۹۴۰	۹۴۱	۹۴۲	۹۴۳	۹۴۴	۹۴۵	۹۴۶	۹۴۷	۹۴۸	۹۴۹	۹۵۰	۹۵۱	۹۵۲	۹۵۳	۹۵۴	۹۵۵	۹۵۶	۹۵۷	۹۵۸	۹۵۹	۹۶۰	۹۶۱	۹۶۲	۹۶۳	۹۶۴	۹۶۵	۹۶۶	۹۶۷	۹۶۸	۹۶۹	۹۷۰	۹۷۱	۹۷۲	۹۷۳	۹۷۴	۹۷۵	۹۷۶	۹۷۷	۹۷۸	۹۷۹	۹۸۰	۹۸۱	۹۸۲	۹۸۳	۹۸۴	۹۸۵	۹۸۶	۹۸۷	۹۸۸	۹۸۹	۹۹۰	۹۹۱	۹۹۲	۹۹۳	۹۹۴	۹۹۵	۹۹۶	۹۹۷	۹۹۸	۹۹۹	۱۰۰۰
-----	-------------------------	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	------

اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحیح روایت پر مدار ہے ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہو گیا کہ نفل کے گیر نہ آپ کے اس مدار کا مدار نکالنا مالکیہ سے چوتھے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف چہر سوراخا ہی کا حکم تھا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں نہ آواز سے نہ آہستہ ، روایت اباحت ضعیف ہے ۔ پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی ، ہاں نفلوں میں اختیار کیا انھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قان بسم اللہ پڑھتے ہیں ، علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں :

المشہور من عند مالک کراہتہا فی
الفرض ۱۰
امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ
فرضوں میں یہ مکروہ ہے (ت)

مقدمہ عشرون علامہ عبد الباری منوئی زرقانی مالکی میں ہے :

المشہور فی البسملۃ والتعوذ، لکراہۃ فی
الفرضۃ دون النافلۃ وعن مالک القول
بالاجاہۃ ۱۰
بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے ہمارے میں مشہور ہے کہ ان
کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں اور
امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے ۔ (ت)

عمدة القاری میں ہے :

قال ابو عمر قال مالک لا تقر بالبسملۃ فی الفرض
مروا ولا جہز و فی النافلۃ ان شاء فعل واجب
شأن ترک ۱۰
ابو عمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں
نہ بلند آواز سے نہ پست آواز سے ، اور نفلوں میں
پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے ۔ (ت)

ذرا اس تقریر کو بھی اپنے ہمارے تطبیق دیجئے ۔

یا زوہم تا شائز و ہم تقریر شریع میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانہ قرار سبب زمانہ اجتہاد تھا
زمانہ تابعین تھا ائمہ مذہب تا زمانہ قرار تھا ائمہ و معصومہ تھے بلکہ بعد قرار کے تھے قرار کا مذہب پوچھنا عجیب
ہے ، ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً
دخل ہی نہیں تو زمانہ قرار زمانہ اجتہاد ہو یا عصر تقلید ، تقدیم تابعین ہو یا وقت جدید ، ائمہ مذہب اس وقت

سہ شرح از زرقانی علی الموطا

سہ المقدّمۃ فی العروۃ الماکیۃ للشامی

سہ عمدة القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التکبیر حدیث ۱۳۱ مطبوعہ ادارۃ المطابع النیریۃ بیروت ۱/ ۲۸۴

محتاج الیہم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراءے سامی ہوں یا لاتی، قاری مجتہد ہوں یا مقلد، ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے صوف بھی مانتے تو تفاوت کیا، قوتائے سامی میں اس سے پہلے میں چار سطر کی تقریر کی متعلق کہ زمانہ تیس تا پچیس و محدثین تک چار میں عصر مذہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب معدود ہونگے مذہب، اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا، اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ و اجنبی ہے۔
ہم مذہب ہم ثبوت تو دیکھتے کہ قراء سب سب عقیدہ مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوتے تو مذہب پوچھنا کیوں طاقت ہونے لگا۔

یہ سید ہم اُس زمانہ میں عدم عصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگر کسی فی کاہر فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت حق جاہل یا انتساب کو عام نہ تھا اصل نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل کیا امام ابو یوسف امام محمد وغیرہا حنفیہ اور امام اشوب و امام قاسم وغیرہا مالکیہ میں معدود نہیں و کتب طقات ملاحظہ ہوں، اور جب یقیناً قطعاً تعلیل بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حق ہوا۔

تو زعم ہم در فن تاریخ نہ گمانے دار، فرما دیجیے میں کمال کہتے ہیں۔ ست، ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے شوب جانے دیکھے بدوری میں غلام کیے سات میں چار ہمارے امام سے وفات متاخر میں، امام برکھون بعد اصری نے ۱۵۵ یا ۱۵۵، امام حمزہ زیدیت نے ۱۵۶ یا ۱۵۸، امام نافع مدنی نے ۱۶۹، امام مسلم کسائی نے ۱۸۹، امام الائمہ ابو حنیفہ نے ۱۵۰ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس چالیس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۸۵ میں ہے اور ان کی ۱۱۹ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر مستند امام محمد کے اقارب سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے، اب کون جاہل کہے گا کہ امام حنبلیم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں۔

بستم ائمہ مذہب محتاج الیہ و محصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو اہل عقل سے حاصل کیا کہیں بھی نا محصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑا کر شیعہ و باطل، زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزر کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے ہر جہاز ائمہ پہلے

جس جگہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ ہے کہانی و حیات الاحیاء (جیسا کہ و حیات، لایمان میں ہے۔ ست، یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

قرآن سے بے نیازی کیونکہ ممکن علیہ علم کی طرف حاجت تو جنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں، حدیث میں ہے
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان اهل الجنة يحتاجون الى العلماء في الجنة وذلك انهم يردون الله تعالى في كل جمعة فيقول لهم تمنوا على ما شئتم فيلتموتون الى العلماء فيقولون ماذا نتمنى فيقولون تمنوا عليه كذا وكذا فهم يحتاجون اليهم في الجنة كما يحتاجون اليهم في الدنيا۔ مرواہ بن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک اہل جنت جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالیٰ کا ریدار نصیب ہوگا مولیٰ سبحانہ تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جا کر کون سی حاجت باقی ہے کچھ مجھ میں نہ آئے گا کیا مانگیں) علماء کی طرف منہ کر کے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہونگے۔ اس کو بن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا۔

اللہم انی سألک بعلمہ امة حبیبک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یرزقنا منک العلم والایمان فی الدنیا والاخرۃ وترزقنا بحسبہم عندک العلوان فم والقہب الخاضع والعفو والعافۃ والمعصۃ وصلى وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد لله رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کہ تو ہم پر ان کے واسطے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما اور ان کو جو حق و کرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والادب، عافیت اور مغفرت عنایت فرما اور درود و سلام اور برکت جاسمہ آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین واللہ اللہ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ماخذ و مراجع

سین دی بیری

مصنف کتاب

نام کتاب

۱.

۳۱۶	جلال الرحمن بن عمر بن محمد السند اوی المعروف بالفاس	۱- الاجزاء فی الحديث
۳۳۶	ابو العباس احمد بن محمد الناطق الحنفی	۲- الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبدالله بن محمود (بن سرود) الحنفی	۳- اوقیاد شرح المختار
۲۵۶	محمد بن یحییٰ البغاری	۴- الادب المفرد للبغاری
۹۲۳	شهاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵- ارشاد الساری شرح الساری
۹۵۱	ابو سعید محمد بن محمد الحمادی	۶- ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبد العقل بحر العلوم	۷- ارکان الدرع
۹۷۰	شیخ رین الدین بن ابراهیم بن نجیم	۸- الاستبصار والنظار
۰۵۲	شیخ عبدالحق لمحدث الدہلوی	۹- اشقة اللمعات
۳۸۲	علی بن محمد البزدهی	۱۰- اصول البزدهی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال بات	۱۱- الاصلاح للوقایة فی الفروع
۷۶۹	قاسم مدراس بن محمد بن عبد الله الشبل	۱۲- اکام المرجان فی احکام الحان
۷۵۸	قاسم بردان مدنی ابن سیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳- انفع الوسائل
۰۶۹	حسن بن محمد الشرنبلالی	۱۴- امداد الفتاح
۷۹۹	امام یوسف الوردی شافعی	۱۵- ازار الائمة الشافعیة
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۶- الايضاح للوقایة فی الفروع
۳۳۲	عبدالله بن محمد بن بشران	۱۷- الی فی الحديث
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۱۸- الی یجاز فی الحديث
۳۰۷	احمد بن جلال حسن الشیرازی	۱۹- الغاب الروایات

ب

۵۰۷	۲۰ - بدائع الصنائع
۵۹۳	۲۱ - البدایة (بدایة المستندی)
۹۷۰	۲۲ - البحار الزانیة
۹۲۲	۲۳ - البرهان شرح مواهب الرحمن
۳۷۲	۲۴ - بستان العارفين
۵۰۵	۲۵ - البسيط في الفروع
۸۵۵	۲۶ - البدایة شرح البدایة
	۲۷ - البدایة شرح البدایة
	۲۸ - البدایة شرح البدایة
	۲۹ - البدایة شرح البدایة
	۳۰ - البدایة شرح البدایة
	۳۱ - البدایة شرح البدایة
	۳۲ - البدایة شرح البدایة
	۳۳ - البدایة شرح البدایة
	۳۴ - البدایة شرح البدایة
	۳۵ - البدایة شرح البدایة
	۳۶ - البدایة شرح البدایة
	۳۷ - البدایة شرح البدایة
	۳۸ - البدایة شرح البدایة
	۳۹ - البدایة شرح البدایة
	۴۰ - البدایة شرح البدایة
	۴۱ - البدایة شرح البدایة
	۴۲ - البدایة شرح البدایة
	۴۳ - البدایة شرح البدایة
	۴۴ - البدایة شرح البدایة
	۴۵ - البدایة شرح البدایة
	۴۶ - البدایة شرح البدایة
	۴۷ - البدایة شرح البدایة
	۴۸ - البدایة شرح البدایة
	۴۹ - البدایة شرح البدایة
	۵۰ - البدایة شرح البدایة
	۵۱ - البدایة شرح البدایة
	۵۲ - البدایة شرح البدایة
	۵۳ - البدایة شرح البدایة
	۵۴ - البدایة شرح البدایة
	۵۵ - البدایة شرح البدایة
	۵۶ - البدایة شرح البدایة
	۵۷ - البدایة شرح البدایة
	۵۸ - البدایة شرح البدایة
	۵۹ - البدایة شرح البدایة
	۶۰ - البدایة شرح البدایة
	۶۱ - البدایة شرح البدایة
	۶۲ - البدایة شرح البدایة
	۶۳ - البدایة شرح البدایة
	۶۴ - البدایة شرح البدایة
	۶۵ - البدایة شرح البدایة
	۶۶ - البدایة شرح البدایة
	۶۷ - البدایة شرح البدایة
	۶۸ - البدایة شرح البدایة
	۶۹ - البدایة شرح البدایة
	۷۰ - البدایة شرح البدایة
	۷۱ - البدایة شرح البدایة
	۷۲ - البدایة شرح البدایة
	۷۳ - البدایة شرح البدایة
	۷۴ - البدایة شرح البدایة
	۷۵ - البدایة شرح البدایة
	۷۶ - البدایة شرح البدایة
	۷۷ - البدایة شرح البدایة
	۷۸ - البدایة شرح البدایة
	۷۹ - البدایة شرح البدایة
	۸۰ - البدایة شرح البدایة
	۸۱ - البدایة شرح البدایة
	۸۲ - البدایة شرح البدایة
	۸۳ - البدایة شرح البدایة
	۸۴ - البدایة شرح البدایة
	۸۵ - البدایة شرح البدایة
	۸۶ - البدایة شرح البدایة
	۸۷ - البدایة شرح البدایة
	۸۸ - البدایة شرح البدایة
	۸۹ - البدایة شرح البدایة
	۹۰ - البدایة شرح البدایة
	۹۱ - البدایة شرح البدایة
	۹۲ - البدایة شرح البدایة
	۹۳ - البدایة شرح البدایة
	۹۴ - البدایة شرح البدایة
	۹۵ - البدایة شرح البدایة
	۹۶ - البدایة شرح البدایة
	۹۷ - البدایة شرح البدایة
	۹۸ - البدایة شرح البدایة
	۹۹ - البدایة شرح البدایة
	۱۰۰ - البدایة شرح البدایة

ت

۱۲۰۵	۲۷ - تاج العروس
۵۷۱	۲۸ - تاریخ ابن عساکر
۲۵۹	۲۹ - تاریخ ابن عساکر
۵۹۳	۳۰ - التنبیخ والبرهان
۸۹۱	۳۱ - تحریک المصون
۵۴۰	۳۲ - تحفة الفقهاء
۷۳	۳۳ - تحقیق کسبی
۱۰۷۹	۳۴ - شرح المستفیض علی تدریسی
۸۱۹	۳۵ - التقریرات سید شریف
۳۱۰	۳۶ - تفسیر ابن جریر مع بیان
۶۹۱	۳۷ - تفسیر المصنوع
۹۱۰	۳۸ - تفسیر المصنوع
۱۲۰۳	۳۹ - تفسیر المصنوع
۶۷۱	۴۰ - تفسیر ترمذی
۲۶	۴۱ - التفسیر الكبير
	۴۲ - التفسیر الكبير
	۴۳ - التفسیر الكبير
	۴۴ - التفسیر الكبير
	۴۵ - التفسیر الكبير
	۴۶ - التفسیر الكبير
	۴۷ - التفسیر الكبير
	۴۸ - التفسیر الكبير
	۴۹ - التفسیر الكبير
	۵۰ - التفسیر الكبير
	۵۱ - التفسیر الكبير
	۵۲ - التفسیر الكبير
	۵۳ - التفسیر الكبير
	۵۴ - التفسیر الكبير
	۵۵ - التفسیر الكبير
	۵۶ - التفسیر الكبير
	۵۷ - التفسیر الكبير
	۵۸ - التفسیر الكبير
	۵۹ - التفسیر الكبير
	۶۰ - التفسیر الكبير
	۶۱ - التفسیر الكبير
	۶۲ - التفسیر الكبير
	۶۳ - التفسیر الكبير
	۶۴ - التفسیر الكبير
	۶۵ - التفسیر الكبير
	۶۶ - التفسیر الكبير
	۶۷ - التفسیر الكبير
	۶۸ - التفسیر الكبير
	۶۹ - التفسیر الكبير
	۷۰ - التفسیر الكبير
	۷۱ - التفسیر الكبير
	۷۲ - التفسیر الكبير
	۷۳ - التفسیر الكبير
	۷۴ - التفسیر الكبير
	۷۵ - التفسیر الكبير
	۷۶ - التفسیر الكبير
	۷۷ - التفسیر الكبير
	۷۸ - التفسیر الكبير
	۷۹ - التفسیر الكبير
	۸۰ - التفسیر الكبير
	۸۱ - التفسیر الكبير
	۸۲ - التفسیر الكبير
	۸۳ - التفسیر الكبير
	۸۴ - التفسیر الكبير
	۸۵ - التفسیر الكبير
	۸۶ - التفسیر الكبير
	۸۷ - التفسیر الكبير
	۸۸ - التفسیر الكبير
	۸۹ - التفسیر الكبير
	۹۰ - التفسیر الكبير
	۹۱ - التفسیر الكبير
	۹۲ - التفسیر الكبير
	۹۳ - التفسیر الكبير
	۹۴ - التفسیر الكبير
	۹۵ - التفسیر الكبير
	۹۶ - التفسیر الكبير
	۹۷ - التفسیر الكبير
	۹۸ - التفسیر الكبير
	۹۹ - التفسیر الكبير
	۱۰۰ - التفسیر الكبير

۴۲۸	تقاریر الدین الحسن بن محمد بن حسین نیشابوری	۴۲	تفسیر لیشابوری
۹۱۱	ابوزکریا یحیی بن شرف النوادی	۴۳	تقریب القرب
۸۴۹	محمد بن محمد ابن امیر الحاج اعلی	۴۴	التقریر و التفسیر
۱۰۳۱	عبدالرؤف السادی	۴۵	تفسیر السادی
۴۳۳	فخر الدین عثمان بن علی الزلیعی	۴۶	تجسین عثمانی
۸۵۲	شهاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۴۷	تقریب التمهید
۹۰۴	ابو حامد محمد بن یعقوب نیرودی	۴۸	تویر مقامات
۱۰۰۳	شمس الدین محمد بن عبد الله بن حمد التقرتاشی	۴۹	تویر التقریر
۲۹۴	محمد بن عبد الله لوری	۵۰	تقسیم المصنف
۳۶۳	ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۵۱	تألیف التفسیر
۴۴۳	محمد بن اسحق السمرقانی الهندی	۵۲	التوضیح فی شرح الهدایة
			<u>ج</u>
۲۴۹	ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی	۵۳	جامع الترمذی
۹۶۲	شمس الدین محمد الخراسانی	۵۴	جامع الرموز
۲۵۶	ابو محمد بن سمیع السمرقانی	۵۵	الجامع للتحقیق
۸۹	امام محمد بن حسن اشعری	۵۶	الجامع للتفسیر
۲۶۱	مسلم بن حجاج القشیری	۵۷	الجامع للتحقیق
۵۸۶	ابو نصر محمد بن محمد العسقلانی	۵۸	جامع لفظه و جامع افعاله
۸۲۳	شیخ بدرالدین محمود بن اسرار بن ابی قحطی	۵۹	جامع العسقلانی
۳۳۰	ابو الحسن عیسی بن حسین الکندی	۶۰	جامع التفسیر
۰	راشد الدین رابع بن ابی بکر الدخلی	۶۱	جواهر الخصال
۹۸۹	احمد بن یحیی بن احمد بن یحیی	۶۲	جواهر التفسیر
۵۶۵	راشد الدین رابع بن ابی بکر الدخلی	۶۳	جامع التفسیر
۸	ابو محمد علی بن محمد الدمشقی	۶۴	المحرف المیرق
۲۲۳	عبدالله بن عیسی بن عیسی	۶۵	المحرف المیرق
۹	عبدالله بن عیسی بن عیسی	۶۶	المحرف المیرق

ذ

- ٨٨ - ذخيرة العقبة يوسف بن جفيدة الجلي (جلي)
 ٨٩ - ذخيرة الفتاوى بربان الدين محمود بن احمد
 ٩٠ - زم العيبة عبد الله بن محمد ابن ابى الدنيا القرشي

ك

- ٩١ - الرحيمة محمد بن ابي عامر بن ابي
 ٩٢ - رد المحتار ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن بن مشتقى
 ٩٣ - رموز لامة في اختلاف لامة ابو مروان عبد الملك بن حبيب السلمي (القرشي)
 ٩٤ - رغب في القرآن شيخ ربي ابي بن نعيم
 ٩٥ - رقيق النشاء في دقت لعصر العشاء عثمان بن سعيد الدارمي
 ٩٦ - رد على الحمية

ش

- ٩٤ - زاد العقدة شيخ الاسلام محمد بن احمد السيباني المتوفى داخل القرن السادس
 ٩٨ - رد العقدة كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام
 ٩٩ - زاد ابراهيم الجوهري محمد بن محمد القرطبي تقريباً
 ١٠٠ - زيارات امام محمد بن حسن الشيباني

س

- ١٠١ - السراج الموضح ابو بكر بن علي بن محمد الحداد الحنفي
 ١٠٢ - السنن لابن ماجة ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجة
 ١٠٣ - السنن لابن منصور سعيد بن منصور الخراساني
 ١٠٤ - السنن لابن داود ابو داود سليمان بن اشعث
 ١٠٥ - السنن للسناني ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي
 ١٠٦ - السنن للبيهقي ابو بكر احمد بن حسين بن علي البيهقي

١٠٤ - السنن للقطبي
٠٨ - السنن للدارمي

ش

٠٩ - سنن

١٠ - شرح الاماميين للبودي

١١ - شرح الاماميين للبودي

١٢ - شرح الاماميين للبودي

١٣ - شرح الاماميين للبودي

١٤ - شرح الاماميين للبودي

١٥ - شرح الاماميين للبودي

١٦ - شرح الاماميين للبودي

١٧ - شرح الاماميين للبودي

١٨ - شرح الاماميين للبودي

١٩ - شرح الاماميين للبودي

٢٠ - شرح الاماميين للبودي

٢١ - شرح الاماميين للبودي

٢٢ - شرح الاماميين للبودي

٢٣ - شرح الاماميين للبودي

٢٤ - شرح الاماميين للبودي

٢٥ - شرح الاماميين للبودي

٢٦ - شرح الاماميين للبودي

٢٧ - شرح الاماميين للبودي

٢٨ - شرح الاماميين للبودي

٢٩ - شرح الاماميين للبودي

٣٠ - شرح الاماميين للبودي

علي بن حنبل الدارمي
عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي

٣٨٥

٢٥٥

شمس الدين عبد الله بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

شمس الدين احمد بن محمد الدارمي

٩٤٣

١١٠٤

٩٤٨

٠٩٩

٥٩٢

٠٩٢

١٠٥٢

٥١٦

٩٣١

٢٨٠

٩٤٦

٣٢

٩٢١

١٢٥٢

٩٥٩

١١٢٢

٢٢

٩٤٦

٩٣٢

٤٢٤

۱۹	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۱۳	شرح الامه ائمه
۵۷۲	مبارك بن محمد بن ابن	۱۳۴	شرح الامه ائمه
۲۵۸	ابو بكر احمد بن حسين بن علي النيسابوري	۱۳۵	شرح الامه ائمه
۲۸	محمد بن منصور النخعي الكسبياني	۱۳۶	شرح الامه ائمه
۵۲۹	عمر بن عبد العزيز الخزاز	۱۳۷	شرح الامه ائمه

ص

۲۹۲	احمد بن محمد بن حماد الجعفي	۱۳۸	شرح الامه ائمه
۲۵۳	محمد بن جابر	۱۳۹	شرح الامه ائمه
۲	محمد بن علي بن خزيمة	۱۴۰	شرح الامه ائمه
۲۹۱	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	۱۴۱	شرح الامه ائمه

ط

۱۳۰۲	سيد احمد الطحاوي	۱۴۲	شرح الامه ائمه
۳۰۲	سيد احمد الطحاوي	۱۴۳	شرح الامه ائمه
۹۸	محمد بن محمد بن السعد بن محمد	۱۴۴	شرح الامه ائمه
۱۳۴	محمد بن محمد بن محمد بن محمد	۱۴۵	شرح الامه ائمه

ع

۸۵۵	علامه جلال الدين ابن محمد بن محمد بن احمد النيسابوري	۱۴۶	شرح الامه ائمه
۷۸۴	ابو علي محمد بن محمد بن محمد بن محمد	۱۴۷	شرح الامه ائمه
۸۶۹	شهاب الدين النخعي	۱۴۸	شرح الامه ائمه
۲۷۸	ابو علي محمد بن محمد بن محمد بن محمد	۱۴۹	شرح الامه ائمه
۱۲۵۲	محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد	۱۵۰	شرح الامه ائمه
۱۲۰	محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد	۱۵۱	شرح الامه ائمه

غ

٤٥٨	شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير الاتقاني	١٥١ - غاية البيان
٨٨٥	قاضي محمد بن قرامرز طاشرو	١٥٢ - عرزالاحكام
٢٢٠	ابو الحسن علي بن سيفرة البغدادي المعروف باثرم	١٥٣ - غريب الحديث
١٠٩٨	احمد بن محمد الحصري النكلي	٥٢ - غزير حيون البصائر
٠٦٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	١٥٥ - غنية رده الاحكام
٩٥٦	محمد ابراهيم بن محمد الخليلي	١٥٦ - غية المستل

ف

٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	١٥٤ - فتح باري شرح البخاري
٨٦	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بابن العام	١٥٨ - فتح القدير
٥٣٤	محمد بن محمد بن علي بن علي	١٥٩ - فتاوى النسي
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن برادر	١٦٠ - فتاوى بزائفة
		١٦٠ - فتاوى محمد
٠٨١	علامه خير الدين بن احمد بن علي الرمل	١٦٢ - فتاوى خيرية
٥٤٥	سراج الدين علي بن عثمان الادوشي	١٦٣ - فتاوى سراجية
	علامه بن حمزة السفدي	١٦٣ - فتاوى حمزة بن حمزة
	داود بن يوسف الخطيب الحنفي	١٦٥ - فتاوى غياثية
٥٩٣	حسن بن منصور قاضي خان	١٦٦ - فتاوى قاضي خان
	جميعيت طاهر احمد بن محمد بن علي	١٦٤ - فتاوى حنيفة
٦ ٩	ظهير الدين ابو بكر محمد بن احمد	١٦٨ - فتاوى ظهيرية
٥٢٠	عبد الرشيد بن ابي حنيفة المولوي	١٦٩ - فتاوى دوله حية
٥٣٦	امام صدر الشهيد حسام الدين عمر بن عبد العزيز	١٧٠ - فتاوى الكبرى
١٥٠	الامام الاعظم ابي حنيفة نعمان بن ثابت كوفي	١٧١ - فتاوى كبرى
	سيد محمد ابي السعود الحنفي	١٧٢ - فتح الميعين

٩٢٨	ربيع الدين بن علي بن احمدات فني	١٤٣ - فتح لمعين شرح قرّة العين
٩٣٨	محيي الدين محمد بن علي ابن عربي	١٤٣ - الفترحات المكية
١٠٢٥	عبد العلي محمد بن نظام الدين الكندي	١٤٥ - فواتح الرحمت
٤٢	قاسم بن محمد بن عبد الله الجلي	٤٧ - نواهد
٢٥٢	محمد امين ابن عابدين شامي	٤٧ - فخر مختصة
٠٣	عبد ابروف مساوي	٤٨ - فيض لقيده شرح ابا سعيد الصغير
٤٤	اسماعيل بن عداة المنقب بسورية	٤٩ - فخر سميرة

ق

٨٤	محمد بن يعقوب الفيروز بادي	١٨٠ - نقاسوس
٩٢٨	علاء الدين ابيد بن علي المظلي	١٨١ - قرّة عين
٩٥٨	بكر بن محمد بن محمد بن بدي	٨٢ - القنية
		٨٣ - القرّين

ك

٣٣٢	عالم شيد محمد بن محمد	١٨٣ - الكافي في الفروع
٣٦٥	ابو محمد عبد الله بن عدي	١٨٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سيد عبد الوهاب الشعرائي	١٨٦ - بكميت داحر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٨٤ - كتاب الآثار
١٨٢	امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري	١٨٨ - كتاب الآثار
	ابو الحارث كس محمد بن علي	١٨٩ - كتاب الامام في آداب في حال محام
٢٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله	١٩٠ - كتاب اسوك
٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عاود الدين بن محمد العبادي	١٩١ - كتاب الهدية لابن عاود
	لابي عبيد	١٩٢ - كتاب بطور
٣٢٤	ابو محمد عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد الرازي	١٩٣ - كتاب العلي على رب نعت
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	١٩٣ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	١٩٥ - كتاب الموسوعة

٦١٦	امام بريان الدين محمود بن تاج الدين	٢١٩ - المحيط البرهاني
٦٤١	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي	٢٢٠ - المحيط الرغوي
٥٩٣	بريان الدين علي بن ابي بكر المغربي	٢٢١ - مخازن النزال
٦٦٠	محمد بن ابي بكر عبد القادر الرازي	٢٢٢ - مخار الصالح
٦٢٣	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد	٢٢٣ - المختارة في الحديث
٩١١	علامه جلال الدين السيوطي	٢٢٣ - المختصر
٤٣٤	ابن الحاج ابي عبد الله محمد بن محمد العبدري	٢٢٥ - مدخل الشرح الشريف
١٠٦٩	حسن بن حمار بن علي الشربالي	٢٢٦ - مراقي الفلاح بامداد الفلاح شرح نور الايضاح
١٠١٣	علي بن سديد طاعل قاري	٢٢٤ - مرقاة شرح مشكوة
٩١١	علامه جلال الدين السيوطي	٢٢٨ - مرقاة الصعود
	ابراهيم بن محمد النفقي	٢٢٩ - مستخلص الحقائق
٣٠٥	ابو عبيد الله الحاكم	٢٣٠ - مستدرک طحاوي
٤١٠	ابو عبد الله محمد بن احمد النفقي	٢٣١ - مستصفى
١٠١٩	محمد بن عبد البهاري	٢٣٢ - مسلم الثبوت
٢٠٢	سليمان بن داود الطيالسي	٢٣٣ - مسند ابي داود
٣٠٦	احمد بن علي الحرابي	٢٣٣ - مسند ابي يعلى
٢٣٨	حافظ السخري ابن رابعة	٢٣٥ - مسند اسحق ابن ربيعة
٢٣١	امام احمد بن محمد بن حنبل	٢٣٦ - مسند امام احمد بن حنبل
٢٥٢	ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الحفيق البزار	٢٣٤ - مسند البزار
٢٩٢	ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي	٢٣٨ - مسند عبد بن حميد
٥٥٨	شهر دار بن شيرازي الديلمي	٢٣٩ - مسند الفردوس
٤٤٠	احمد بن محمد بن علي	٢٤٠ - مصابح المنير
٤١٠	حافظ الدين عبد الله بن احمد النفقي	٢٤١ - المصنف
٢٣٥	ابو بكر عبد الله بن محمد احمد النفقي	٢٤٢ - مصنف ابن ابي شيبة
٢١١	ابو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعائي	٢٤٣ - مصنف عبد الرزاق
٦٥٠	امام حسن بن محمد الصنعائي الهندي	٢٤٣ - مصباح البرقي

٢٢٥ -	معركة الصعابة	٢٢٠ -	ابراهيم احمد بن عبد الله الصماني
٢٢٦ -	المعجم الاوسط	٢٢١ -	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٧ -	المعجم الصغير	٢٢٢ -	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٨ -	المعجم الكبير	٢٢٣ -	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٩ -	معراج الدراية	٢٢٤ -	قاسم الدين محمد بن محمد البخاري
٢٣٠ -	مشكاة المصابيح	٢٢٥ -	شيخ دول الدين العراقي
٢٣١ -	المنقى في الاسرار	٢٢٦ -	شيخ فخر بن محمد الجبازي المنقي
٢٣٢ -	المغرب	٢٢٧ -	ابو الفتح تاج الدين عبد السيد المطري
٢٣٣ -	مختصر القدوري	٢٢٨ -	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري المنقي
٢٣٤ -	مناجيات الجنان	٢٢٩ -	يعقوب بن سیدی علی
٢٣٥ -	الفردوس للامام راجب	٢٣٠ -	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني
٢٣٦ -	القدرة الشهادية	٢٣١ -	ابو العباس عبد الله بن العشاوي المالكي
٢٣٧ -	المسقط (في فتاوى ناصري)	٢٣٢ -	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني
٢٣٨ -	مجمع الزوائد	٢٣٣ -	نور الدين علي بن ابي بكر البستي
٢٣٩ -	مناقب الكوردي	٢٣٤ -	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز
٢٤٠ -	المنقى (في الحديث)	٢٣٥ -	جدا الله بن علي بن جازي
٢٤١ -	المنقى في فروع الفقه	٢٣٦ -	الحاكم الشيرازي محمد بن محمد بن احمد
٢٤٢ -	منحة الخلق	٢٣٧ -	محمد بن محمد بن عابد بن الشامي
٢٤٣ -	منح الفقهاء	٢٣٨ -	محمد بن عبد الله التمر تاشي
٢٤٤ -	ملحق الابحار	٢٣٩ -	امام ابراهيم بن محمد الحلبي
٢٤٥ -	منهاج	٢٤٠ -	شيخ ابو بكر يحيى بن شرف الزواوي
٢٤٦ -	مجمع البحرين	٢٤١ -	منظر الدين احمد بن علي بن ابي عبد الله المنقي
٢٤٧ -	المنقى	٢٤٢ -	شيخ عيسى بن محمد بن ايساخ المنقي
٢٤٨ -	المبسوط	٢٤٣ -	عبد العزيز بن احمد الحلواني
٢٤٩ -	مسند في الحديث	٢٤٤ -	الحافظ الفقيه نصر بن ابراهيم الهروي

٢٦٢	يعقوب بن شيبان السدي	٢٤٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سعيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٤١ - غية المصلي
١٤٩	امام مالك بن انس المدني	٢٤٢ - موطا امام مالك
٨٠٤	نور الدين علي بن ابي بكر البستي	٢٤٣ - موارد النظم
٦٢٢	احمد بن مظفر الرازي	٢٤٣ - مشكلات
٢٤٩	ابن ابي ابن محمد الشافعي	٢٤٥ - منب
٩٤٣	عبد الرزاق الشيرازي	٢٤٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن احمد الذهبي	٢٤٤ - ميزان الاعتدال
٢١٠	احمد بن موسى ابن مردويه	٢٤٨ - المستخرج على صحيح البخاري
٣٢٤	محمد بن جعفر الخزازي	٢٤٩ - مكالم الاخلاق

www.alukah.net/forum

ن

٤٢٥	عبد الله بن مسعود	٢٨٠ - النفاية مختصر الوقاية
٤٦٢	ابو محمد عبد الله بن يوسف النخعي الزبيدي	٢٨١ - نصب الراية
١٠٦٩	حسن بن عمار بن علي الشربلالي	٢٨٢ - نور الايضاح
٤١١	حسام الدين حسين بن علي السخاقي	٢٨٣ - النهاية
٦٠٦	محمد الدين مبارك بن محمد الجزري ابن اشير	٢٨٢ - النهاية لابن اشير
١٠٠٥	عسمر بن نعيم المصري	٢٨٥ - النهر الفائق
٢٠١	بشام بن عبيد الله المازني النخعي	٢٨٦ - قواعد في الفقه
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف ببشامجي زاهد	٢٨٤ - نور العين
٢٤٩	ابو الليث نصر بن محمد بن ابراهيم السمرقندي	٢٨٨ - التوازل في الفروع
٢٥٥	ابو عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	٢٨٩ - قواعد الاصول في معرفة اخبار الرسول

ز

٢٩٠	الزاني في الفروع	عبد الله بن أحمد الشافعي	٤١٠
٢٩١	الوجيز في الفروع	أبو حامد محمد بن محمد الغزالي	٥٠٥
٢٩٢	الوقاية	محمود بن محمد الشافعي	٦٤٣
٢٩٣	الوسيط في الفروع	أبي سفيان محمد بن محمد الغزالي	٥٠٥

هـ

٢٩٤	الهداية في شرح البداية	برهان الدين علي بن أبي بكر المصنفاني	٥٩٣
-----	------------------------	--------------------------------------	-----

ي

٢٩٥	اليواقيت والجواهر	سيد عبد الوهاب الشعراي	٩٤٣
٢٩٦	ينابيع في معرفة الأصول	أبي عبد الله محمد بن رمضان الرومي	٤٩٩